طبع باراوّل

۱۳۶۵ھ ہجری

ایک ہزار جلد

قیمت فی جلد

دس روپیہ

ملنے کا پتہ

(۱) شیخ امیراللہ صاحب، تاجر کتب محبوب چوک، حیدرآباد دکن

(۲) مؤلف، ۱۹۸۵۔ کوچۂ ملا مراد علی، چوراہا الاوہ بی بی حیدرآباد دکن



عظمۃ

پیش کش

دو صد سالہ جشن خود مختاری کے مبارک موقع پر اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اپنی تقریر دل پذیر میں اہل ملک کو جس واقعۂ مسعود کی یاد دوامًا تازہ رکھنے ان کے اپنے خوشگوار و مقدس فرض کی طرف اشارۂ بلیغ فرمایا ہے، وہ خود نواب نظام الملک آصفجاہ اوّل کے فکر و عمل کا نتیجہ "اعلان خود مختاری" ہے اور یہی وہ تاریخ کا عظیم الشان واقعہ ہے، جو "سلطنت آصفیہ" (صانہا اللہ عن الشرور و الفتن) کی تاسیس کا باعث اور رعایائے دکن کے لئے دائمی طور پر ہر قسم کی آزادی اور امن و رفاہ کا ضامن ہوا۔ ہم نواب ممدوح کے اسی ناقابل فراموش زرین تاریخی کارنامے کی یاد میں انہی کی لائف "حیاتِ آصف" فرزندانِ وطن کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

محمد محبوب جنیدی

مؤلف



صرف ٹیٹل مطبوعہ شمس الاسلام پریس

فہرست مضامین

باب ہفتم

سادات بارہہ کا تسلط و بادشاہ گردی

فہرست تصاویر

تقریظ

از

علّامہ سید سُلیمان صاحب ندوی

آصفی خانوادہ کی بنا ایسے مقدس بزرگوں کے ہاتھوں سے پڑی ہے، جن میں فضل وکمال اور زہد و اتقا کی فضیلتیں یکجا تھیں۔ پھر ترکستان سے ہندوستان آکر ان اوصاف گرامی کے ساتھ تدبر و سیاست کا عنصر بھی اس میں شامل ہوگیا آغاز دیکھا جائے تو اس کی نسبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتی ہے اوسط پر غور کیا جائے تو خانوادۂ سُہروردی کی بزرگی اوس کو حاصل ہے اور آخر پر نگاہ کی جائے تو نظام الملک کا سلسلۃ الذہب زنجیر عقیدت ہے ؎

این سلسلۂ طلائی ناب است ۔۔۔ این خانۂ تمام آفتاب است

اوس وقت جب ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا آفتاب ڈوب رہا تھا اس نظام شمسی سے ایک ستارہ ٹوٹ کر ایک اور نظام شمسی بجائے خود بن گیا اس کا نام نظام الملک آصف جاہِ اوّل ہے جس نے کم از کم ہندوستان کے ایک اہم حصّہ کو اپنے زیر عَلَم لاکر اس سرزمین میں اسلام کے عَلَم کو پھر سے بلند کر دیا۔

ضرورت تھی کہ اس عظیم الشان ہستی کے سوانح حیات مستقلاً الگ لکھے جاتے

تاکہ اس کے کارناموں کی یادگار رہے۔ اس سے پہلے انگریزی میں ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب نے اس فرض کو انجام دیا ہے لیکن اردو ابھی تک اس سے محروم تھی۔ مولوی محمد محبوب صاحب جنیدی کے ممنون ہیں جنھوں نے اس ادائے فرض کا ارادہ کیا اور اس کو اتمام تک پہنچایا۔

میں نے اس کتاب کو گو پورے استیعاب کے ساتھ نہیں پڑھا ہے، تاہم اکثر ابواب کا خلاصہ ذہن نشین ہوگیا اور شروع کے صفحے بھی مطالعہ میں آئے۔ مجھے اس اظہار میں مسرت ہے کہ مؤلف نے پوری محنت سے اپنے فرض کو ادا کیا ہے، فارسی اور انگریزی کے تمام ممکن مواد کو فراہم کیا ہے اور اوس کو خوش اسلوبی سے ترتیب دیا ہے اور اون احسانات کو خوبی کے ساتھ دکھایا ہے جو اس مؤسس خاندان نے ملک اور اہل ملک پر کئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خلد اللہ تعالیٰ ملکہ کے عہد زرین کو جو علمی و تعمیری و تمدنی خصوصیات حاصل ہیں اور جس کو حقیقت میں اس لحاظ سے دور آصفی کا خیر القرون کہا جاسکتا ہے، مدت کے باقی فرض کا جو بانیٔ خاندان کے مستقل سوانح حیات کی ترتیب سے متعلق تھا اس عہد مبارک میں انجام پا جانا، اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ ہی کے برکات میں شمار ہو سکتا ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ خَیْرَ خَلَفٍ لِخَیْرِ سَلَفٍ وَاجْعَلْ اَیَّامَہٗ لِلدَّھْرِ خَیْرَ طَرَفٍ

(۱۴- جمادی الاول ۱۳۶۲ھ)

تقریظ

(از)

پروفیسر ہارون خاں صاحب شروانی ایم اے (آکسن) بار ایٹ لا ایف آر ایچ ایس (لندن)

صدر شعبۂ تاریخ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ہمارے ملک میں تاریخ دکن سے بالعموم اور فرمانروایان دکن سے بطور خاص دلچسپی بڑھتی جاتی ہے اور اس موضوع پر سال بہ سال اچھے اچھے مقالے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جناب محمد محبوب صاحب جنیدی نے حضرت آصف جاہ اول بانیٔ دولت آصفیہ کے حالات جمع کر کے اُردو داں طبقے پر احسان کیا ہے۔ حضرت آصف جاہ اٹھارویں صدی عیسوی کے ممتاز ترین افراد میں سے ہیں اور یہ ان ہی کی برکت ہے کہ خدا کے فضل سے سلطنت مغلیہ کا ایک اہم حصہ دودمانِ آصفی کی عملداری میں ہے۔ حضرت آصف جاہ نے جس ہمت اور تدبر سے دکن کو اغیار کی دست بُرد سے بچایا، وہ ایک عظیم واقعہ تاریخ ہند کا ہے اور اس دور پر جتنا بھی غور کیا جائے کم ہے۔ جناب محمد محبوب صاحب جنیدی نے جملہ مطبوعہ و غیر مطبوعہ ماخذ کو کام میں لا کر ان میں سے تقریباً تمام اہم واقعات کو سلسلہ وار پرو دیا ہے اور ان پر ایک ناقدانہ نظر ڈالی ہے۔ سرسری طور پر کتاب دیکھنے سے بعض باتیں ایسی ملیں جو دوسری مطبوعہ کتابوں میں نہیں ملتیں۔

میں اس سوانح حیات پر جنیدی صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں۔ خدا کرے کہ ان کی سعی مشکور ہو اور ہمارے ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ اس سے بدرجۂ احسن استفادہ حاصل کرے۔

(۳۰۔ آذر ۱۳۵۲ف)

تقریظ

از

ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب ڈی لٹ (پیرس)

اُستاذ تاریخ جامعۂ عثمانیہ

میں نے مولوی محمد محبوب صاحب جنیدی کی کتاب "حیات آصف" سرسری طور پر پڑھی۔ اس کتاب میں مؤلف نے حضرت آصف جاہ اوّل بانی سلطنت آصفیہ دکن کے حالات تحقیق سے جمع کئے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ کن حوصلہ شکن حالات میں حضرت آصف جاہِ اول نے اپنی مہمات انجام دیں حضرت نظام الملک آصف جاہ اول ہی کی ذات تھی کہ جس نے انتشار و زوال کے زمانہ میں بھی قوت و اقبال کے خواب دیکھے اور ان خوابوں کی عملی تعبیر بھی دنیا کے سامنے پیش کی۔

اس کتاب میں نظام الملک آصف جاہِ اول کے ابتدائی حالات زندگی کے علاوہ سلطنت آصفیہ کے قیام و استحکام پر نہایت خوش اسلوبی سے معلومات جمع کی گئی ہیں، زبان میں صفائی اور شگفتگی پائی جاتی ہے۔ عام پبلک اور طلبہ کے لئے یقیناً یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔ انگریزی اور فارسی میں اس موضوع پر جو مواد تھا اس کو مؤلف نے عمدگی سے ترتیب دیا ہے۔ اُمید ہے کہ مؤلف کی سعی مشکور ہوگی اور کتاب کو قبول عام حاصل ہوگا

تقریظ

(از)

مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ ہجری بمقام حیدرآباد دکن میں نے جنیدی صاحب کی لکھی ہوئی کتاب "حیات آصف جاہ اول" کے قلمی اوراق دیکھے اور علامہ سید سلیمان ندوی کی تقریظ بھی مصنف ممدوح سے سُنی۔

جنیدی صاحب سے معلوم ہوا کہ وہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی اولاد میں ہیں، حیدرآباد کے خزانہ میں نوکر ہیں میں نے ان سے تقریظ نگاروں کی عادت کے برخلاف ایسے سوالات کئے جن کا تعلق ان کی تصنیف سے نہ تھا لیکن چونکہ میری رائے یہ ہے کہ تصنیف کا عرفان مصنف کے عرفان کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے میں نے غیر متعلق سوالات کئے تھے، کیونکہ کتاب کائنات کے مصنف نے مجھے حکم دیا تھا کہ پہلے میں مصنف کو پہچانوں اس کے بعد اس کی تصنیف کردہ کائنات کی حقیقت مجھ پر روشن ہوجائیگی۔

پس میں جنیدی صاحب کی کتاب پڑھے بغیر اپنے سوالات اور ان کے جوابات سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ انھوں نے یہ کتاب ایسے زمانہ میں لکھی ہے جب کہ آصف جاہ اول کو باغی اور غدار کہنے والوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی ہے۔ ممکن ہے مصنف کے سامنے یہ بات نہ ہو، مگر مجھے رات دن ان لوگوں سے سابقہ رہتا ہے، جو آصف جاہ اول کو ہندوستان کا باغی اور غدار کہتے ہیں اور میں نے حقیقت معلوم کرنے کے لئے جتنی تاریخیں

پڑھیں، ان سے مجھے یہی معلوم ہوا کہ آصف جاہ اوّل نہ باغی تھے نہ غدار تھے، بلکہ قدرت نے ان کو حضرت نوحؑ کی کشتی بنایا تھا تاکہ اس کشتی میں ہندوستان کے آثار قدیم محفوظ ہو جائیں اور زوال عالمگیر کے طوفان کی غرقابی سے بچ جائیں پس میں یقین رکھتا ہوں کہ جنیدی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر خاندان آصف جاہی کو نادان مخالفین ہی سے نہیں بچایا، بلکہ حق اور حقیقت اور اصلیت کو بچا لیا، اور ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کو جھوٹے اور بناوٹی الزامات سے بچا لیا اور ہندوستان کے غیر مسلم نوجوانوں کو وہ راستہ دکھا دیا، جس پر اگر وہ چلتے رہیں تو اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے اور ان کو معلوم ہو جائیگا کہ آصف جاہ اول اگر دکن میں قدامت کے اصول پر ایک نئی سلطنت کی بنیاد نہ رکھدیتے تو آج ہندوستان کی یعنی ہندوؤں کی حکومت کی نشانیاں اور مسلمانوں کے ہزار سالہ دورِ حکمرانی کے آثار، زوال کے طوفان میں غرقاب ہو جاتے۔

مجھے تاریخوں سے معلوم ہوا اور غالباً اس کتاب کے پڑھنے سے ہر ہندوستانی سمجھ لے گا کہ آصف جاہ نے کتنی کوشش تیموری نسل کے تاج و تخت کو برقرار رکھنے کے لئے کی تھی۔ اور دہلی کے بازاروں میں اورنگ زیب کے پوتے جہاندار شاہ کی طوائف سے سر بازار کیسے الفاظ سنے تھے؟ کبھی ان کو دکن کا صوبہ دیا جاتا تھا، کبھی مراد آباد میں پھینکا جاتا تھا اور کبھی لال کنور طوائف کے بھائی کو ان کا حریف بنایا جاتا تھا۔ ان مشکلات کے باوجود اور سادات بارہہ کی زبردست یورشوں کے باوجود امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے اس فرزند اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے اس نونہال نے یہ ثابت کر دکھایا کہ درویشوں کی اولاد ملک معرفت ہی میں نہیں، دنیاوی سیاست میں بھی بڑے بڑے کام کرنے کی لیاقت رکھتی ہے لہٰذا میں جنیدی صاحب کی اس کتاب کو ہر اعتبار سے بروقت

اور برمحل سمجھتا ہوں۔ جسم کی آنکھوں سے معذور ہوں اس واسطے ان کی کتاب پڑھ نہیں سکتا، اس لئے نہیں جانتا کہ انھوں نے کیا لکھا ہے۔ لیکن جو کچھ بھی لکھا ہوگا وہ یقیناً اہل دکن کے لئے اور مسلمانوں کے لئے اور پورے ہندوستان کے لئے مفید ہوگا۔

دُعا ہے کہ خدا بھی جنیدی صاحب کی محنت کو قبول فرمائے اور ان کو اس کتاب سے اور ملک کو آصف جاہ اوّل اور ان کی زندگی سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا ہو فقط

(۲۰۔ جولائی ۱۹۴۳ء)

مُقدّمہ

(از)

مولٰنا سید ہاشمی صاحب فریدآبادی

سابق رکن دارالترجمۂ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد (شعبۂ تاریخ)

مسلمانوں میں پہلا خانوادۂ شاہی جس نے ہندوستان پر حکومت کی، آلِ تیمور سے تھا۔ ان کے پیش رَو، خودساز و خدانواز، مَن چلے سپاہی تھے، جو محض قوت بازوکی دستاویز سے ملک پر قابض ہوئے اور قیادت و تنظیم کی طاقت سے حکمرانی کرتے رہے۔ ان میں بڑے بڑے صاحب ہمت و اقبال بادشاہ اُٹھے جو فاتحین عالم کی صفِ اول میں جگہ پانے کے مستحق ہیں۔ انہی میں آلِ اُتمش و بلبن تھے جن کی جہانگیری و جہانبانی کی بدولت سندھ سے بنگالہ اور کشمیر سے مالوہ تک ایک عظیم سلطنت امن و رفاہ کی محکم بنیادوں پر قائم ہوی۔ علاؤالدین خلجی کا نام ہے جس نے اقصائے جنوب تک اپنا سکہ چلایا اور اپنا خطبہ پڑھوایا۔ پھر محمد تغلق جس کی بلند خیالی جملہ ممالک ہند کو پایۂ تخت دہلی کا پائین باغ بنانے کا داعیہ رکھتی تھی۔

یہ زبردست اور نام ور بادشاہ خالص، یا مخلوط، افغانی ترک تھے اور ان کا ادنیٰ مدارج سے بڑھ کر تختِ شاہی تک پہنچ جانا ہی ایک دلیل ہے کہ ان کی حکومت میں

باہمی اشتراک و انتخاب کا عمل جاری تھا۔ دوسرے ان میں موروثی بادشاہی کا قدم آیا بھی تو وہ کسی کے حق میں سازگار و پائے دار نہ ہوا قطب الدین ایبک سے فیروز تغلق تک کوئی دو صدی کی مدت ہے، اس میں بھی مشکل سے بیس برس ایسے گزرے جن میں وراثت آبائی کا اصول کارفرما رہا اور اس تجربے میں بھی قریب قریب ہمیشہ تلخ کامی نصیب ہوئی۔

بہ ایں ہمہ اس حکومت میں قومی جمہوریت کا عنصر بہت ناقص و مبہم اور وہ بھی عسکری دائرے تک محدود تھا۔ انتخاب شاہ کے مسئلے میں صرف جنگی سردار مجال دم زدن رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ ابتدا میں مسلمانوں کی ساری قوم جنگی تھی۔ اس لئے ہم نے اس "ترک شاہی" کو قومی حکومت کہنا جائز رکھا، ورنہ ہندوستان کی سکونت اور مخلوط و نومسلم آبادی کی تیز ترقی نے تین چار پشت ہی میں مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ پیدا کر دیا تھا جسے حکومت اور ملک داری سے مطلق واسطہ نہ تھا۔ اس سے اگلی صدی (یعنی آٹھویں ہجری) وہ زمانہ ہے جب کہ عالم اسلامی میں متصوفانہ خیالات نے مسلمانوں کو ترک دنیا اور گوشہ نشینی کی چاٹ لگائی اور بہت سے اہل علم و دماغ اس وہم میں مبتلا ہو گئے کہ علایق زندگی سے روگردانی کر لینا ہی، زندگی کا بڑا کارنامہ ہے۔

دسویں صدی ہجری میں، مغلیہ سلطنت ایک دفعہ لڑکھڑا کر دوبارہ ہندوستان میں قائم ہوئی اور صدی کے ختم ہوتے ہوتے اس کے ڈانڈے دکن کی اسلامی سلطنتوں سے آملے۔ یہ مغل حکومت خالص موروثی اور مستبد بادشاہی تھی۔ بادشاہ کسی قومی انتخاب و رائے کا محتاج نہ تھا۔ منصب فرماں روائی ایک خاص خاندان کی میراث بن گیا تھا۔ اور تیموری گھرانے کے باہر کسی فرد کو حق نہ رہا تھا کہ تخت شاہی تک پہنچنے کی جرأت کرے۔

سلطنت کے ضعیف ہونے کے بعد بھی جب سید حسین اور سید عبداللہ جزو کل پر حاوی ہوے اور کئی شہزادوں کو یکے بعد دیگرے بادشاہ بنا کر بادشاہ گر کہلائے انہیں یہ ہمت نہ ہوئی کہ تاج سلطانی اپنے سر پر رکھ لیتے۔ گویا کشور ہند کی بادشاہی کے لئے اورنگ زیب و شاہ عالم کی علیل و نالائق اولاد بھی قابل ترین سید سے زیادہ حقدار و موزوں تھی۔

جس وقت فرخ سیر، سیدوں کے حکم سے مارا گیا، شہر کے عوام الناس میں سخت ہنگامہ برپا ہوا۔ مرزا عبدالقادر بیدل نے یہ بے بدل تاریخ لکھی کہ معلوم ہوتا ہے کہ آوازِ خلق کو قلمبند کردیا ہے ع سادات بوے نمک حرامی کردند

مسجد فتح پوری کے سامنے جس عمارت میں آج کل کورونے شن ہوٹل ہے۔ سید عبداللہ قطب الملک کا مکان تھا اس کے ایک حصہ میں محلہ بس گیا لیکن قدیم دروازہ تیس چالیس برس پہلے تک "نمک حرام وزیر کی حویلی" کا پھاٹک کہلاتا تھا۔

اس سادات گردی کے قریب زمانے میں نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا مغلیہ حکومت کے اکبر آباد و دہلی میں جمنے کے بعد پہلا موقع تھا کہ بیرونی حملہ آوروں نے یہ جسارت کی اور کابل سے پلٹ جانے کی بجائے کرنال، پانی پت کے میدان تک چڑھ آئے۔ سپہ سالار خان دوران خاں کی ضد اور بے عقلی اور سعادت علی خاں برہان الملک کی شرارت و غداری سے شاہ و وزیر، نادر کے پنجے میں پھنسے اور مغلوں کا پائے تخت۔ قتل و غارت گری کا نشانہ بنا۔ شاید محمد شاہ کی نااہلی دیکھ کر ہی نادر شاہ نے نظام الملک آصف جاہ کو صلاح دی تھی کہ زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لے مگر آصف جاہ نے انکار کیا اور جیسا کہ اس کتاب میں اپنے مقام پر ہم مطالعہ کریں گے اس

نمک حلالی کو ہمیشہ اپنا قابل فخر کارنامہ سمجھتا رہا۔ کوئی شبہ نہیں کہ یہ انکار آصف جاہ کی شرافت و نیک نیتی کا ثبوت ہے لیکن یہاں اس مثال کو نقل کرنے سے ہمیں یہ دکھانا مقصود ہے کہ مغل بادشاہی نے کس طرح اہل ہند کے دل و دماغ پر ایسا قبضہ جما یا تھا کہ وہ تبدیل و انقلاب کا خیال تک بغاوت اور نمک حرامی سمجھتے تھے یہی سبب تھا کہ شاہ عالم ثانی کے مغلوب و معذور ہو جانے کے بعد قوت یافتہ انگریزوں کو بہت دن مغل بادشاہی کا ڈھونگ قایم رکھنا پڑا اور ۱۸۵۷ء تک "ملک بادشاہ کا" ڈھول پیٹتا رہا۔

ایسی طاقت ور بادشاہی جسے کہنا چاہیئے کہ خدائی قائم کر لینے کے باوجود حیرت ہے کہ ان مغل بادشاہوں کو خود اپنی وراثت کا قانون بنانے کی توفیق نہ ہوئی۔ نہ بڑے بیٹے کی جانشینی مسلم تھی جیسا کہ بادشاہی میں عام رواج ہے۔ نہ عثمانلی ترکوں کی طرح یہ ضابطہ کہ خاندان کا سب سے سن رسیدہ فرد وارث تخت مان لیا جائے۔ ممکن ہے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ حصول اقتدار کا فیصلہ قانون کی کتابوں سے نہیں ہو سکتا، تلوار کے میدانوں میں ہوا کرتا ہے۔ ادھر یہ بات اصول استبداد کے بالکل منافی تھی کہ ملک میں کوئی ایسی صاحب اثر جماعت بن جائے جو بادشاہ کے عزل و نصب میں حصہ لے سکے۔ پس معمول یہ بن گیا کہ مغل تاج دار کی اولاد کا ہر فرد سلطنت کا حقدار تھا۔ بہ شرطے کہ شمشیر اور تقدیر اس کی یاوری کریں۔ نتیجے میں ہر جانشینی پر وہ قتال و جدال اور وہ جلاد یاں دیکھنے میں آئیں جن سے تاریخ مغلیہ کی ہر فصل خون کی سرخی سے شروع ہوتی ہے۔

ہندوستان میں سیاست و ملک داری سے الگ تھلگ رہنا کچھ نئی بات نہ تھی اس دیس میں صدیوں سے ذات پات اور کرما کا مذہب رائج تھا اور بادشاہی بھی ایک موروثی ذات بن گئی تھی مگر مسلمانوں پر حیرت ہے کہ ان کی طرف سے بھی کسی احتجاج، کسی

مطالبے کی آواز بلند نہیں ہوئی۔ حالاں کہ ان کی دینی تعلیم اس قسم کی ذات بندی کو جائز نہیں رکھتی، نہ موروثی اور مطلق العنان بادشاہی اس کی نظر میں پسندیدہ ہے اس باب میں قرآن حکیم کا اعجاز بلاغت یہ ہے کہ وہ براہ راست کسی خاص آئین حکومت کی تلقین نہیں کرتا لیکن مومنین، صالحین کی ایک علامت یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ ان کی حکومت آپس کے مشورے سے ہوتی ہے۔ آیۂ کریمہ کا پورا متن صاحبِ فکر مسلمان کے لئے ہدایت وموعظت کی وجد انگیز کتاب ہے۔ قال عزوجل:۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (شوریٰ ۔ ع ۴)

یہ بالواسطہ ہدایت فرد و قوم دونوں کے حق میں صادق ہے۔ لیکن اصلی خطاب ایمان والوں کی جماعت ہی سے مستفاد ہوتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر، قرآن اعلیٰ درجے کے نیک اور متقی گروہ کا ایک مرقع پیش کرتا ہے اور عقائد و اعمال حسنہ کے بیان میں چند اصول سادہ ترین الفاظ میں ایسے آجاتے ہیں کہ پوری تصویر میں سیاست کا رنگ بھر جاتا ہے۔ اسی تصویر کا عملی نمونہ اور انہی آیات شریفہ کی زندہ تفسیر، خلافت راشدہ کا دور تھا، جو انسانی تاریخ کی تاریکیوں میں سب سے الگ اور سب سے تابناک نظر آتا ہے۔

سیاسی اصطلاح میں یہ خلافت جمہوری اصول پر قائم تھی۔ عہد عثمانؓ تک اہم معاملات میں کم سے کم بزرگان مدینہ سے شوریٰ کیا جاتا تھا۔ خلیفہ تک جانے یا مسجد کے جلسوں میں رائے دینے کی ہر مسلمان کو آزادی حاصل تھی۔ نئے خلیفہ کے انتخاب میں وراثت کو

مطلق ترجیح نہیں دی جاتی تھی۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے اسے سلبِ حق کی ایک وجہ قرار دیا تھا[1] سیدنا حسنؓ کی خلافت سے کوفہ میں اس کی پہل ہوی اور پھر چند سال گزرے تھے کہ ولدیت ہی اہلیت کی سب سے بڑی شرط بن گئی۔

لیکن سیاسی فکر عمل کے اس تنزل پر افسوس کرتے وقت ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اس زمانے میں جب کہ آمد و رفت کی ایسی آسانیاں نہ تھیں، کسی بڑے ملک میں جمہوری یا نیابتی طرزِ حکومت کا نافذ ہونا قریب قریب محال تھا۔ قدیم یونان کی "جمہوریتیں" عرض و طول میں چند میل سے زیادہ وسیع نہ ہوتی تھیں۔ جمہوریہ رُومہ کا اقتدار عرصے تک عمائدِ شہر ہی کے ہاتھوں میں رہا اور جب اس کی فتوحات اطالیہ سے آگے بڑھیں تو بہت جلد جمہوریت نے شخصی بادشاہی کی صورت اختیار کر لی۔ یہی حال خلافتِ عرب کا ہوا۔

لیکن اب اسلامی ہند کی طرف رجوع کیجئے:۔

ہندوستان کا وسیع و زرخیز خطہ ہمیشہ سے ایسا طمع انگیز رہا ہے کہ جب کسی جاندار قوم کا قدم یہاں ٹکا تو برابر آگے بڑھتا چلا گیا۔ مسلمان فاتح چند ہی سال میں سارے شمالی ہند پر مُسلط ہو گئے۔ انہوں نے پہلے دہلی کے مرکز میں اور پھر مختلف ممالکِ ہند میں بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں۔ مگر زمانے کے چلن کے مطابق یہ سب موروثی اور شخصی حکومتیں بن گئیں اور مسلمانوں کی "قوم" حقوق ملک داری سے اسی طرح محروم اور رُوزافزوں طور پر محکوم ہوتی چلی گئی، جس طرح یہاں کی قدیم رعایا صرف حکم برداری اور خادمانہ اطاعت کے لئے

---

[1] جب لوگوں نے آئندہ خلافت کے امیدواروں میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا نام لیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بنی عدی کے لئے یہ فخر کافی ہے کہ ان کا ایک فرد مسلمانوں کا خلیفہ ہو گیا (بنی عدی حضرت عمرؓ کے قبیلہ کا نام تھا)۔

مخصوص سمجھی جاتی تھی۔

مسٹر محمد علی جینا نے حال میں دعویٰ کیا تھا کہ مسلم لیگ نے ڈیڑھ صدی کے بعد پہلی مرتبہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو قومی حکومت و آزادی کے نصب العین پر جمع کر دیا ہے لیکن غور کیجئے تو ہندی مسلمانوں کی سیاسی محرومی اور ذلت کا زمانہ اور دو صدی سے پہلے شروع ہوتا ہے سلطنت مغلیہ کی عظمت و شان مسلمان امیروں کا تزک و احتشام یا امن و رفاہِ عام اس تاریخی حقیقت کو کسی طرح نہیں چھپا سکتے کہ مسلمانوں کے ملی اقتدار کے حق میں یہ دورِ استبداد ریشمی سولی کے پھندے سے کم مہلک نہ تھا۔ یہی سبب ہوا کہ حریص آفاقیوں کو ہر جگہ، ہر طبقہ میں ایسے مسلمان مل گئے۔ جنہوں نے فرنگی حکومت کو جمانے میں مدد دی اور نہ مسلمانوں کی حکومت مٹانے میں کوئی باک کیا نہ انگریز بیوپاریوں کے محکوم بن جانے میں کوئی بے عزتی محسوس کی۔

مسلمانوں کے عام اخلاقی اور سیاسی انحطاط کی ایک اور شہادت یہ ہے کہ جس وقت مغل بادشاہی کی قوت جواب دے چکی، اس وقت بھی اُمت مرحومہ میں ایسے ہمت والے بہت کم نکلے، جو اپنی جرأت اور تدبیر سے خود کسی آزاد و دیرپا حکومت کی بساط بچھاتے ان معدودے چند میں بھی میر قمر الدین کا نام سب سے زیادہ چمکتا نظر آتا ہے کہ سلطنت مغلیہ کی اصلاح و احیا کی امید نہ رہی تو اپنی فراست و دلیری سے دولت آصف جاہی کی بنیاد ڈالی جو آج بھی خدا کے فضل سے ہندوستان کی سب سے بڑی ملکی حکومت ہے اور پچھلی تاریخ پر ہمہ گیر نظر ڈالئے تو حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے انتہائی افتراق و ادبار کے زمانے میں جب کہ مرہٹے گرگ بغل بن گئے تھے اور پھر فرنگی استعمار کا اژدہا ممالک مشرق کو نگلتا چلا آتا تھا، اسلامی بادشاہی کی یہ یادگار کس طرح قائم ہوئی اور کیوں کر سلامت رہ گئی؟ بے شبہ

وہ نیک نام و نیک نیت بانی، نہ صرف ہند و دکن بلکہ کل ملتِ بیضا کے محسنوں میں شمار ہونے کے لائق ہے، جس کی بناء عالی نے بڑے بڑے حوادث جھیلے اور اب بھی مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا اشارہ اور حیاتِ نو کا سہارا ہے۔ سیاسی بیداری کے ساتھ ساتھ ہمیں یقین ہے کہ ایسی بزرگ ہستی کے نام اور کام بھی ملک میں زیادہ معروف و متعارف ہوتے جائیں گے اور اسی لئے ہم مولوی محمد محبوب صاحب جنیدی کی زیرنگاہ تالیف کو نہ صرف تاریخی ادب میں مفید اضافہ بلکہ ایک نئی فصل کا میوہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ وقت شناس اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور جس محنت و شوق سے لائق مؤلف نے آصف جاہِ اول کے ذاتی اور عصری حالات کو قلمبند کیا ہے اس کی پوری پوری قدر کی جائیگی

نواب نظام الملک آصف جاہِ اول کے انتقال کو اب دو صدیاں گزر چکی ہیں۔ اس مدت میں دنیا نے بڑے بڑے انقلاب دیکھے۔ اٹھارویں اور بیسویں صدی کے ہندوستان میں بھی زمین، آسمان کا فرق پڑ گیا۔ جن مصائب و مشکلات سے آصف جاہ اول کو سابقہ پڑا، ان کا نشان بھی باقی نہیں رہا۔ مگر ہر دور، زندگی کے نئے مسائل اور نئی دشواریاں ساتھ لاتا ہے۔ دکن کے مسلمانوں کو بھی اپنی بیش بہا میراث کی حفظ و بقا کے لئے نئے نئے حریفوں کا سامنا کرنا اور وہی فراست و تدبر، وہی شجاعت و ایثار دکھانا ہوگا جن کی بدولت نواب مغفرت مآب اور ان کے سرفروش رفیق اپنے خطرناک دشمنوں پر غالب آئے تھے۔ دینی تعلیم نے ہمیں یہ حقیقت سمجھائی، اور دنیا کی تاریخ نے بار بار اس کی تصدیق فرمائی ہے کہ حکومت کی ظاہری شکل شخصی ہو یا جمہوری، عوامی ہو یا خواصی، اس کی قوت و دیرپائی، اربابِ حکومت کے عمدہ اخلاق پر مبنی ہیں۔ جس نسبت سے ان اوصاف عالیہ میں کمی آئیگی۔ اس قدر ملک میں نقصان اور خرابی کے آثار ظہور پذیر ہوں گے۔ لہٰذا قوم کا سب سے مقدم اور اہم

فرض یہ ہے کہ اپنے حکام کی صحیح اخلاقی تربیت کا انتظام کرے۔ ایک اور معرفت جو منقولۂ بالا آیات کریمہ سے حاصل ہوئی، یہ ہے کہ مسلمانوں کی کامیاب حکومت کا لازمی جُز شوریٰ ہے شوریٰ کی عملی صورت کیا ہو، یہ وقتی اور ملکی حالات پر منحصر ہوگا۔

ہماری مجمل تحریر یہ اشارہ کئے بغیر اور بھی تشنہ رہ جائے گی کہ دکن کے مسلمانوں کو مسائل حاضرہ کی گتھیاں سلجھاتے وقت اپنے اضافہ آبادی اور غیر مسلم اقوام کی صحیح جماعت بندی کی طرف بھی جرأت و دُور اندیشی سے توجہ کرنی چاہئیے کہ اس زمانے میں مردم شماری کے گوشوارے، حکومت و ملک داری کا قبالہ بن گئے ہیں۔ اسی سلسلے میں یہ نکتہ فراموش نہ کرنا چاہئیے کہ ان کی مثال اس نہر کی سی ہے جو دریا اتر جانے کے بعد بھی دریا کا پانی محفوظ رکھتی ہے لیکن اگر اسے دریا سے توڑ لیا جائے تو زیادہ دن لب ریز و رواں نہیں رہ سکتی۔ اسلامی دکن کا اسلامی ہند سے بلکہ عالم اسلامی سے قوی علاقہ اس لئے بھی بھولنے کی چیز نہیں ہے کہ دولت آصفیہ (دامت برکاتہا) کا ممدوح بانی نسلاً صدیقی عربُ وطناً سمرقندی، پھر دہلوی اور آخر میں دکنی ہے ہندوستان، سے اس کے تعلق کی یاد تازہ رکھنے میں راقم الحروف کے واسطے ہی حقیقت کیا کم شوق انگیز ہے کہ جس بستی میں بیٹھ کر یہ سطور لکھی جا رہی ہیں، وہ نواب نظام الملک آصفجاہ کی ذاتی جاگیر میں داخل تھی جیسا کہ آخر کتاب میں محالات کی فہرست دیکھنے سے واضح ہوگا۔

اس دُعا کے ساتھ کہ دُودمانِ آصف جاہی کی شوکت و اقبال میں روز افزوں اضافہ اور مسلمانانِ دکن کے اقتدار و خوش حالی میں دن دُونی ترقی ہو، کتاب "حیاتِ آصف" ناظرین کے ملاحظے میں پیش کی جاتی ہے فقط

(فریدآباد۔ نواح دہلی۔ ۲۲ شعبان ۱۳۶۳ھ)



محمد محبوب جنیدی

مولف حیات آصف



دیباچہ

ازرفتگاں بہ زیرِ زمیں استخواں نماند — جز قصہ و فسانہ و نام و نشاں نماند
ذکری زکارنامۂ ایشاں غنیمت است — زاں قبل کز مذاکرۂ این و آں نماند

جیسا کہ سرورق سے ظاہر ہوگا یہ کتاب نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے پُراز عبرت و سبق آموز سوانح حیات پر مشتمل ہے جنھوں نے آج سے سوا دو سو سال پہلے ملک دکن میں ایک نئی آزاد وسیع اسلامی حکومت کی بنا ڈالی تھی، اور وہ حکومت بہ فضلِ ایزدی آج بھی دکن کے ایک وسیع خطے پر قائم و دائم اور اپنے محترم بانی کے خاندان میں جاری و ساری ہے۔ قبل اس کے کہ پیش نظر کتاب سے متعلق کچھ اظہار خیال کیا جائے، ہم ناظرین کی یاد قدرے تازہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ دکن میں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ابتداءً کب قائم ہوا اور پھر یہ مقدس امانت کہاں کہاں سے ہوتی ہوئی نواب نظام الملک آصف جاہ اول تک پہنچی۔

ساتویں صدی ہجری یا تیرھویں صدی عیسوی کے آخر آخر میں علاء الدین خلجی نے مرہٹوں راج کی دولتمندی کے افسانے سُن کر اس کی راجدھانی "دیوگری (دولت آباد)" پر حملہ کیا۔ یہ مسلمانوں کی ہندوستان سے دکن پر پہلی چڑھائی تھی۔ اس بنا پر شاید یہ سمجھا جائے کہ اسی زمانے میں مسلمان اول مرتبہ خطۂ دکن سے رُوشناس ہوئے

اور یہاں بسنا شروع کیا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ تاریخی شہود ہمیں بتلاتے ہیں کہ مسلمانوں کا اثر و نفوذ یہاں ابتدائے اسلام ہی سے پایا جاتا ہے۔ وہ لوگ جو سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے، عرب تھے۔ چونکہ عرب کا تعلق دنیا کی ایک بڑی دریائی تاجر قوم سے تھا، اور یہ قوم زمانۂ قدیم سے ایشیا، یورپ و افریقہ کے سمندر کنارے کے تمام ملکوں سے اپنے تجارتی تعلقات رکھتی تھی، اور اس ضمن میں اس کی آمد و رفت کا سلسلہ ظہور اسلام کے ہزاروں برس پیشتر سے ہند و دکن کے ساحلی علاقوں میں بھی برابر جاری تھا، اسلئے جب وہ لوگ دین اسلام لے آئے تو اِن علاقوں میں اثنائے تجارت کے ساتھ ساتھ دولتِ ایمان بھی لانے، اور اس سے یہاں کے باشندوں کو بہرہ ور بھی کرنے لگے، بلکہ ان میں جو محض زائر، صوفی و درویش ہوتے تھے، انہوں نے تو یہاں تبلیغ اسلام کی ایک زبردست مُہم آغاز کر دی تھی جسکا اثر تھا کہ یہاں رفتہ رفتہ اسلامی نو آبادیاں بھی قائم ہونی شروع ہو گئیں۔ گو پہلی صدی ہجری ہی سے ہندوستان پر مستقل و پیہم اسلامی لشکر کشی کے دَور کا آغاز ہوا، اور ابتدائً یہیں اسلامی حکومتیں بھی قائم ہوئیں، لیکن جہاں تک اسلامی نو آبادیات کے قیام کا تعلق ہے، اس بارے میں دکن ہی ہندوستان کے مقابلے میں اولیت کا درجہ رکھتا ہے، غرض کہ مسلمانوں کا دکن میں قدم رکھنا تھا کہ ان کے مذہب و تمدن کے دل موہ لینے والے سیدھے سادھے اصولوں نے یہاں کے قدیم باشندوں پر جادو کا سا اثر کرنا شروع کر دیا، اور وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ چھوڑ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس طرح دکن میں مسلمانوں کی آبادی سُرعت سے ترقی کرنے لگی اس کے ساتھ ساتھ حالات نے انہیں یہاں کے ملکی معاملات میں بھی دخل دینے

مجبور کر دیا، اور وہ آہستہ آہستہ مقامی ہندو حکومتوں میں بار بھی پانے لگے۔ حملۂ علائی تک دکنی ممالک پر اسلامی مذہب، تمدن، معاشرت و سیاست کا اس قدر گہرا اثر پڑ چکا تھا کہ بہ قول مولوی سید حسن صاحب برنی اگر شمالی ہند سے فتوحات شروع نہ ہوتیں تو اس کا امکان تھا کہ مسلمان سمندر کے رستے سے دکن کو فتح کر کے یہاں اپنی سلطنت قائم کر لیتے۔ خیر یہ تو اسلامی لشکر کشی سے پہلے کی باتیں تھیں، آئیے اب دیکھیں اس کے بعد کیا انقلاب رونما ہوا۔

علاء الدین خلجی کو اپنی پہلی مُہم میں ہی خلاف توقع غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی یعنی وہ بآسانی اپنی مٹھی بھر فوج کسے مرہٹواڑی کے زبردست راجہ رام دیو کو شکست دے، اور اس کو اپنا باج گذار بنا، اور تاوان میں اس سے بے اندازہ دولت اور کچھ حصۂ مُلک لے کر واپس ہو گیا۔ اس کے چند برس بعد اسلامی شمشیریں پھر دکن کے میدانوں میں چمکنے لگیں، اور خلجی سپہ سالار ملک کافور مرہٹواڑی سے آگے بڑھ کر تلنگانہ و کرناٹک کی ہندو حکومتوں سے "سلطنت خلجیہ" کی برتری تسلیم کراتے ہوئے دکن کے آخری کونے "راس کماری" تک پہنچ گیا، پھر اس نے مرہٹواڑی راج کا اس کے راجہ کے سرتابی کرنے کی وجہ خاتمہ کر کے اس کے علاقے اپنی حکومت سے ملحق کر لئے، گویا اب دکن کے ایک بڑے حصے پر مسلمانوں کا بلاشرکت غیرے مستقل قبضہ ہو گیا۔ خلجیوں کے بعد جس خاندان نے اقتدار شاہی حاصل کیا، وہ "خاندان تغلق" ہے۔ اس خاندان کے دوسرے فرمانروا "محمد تغلق" کی سوء تدبیری، تلوّن مزاجی و سخت گیری کا نتیجہ تھا کہ دکن میں خود مسلمان امیروں نے منحرف ہو کر طوائف الملوکی اختیار کر لی، اور یہاں کے مقبوضات اس کے

قبض و تصرف سے نکل گئے۔ اب یہاں جو جدید اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں، ان میں ایک "سلطنت بہمنیہ" نے بڑا عروج پایا، مگر یہ اپنی عمر کے تقریباً ڈیڑھ سو سال نہایت اقبال و کامرانی سے گذار کر راہِ زوال پر گامزن ہوگئی بالآخر اس کے جلے بجھے ایندھن سے پانچ شعلے بھڑک اُٹھے، اور پھر یہ بھی مغلیہ سطوت و اقبال کے آفتاب کے سامنے بالکل ماند پڑ گئے۔

ایک عرصہ دراز سے ملک دکن سلاطین دہلی کی تاخت سے بالکل محفوظ تھا۔ اکبر اعظم نے پھر اس کی پہل کی، اور اپنی آنے والی نسل کے لئے فتوحات کے دروازے کھول دئے۔ خاندان مغلیہ میں جس شخص نے دکنی فتوحات میں بڑا نام کمایا، اور ان کو انتہائی وسعت دی، وہ اسی شہنشاہ کا نامور و اقبال مند پڑپوتا "عالمگیر" تھا جس نے اپنی ان تھک محنت و کوشش سے سلطنت مغلیہ کے ڈانڈے رودِ کاویری سے ملادئے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ عہدِ عالمگیری میں سلطنت مغلیہ اوج و عروج پر پہنچ چکی تھی، اس کے بعد اس کو نظام قدرت کے مطابق ہبوط و زوال سے ہم کنار ہونا تھا۔ قضا و قدر نے جہاں اپنے اس منشا کی تکمیل کے لئے اسباب مہیا کرنے شروع کر دئے تھے، وہاں یہ امر بھی مقدر کر دیا کہ دکن میں اسلامی سیاسی اقتدار ایک ایسے سردار کے جو قابلیت، سیاست و شجاعت میں اپنا جواب نہ رکھے تفویض ہو اور اس کے بعد پھر اسی کے خاندان میں منتقل کر دیا جائے تاکہ اس سلطنت کے معدوم ہو جانے کے بعد کم از کم یہاں تو ایک غیر معین عرصہ تک اس کا نام و نشان باقی رہ سکے۔ اس کے لئے پیش بندیاں بھی کر دی گئیں یعنی پہلے دکن سے بہت دور سمرقند میں بسنے والے خاندان سُہروردی کے چند ارکین

ہندوستان بلوائے جا کر سلطنت مغلیہ کی ملازمت میں منسلک کئے گئے، اور پھر
اِن کے اخلاف میں سے ایک کو جو اس بارگراں کو اُٹھانے کی اپنے میں غیر معمولی
اہلیت و ہمت رکھتا تھا، منتخب کیا جا کر دربار عالمگیری میں متعین کر دیا گیا کہ دُنیا کی
اس بڑی سیاست گاہ سے سیاست و ملک داری کے رموز سیکھے، اور وقت آنے پر
اس مقدس امانت کو اپنے قبضہ و اختیار میں کر لے۔ چنانچہ منصوب نے اس
سیاست گاہ میں اپنے نصاب کی خاطر خواہ تکمیل کر لی، اور وہ دَور عالمگیری کے
ختم ہوتے ہوتے دکن کے ایک بڑے صوبے کا حاکم بھی بنا دیا گیا۔ اس کا کام
یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اُسے آگے چل کر وہ نصب العین اختیار کرنا ہے، جو اس
کے لئے ازل سے مقدر ہو چکا تھا۔ یہ وہی ہستی ہے، جس کو ہم تاریخ میں
"نظام الملک آصف جاہ" کے معزز خطاب سے یاد کرتے ہیں۔

شہنشاہ عالمگیر کی موت دراصل سلطنت مغلیہ کی موت کا پیغام تھی۔ اس زبردست
ہستی کا اس دنیائے ناپائدار سے اُٹھ جانا تھا کہ سلطنت مغلیہ کے آسمان سیاست پر
خانہ جنگیوں کی کالی گھٹائیں چھانی شروع ہوئیں، اور مغل دربار و حکومت کے جاہ
و جلال و عظمت و شان میں فرق پڑنے لگا۔ تیموری خاندان کے شہزادے باری
باری سے تخت سلطنت پر قدم رکھتے گئے، مگر ان میں کوئی اس قابل نہ نکلا کہ دربار
و حکومت کی گرتی ہوئی حالت کو سنبھال لیتا۔ دو تین پشت میں ہی عالمگیری نسل
بالکل کمزور، بے اختیار و ناکارہ ہو کر رہ گئی۔ خود غرض امرا نے غلبہ پایا، اور وہ ملک و
سلطنت کے جزو کُل کے مالک بن بیٹھے۔ آخر ایک زمانہ وہ بھی آپہنچا کہ انہی امرا کی
بدولت تاج و تخت مغلیہ کی سلامتی خطرے میں نظر آنے لگی۔ دیکھنے والے اس

شامت کا تماشہ دیکھتے ہی رہے، مگر نظام الملک آصف جاہ جیسا خیر اندیش وخیر خواہ دیکھ نہ سکا، فوراً تاج وتخت مغلیہ کی خدمت ومدد کیلئے اُٹھا اپنی بے سروسامانی کے باوجود محض خدا کی ذات پر توکل اور بھروسہ کر کے کمر ہمت کس لی، اپنی تیغ بے دریغ سے غاصبان مُلک وحکومت کا قلع قمع کیا، اور تاج وتخت مغلیہ کے حقیقی وارث کو ان کے پنجۂ تسلّط سے رُستگاری دلوادی۔ اس کے بعد یہی مردِ خدا چاہتا تھا کہ اپنے حسن تدبّر وعمدہ انتظام سے مغل دربار وحکومت کو ان تمام خرابیوں سے جو پچھلے چند برسوں میں سابقہ نااہل وکمزور حکمرانوں کی بدولت پیدا ہو گئی تھیں، اس طرح پاک وصاف کر دیں کہ پھر سے شاہجہانی شان وشوکت اور عالمگیری اقبال وحکومت کا نقشہ نظر آنے لگے، اور اس کوشش میں اس نے اپنی تمام قوتوں اور ساری توانائیوں سے کام کرنا شروع بھی کر دیا تھا، مگر ناعاقبت اندیش بادشاہ اور اس کے حاشیہ نشین نااہل وخود غرض امرا نے جو خرافات میں پڑ کر حکومت کرنے کی صلاحیت، وفاداری کی قدر کرنے کا مادّہ اور نیک وبد میں تمیز پیدا کرنے کا احساس غرض سب کچھ کھو چکے تھے، اپنی بزم عیش میں خلل پڑتا دیکھ کر اس کی ایک نہ چلنے دی اور اُلٹے اس کے جانی ومالی نقصان کے درپے ہو گئے۔ اسوقت سلطنت مغلیہ ایک خطرناک وپُرآشوب دَور سے گذر رہی تھی۔ نوبت بایں جا رسید کہ اس کا سیاسی موقف قعرِ مذلت میں گر گیا۔ حکومت برائے نام رہ گئی، شاہی وقار بالکل گھٹ گیا، مُلک میں بدامنی وبغاوت کے چرچے عام ہو گئے۔ اور چوطرف طوائف الملوکی کی داغ بیل پڑنے لگی، غرض کہ یہ وہ آثار تھے جو آئندہ معدومئ سلطنت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے تھے، اور ہوئے بھی۔ اب حالات نے وہ ناگوار صورت اختیار کر لی تھی کہ

نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر پایہ تخت میں رہ کر دربار و مرکزی حکومت کی کچھ بھی خدمت نہ کر سکتے تھے، اور نہ امرائے دربار میں کوئی ایسا شخص موجود تھا، جو آپ کے نقش قدم پر چل کر حقیقی معنوں میں تاج و تخت مغلیہ کی کچھ خدمت بجا لاتا، اِن حالات میں آپ کو دربار و مرکزی حکومت کی اصلاح و استحکام کی طرف سے بالکل مایوسی ہوگئی، اور آپ نے پیش قیاسی سے معلوم کر لیا کہ سلطنت مغلیہ اپنے روزافزوں تنزل و ادبار کے سبب آخر ایک دن معدوم ہو کر ہی رہے گی۔ اندریں صورت ایک موروثی وفاشعار خادم کی حیثیت سے آپ کا فرض تھا کہ اپنی زیر اثر صوبائی حکومتوں کو سلطنت مغلیہ کے قعر مذلت میں گرے ہوئے اقتدار و تفوق سے نجات دلا کر ان کو معدوم ہو جانے سے بچا لیں، تاکہ اس سلطنت کے انعدام کے بعد کم از کم یہاں تو مغل حکومت کا نام و نشان باقی رہ سکے۔ یہی وہ سب سے بڑھ کر وفادارانہ خدمت تھی جو اس پُرآشوب دَور میں معدوم ہونے والی سلطنت مغلیہ کیلئے انجام دی جا سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ حالات موجودہ میں آپ کا یہ فرض بھی تھا کہ اپنی اور اپنے خاندان کی حفاظت و مفاد کا ضروری انتظام کریں، کیونکہ دربار کی ریشہ دوانیوں کو دیکھتے ہوئے اب اس سے بھلائی کی کچھ بھی توقع نہ کی جا سکتی تھی، برخلاف اس کے آئندہ اور نئے خطرات و مصائب کے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ چنانچہ آپ ان فرائض کی تکمیل کی خاطر دکن آ گئے، اور یہاں خود مختاری اختیار کر کے ایک نئی آزاد اسلامی حکومت "دولت آصفیہ" کا سنگِ بُنیاد رکھ دیا، گویا یہ دکن میں مغل حکومت و اسلامی اقتدار کے وجود و بقا کی تنظیم جدید تھی، جس کا آپ کے ہاتھوں روبہ عمل آنا مقدر تھا۔ گو اب آپ دکن میں خود مختار حکمران ہو چکے تھے

مگر آپ نے کبھی بھی سلطنت مغلیہ سے اپنے دوستانہ تعلقات و روابط کو منقطع نہیں کیا، اور تادمِ زیست اس کی ویسی ہی خدمت و مدد کرتے رہے جیسا کہ ابتدا سے آپ کا آبائی شعار رہا ہے۔

ہندوستان ہو یا دکن زمانۂ قدیم سے مختلف النسل اقوام کا گہوارہ رہا ہے۔ چونکہ ہر ایسے ملک میں جمہوری نظام حکومت سازگار نہیں ہوا کرتا، اس لئے یہاں کسی زمانے میں بھی اس قسم کی حکومتیں پروان نہ چڑھ سکیں بلکہ قدیم سے شخصی حکومتیں ہی کارفرما رہی ہیں۔ نواب نظام الملک آصف جاہ اول نے بھی یہاں کے قدیم اصول پر اپنی فرمانروائی کی اساس شخصی حکومت پر ہی رکھی، مگر اس کو جبر و استبداد سے پاک و صاف کر کے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے ایک بہترین نمونہ بنا کر چھوڑا۔ آپ نے اپنے مشفقانہ عمل، بے تعصب کردار اور روادارانہ سلوک سے رعایا کے تمام فرقوں میں غیر معمولی ہر دلعزیزی پیدا کر لی، اور ان کا کامل اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جمیع رعایا بلا لحاظ قوم و ملت آپ کی راہ میں آنکھیں بچھاتی تھی۔ آپ کے عہد میں انصاف کا دور دورہ شروع ہوا، سارے فتنے اور شورشیں دب کر رہ گئیں، ظلم و زیادتی کا قلع قمع کیا گیا، ملک آباد و ترقی پذیر ہوئے، اور تمام رعایا کو امن و خوشحالی نصیب ہوئی۔ یہ برکات کیوں نہ نازل ہوتیں جب کہ خود رعایا کے سب طبقے بھی باہم رواداری و محبت و صلح و آشتی سے رہتے ہوئے ہمیشہ ملک و حکومت کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہتے، اور وقت آنے پر کبھی ایثار و قربانی سے دریغ نہ کرتے تھے۔ اگر آج بھی فرزندانِ وطن اپنے باہمی اختلافات کو خیرباد کہہ کر اپنے اسلاف کے قابلِ تقلید اعمال کو اپنی زندگی کا لائحہ قرار دے لیں تو

وہ دن دور نہیں کہ ملک و حکومت کو پھر سے وہ اعلیٰ سیاسی برتری حاصل ہو جائے جو ان کے اسلاف کے زمانے میں حاصل تھی

نواب نظام الملک آصف جاہ اول وقت آخر جو سیاست نامہ (وصایا) چھوڑ گئے تھے، ان کے معزز اخلاف نے اس کی حتی المقدور پیروی کی یہی باعث ہے کہ آپ کی قائم کی ہوئی یادگار انقلابات زمانہ سے ٹکریں لیتے رہنے کے باوجود اب تک قائم ہے، اور انشاء اللہ المستعان آئندہ بھی قائم رہے گی۔ موجودہ فرمانروائے دولت آصفی اعلیحضرت جلالت الملک سلطان العلوم آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ آپ کی ساتویں پُشت میں ہوتے ہیں۔ ان کی ایک ذات بابرکات میں قسام ازل نے وہ تمام اعلیٰ صفات و خصوصیات توریثاً ودیعت فرمائی ہیں جو ان کے اجداد کرام و اسلاف عظام کو بخشی تھیں۔ ان کے وجود باجود سے ملک و قوم کو بڑے بڑے فیوض پہنچے، اور پہنچ رہے ہیں۔ اس سیاسی انتشار کے زمانے میں ان کی گرانمایہ ہستی مغتنمات سے ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ جل شانہ' ان کو دیر گاہ سلامت باکرامت رکھے، اور ان کے سایۂ عاطفت میں ملک و قوم کو دن دونی رات چوگنی ہر جہتی برتری و ترقی حاصل ہو۔

بلا شبہ نواب نظام الملک آصف [illegible] آپ کی اعلیٰ تاریخی خدمات کے مدنظر "ہیروز آف انڈیا" میں کیا جا سکتا ہے اور [illegible] سے بھی آپ کی زندگی ایک اعلیٰ ترین نمونہ تھی، جس سے ہر کہ و مہ [illegible] حاکم و محکوم اپنی اپنی استعداد کے موافق استفادہ کر سکتا ہے، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس عظیم الشان ہستی کے سوانح حیات جیسا کہ چاہیے قلمبند کرنے کی ملک میں ابھی تک کوئی کامیاب

کوشش نہیں کیگئی، پھر اس موضوع پر اب تک جو کچھ لکھا بھی گیا ہے، وہ تقریباً سب فارسی و انگریزی دفتروں میں محفوظ ہے۔ قدیم فارسی تاریخی ادب کے مرقعے ہی نواب ممدوح کی زندگی کے خط و خال کو ان کے اصلی روپ میں واضح کر سکتے ہیں مگر ان پر ہر کس و ناکس کو پورا دسترس حاصل نہیں، رہا انگریزی ادب کا تاریخی ذخیرہ، پہلے تو یہ پیش نظر موضوع پر قابل لحاظ روشنی ڈال ہی نہیں سکتا، اور دوسرے اس میں بعض واقعات کو دانستہ یا نادانستہ طور پر اس طرح مسخ کر دیا گیا ہے کہ نواب معز کی نسبت بہت کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا تاریخی ادب ملک و قوم کو کوئی فائدہ تو نہیں پہنچا سکتا، البتہ غلط رستے کی طرف ضرور رہنمائی کر سکتا ہے بلکہ کر بھی رہا ہے۔ ہندوستانیوں کی پستی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنے سورماؤں کی یاد یکسر بھلا دی، اور ان کے نقش قدم پر چلنا بالکل چھوڑ دیا۔ دوسروں کو کیا پڑی تھی کہ ان کو اس طرف متوجہ کرتے بلکہ کچھ کام کیا بھی تو محض اپنے قومی و ملی مفاد کی خاطر۔ اس صورت میں اگر "سلسلہ فرمانروایان ہند" کے ارباب حل و عقد نے بھی بارھویں صدی ہجری کے اس زبردست فرمانروا کے تاریخی سوانح کی اشاعت کو نظر انداز کر دیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں غیروں سے کیا کہنا، شکایت اپنوں سے ہے کہ ملک میں علوم و فنون کا ایک بڑا سرکاری ادارہ پہلے قائم ہوا تھا اور تالیف و ترجمہ کا ایک بڑا سرکاری ادارہ اب بھی قائم ہے، مگر ان اداروں نے بھی اس فرض کی انجام دہی کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ اگر یہی مایۂ ناز ہستی بجائے ہندوستان کے یورپ یا امریکہ میں پیدا ہوئی ہوتی تو نہ معلوم اب تک اس کی کتنی ہی نہ مٹنے والی یادگاریں قائم کر دی جاتیں۔

یوں تو بے شمار مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں میں نواب نظام الملک آصفجاہ اول کے چیدہ اور مختصر حالات پائے جاتے ہیں، مگر فارسی میں ایک قابل لحاظ تعداد ایسے کم یاب مخطوطات و قدیم مطبوعات کی بھی ہے، جن میں آپ کے حالات تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں۔ ان کتابوں کے مصنفین میں سے اکثر آپ کے معاصر بھی تھے۔ بلکہ بعض نے تو آپ کے حالات زندگی کا بالکل قریب سے مطالعہ بھی کیا ہے، لیکن ان کتابوں میں کوئی کتاب بھی جیسی کہ چاہیئے جامعیت کی حامل نہیں، اور پھر یہ سب تاریخ نویسی یا سوانح نگاری کے قدیم اصول پر لکھی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب پہلے شخص ہیں جنھوں نے حال ہی میں تاریخ نویسی و سوانح نگاری کے جدید اصول کی پابندی کرتے ہوئے آپکے حالات پر ایک مبسوط کتاب تالیف و شائع کرنے کی مبارک کوشش کی ہے، مگر یہ کتاب پہلے تو انگریزی زبان میں ہے جس کو ملک کا ایک بڑا طبقہ پڑھ نہیں سکتا، اور پھر اس سے بھی آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر خاطر خواہ روشنی پڑ نہیں سکتی۔

ان حالات کے تحت سخت ضرورت تھی کہ ملک کی عام فہم زبان "اردو" میں نواب نظام الملک آصف جاہ اول کی پُر از مہم، بے لوث و سبق آموز زندگی کے حالات معتبر و مستند ماخذات کی روشنی میں تحقیق و تدقیق سے جمع اور شرح و بسط کے ساتھ تحریر کئے جائیں، جس سے ایک طرف عوام و خواص بدرجہ احسن استفادہ کر سکیں، اور دوسری طرف نواب ممدوح سے متعلق تنگ نظر و متعصّب لوگوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا بخوبی ازالہ ممکن ہو۔ وقت کی ایک بڑی اور اہم ملکی و قومی خدمت سمجھ کر ہم نے یہ کام اپنے ہاتھوں میں لے لیا، مگر جلد ہی یہ حقیقت واضح

ہو گئی کہ یہ کام اس قدر آسان نہ تھا جس قدر کہ ہم سمجھتے تھے، خاص کر ہمارے جیسے ایک کم علم و بے بضاعت کے لئے، جس کے ہاں علمی تحقیقی کام کرنے کیلئے نہ اپنا کوئی کتابی ذخیرہ تھا، اور نہ اس کو فراہم کرنے کے لئے اپنا کوئی ذاتی سرمایہ اور پھر جس کو پیٹ پالنے کے لئے روزانہ چھ سے لے کر آٹھ نو گھنٹے تک سررشتہ حساب کی ایک دماغ تھکا دینے والی ملازمت بھی انجام دینی پڑے۔ چونکہ ملک و قوم کی خدمت کا جذبہ کارفرما تھا، اس لئے ہم نے موانعات و مشکلات کی کبھی پروا نہ کی، اور خدا کی ذات پر توکل اور بھروسہ کر کے اپنی کوشش کو برابر جاری رکھا۔ ملازمت کی وجہ ہمارے لئے دن میں سوائے تعطیل کے علمی کام کرنے کا موقع نہ تھا، سرکاری فرائض کی انجام دہی کے بعد جو تھوڑا بہت وقت ہمیں مل جاتا، وہ کتب خانوں کی نذر ہو جاتا، اور ہماری ہر رات بلامبالغہ مطلوبہ کتابوں کے استفادہ یا اپنی تالیف کی ترتیب و تسوید میں گذر جایا کرتی تھی۔ اس طرح شب و روز مسلسل اور لگاتار کام کرتے رہنے سے ہماری صحت کا توازن بھی بگڑ گیا، لیکن ہم نے نہ اپنی ہمت ہاری اور نہ کوشش چھوڑی۔ بالآخر خدا کے فضل سے پانچ چھ سال کے عرصے میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری یہ کوشش کس حد تک کامیاب رہی، لہٰذا اس کا فیصلہ نقادانِ فن پر چھوڑتے ہیں، لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ کام اپنے میں اس قدر وسعت اور پہنائی رکھتا ہے کہ ہم کیا اور کوئی بھی اس کی کماحقہ انجام دہی سے عہدہ برآ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ضرورت اس بات کی متقاضی ہے کہ فن تاریخ سے دلچسپی اور تعلق رکھنے والے اور حضرات بھی اپنے اپنے نقطۂ خیال سے اس موضوع پر قلم اٹھائیں تاکہ ملک و قوم کو گوناگوں فوائد حاصل ہوں۔

اس کتاب کی تیاری میں ہم کو بلا مبالغہ سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی، جن میں فارسی کے کم یاب ونایاب مخطوطات بھی ہیں اور مطبوعات بھی، اور اردو وانگریزی کے جدید وقدیم کتابیات بھی ہیں۔ ہم ان کتابوں کی تفصیلی فہرست ناظرین کے سامنے پیش بھی کرتے، اگر ہمیں طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا، اس لئے اپنے دیباچہ کے اختتام پر ایک مختصر ومنتخب فہرست درج کرتے ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب کی بنیاد زیادہ تر عصری وقدیم کتابوں پر ہی رکھی ہے، اور جابجا اپنے ماخذات کے حوالے بھی دئے ہیں۔ ہمیں اعتراف ہے کہ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب کی کتاب جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے، ہمارے لئے نشانِ راہ ثابت ہوئی۔ ہم نے اپنی تحقیقات کے ضمن میں ہندو دکن کے اکثر ان تاریخی مقامات کے جہاں نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر کی سکونت رہی یا گذر ہوا سفر بھی کئے کہ آپ سے متعلق کچھ نئے تاریخی آثار دریافت ہوسکیں، مگر ہم کو اس میں کامیابی نہ ہوسکی۔

مسودہ کتاب مکمل ہوجانے کے بعد سب سے زیادہ پیچیدہ اور تکلیف دہ سوال ہمارے لئے یہ تھا کہ اب اسکی طباعت کا کیا انتظام ہو، اسلئے کہ ہم خود اپنی بے استطاعتی کے سبب اس کام کو انجام دے نہیں سکتے تھے، لیکن ہمیں اس کے لئے زیادہ حیران وپریشان ہونا نہیں پڑا، کیونکہ ہزاکسیلنسی نواب سر سعید الملک بہادر صدر اعظم نے اس کام کی اہمیت وضرورت کا احساس فرماکر اس کو اپنی سرپرستی میں لے لیا، اور اس کی تکمیل کروادی، گویا اس طرح نواب معز نے خود اپنے دورِ صدارت عظمیٰ کی ایک نہ بھولنے والی یادگار کا سنگِ بنیاد رکھ دیا۔ نواب ممدوح کا صرف مولف پر ہی نہیں بلکہ ملک وقوم پر یہ ایک ایسا احسانِ عظیم ہے، جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس موقع پر ہم نواب معین نواز جنگ بہادر معتمد سیاسیات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا نہایت ہی خوشگوار فریضہ سمجھتے ہیں، اسلئے کہ نواب موصوف نے اپنے

ملک و مالک کی خیر خواہی و خدمت گذاری کے صحیح جذبہ کے تحت اپنی عنان توجہ اس کام کیطرف پھیری نہ ہوتی اور اپنے واجب الاحترام اسلاف اعلیٰ "انصارؓ" کی قابل فخر روایات کی پوری شان سے اپنا دست نصرت ہماری طرف بڑھایا نہ ہوتا تو پھر ہمارا کامیابی کی اس منزل پر پہنچنا بالکل محال تھا۔ ناسپاس گذاری ہوگی اگر ہم مولوی حمیدالدین محمود صاحب سابق نائب معتمد سیاسیات و حال عامل بلدیہ حیدرآباد اور مولوی محمد عبدالشکور صاحب صدیقی منتظم سیاسیات کی اس قیمتی امداد کا اعتراف نہ کیا جائے جو ہمیں اپنے کام کے سلسلے میں حاصل رہی ہے۔ ہم ان جمیع حضرات کے بھی ممنون احسان ہیں، جنھوں نے ہمارے کام کی قدر فرمائی، اور اس کی تکمیل میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ ان میں قابل ذکر نواب سر مہدی یار جنگ بہادر، نواب عالم یار جنگ بہادر، نواب علی یاور جنگ بہادر، نواب دین یار جنگ بہادر، پروفیسر ہارون خاں صاحب شروانی، نواب نصیرالدین خاں صاحب و ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مزید شکریہ کے مستحق ہیں اسلئے کہ صاحب موصوف نے ہماری کتاب اپنی نگرانی میں طبع کروانیکی ذمہ داری بھی قبول فرمائی۔ ہم کو اپنی کتاب کے لئے مواد کی فراہمی و اجتماع میں کتب خانہ آصفیہ کے ذخائر سے بڑی مدد ملی، اس کے علاوہ دفتر دیوانی و مال و مکہ مسجد کے کتاب خانے بھی ہمارے اچھے مددگار ثابت ہوئے۔ کتب خانہ مکہ مسجد کے ارباب متعلقہ یعنی مولوی سید محمد مظہرالدین صاحب مددگار اور مولوی سید احمد صاحب ہاشمی لائبریرین نے تو استفادۂ کتب میں ہمارے لئے بڑی سہولتیں بہم پہنچا کر گویا ہم کو اپنا زیر بار احسان بنالیا۔ ہم بے حد شکر گذار ہیں کہ مولوی حسر یافعی صاحب متعلق دفتر دیوانی و مال اور مولوی شیخ امیر اللہ صاحب و مولوی تراب علی خاں صاحب باز تاجران کتب چوک جیسے علم دوست حضرات نے

بھی اپنے ذاتی و تجارتی بیش بہا کتب خانوں سے استفادے کے مواقع بہم پہنچا کر ہمارے لئے عدم میسری کتب کی شکایت بڑی حد تک رفع کردی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اِن کرم فرماؤں کا تعاون ہمیں حاصل نہ ہوتا تو اس کتاب کا اس کی موجودہ حیثیت میں ترتیب دینا بہت مشکل ہو جاتا۔ ہم مولوی غلام علی صاحب حاویؔ (دفتر خزانہ عامرہ حیدرآباد) مولوی سیّد غلام خواجہ صاحب ذوقیؔ (نظامت زرعی اشاعت) و مولوی خواجہ محمد معین الدین صاحب (سررشتہ بازارات صرفخاص مُبارک) کے بہت مشکور ہیں کہ ان عزیز دوستوں نے اس کتاب کی ترتیب و طباعت میں ہماری بڑی مدد کی۔ آخر میں ہم ان سب احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے مختلف حیثیتوں سے ہماری تالیف کی تیاری و اشاعت میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا۔

زیرِ نظر کتاب کی ظاہری خوبیوں کی مظہر اس کی تصویریں ہیں۔ ان میں سے تاریخی اسناد[1] کے چار بلاک اور نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر کی مُہر کا ایک فوٹو ہمیں دفتر دیوانی و مال سے عاریتاً ملا ہے، اور اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کی جو رنگین تصویر شروع میں کتاب کو زینت بخش رہی ہے، اس کا بلاک ادارہ سلطنت ہفتہ وار سے، جس کے لئے ہم ان ہر دو اداروں کے رہین منّت ہیں، نواب غازی الدینخان بہادر فیروز جنگ کی تصویر سے بہت کم لوگ متعارف ہیں۔ یہ ابتداءً منوشی کی تاریخ مغل، میں شائع ہوئی تھی۔ نواب نظام الملک آصف اول کی اصل قلمی تصویر غالباً سررشتہ آثار قدیمہ حیدرآباد میں محفوظ ہے، یہ تصویر پہلے رسالہ اسلامک کلچر حیدرآباد و کتاب نظام الملک آصفجاہ اول

[1] قرائن بتلاتے ہیں کہ سند (صفحہ ۲۵۶) کے ناصیہ پر جو تجویز درج ہے وہ نواب نظام الملک آصفجاہ اول کی اپنی قلمی ہے اور اسناد (صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲) کے ناصیہ پر جو تجاویز پائی جاتی ہیں، وہ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کے اپنے قلم سے نکلی ہوئی ہیں۔

مولفہ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب میں چھپ چکی ہے ہمیں افسوس ہے کہ وقت کی تنگی کے سبب اپنی کتاب میں اس تصویر کی رنگین اشاعت کا انتظام نہ کر سکے۔ یہ ہر دو تصویریں مغل آرٹ کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ نواب آصف جاہ اول کے مقبرے کی تصویر اس فوٹو کی اشاعت ثانیہ سمجھنی چاہیئے جو سب رس کے دکن نمبر میں چھپا ہے۔ آخر میں ناظرین ایک نقشہ پائیں گے جس کو ہم نے نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے عہد میں حدود سلطنت آصفیہ کے اظہار کے لئے صوبہ جات دکن کے قدیم نقشوں اور گزیٹیروں وغیرہ کی مدد سے تیار کیا ہے۔ تصاویر کے علاوہ کتاب کی ایک ظاہری خوبی اس کے ٹائٹل سے بھی پیدا ہو رہی ہے، جو ہمارے مہربان دوست وحیدرآباد کے مشہور خطاط مولوی میر ریاست علی صاحب مالک شمس الاسلام پریس کی نفاست پسندی جدت طرازی و مہارت فنی کا نتیجہ ہے۔ کتاب کے ٹائٹل کیلئے ہمارے کرم فرما مولوی محمد سراج الدین صاحب سراج رقم نے بھی باوجود ناسازی مزاج کے "نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر" کے خطاب کا روی طغرا بنا دینے کی زحمت گوارا فرمائی جو ان کے فن کارانہ کمال کا انتہائی ثبوت ہوتے ہوئے ٹائٹل کی خوبصورتی کو دوبالا کر رہا ہے۔

اس کتاب میں کتابت و طباعت کی کچھ خامیاں رہ گئی ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم اپنی خرابی صحت کے سبب ذاتی طور پر کافی نگرانی نہ رکھ سکے۔ اگر آئندہ اشاعت ثانیہ کی ضرورت داعی ہو تو اس میں ان کو ضرور رفع کر دیا جائیگا وقت نے مساعدت کی تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ خانوادہ آصفی کے ان تمام ارکین کے سوانح حیات بھی علیحدہ علیحدہ قلمبند کرینگے جو حضرت آصف جاہ اول سے لیکر اب تک قبائے حکومت زیب تن فرماتے رہے ہیں۔ فقط

۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ
حیدرآباد دکن

محمد محبوب جنیدی

فہرستِ ماخذات

۱۔ مخطوطات (فارسی)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	کیفیت
۱	انشاء موسوی خاں جرأت	میر محمد ہاشم موسوی خاں جرأت	مخزونہ کتب خانہ آصفیہ انشاء ۳۲۱
۲	انشاء میر محمد ہاشم	میر محمد ہاشم موسوی خاں جرأت	" " " ۲۰۱ء
۳	انور نامہ	میر محمد اسمٰعیل خاں ابجدی	" " تاریخ ۱۷۰۰ء
۴	بساط الغنائم	لچھمی نارائن شفیق	" " تاریخ ۲۸۲ء
۵	بیان واقع	حاجی عبدالکریم کشمیری	" " ۱۳۱۷ء
۶	تاریخ آصف جاہی	محمد بدیع الدین علی	مملوکہ مولوی عمر یافعی صاحب
۷	تاریخ آصف جاہی	منشی محمد قادر خاں بیدری	مخزونہ کتب خانہ آصفیہ تاریخ ۱۶۴۹ء
۸	تاریخ راحت افزا	مرزا محمد علی	" " " ۱۰۰۱ء
۹	تاریخ ظفرہ	گردھاری لال احقر	کتب خانہ مکہ مسجد حیدرآباد
۱۰	تاریخ فتحیہ	یوسف محمد خاں	دفتر دیوانی و مال و ملکی حیدرآباد
۱۱	تاریخ قادر خانی	منشی محمد قادر خاں بیدری	کتب خانہ آصفیہ۔ تاریخ ۴۰۹ء
۱۲	تاریخ گوہر شاہوار	منشی فضل علی خاں	" " " ۴۴۲ء
۱۳	تاریخ ماہنامہ	غلام حسین خاں جوہر	" " " ۴۱۰ء
۱۴	تاریخ مظفری	محمد علی خاں انصاری	" " " ۴۵۰ء

۱۵	تحفۃ الشعرا	افضل بیگ خاں قاقشال	مخزونہ کتب خانہ آصفیہ۔ تاریخ ۱۲۲
۱۶	تذکرۃ البلاد والحکام	میر حسین علی کرمانی	" کتب خانہ دفتر دیوانی و مال ملکی حیدرآباد
۱۷	تزک والاجاہی	ابن محسن	مخزونہ کتب خانہ آصفیہ۔ تاریخ ۲۱۱۳
۱۸	چتر گلشن (چہار گلشن) یا اخبار النوادر	رائے چتر من	" " " ۳۵۰
۱۹	چہار گلشن (مجموعہ پروانہ جات	.	" " " ۲۳۳۸
۲۰	آصفجاہ مغفور و دیگر رقعات)	.	
۲۱	حقیقت ہائے ہندوستان	لچھمی نارائن شفیق	" " " ۱۸۹۶ او ۲۰۵
۲۲	خزانہ رسول خانی در تاریخ دکن	منشی فضل علی خاں	" " " ۶۰۶
۲۳	سوانح دکن	منعم خاں اورنگ آبادی	" " " ۶۰۴
۲۴	شجرۂ آصفیہ	نواب بدر الدین خاں	" " " ۵۴۳
۲۵	سیر ہند و گلگشت دکن	منشی محمد قادر خاں بیدری	" " " ۲۸۶
۲۶	فتوحات آصفی	سید ابو الفیض دہلوی	" " " ۱۴۹۳
۲۷	فرامین عالمگیری	شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر	" " " ۱۲۷۵
۲۸	کلمات طیبات (دستور العمل آگاہی)	" " "	" " انشا ۱۱۲
۲۹	گلشن عجائب	منشی رام سنگھ	" " " ۵۷۹
۳۰	مآثر نظامی	لالہ منسا رام	" " تاریخ ۱۷۴۹
۳۱	مجمع الانشاء	محمد امین	" " انشا ۳۸۳
۳۲	مرأت السکندر	سلطان نواز خاں موسوی	مملوکہ مولوی عمر یافعی صاحب
۳۳	منشات موسوی خاں جرأت	میر محمد ہاشم موسوی خاں جرأت	مخزونہ کتب خانہ آصفیہ۔ انشا ۳۳۹
۳۴	منشات موسوی خاں جرأت [1]	" " "	مملوکہ مولانا عمر یافعی صاحب

[1] اس مخطوطہ میں چند ایسے مراسلات درج ہیں جو دوسرے مخطوطات میں پائے نہیں جاتے۔

۳۵	نادرنامہ	مرزا مہدی خاں کوکب	مخزونہ کتب خانہ آصفیہ ۔ تاریخ ۲۷۴
۳۶	نظام الانساب	محمد منصور علی	" " متفرقات ۴۰۶
۳۷	واقعۂ خرابی دہلی از ورود نادر شاہ	۔	" " تاریخ ۲۷۹
۳۸	وقائع نادری	۔	" " " ۲۷۰
۳۹	وقائع نواب سعادت اللہ خاں	غلام علی حسین خاں	" دفتر دیوانی و مال و ملکی حیدرآباد

۲۔ مطبوعات (فارسی)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	کیفیت
۱	آئین اکبری	شیخ ابو الفضل	مطبوعہ نولکشور، ۱۸۹۱ء
۲	توزک آصفیہ	شاہ تجلی علی	مطبوعہ حیدرآباد، ۱۳۱۰ھ
۳	جہانکشائے نادری	محمد مہدی	" بمبئی، ۱۳۰۹ھ
۴	حدیقۃ العالم	میر عالم شوستری	" حیدرآباد، ۱۲۶۶ھ
۵	خزانہ عامرہ	میر غلام علی آزاد بلگرامی	" کانپور، ۱۹۰۰ء
۶	خزینۃ الاصفیا	غلام سرور لاہوری	" لکھنو، ۱۲۹۰ھ
۷	رسالہ دربار آصفی	لالہ منسارام	" حیدرآباد، ۱۳۰۸ھ
۸	رقعات عالمگیری	شہنشاہ اورنگ زیب	" کانپور، ۱۸۷۶ء
۹	روزنامہ وقائع ایام محاصرۂ دار الجہاد حیدرآباد	نعمت خان عالی	" قدیم
۱۰	سیر المتاخرین	منشی غلام حسین خاں طباطبائی	" نولکشور، ۱۲۸۳ھ
۱۱	عالمگیر نامہ	منشی محمد کاظم	" ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، ۱۸۶۸ء
۱۲	عماد السعادت	سید غلام علی نقوی	" لکھنو، ۱۸۶۴ء
۱۳	گلزار آصفیہ	حکیم غلام حسین خاں دہلوی	" لکھنو، ۱۳۰۸ھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	کیفیت
۱۴	مآثر الامرا	صمصام الدولہ شاہ نواز خاں	مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۸ء تا ۱۸۹۱ء
۱۵	مآثر الکرام (سرو آزاد)	میر غلام علی آزاد بلگرامی	″ لاہور، ۱۹۱۳ء
۱۶	مآثر عالمگیری	محمد ساقی مستعد خاں	″ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، ۱۸۷۱ء
۱۷	مرآت احمدی	مرزا محمد علی خاں	″ گائیکواڑ انسٹیٹیوٹ، ۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۰ء
۱۸	منتخب التواریخ	ملا عبد القادر بدایونی	″ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، ۱۸۶۴ء
۱۹	منتخب اللباب	محمد ہاشم خافی خاں نظام الملکی	″ ″ ″ ۱۸۷۴ء

۳۔ مطبوعات (اُردو)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف	کیفیت
۱	امرائے ہنود	محمد سعید احمد مارہروی	مطبوعہ کانپور، ۱۹۱۰ء
۲	تاریخ خورشید جاہی	غلام امام خاں	″ حیدرآباد، ۱۲۸۶ھ
۳	تاریخ رشید الدین خانی	″ ″	″ ″ ۱۲۹۷ھ
۴	تاریخ ریاست حیدرآباد	محمد نجم الغنی خاں	″ لکھنو، ۱۹۳۰ء
۵	تاریخ ہندوستان (جلد نہم و دہم)	محمد ذکاء اللہ	″ دہلی ۱۸۹۸ء
۶	تواریخ ہند	سید ہاشمی فریدآبادی	″ حیدرآباد
۷	جنگ نامہ عالم علی خاں	غضنفر حسین	″ انجمن ترقی اُردو، ۱۹۳۲ء
۸	دربار اکبری	محمد حسین آزاد	″ لاہور، ۱۸۹۸ء
۹	دکن کی سیاسی تاریخ	سید ابوالاعلیٰ مودودی	″ حیدرآباد
۱۰	گُل عجائب	اسد علی خاں تمنا	″ انجمن ترقی اُردو، ۱۹۳۶ء
۱۱	قاموس الاعلام	سید شمس اللہ قادری	″ حیدرآباد، ۱۹۲۵ء

۴۔ مطبوعات (انگریزی)

(دوسرے صفحے پر ملاحظہ ہو)

Bernier - Travels in the Mogul Empire. Edited by A. Constable. Westminister. 1891.

Bilgrami (S.H.) and Willmott (C) — Historical and Descriptive Sketch of H.H. the Nizam's Dominions. 2 Vols. (Bombay, 1883-84).

Briggs (H.G.) - The Nizam: His History and relations with the British Government. 2 Vols. (London, 1861).

Dodwell (H.H.) - Dupleix and Clive. (London, 192)

Duff (J.G.) A History of the Mahrattas. 3 Vols. (Calcutta, 1918)

Elliot (Sir H. M.) - The History of India as told by its own Historians. 8 Vols. (1867 - 77).

Elphinstone (The Hon. M.) — The History of India. (London, 18).

Eradut Khan – A Memoir Translated by J Scott. (London, 1786).

Ferishta — History of Dekkan. Translated and continued by J Scott. 2 Vols. (1794).

Fraser (H) — Our Faithful Ally, the Nizam (London, 1865).

Fraser (J.) The History of Nadir, formerly called Thamasp Kuli Khan. London (1742)

Gribble (J. D. B.) — History of the Deccan. 2 Vols. (London, 1896-1924).

Hanway (J) – The Revolutions of Persia. 2 Vols (London, 1753).

Irvine (W) — Latter Mughals. 2 Vols. (Calcutta 1922.)

Kincaid (C. A.) and Parasnis (D. B.) — History of the Maratha people. (3 Vols. Oxford, 1918-1925).

Love (H. D.) — Vestiges of old Madras. 3 Vols. (Indian Record Series 1918).

Malcolm (Sir John) — Central India 2 Vols (Calcutta, 1880)

" " . History of persia. 2 Vols. (London, 1815).

Malleson (G. B.) — History of the French in India. (Edinburgh, 1909)

Manucci (N) — Storia do Mogor. 4 Vols. Transl, and edited by W. Irvine.

Mill (J) and Wilson (H. H) —The History of British India. 9 Vols. (London, 1848).

Orme (R.) — A History of the Military Transactions of the British Nation in Indostan. 3 Vols. (London, 1803).

Pillia (A. R.) — His Private Diary. Translated from Tamil by J. F. Price etc 9 Vols. (Madras, 1904-22.)

Sarkar (Sir J.) — History of Aurangzeb. 5 Vols. Calcutta. 1924-30.

Sinha (H N.) — Rise of the Peshwas. Allahabad, 1931.

Waring (E.S.) — A History of the Maharatts. (London, 1810).

Wheeler (J.T.) — Early Records of British India. (Calcutta, 1878).

Wilks (Lt. - Col M.) — Historical Sketch of the South India. (Madras, 1869).

Yusuf HusainKhan (Dr.) — Nizamu'l Mulk Asaf Jah I (Mangalore, 1936)

Raja Bahadur Printing Works. Hyd-Dn.

باب اوّل

نام و نسب

نام وخطابات | اسم گرامی "میر قمر الدین"[1] ہے اور خطابات چین قلیچ خاں، خان دوراں، نظام الملک فتح جنگ، آصف[2] جاہ" جو مختلف اوقات میں شاہان مغلیہ کی طرف سے

---

[1] یہاں نام میں کلمۂ "میر" سے وہ اصطلاحی کلمہ مراد نہیں جو عام طور پر امتیاز نسل و قومیت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ یہ کلمہ خطابی ہے۔ نواب نظام الملک آصفجاہ اوّل اصل میں صدیقی شیوخ سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ نسب نامہ مابعد سے ظاہر ہوگا۔

[2] آج سے چونتیس سال پیشتر مقامی اخبار و رسائل میں اس لفظ کی تحقیق پر کچھ تنقیدی مضامین شائع ہوئے تھے۔ ان میں سے صرف دو کے اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، جن کا مطالعہ دلچسپی اور فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

(اقتباسات مضمون رسالہ المشیر نمبر (۱) بابتہ سنہ ۱۹۱۰ء)

یہ لفظ اپنی اصلی صورت میں نہ آصِف ہے اور نہ آصَف بلکہ ان دونوں صورتوں سے ایک جداگانہ شکل رکھتا ہے جو زبان عبرانی سے متعلق ہے، وہاں اس کا املا (אֹסֵף) ہے جس کا صحیح تلفظ اور اصلی صورت حروف عربی میں آسَافْ ہوتی ہے۔ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور مصدر (אָסַף) اَسَفْ سے مشتق ہے جو مترادف ہے (יָסַף) یاسَفْ کا جس کے معنی (۱) جمع کرنا۔ (۲) اپنے پاس رکھ لینا، (۳) چھڑا لینا، (۴) کھینچ لینا، (۵) مٹا دینا، (۶) چند اول ہونا وغیرہ کے ہیں یہاں اس مصدر کے تمام مشتقات کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں مگر پبلک کی عدم عبرانی دانی کی وجہ سے بے لطف ضرور ہو جائے گا۔ لہٰذا ہم اپنا قلم یہاں روک کر مشیر دکن کے نامہ نگار کی رائے کو غیر مفید قرار دیتے ہیں جنہوں نے اس غیر زبان کے لفظ کی تحقیق میں عربی اور فارسی لغات کی ورق گردانی کرکے گورنمنٹ کو اونکی صحت کی جانب توجہ دلائی ہے۔ عربی زبان کی معتبر لغات مثل قاموس اور اسکی شرح تاج العروس اور لسان العرب وغیرہ تو فتح صاد کے ساتھ اس لفظ کو آصَفْ لکھتی ہیں مگر زمانہ حال کی کتب لغات

(باقی آئندہ)

سرفراز ہوئے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱) اقرب الموارد، محیط المحیط اور قطر المحیط وغیرہ بنظر تحقیق غیر زبان کا لفظ سمجھ کر اس کے ترک کو اولیٰ جانتی ہیں۔ فارسی لغات عموماً بہ استثنائے چند اسکو کسرہ صاد سے یعنی آصِف سے تعبیر کرتی ہیں بس جبکہ ہمارے کتب لغات میں اسکی دونوں صورتیں مرقوم ہیں اور حقیقی صحت جو ہم اوپر دکھا چکے ہیں کسی ایک میں بھی پائی نہیں جاتی تو ایسی صورت میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا درحقیقت ترجیح بلا مرجح ہے۔ اگرچہ فارسی صورت کی تائید میں ایک یہ شہادت بھی پیش ہوسکتی ہے کہ یہ خطاب شاہانِ مغلیہ کا عطا کردہ ہے جن کی مادری زبان فارسی تھی مگر ایسی قیاسی شہادتیں فن لغت پر موثر نہیں ہوسکتیں۔ اسی طرح لغات عربیہ کی تصدیق کتب حدیث سے ہوسکتی ہے جن میں آصَف بفتح صاد لکھا جاتا ہے لیکن اس امر کا بارِ ثبوت بھی حامیان لغات عربیہ ہی کے ذمہ ہوگا کہ وہ راویان احادیث کو ماہرین فن لغت میں سے ثابت کریں اور یہہ بھی بتائیں کہ حدیث کی کتابوں کو مشکّل کب اور کن لوگوں نے بنایا۔ الغرض جبکہ زبان عربی اور فارسی میں السنہ غیر کے اعلام کو معرب اور مفرس بنانے کا کوئی کلیہ قاعدہ مقرر نہیں ہے تو ایسی صورت میں ان زبان کی لغات کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہوسکتا، علاوہ بریں اسمائے معرفہ جن سے صرف کسی شخص یا چیز کے وجود کا تشخص ہی مراد ہے وہ اگر ایک زبان سے کسی دوسری زبان میں جا کر اپنی اصلی ہیئت پر قائم نہ رہیں مگر مفہوم وہی ادا کریں جو اہل زبان سمجھتے ہیں تو اون کے تلفظ یا حرکات کی تبدیلی سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ غیر زبان والوں کو کوئی حق ہے کہ اوس کی صحت اور عدم صحت پر رائے زنی کریں۔ چنانچہ یورپ کی زبانوں میں ہمارے سرورِ کائنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک دو طرح پر بولا اور لکھا جاتا ہے یعنی موہمٹ اور موحمّڈ حالانکہ نام پاک آنجناب کا اصل عربی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے لحاظ سے یہ ہر دو صورتیں غلط ہیں لیکن اگر اہل یورپ کے مابین ان کی صحت میں تکرار واقع ہو تو فرمائے کہ وہ کونسی صورت کو صحیح قرار دیں گے اور کونسی کو رد کریں گے۔ بعینہ یہ مثال آصِف اور آصَف والی بحث کے مشابہ ہے جس کی صحت میں کلام کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں جب تک کہ اصل زبان سے واقف ہو کر اوس کے اصل املا اور حرکات کے ساتھ اوس کا تلفظ نہ کرسکیں غیر زبان والوں کے نزدیک الفاظ کی صرف وہی صورتیں سند ہوسکتی ہیں جو اون کی قدیم تحریروں میں پائی جاتی ہیں یا اون کی زبان سے بسہولت ادا ہوسکیں۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جو بخوف طوالت یہاں درج نہیں کی جاتیں شاید کوئی صاحب یہ اعتراض فرمائیں کہ عبرانی اور عربی چونکہ متقارب التلفظ زبانیں ہیں اور ممکن ہے کہ عبرانی زبان کا حرف (ס) سامیک عربی صاد سے بدل جاتا ہو تو اس کے جواب میں ہم حضرت یوسف کا نام پیش کرسکتے ہیں جو عربی میں سین سے ظاہر کیا گیا ہے درانحالیکہ عبرانی میں وہی حرف اس میں بھی موجود ہے ملاحظہ ہوں اَساف اور یوسف کی عبرانی صورتیں (יוסף - אסף) پس ہماری رائے میں تو جو صورت اس لفظ کی سکہ مجوبیہ پر نقش ہوچکی ہے اوس کو زیر و زبر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کامل صحت کے لئے پہلے املا کی صحت لازمی ہوگی ورنہ محققین کی نظروں میں حرکات کی ترمیم کے بعد بھی لفظ کی عدم صحت کا الزام جوں کا توں باقی رہے گا۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲) آیندہ گورنمنٹ کو اپنے معاملات میں اختیار ہے ۔ . . . .
اغلب گمان ہے کہ حضرت آساف (آصف بن برخیا جو عام طور پر حضرت سلیمانؑ کے وزیر کی حیثیت سے مشہور ہیں) کی حسن تدبیری اور خوش تجویزی جو اسم آعظم کی برکت سے تھی اس قدر زبان زد عام ہو گئی تھی کہ اکثر سلاطین اپنے صائب الرائے وزرا کو یہ نام بطور خطاب کے مرحمت کرنے لگ گئے اور یقیناً حضرت آصف اوّل خلد آشیاں کو اسی باعث سے سلاطین مغلیہ کے دربار سے یہ خطاب عطا ہوا تھا۔ الخ"

(اقتباسات مضمون رسالہ ادیب نمبر (۱ و ۲) بابتہ ۱۹۱۰ء جس میں مضمون صدر سے متعلق تنقید و تردید کی گئی ہے)

" (۱) آپ (مضمون نگار المبشر) فرماتے ہیں کہ آصف عبرانی لفظ ہے جس کا صحیح تلفظ اور اصلی صورت حروف عربی میں آساف ہے اس لئے اس کی تحقیق میں عربی و فارسی لغات کی ورق گردانی کرنا غیر مفید ہے آپ کا یہ قول ظاہراً ٹھیک معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں بڑا بھاری مغالطہ ہے اس لئے کہ گو یہ لفظ اصل میں عبرانی ہے لیکن جب وہ عربی یا فارسی زبان میں اہل زبان کے مذاق کے موافق معرب یا مفرس ہو گیا تو اس میں شک نہیں کہ وہ مثل اصل لفظ عربی یا فارسی کے متصور ہوگا ۔ اگرچہ یہ ایک بدیہی بات ہے اور اس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں لیکن مزید اطمینان کے لئے ہم ایک امام فن کا قول بھی نقل کئے دیتے ہیں ۔ علماء اعلام و ائمہ کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید میں عجمی الفاظ بھی مستعمل ہوئے ہیں یا نہیں ۔ بعض اسکے وجود کے قائل ہیں اور بعض منکر ہیں ۔ ان دونوں اقوال کے متعلق صاحب شفاء العلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل لکھتے ہیں "وجمع ابو منصور بین القولین بان الالفاظ اعجمیة بحسب الاصل ولکنها لما عربت صارت من اللسان العربی فهی اعجمیة اصلا وعربیة حالا فمنهم من نظر الی الاصل ومنهم من نظر الی الحال یعنی ابو منصورؒ نے ان دونوں قولوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ وہ الفاظ اگرچہ باعتبار اصل کے عجمی ہیں لیکن جب وہ معرب ہوئے تو عربی زبان کے ہو گئے سو وہ اصل کے لحاظ سے عجمی ہیں اور موجودہ حالت کے لحاظ سے عربی پس بعض نے اصل کا لحاظ کیا اور بعض نے حال کا ۔" اس سے صاف ظاہر ہے کہ عجمی الفاظ معرب ہونے کے بعد مثل اصل الفاظ عربی کے متصور ہوتے ہیں ۔ پس جب یہ لفظ عبرانی زبان سے معرب اور مفرس ہو کر آصف ہوا اس کے بعد اردو زبان میں مستعمل ہوا تو اب انصاف سے کہنا چاہئے کہ بلحاظ اردو کے اس لفظ کی تصحیح عربی یا فارسی زبان سے ہونی چاہئے یا عبرانی سے ؟ ظاہر ہے کہ عربی یا فارسی سے ہونی چاہئے نہ عبرانی سے اس لئے کہ بلحاظ اردو کے اس لفظ کا ماخذ قریب عربی یا فارسی ہے اور عبرانی ماخذ بعید ہے اور لفظ کی تصحیح میں اس کے ماخذ قریب کا اعتبار کرنا ہر طرح اولیٰ و انسب ہے کما لا یخفیٰ ۔ رہا یہ امر کہ لفظ آصف اردو میں عربی یا

(باقی آیندہ)

میں بھی جو دکن میں خاندان مغلیہ کے جانشین ہونے کی حیثیت سے اس کی اکثر روایات

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳) فارسی زبان سے آیا ہے نہ عبرانی سے سو علاوہ تاریخی شہادت کے اس کا ایک بیّن ثبوت یہ ہے کہ اس لفظ کا اردو رسم خط عربی و فارسی رسم خط کے مطابق ہے اور عبرانی کے مخالف پس اس تقدیر پر...... سوچیں کہ لفظ آصف کی تحقیق میں عربی یا فارسی لغات کی ورق گردانی غیر مفید ہے یا عبرانی زبان کا ذکر؟ (۲) آپ (مضمون نگار المبشر[۱]) فرماتے ہیں " عربی زبان کی معتبر لغات مثل قاموس اور اس کی شرح تاج العروس اور لسان العرب وغیرہ تو فتح صاد کے ساتھ اس لفظ کو آصف لکھتے ہیں مگر زمانہ حال کی کتب لغات اقرب الموارد، محیط المحیط اور قطر المحیط وغیرہ بنظر تحقیق غیر زبان کا لفظ سمجھ کر اس کے ترک کو اولیٰ جانتے ہیں"۔ عربی کی تمام معتبر کتب لغات میں بیشک یہ لفظ بفتحہ صاد مذکور ہے لیکن زمانہ حال کی کتب لغات کی نسبت یہ کہنا کہ ان میں لفظ آصف غیر زبان کا لفظ ہونے کی وجہ سے متروک ہوا سراسر لغو ہے اس لئے کہ اگر غیر زبان کا لفظ ہونا باعث ترک ہوتا تو ان لغات میں دوسرے سینکڑوں الفاظ غیر زبان کے متروک نہ ہوتے حالانکہ ان میں بہت سے غیر زبان کے الفاظ موجود ہیں۔ علاوہ اس کے عربی کے قدیم لغات اور دیگر علوم و فنون کی کتابوں میں علی العموم لفظ آصف موجود ہے تو حال کی دو چار کتابوں میں مذکور نہ ہونے سے کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اس لفظ کا معرب ہونا مسلم نہیں یا اس کا استعمال۔ متروک ہو گیا؟ جب اس قسم کی کوئی بات نہیں تو اس کے ذکر سے کیا فائدہ......... (۳) آپ (مضمون نگار المبشر[۱]) فرماتے ہیں " فارسی لغات عموماً باستثنائے چند اس کو کسرۂ صاد سے تعبیر کرتے ہیں"۔ معلوم نہیں آپ کے نزدیک عام فارسی لغات سے کون کون سی کتابیں مراد ہیں۔ یوں تو ساری دنیا کے لحاظ سے جو کتب لغات عموماً مشہور و مستند ہیں مثلاً (۱) غیاث اللغات (۲) برہان قاطع (۳) ہفت قلزم (۴) فرہنگ آنندراج وغیرہ ان میں یہ لفظ بفتحہ صاد مذکور ہے۔ اگر آپ ان کتابوں کو چند مستثنیات میں داخل سمجھتے ہوں تو اس صورت میں چاہئے کہ آپ ان عام فارسی لغات کے نام بتلائیں جس میں آپ کے نزدیک لفظ بکسرۂ صاد تعبیر ہوا ہے تاکہ ان کے دیکھنے سے آپ کے قول کی تصدیق یا عدم تصدیق ممکن ہو۔ (۴) آپ (مضمون نگار المبشر) فرماتے ہیں " جبکہ زبان عربی اور فارسی میں السنۂ غیر کے اعلام کو معرب اور مفرس بنانے کا کوئی کلیہ قاعدہ مقرر نہیں ہے تو ایسی صورت میں ان زبان کے لغات کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہو سکتا"۔ ..... جب اصل زبانوں میں خود بہت سے الفاظ، امثال اور محاورے خلاف قیاس

(باقی آئندہ)

وخصوصیات کا حامل ہے، یہ دستور رائج ہے۔ نواب نظام الملک آصف جاہ اول کا لقب مجوزہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴) پائے جاتے ہیں اور اہل زبان سے مسموع ہونے کے باعث صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں۔ نہ کوئی صاحب اس میں چون وچرا کرتے ہیں اور نہ کوئی اس کے خلاف استعمال کرنے کی مجال رکھتا ہے تو پھر تعریب اور تفریس کا قواعد کلیہ پر مبنی ہونا کیوں ضروری ٹھیرا، صرف اہل زبان سے مسموع ہونا کیوں کافی نہیں ہوسکتا؟ آپنے یہ ایک ایسا قاعدہ باندھا ہے کہ اس کی رُو سے نہ تو کسی اہل زبان کو تعریب وتفریس کا حق باقی رہتا ہے اور نہ موجودہ کتب لغات عربی وفارسی قابل اعتبار رہتے ہیں، بڑی مشکل یہ ہے کہ جدید عربی وفارسی زبان جس میں غیر زبان کے ان گنت الفاظ موجود ہیں اور روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہیں وہ بالکلیہ باطل ہو جائینگی۔ . . . . تعریب وتفریس کے لئے گو کوئی قاعدۂ کلیہ نہیں ہے مگر مستند اہل زبان کا غیر الفاظ کو معرب ومفرس بنانا ہر طرح قابل اعتبار ہے شفاء العلیل میں ہے" قال ابو منصور رحمۃ اللہ اعلم ان العرب تکلمت بشیٔ من الاعجمی والصحیح عنہ ما وقع فی القران والحدیث والشعر القدیم وکلام من یوثق بعربیتہ۔ ابو منصورؒ نے کہا جاننا چاہئے کہ عربوں نے کچھ عجمی الفاظ بھی استعمال کئے ہیں اور صحیح ان میں سے وہ ہے جو قرآن میں آیا ہے یا حدیث میں، یا اشعار قدیمہ میں یا اس شخص کے کلام میں جس کی عربیت قابل وثوق ہے" پھر اسی کتاب کے دوسرے مقام پر ہے" اعلم انھم قد یغیرون الکلمۃ الاعجمیۃ کما سیاتی والتغیر اکثر من عدمہ فیبدلون الحروف التی لیست من حروفھم الی اقربھا مخرجا وربما البعد والابدال فی مثل ھذہ الحروف وھو لازم لئلا یدخل فی کلامھم مالیس منہ فیبدلون حرفا باخر و یغیرون حرکتہ ولیسکنونہ ویحرکونہ وینقصون ویزیدون" جاننا چاہئے کہ عرب لوگ کبھی عجمی الفاظ میں تغیر کرتے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔ اور یہ تغیر بہ نسبت عدم تغیر کے زیادہ ہوتا ہے چنانچہ جو حروف ان کی زبان کے نہیں ہوتے ان کو اپنی زبان کے قریب المخرج حروف سے بدل دیتے ہیں بعض وقت ایسے حروف میں ابدال بعید سے بھی کام لیتے ہیں اور یہ ضروری ہے تاکہ ان کے کلام میں وہ امر نہ پایا جائے جو (در اصل) اس میں نہیں ہے پس وہ بجائے ایک حرف کے دوسرا حرف لاتے ہیں، یا اصلی حرکت کو بدلتے ہیں یا متحرک کو ساکن یا ساکن کو متحرک کرتے ہیں یا اس میں کچھ گھٹاتے بڑھاتے ہیں۔ صاحب تاریخ تیموری لفظ تیمور کا اعراب

(باقی آئندہ)

بعد الموت "مغفرت آب" ہے۔ آیندہ ہم اس کتاب میں نواب ممدوح کو اسی لقب سے یاد کریں گے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵) بیان کر کے لکھتے ہیں "ھذہ طریقۃ املائہ وفی تصریف زنتہ بناء لکن کرۃ الالفاظ الاعجمیۃ اذا تداولھا صولجان اللغۃ العربیۃ خرطھا فی الدوران علی بناء اوزانھا ودحرج کیف شاء فی میدان لسانھا فقالوا فی ھذہ تارۃ تمور واخری تمرلنک ولم یجر علیھم فی ذالک حرج ولا ضنک۔ یعنی یہ تو اس کے لکھنے کا طریقہ اور بہ لحاظ گردان کے اس کے صیغے کا وزن ہے مگر عجمی لفظوں کے گیند کو جب عربی زبان کا چوگان بار بار لگتا ہے تو گردش میں اس کو عربی اوزان کی اصل پر ٹھیک کر لیتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے عربی زبان کے میدان میں اس کو لڑھکاتا ہے۔ چنانچہ اسی لفظ (تیمور) کو انہوں نے کبھی تیموار اور کبھی تمرلنگ کہا اور اس میں ان کے لئے کوئی حرج و مضائقہ نہیں ہے" عبارت مذکورۂ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ تعریب کے لئے قاعدۂ کلیہ کی ضرورت نہیں ہے اہل زبان کو ہر طرح تغیر کرنے کا اختیار ہے۔ پس اس صورت میں لفظ آصف آساف کا معرب ہے وہ عربی زبان میں اسی طرح صحیح مانا جائے گا اور . . . عبرانی شکل بدلنے کی وجہ سے غلط نہ سمجھا جائے گا۔ (۵) آپ (مضمون نگار البشیر) فرماتے ہیں "اسمائے معرفہ جن سے صرف کسی شخص یا چیز کے وجود کا تشخص ہی مراد ہے وہ اگر ایک زبان سے کسی دوسری زبان میں جا کر اپنی اصلی ہیئت پر قائم نہ رہیں مگر مفہوم وہی ادا کریں جو اہل زبان سمجھتے ہیں تو ان کے تلفظ یا حرکات کی تبدیلی سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ غیر زبان والوں کو کوئی حق ہے کہ اس کی صحت اور عدم صحت پر رائے زنی کریں چنانچہ یورپ کی زبانوں میں ہمارے سرور کائنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک دو طرح پر بولا اور لکھا جاتا ہے یعنی "موہمٹ" اور "موحمڈ" حالانکہ نام پاک آنجناب کا اصل عربی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے لحاظ سے ہر دو صورتیں غلط ہیں لیکن اگر اہل یورپ کے مابین انکی صحت میں تکرار واقع ہو تو فرمائیے کہ وہ کونسی صورت کو صحیح قرار دیں گے اور کونسی کو رد کریں گے یعنی یہ مثال آصِف اور آصَف والی بحث کے مشابہ ہے" اس قاعدے سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ ایک زبان کے اسم معرفہ کا اپنے اصل مفہوم کے ساتھ دوسری زبان میں جا کر مستند لوگوں کے مذاق کے موافق متغیر ہونا جائز ہے تو یہ مسلم ہے لیکن اول تو اس سے آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مستند شخص کی قید آپ کے مدعا کے مضر ہے دوسرے اس شق پر یہ کہنا غلط ہوگا کہ غیر زبان والوں کو اس کی صحت و عدم صحت پر رائے زنی کا حق نہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اصل زبان والوں کو اس کا حق ہے حالانکہ کسی زبان والے کو یہ حق نہیں ہے بلکہ اصل زبان والے بھی اس دوسری زبان کے لحاظ سے اپنے اصل لفظ کو اسی متغیر شکل کے موافق استعمال کرنے پر مجبور رہیں مثلاً پانی پت

(باقی آیندہ)

نسب نامہ | نواب مغفرت مآب دنیائے اسلام کے نامور قبیلہ "بنی صدیق" سے تعلق رکھتے ہیں، جس کو صدیوں دینی پیشوائی کا طرۂ امتیاز حاصل رہا ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۶) اُردو زبان کا لفظ ہے اور اس کا معرب بنی تبان ہے اور زبان والے تو درکنار خاص اُردو زبان والے بھی اس تغیر اور تبدیل پر اعتراض نہیں کر سکتے بلکہ عربی زبان کے اعتبار سے خود اس کے استعمال کرنے پر مجبور ہیں، اور اگر یہ مُراد ہے کہ دوسری زبان کے ہر کس و ناکس کو اختیار ہے کہ اس زبان کے لفظ کو بے کھٹکے جس طرح چاہے بگاڑ کر استعمال کرے اور سوائے اصل زبان والوں کے اور کسی کو اس میں چون و چرا کرنے کا حق نہیں جیسا کہ آپ کی ظاہر عبارت سے متبادر ہوتا ہے تو یہ دو وجہ سے مسلم نہیں اول اس لئے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ اسی لفظ آصف کو عبرانی زبان والوں کے سوا عربی، فارسی، اُردو زبان کے ہر شخص کے لئے جائز ہو کہ چاہے اس کے صادؔ کو ضمہ پڑھے چاہے فتحہ چاہے کسرہ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ جس طرح ایک زبان کے اصل الفاظ کی صحت و عدم صحت کی نسبت اس زبان کے مستند لوگوں کا اعتبار ہوتا ہے اسی طرح اس زبان کے دخیل الفاظ کی صحت و عدم صحت کی نسبت بھی انہیں کا اعتبار ہوتا ہے۔ دیکھئے اسی لئے ہر شخص کی تعریب معتبر نہیں ہے بلکہ اس کا چار صورتوں میں انحصار کر دیا گیا ہے جیسا کہ ف ۴ میں ابو منصورؒ کے قول سے ظاہر ہوا۔ ثانیاً اس لئے کہ غیر مستند اشخاص کا تغیر و تبدل کرنا غیر زبان والوں کے نزدیک بھی قابل نکتہ چینی ہے اگر ایسا نہ ہو تو ہر ایک زبان کے مستند و غیر مستند اشخاص میں کوئی فرق نہ رہے گا۔ آپ نے اپنے قاعدہ مذکور کی تائید یا توضیح میں جو انگریزی مثال پیش کی ہے گو اس کا کئی طرح سے جواب ممکن ہے لیکن ہم علی سبیل التسلیم اس کا صرف ایک مختصر جواب دیتے ہیں کہ آپنے اس تمثیل میں یورپ کی زبانوں کو (بصیغہ جمع) لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کی ایک زبان سے بحث نہیں ہے بلکہ کئی زبانوں سے پس اس صورت میں ہم یہ پوچھتے ہیں کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی دو جداگانہ صورتیں یعنی "موہمٹ" اور "موحمڈ" یورپ کی ایک ایک زبان میں بالانفراد مستعمل ہیں یا ہر ایک زبان میں بالاجتماع بر تقدیر اول اہل یورپ کے مابین ان کی صحت میں تکرار ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے جس زبان کے مستند لوگوں نے نام اقدس کو اپنے مذاق کے موافق موہمٹ بنایا اس زبان کے لحاظ سے موہمٹ صحیح ہے اور جس زبان کے مستند لوگوں نے موحمڈ بنایا اس زبان کے لحاظ سے موحمڈ صحیح ہے کیونکہ ہر ایک زبان کے مستند لوگوں کو اختیار ہے کہ جب غیر زبان کا لفظ اپنی زبان میں داخل کریں تو اس کو اپنے مذاق کے موافق بنا لیں اور وہ لفظ اس زبان میں اسی طرح مانا جائیگا لیکن اس تقدیر پر آصفؔ و آصِف کی بحث اس مثال کے مطابق نہیں ہوسکتی کیونکہ مثال مذکور میں دو زبانوں کا اعتبار کیا گیا ہے اور آصف کی بحث صرف اُردو زبان کے لحاظ سے ہے اور بر تقدیر ثانی دو احتمال ہیں اول یہ کہ (باقی آیندہ)

سلسلۂ نسب یہ ہے :-

میر قمر الدین بن میر شہاب الدین (المخاطب بہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰) یورپ کی ہر ایک زبان میں ہر دو صورتیں مستند اشخاص کے نزدیک معتبر ہیں اور دوم یہ کہ ایک صورت مستند اشخاص کے نزدیک اور دوسری غیر مستند اشخاص کے نزدیک معتبر ہے پہلی شق پر دونوں صورتیں معتبر ہونگی ۔ جیسے لفظ بوریا کا معرب باری اور بوری دونوں فصحا کے نزدیک معتبر ہیں، کما فی الشفاء العلیل پس اس شق پر لفظ آصف کی بحث کا مثال مذکور کے مطابق ہونا اس پر موقوف ہے کہ پہلے اس صاد کا فتحہ و کسرہ دونوں مستند اشخاص سے ثابت کر دیا جائے وفیہ نوع من المصادرہ اور دوسری شق پر صرف ایک صورت معتبر ہوگی جو مستند اشخاص سے ثابت ہوگی اور دوسری غیر معتبر جیسا کہ لفظ بوریا کا معرب غیر مستند اشخاص سے باریہ بھی ثابت ہے لیکن وہ معتبر نہیں ہے معتبر وہی باری و بوری ہے جو مستند لوگوں سے ثابت ہے کما فی الشفاء العلیل ۔ پس اس شق پر تمثیلاً لفظ آصف کے صاد کا فتحہ و کسرہ دونوں صحیح نہیں ہو سکتے صرف ایک صحیح ہوگا۔ . . آپ فرماتے ہیں "پس ہماری رائے میں تو جو صورت اس لفظ کی سکہ مجوبیہ پر نقش ہو چکی ہے اس کو زیر و زبر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کامل صحت کے لئے پہلے املا کی صحت لازمی ہوگی ورنہ محققین کی کی نظروں میں حرکات کی ترمیم کے بعد بھی لفظ کی عدم صحت کا الزام جوں کا توں باقی رہے گا ۔ الخ" . . . آپ کے اسی قول سے لازم آتا ہے سکہ محبوبیہ پر جب تک لفظ اساف جاہ نقش ہوگا اس وقت تک عدم صحت کا الزام باقی رہیگا کیونکہ موجودہ نقش "آصف جاہ" میں ترمیم حرکت کے بعد املا کی غلطی باقی رہے گی ۔ اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کا املا صاد سے غلط ہے اور سین سے صحیح ۔ اسی لئے آپ نے آصف بن برخیا کی سوانح عمری بیان کرنے میں اس لفظ کو آساف ہی لکھا ہے حالانکہ عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں بالاتفاق یہ لفظ آصف صاد سے لکھا پڑھا جاتا ہے اس غلط فہمی کا باعث زیادہ تر آپ کا وہی زعم ہے جس کو آپنے لکھا ہے کہ جب عربی یا فارسی زبان میں غیر زبان کے اعلام کو معرب و مفرس بنانے کا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں ان زبانوں کی لغات کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہو سکتا ۔ افسوس ہے کہ آپنے اپنے اس مضمون کے ذریعہ سے نہ صرف لفظ آصف کا املا بگاڑا بلکہ اردو فارسی عربی پر بھی ہاتھ صاف کیا . . . آپکے پورے مضمون کے پڑھنے سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس لفظ کی تحقیق میں اکثر ظن و قیاس سے کام لیا ہے حالانکہ محققین کے نزدیک مسلم ہے اثبات اللغۃ بالقیاس لا یجوز یعنی لغت کا قیاس سے ثابت کرنا جائز نہیں ہے' اور پھر لطف یہ ہے کہ ایسے ایسے قیاسات پیش کئے ہیں جن سے اصل مدعا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ اون سے اور بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں (باقی آیندہ)

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ) بن خواجہ عابد (المخاطب
بہ قلیج خاں) بن خواجہ میر اسمٰعیل عالم شیخ بن خواجہ عزیزان عالم شیخ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸) اصل تو یہ ہے کہ جب اردو میں لفظ آصف کا املا صاد سے متفق علیہ تھا اور اختلاف صرف حرکت میں تھا تو اس اختلاف کے رفع کرنے کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ اردو زبان کے مستند لوگوں کا حوالہ دیا جاتا یا ان کے کلام سے کوئی نظیر پیش کی جاتی یا اس سے زیادہ یہ کیا جاتا کہ جس زبان سے یہ لفظ اردو میں آیا تھا اس سے مطابقت کی جاتی نہ یہ کہ سب کو ایک طرف کر کے غیر متعلق زبان سے بحث کی جاتی۔ گو آپ نے عربی و فارسی لغات کا ذکر کیا مگر ان سے اس لفظ کی تحقیق میں کام نہ لیا بلکہ ان کو غیر معتبر ٹھیرایا اور تحقیق کا معیار عبرانی کو قرار دیا ......
اور آگے (ہم) اپنی ذاتی رائے لفظ آصف کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ آصف کے صاد کی حرکت کا تصفیہ بلحاظ اس کے اردو ہونے کے صرف اردو زبان کے مستند اشخاص کی تحریر و تقریر سے ممکن ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا لیکن چونکہ اب کئی مضامین میں عربی فارسی عبرانی زبان سے بحث ہو چکی ہے اس لئے ہم بھی ان زبانوں کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ انگریزی زبان کو بھی ختم کر لیتے ہیں جو کہ آجکل ایک علمی زبان سمجھی جاتی ہے اور ہندوستان میں عام طور پر رائج ہے۔ ہم اوپر یہ کہہ چکے ہیں کہ یہاں رسم خط سے بحث کرنا بالکل فضول ہے۔ گو عبرانی میں اسکی اصل آساف ہے مگر جب عربی فارسی اردو میں یہ لفظ معرب، مفرس، مہند ہو کر آصف (بالصاد و بلا الف) ہوا تو ان زبانوں میں اس لفظ کا صحیح املا صاد ہی سے ہوگا البتہ یہاں صرف حرکت سے بحث کرنی چاہیئے جس میں اختلاف واقع ہوا ہے لہذا ہم اس حرکت کے متعلق ہر ایک زبان کا ذکر ذیل میں کرتے ہیں۔ (۱) عبرانی زبان سے ہم بالکل بے بہرہ ہیں اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آصف کی اصل عبرانی میں آساف ہی ہے یا کچھ اور ہے گو ہمارے ایک عنایت فرمانے جن کو تھوڑی بہت عبرانی جاننے کا دعویٰ ہے اثنائے ملاقات میں ہم سے کہا کہ عبرانی رسم خط کا مقتضا یہ نہیں ہے کہ اس کی تعبیر الف کے ساتھ کی جائے بلکہ اس میں یہ لفظ آسف بدون الف ہے مگر ابھی ہم کو ان کی رائے پر وثوق نہیں ہے اس لئے ضرورتاً ہم آپ ہی کے قول کو تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر عبرانی میں اسکی اصل آساف ہی ہے تو اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ میں الف ممدودہ کے بعد فتحہ ہے دوسری زبان میں جانے سے اس میں صرف حرفی تغیر ہوا ہے کہ سین صاد سے بدل گیا اور الف حذف ہو گیا اور نفس حرکت میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے جیسا بیان ذیل سے واضح ہوگا۔ (۲) عربی زبان کی معتبر لغات میں یہ لفظ بفتحہ صاد تعبیر ہوا ہے، اس کو تو مضمون نگار صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (۳) فارسی زبان کی تمام معتبر لغات میں بھی یہ لفظ بفتحہ صاد مذکور ہوا ہے لیکن مضمون نگار صاحب نے معلوم نہیں کس بنا پر اس کے برعکس (باقی آئندہ)

بن خواجہ محمد عالم شیخ بن شیخ محمد مومن بن شیخ محمد درویش بن شیخ جاوید
ثانی بن شیخ فتح اللہ ثانی بن شیخ جاوید سرمست بن شیخ نجیب اللہ بن شیخ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹) بیان کیا ہے۔ (۴) انگریزی رسم خط بھی اس لفظ کے بفتحہ صاد ہونے پر دال ہے۔ اُردو انگلش ڈکشنریوں میں یہ لفظ علی العموم یوں لکھا ہوا دیکھا گیا ہے۔ (ASUPH) جیسا کہ ڈکشنری ڈنکن فوربس اور ڈکشنری شکیپیر وغیرہ میں موجود ہے۔ اسی طرح کیپٹن ایچ فریزر نے بھی اپنی کتاب "اور فیتھ فل الای دی نظام" میں خود لفظ آصف جاہ کو یوں لکھا ہے (ASUPH JAH) جس کا ٹھیک تلفظ اُردو میں آصف بفتحہ صاد ہوتا ہے۔ (۵) اُردو زبان کے اعتبار سے ہم نے ایک حد تک کوشش کی کہ اس زبان کے کسی مستند شاعر کے کلام سے لفظ آصف کے صاد کی حرکت کا ٹھیک ٹھیک پتہ چل جائے مگر اس قسم کا کوئی شعر کسی دیوان میں نہیں نکلا البتہ حسن اتفاق سے حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کا ایک فارسی قطعہ تاریخ روضۃ الاولیا میں نظر سے گذرا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اون کے نزدیک بھی اس لفظ کا صحیح تلفظ بفتحہ صاد ہے وہ قطعہ یہ ہے :-

سہ رکن مملکت ہند از جہاں رفتند ؛ فنا دحیف سہ دُرّ یگانہ از کف دہر
برائے رحلت ایں ہر سہ یافتم تاریخ ؛ نماند شاہ زماں با وزیر و آصف دہر

اُردو زبان کی مشہور و معروف ڈکشنری امیر اللغات و فرہنگ آصفیہ میں اس لفظ متنازع فیہ کے متعلق کوئی صریح فیصلہ نہیں ہے مگر ہاں ایک قرینے سے پایا جاتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین کے نزدیک بھی اس لفظ کا صحیح تلفظ بفتحہ صاد ہے۔ وہ قرینہ یہ ہے کہ امیر اللغات میں آصف، آصف جاہ، آصف الدولہ وغیرہ جتنے الفاظ مندرج ہیں سب کو فتحہ دیا ہوا ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں یہ لفظ کتاب میں مندرج نہیں لیکن اسکی چوتھی جلد کے دیباچے میں یہ لفظ متعدد جگہ پر آیا ہے اور ہر جگہ صاد کو فتحہ دیا ہوا ہے۔ پس جب تک اس قرینے کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اور زبان کی طرح اُردو میں بھی یہ لفظ بفتحہ صاد مانا گیا ہے۔ اگرچہ اردو میں اس لفظ کے مفتوح الصاد ہونے پر ایک وجہ یہ بھی بیان کیجا سکتی ہے کہ عربی یا فارسی زبان جو اس کا ماخذ ہے اس میں یہ لفظ بفتحہ صاد آیا ہے مگر چونکہ یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ جو لفظ عربی یا فارسی کا اُردو میں مروج ہو وہ بعینہ عربی یا فارسی کی طرح مستعمل ہو کیونکہ بعض وقت اردو میں آنے کے بعد ان زبانوں کے الفاظ میں کچھ تغیر بھی واقع ہو جاتا ہے جیسا کہ عجمی لفظ عربی یا فارسی میں معرب یا مفرس ہونے کے بعد اکثر متغیر ہو جاتا ہے لہذا اردو میں اس لفظ کی حرکت کی صحت معلوم کرنے کے لئے اس کے فصحا کے تلفظ کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ پس چونکہ امیر اللغات و (باقی آئندہ)

فتح اللہ بن شیخ تاج الدین بن شیخ علاء الدین بن شیخ
قطب الدین[1] بن شیخ ابی محمد الحفص بن شیخ شہاب الدین عمر
سہروردی بن شیخ محمد عبد اللہ بغدادی
بن محمد بہاء الدین بغدادی بن عبد اللہ بغدادی
بن عبد الرزاق بغدادی بن عبد اللہ الصوفی بن
محمد سعید کشکی بن قاسم علی الرومی بن نصیر الدین بصری
بن محمد قاسم کشکی بن عبد اللہ بن ابا محمد عبد الرحمن
بن قاسم الفقیہہ بن محمد بن امیر المومنین خلیفہ اول سیدنا
ابوبکر الصدیق رضہ[2]

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰) فرہنگ آصفیہ سے فتحہ کا قرینہ پایا جاتا ہے اور اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں ہے اس لئے ماننا پڑیگا کہ اردو میں لفظ آصف کا بفتحۂ صاد ہونا کچھ مشتبہ نہیں ہے غایت ما فی الباب یہ کہ اگر اردو میں کچھ اہل زبان اسکو بکسرۂ صاد تعبیر کرتے ہونگے تو اس کو کسرہ پڑھنا بھی درست ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ اردو میں دونوں صورتیں جائز ہیں مگر پہلے اہل زبان سے کثرہ ثابت کرنا شرط ہے ۔ الخ"

[1] ۔ بقول بعض شیخ قطب الاقطاب زین الدین ۔
[2] ۔ نظام الانساب جلد اول، تاریخ خورشید جاہی صفحہ ۳۶۵، ۳۶۶ ۔

باب دوم

مورثینِ اعلیٰ

نوابِ مغفرت مآب کا خاندان من حیث المجموع زہد و تقویٰ، علوم و فنون اور فضل و کمال کی دولت سے مالامال رہا ہے۔ انہی اوصاف کی بدولت آپ کے مورثینِ اعلیٰ میں اکثر افراد مشہورِ آفاق اور یگانۂ روزگار ہوئے۔

خواجہ عزیزان عالم شیخ ان میں ایک خواجہ عزیزانِ عالم شیخ بھی تھے، جو اپنے زمانے کے ایک جلیل القدر بزرگ اور جیّد عالم گذرے ہیں۔

خواجہ عزیزان عالم شیخ، عبداللہ خان والیٔ بخارا کے معاصر تھے اس عہد کے مشاہیر و اکابر اور علماء و مشائخ میں خواجہ موصوف کی شخصیت نمایاں امتیاز رکھتی ہے۔ یوں تو آپ جمیع علوم اسلامیہ سے بہرہ ور تھے، مگر خاص کر فقہ حنفیہ میں آپ کو یدِطولیٰ حاصل تھا اور آپ اپنے زمانے میں اس فن کے امام مانے جاتے تھے، چنانچہ ملّا عبدالقادر بدایونی آپ کے تبحر فقہی کی نسبت قاضی میر ابوالمعالی کے بیان میں اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

"قاضی ابوالمعالی شاگرد و خلیفہ و داماد عزیزان بخارائی است قدس سرہ العزیز و آں عزیز در فقاہت چناں بود کہ اگر بالفرض و التقدیر جمیع کتب فقہ حنفی

از عالم برافتادی اومی توانست از سر نوشت"[1]

خواجہ عزیزان عالم شیخ نے فقہ حنفیہ پر ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس کا نام "جنگِ عزیزان"[2] ہے۔ اس کتاب میں مسائلِ مہمہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔

"جنگِ عزیزاں" کا ایک قلمی نسخہ بدورانِ تحقیق ہماری نظر سے گذرا ہے، جو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے[3]۔ اس نسخے میں نہ نامِ کاتب پایا جاتا ہے اور نہ سنہ کتابت البتہ شانِ کتابت ضرور اس کی قدامت پر دلالت کرتی ہے۔ سرورق پر یہ عبارت مسطور ہے:

"جُنگ عزیزان حضرت عالم شیخ عزیزان اعلم العلما"

اور اس کے نیچے تحریر ہے:۔

"مجموعۃ الروایات مسمی بجنگ حضرت عزیزان العالم
الرّبانی استاذ علماء سمرقند عالم ....العیلا بادی۔
وعیلا آباد[4] قریۃ من قریٰ سمرقند"

آغاز کتاب:۔

"الحمد للّٰہ رب العلمین والصّلوٰۃ
والسّلام علیٰ رسولہٖ محمد والہٖ
اجمعین کتاب الطھارۃ۔ الخ"

خاتمہ:۔ "تمت ہٰذہ النسخۃ الشریفۃ المسمی بہ جنگ عزیزان

---

[1] ۔ منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۱۵۰۔
[2] ۔ جنگ بضم اول و سکون ثانی بمعنی "کشتیٔ کلاں، جہاز، بیاض"۔
[3] ۔ بر نمبر (۲۳۲) فقہ حنفی فارسی۔
[4] ۔ یہ موضع علیاآباد یا علی آباد واقع سمرقند کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

تصنیف اعلم العلماء وارث الانبیاء شیخ المشائخ
حضرت عزیزان عالم شیخ نوراللہ مرقدہٗ "

کتاب کے اہم عنوانات یہ ہیں :-

طہارۃ، صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، حج، نکاح،
رضاع، طلاق، تحلیل، عتاق، ایمان، بیع،
مضاربۃ، عاریۃ، ودیعۃ، غصب، ضمان،
اقالۃ، شفعہ، قسمۃ، ہبہ، اجارہ، تسبیب،
رہن، کفالۃ، حوالۃ، وکالۃ، مزارعۃ، ومساقات،
وقف، کراہتہ، کلمات الکفر، الفاظ الکفر
والرضاء بہ، اضحیۃ، ذبائح، صید، اشربۃ، شرکۃ،
لقیط ولقطۃ، مفقود، قضاۃ، شہادۃ، اقرار،
دعویٰ، صلح، حدود، لواطتہ، اجتہاد، جنایات،
دیات، حیطان، اکراہ، حجر، وصیۃ، ماذون "

قاضی ابوالمعالی نے اپنی کتاب "حسب المفتی" کے مقدمہ میں خواجہ عزیزان کو قاضی کے لقب سے یاد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کتاب مذکور کی بنیاد عبداللہ بہادر خاں کے عہد میں خواجہ موصوف کے روایات وفیصلہ جات پر رکھی گئی ہے۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ ممدوح خان مذکور کے عہد حکومت میں منصب قضاۃ پر بھی فائز رہ چکے ہیں۔
منطق و فلسفہ کا یونانی زبان سے عربی زبان میں منتقل ہونا تھا کہ عقائد اسلامیہ میں موشگافیاں کی جانے لگیں، اور ان کی بدولت کم علم و کم فہم مسلمانوں کے ذہن و دماغ میں عقائد صحیحہ کی بجائے

عقائد باطلہ نے بار پانا شروع کردیا، جس کا لازمی اثر تھا کہ دین حنیف کا شیرازہ جو عالم و عالمیان کے رشد و ہدایت کی خاطر جمع کیا گیا تھا، بکھرنے لگا۔ دراصل انہی خبائث کی روک تھام کے لئے علمائے اسلام کو ایک نیا علمی ہتھیار "علم الکلام" ایجاد کرنا پڑا۔ جب علوم منطق و فلسفہ کا سمرقند و بخارا میں گذر ہوا تو وہاں کے لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خواجہ عزیزان عالم شیخ کے زمانے میں ان کی نشر و اشاعت شد و مد سے ہو رہی تھی۔ جب آپ نے مشاہدہ کیا کہ ان علوم کی بدولت عوام کے خیالات پر خباثت کا رنگ چڑھ رہا ہے، یہاں تک کہ شریر النفس لوگ ان سے غلط تمثیلات مرتب و غلط نتائج استخراج کرکے بزرگوں کی توہین و تضحیک کرنے سے بھی باک نہیں کرتے تو آپ نے ایک فتویٰ لکھ کر عبداللہ خاں ازبک کے سامنے پیش کر دیا، جس میں ان علوم کا پڑھنا پڑھانا دلائل سے خلاف شرع شریف ثابت کیا، اور اس کو ترغیب دی کہ ان کے معلمین و متعلمین کو شہر بدر کر دیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ خاں نے آپ کی تحریک پر اپنے ملک میں ان علوم کی تعلیم و تعلم کو ممنوع قرار دیا، اور ملا عصام الدین اسفرائنی کو جو ان علوم کا امام مانا جاتا تھا، اس کے بد باطن شاگردوں کے ساتھ خارج البلد کر دیا۔ ان واقعات کی تفصیل ملا عبدالقادر بدایونی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے، وہ لکھتے ہیں:-

"باعث بر انداختن عبداللہ خاں پادشاہ توران زمین
فن منطق و علم جدل را و اخراج ملا عصام الدین اسفرائنی
مع خبائث طلبہ از ماوراء النہر او شدہ بود باین تقریب کہ
چوں ایں علم در بخارا و سمرقند شائع شد خبائث شریر
ہر جا صالحی سلیم القلبی را میدیدند میگفتند کہ ایں حمار است
چرا کہ لاحیوان ازو مسلوب است و چوں انتفاع عام

مستلزم انتفاع خاص ست سلب انسانیت نیز لازم
می آید و امثال ایں مغالطات چوں کثیر الوقوع و
الشیوع شد عزیزان روایت فقہی نوشتہ عبداللہ خاں
را تحریص و ترغیب براخراج ایں جماعہ نمود و نامشروعیت
تعلم و تعلیم منطق و فلسفہ بدلائل ثابت کرد و نیز روایتی نمود کہ
اگر بکاغذی کہ منطق درآں نوشتہ باشد استنجا نمایند
باکی نیست۔" [۱]

بیان کیا جاتا ہے کہ سلاطین شیبانیہ کے عہد میں احناف ماوراءالنہر کی ریاست خواجہ عزیزان عالم شیخ اور آپ کی اولاد سے مدت دراز تک وابستہ تھی، اور یہ جلیل القدر خاندان سو سال تک باشندگان سمرقند و بخارا کا مذہبی پیشوا بنا رہا۔ خواجہ عزیزان عالم شیخ کے زہد و اتقا اور اقتدار کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کے آگے سلاطین وقت کی گردنیں جھکا کرتی تھیں، اور جب کبھی مشکل وقت آتا تو وہ آپ سے اعانت و استمداد کے طالب ہوا کرتے تھے۔ آپ کے زمانے میں عبداللہ خاں والیٔ بخارا (۹۶۴ھ تا ۹۹۱ھ) اور جوانمرد علی خاں والیٔ سمرقند (۹۸۰ھ تا ۹۸۶ھ) کے مابین لڑائی ہوئی۔ آپ عبداللہ خاں پر نظر عنایت رکھتے تھے اس لئے عبداللہ خاں حصولِ امداد کی نیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حالت میں کہ اس کے گلے میں رسی بندھی ہوئی تھی، جس کا سرا ایک سوار کے ہاتھ میں تھا۔ ماوراءالنہر کے تاجدار کا اس انکساری اور فروتنی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ایک اعجوبہ بات تھی، اس لئے آپ بے حد متاثر ہوئے، اور اپنی چادر اڑا کر اسے گھوڑے پر سوار کرایا،

[۱] ۔ منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۱۵۰۔

اور اس کے حق میں دعا کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سمرقند پر عبداللہ خاں کا قبضہ ہو گیا۔ یہ واقعہ سنہ ۹۸۶ھ کا ہے۔ اس کے تین سال بعد آپ نے بھی انتقال کیا۔[1]

خواجہ عزیزان، عالم، فقیہہ، مفتی و قاضی ہونے کے علاوہ صاحبِ بیعت بھی تھے اور آپ جب تک زندہ رہے اپنے معتقدین و مریدین کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔

قاضی میر ابو المعالی

ملا عبدالقادر بدایونی نے قاضی میر ابو المعالی کو خواجہ عزیزان عالم شیخ کے شاگرد، خلیفہ و داماد کی حیثیت میں پیش کیا ہے، مگر خود قاضی موصوف کے قول سے ثابت ہے کہ وہ خواجہ ممدوح کے خواہر زادہ بھی تھے۔[2] خواجہ مولانائی بخارائی ان کے والد ہوتے ہیں۔ آبائی وطن بخارا تھا، اس لئے ان کے اور ان کے والد کے نام کے ساتھ "بخاری" یا "بخارائی" استعمال کیا جاتا ہے۔

قاضی ابو المعالی نے اپنے ماموں خواجہ عزیزان عالم شیخ سے علوم و فنون کی تکمیل کی، اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان سے بہت کچھ فیضِ روحانی بھی حاصل کیا۔ خواجہ موصوف ہی سے ان کو سلسلہ خلافت بھی پہنچا ہے، اور بہت بڑے عابد و مرتاض بزرگ گذرے ہیں ہر نماز کے بعد ذکر اذکار ان کا محبوب ترین شغل تھا۔ یہ لوگوں کو مرید بھی کرتے تھے۔[3]

قاضی موصوف کو فقہ حنفیہ میں غیر معمولی دستگاہ حاصل تھی۔ یہ سفر اختیار کر کے سنہ ۹۶۹ ہجری میں آگرہ بھی آئے تھے، جب کہ ہندوستان میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ سریر آرائے سلطنت تھا۔ اس وقت ملا عبدالقادر بدایونی نے ان سے تبرکاً و تیمناً شرح وقایہ کے ابتدائی چند اسبا

---

[1] قاموس الاعلام جلد اول کالم ۱۰۶۰، ۶۱۔

[2] مقدمہ حسب المفتی۔

[3] منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۱۵۰۔

بھی پڑھے ہیں۔[1]

قاضی ابو المعالی نے فتاویٰ پر ایک کتاب "حسب المفتی" تالیف کی ہے، جس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔[2] سبب تالیف و وجہ تسمیۂ کتاب کے بارے میں مولف نے اپنے عربی مقدمہ میں لکھا ہے کہ خاقان ابن خاقان عبد اللہ بہادر خان کے دورِ حکومت میں جب وہ (مولف) اپنے استاذ و خال علامہ حضرت عزیزان قاضی کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کے روایات و فیصلہ جات کو ایک کتابی صورت میں جمع کرتے تھے، یہاں تک تیرہ جزکا ایک مجموعہ تیار ہو گیا۔ تب لوگوں نے ان سے استدعا کی کہ اس مجموعہ پر اور روایات کا اضافہ کر کے اس کو ایک مستقل تالیف کی شکل دیدیں، چنانچہ انہوں نے معتبر و مشہور کتابوں سے ضروری روایات اخذ کر کے اس مجموعہ کے حجم کو ساٹھ جزتک پہنچا کر اس کو ایک مستقل تالیف کی شکل دیدی، اور اس کو خاقان ابن خاقان میر بہادر خاں کے نام معنون کیا۔ اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ کتاب کی تکمیل کچھ تو مکہ معظمہ میں ہوئی اور کچھ مدینہ منورہ میں، اور جب کتاب مکہ معظمہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی تو مولف کو اس کی نسبت فکرِ تسمیہ دامنگیر ہوئی۔ ناگاہ ہاتف نے آواز دی کہ نامِ کتاب "حسب المفتی" رکھا جائے۔ اسی بناء پر مولف نے کتابِ زیر بحث کا نام "حسب المفتی" قرار دیا ہے۔

سنہ تالیف نسخہ موجودہ کتب خانہ آصفیہ کے مقدمہ میں ۵۷۵ھ ہجری اور کتب خانہ مذکور کی شروح کیٹلاگ میں ۵۰۷ھ ہجری تحریر کیا گیا ہے، یہ ہر دو سنہ غلط ہیں، کیونکہ مولف کا وجود دسویں صدی ہجری کے نصف آخر میں پایا جاتا ہے۔ ہماری رائے میں سنہ تالیف ۹۷۵ھ ہجری ہونا چاہئے۔

---

[1] ۔ منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۱۵۱ ۔

[2] ۔ بر نمبر (۵) فتاویٰ ۔

ممکن ہے کہ نسخۂ محولہ میں سہو کتابت سے سنہ غلط درج ہو گیا ہو۔ اس نسخے کے آخر میں سنۂ کتابت "۱۰۹۴ سنہ ہجری" اور مقامِ کتابت "مکہ معظمہ" درج ہے، لیکن نام کاتب تحریر نہیں ہے۔

کاش "جنگِ عزیزان" و "حسب المفتی" کی طباعت کا انتظام منجانب حکومت حیدر آباد ہو جائے تو اس سے نہ صرف خانوادۂ آصفی کے مورثین اعلیٰ کے یہ علمی و مذہبی جواہر پارے زمانے کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں گے بلکہ ملتِ اسلامیہ کی ایک بڑی خدمت انجام پا سکے گی۔

مولانا محمد حسین آزاد نے دربار اکبری میں ملّا عبد القادر بدایونی کے بیان کے تحت قاضی ابو المعالی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قاضی موصوف بھی فلسفہ و منطق کی بدولت بد عقیدہ ہو کر ملّا عصام وغیرہ کے ساتھ جلاوطن کئے گئے[1]۔ قاضی ابو المعالی کی نسبت مولانا آزاد کا یہ بیان صحیح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ قاضی موصوف زبردست فقیہ اور بڑے عابد و مرتاض ہونے کے علاوہ اس جلیل القدر بزرگ اور جیّد عالم کے شاگرد، خلیفہ، خواہر زادہ و داماد تھے، جو خود فلسفیوں اور منطقیوں کے اخراج کا اصلی محرّک تھا۔ اس صورت میں یہ باور نہیں ہوتا کہ ایسی عظیم المرتبت ہستی راہ سے بے راہ ہو گئی ہو گی۔ مولانا آزاد نے اپنے بیان کی تائید میں کوئی حوالہ بھی نہیں دیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا کہ یہ مضمون کہاں سے اخذ کیا گیا ہے۔ اندازِ بیان سے گمان ہوتا ہے کہ مولانا نے ملّا عبد القادر بدایونی کے بیانات کو اپنا ماخذ بنایا ہوگا، لیکن خود ملّا کا قاضی ابو المعالی کی نسبت وہ خیال نہیں، جس کا اظہار مولانا نے کیا ہے۔

خواجہ میر اسمٰعیل عالم شیخ خواجہ میر اسمٰعیل عالم شیخ، خواجہ عزیزان عالم شیخ کے فرزند ہیں، جو عظام و اکابر سمرقند میں شمار کئے جاتے تھے، چونکہ وافر علمی دولت و فضیلت اپنے والد سے ورثہ میں پائی تھی، اس لئے ایک عالم متبحر اور فاضل اجل ہوئے، اور بادشاہ وقت سے "اعلم العلما" کا خطاب

[1] دربار اکبری صفحہ ۴۲۵

حاصل کیا، اہل صلاح و تقویٰ اور صاحب تصانیف غرّا تھے۔ مولٰنا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تالیف "دکن کی سیاسی تاریخ" میں آپ کے تصانیف کے منجملہ تین تصنیفوں یعنی "عوارف رشح النصائح، اعلام التقی" کے نام ظاہر کئے ہیں [۱]۔ صاحب قاموس الاعلام نے مذکورہ تصانیف سے مختلف دو تصنیفوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک تصنیف "جنگ" ہے جس میں فقہ حنفیہ کے مسائل جہمہ مذکور ہونا بتلایا گیا ہے، اور دوسری تصنیف "مناقب چار یار" ہے اس میں خلفائے اربعہ کے فضائل بیان کیا جانا ظاہر کیا گیا ہے [۲]۔

باعتبار نام و موضوع "جنگ" اور "جنگ عزیزان" میں کوئی مغائرت نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قاموس الاعلام کو کتاب "جنگ" بجائے خواجہ عزیزان عالم شیخ کے خواجہ میر اسمٰعیل عالم شیخ سے منسوب کرنے میں تسامح ہوا ہے۔

خواجہ میر اسمٰعیل عالم شیخ کو اپنے عہد کے صوفیا و مشائخ اور علما و فضلا میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ آپ خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ سے سلسلۂ ارادت رکھتے تھے۔ کرامت و بزرگی کے باعث ایک عالم آپ کا معتقد تھا، اور آپ عوام و خواص کو اپنے فیوض روحانی سے مستفید فرماتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بانی محمد خاں [؟] شیبانی والئ بخارا (۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء تا ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء) جب بیمار ہوا تو صحت و سلامتی کے لئے آپ سے دعا کی خواہش کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ دریائے آمو کی تازہ ہوا مریض کے لئے بے حد مفید ہو گی۔ لوگوں نے بادشاہ کو پالکی میں بٹھایا، اس کے بعد پالکی کشتی میں رکھی، اور وہ کشتی کئی روز تک دریا میں چکر لگاتی رہی [۳]۔

خواجہ میر اسمٰعیل عالم شیخ نے اپنے بعد ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے یادگار چھوڑے

---

[۱] صفحہ ۲۔ [۲] قاموس الاعلام جلد اول کالم ۶۱۔

[۳] قاموس الاعلام جلد اول کالم ۶۱۔

صاحبزادی کا نام "فاطمہ بیگم" ہے جو سمرقند کے ایک خواجہ زادے سے بیاہی گئیں[۱]
بڑے صاحبزادے کا نام خواجہ بہاء الدین ہے اور چھوٹے صاحبزادے کا خواجہ عابد
خواجہ بہاء الدین سمرقند میں منصبِ قضاۃ پر فائز رہ چکے ہیں۔ یہ امیر عبدالعزیز خان
استراخانی والئ بخارا کے ہم عصر تھے۔ امیر موصوف کے خلاف اس کے بیٹے انوشہ خاں والئ
اورگنج نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ انجام کار بیٹا مغلوب ہوگیا اور اس کے ساتھ ان کو بھی اس
کی رفاقت کے اتہام میں قتل کر ڈالا گیا[۲] ان کے دونوں فرزند محمد امین خاں و محمد رعایت
خاں ہندوستان آکر سلطنت مغلیہ کی ملازمت میں داخل ہوئے، کارہائے حکومت
میں کافی حصہ لیا، اعلیٰ مناصب حاصل کئے، اور عمدہ خدمات انجام دیں۔ بہ لحاظ تعلق ہم
ہر دو کے کارناموں پر آئندہ صفحات میں تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔
خواجہ عابد کے حالات بابِ آئندہ میں ملاحظہ ہوں۔

---

[۱] ۔ شجرۂ آصفیہ ۔ [۲] ۔ مآثر الامراء جلد اول صفحہ ۳۴۷ ۔

باب سوم

خواجہ عابد المخاطب بہ قلیج خاں بہادر

نواب مغفرت مآب کے جدامجد خواجہ عابد خاندان میں پہلے شخص ہیں جو اپنے وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر ہندوستان آئے، یہاں پر مستقل سکونت اور سلطنت مغلیہ کی ملازمت اختیار کی، مہماتِ سلطنت میں نمایاں حصّہ لیا، اور اوجِ حشم پر پہنچے۔

ابتدائی حالات خواجہ عابد سمرقند کے موضع علی آباد میں تولد ہوئے، سنِ شعور کو پہنچنے پر اپنے والد ماجد اعلم العلماء خواجہ میر اسمٰعیل عالم شیخ سے علوم معقول و منقول کی تکمیل کی، اور سمرقند کے دیگر علما و فضلا سے بھی استفادہ کیا۔ والد کے انتقال کے بعد خواجہ عابد بخارا چلے گئے۔ اعلیٰ اوصاف اور عمدہ قابلیت کے سبب دربار بخارا میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی، اور آپ کو خدماتِ رفیعہ سے سرفراز کیا گیا، ابتداءً آپ کو منصبِ قضاۃ عطا ہوا، اور پھر خدمتِ شیخ الاسلامی عنایت کی گئی [1]

[1] ۔ مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۱ ۔

ہندوستان میں آمد، دربارِ مغلیہ میں باریابی اور پہلا سفرِ حج

خواجہ عابد ۱۰۶۵ھ ہجری (۲۹ سنہ جلوس شاہجہانی) میں حج بیت اللہ کی غرض سے ملک حجاز جاتے ہوئے براہِ کابل، ہندوستان وارد ہوئے، اور یہاں دربارِ مغلیہ میں باریابی کا شرف بھی حاصل کیا۔ ذاتی فضل و کمال اور خاندانی شرافت و نجابت کی وجہ دربارِ مغلیہ میں آپ کی بڑی آؤ بھگت کی گئی۔ شاہجہاں بادشاہ نے ازراہِ عنایت آپ کو خلعت فاخرہ اور چھ ہزار روپے نقد سرفراز کئے، اور ساتھ ہی ایک عمدہ شاہی خدمت بھی پیش کی، جس کو آپ نے بعد ادائے فریضۂ حج قبول کرنے کا وعدہ کیا، اور اپنے نیک ارادے کی تکمیل میں راہئ ملک حجاز ہوئے۔

سفرِ حج سے واپسی

خواجہ عابد کم و بیش دو سال میں حج بیت اللہ اور زیارتِ مقاماتِ مقدسہ سے فراغت حاصل کرکے ہندوستان واپس ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندوستان میں سلطنتِ مغلیہ کے آسمانِ سیاست پر خانہ جنگی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:۔

شاہجہاں بادشاہ آخر ۱۰۶۷ھ ہجری میں حبس بول کے عارضے میں گرفتار ہو کر کاروبارِ سلطنت انجام دینے سے بالکل معذور ہو گئے تھے۔ چونکہ سب سے بڑا اور چہیتا بیٹا داراشکوہ دارالخلافہ ہی میں موجود تھا، اس لئے اس نے موقع پا کر عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی اور سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنے بھائیوں شجاع، عالمگیر اور مراد کے سفیروں کو بلوا کر جو انکی طرف سے دربار میں متعین تھے، مچلکے لکھوا لئے کہ دربار کی کوئی خبر باہر نہ لکھ بھیجیں، اور ساتھ ہی بنگال، دکن اور گجرات کے رستے بند کرا دیئے کہ کوئی قاصد اور مسافر آنے جانے نہ پائیں۔ داراشکوہ کی اس طرح ناکہ بندی کا منشا یہ تھا کہ تینوں بھائیوں کو جو اِن صوبوں میں بحیثیت نائب حکمران تھے، باپ کی علالت اور دربار کی حالت سے بے خبر رکھا جائے تا کہ ان کی طرف سے

اس کے لئے ابھی سے کوئی خطرہ پیدا نہ ہو سکے، مگر یہ سارے واقعات ایسے نہ تھے کہ چھپائے چھپ سکتے۔ بہت جلد تمام صوبوں میں ان کی شہرت ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر علاقے میں فتنہ و فساد اور سرکشی و بغاوت کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے، حتیٰ کہ شجاع اور مراد نے بنگال اور گجرات میں اپنی اپنی بادشاہی کا اعلان کرکے اپنے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرا دیا، بلکہ شجاع نے تو اپنی فوجیں لیکر بڑے بھائی کے خلاف پایہ تخت کی طرف پیش قدمی بھی کر دی۔

اس وقت تک شہزادہ عالمگیر نے ایسی کوئی کارروائی اختیار نہیں کی تھی۔ اس زمانے میں وہ بادشاہی حکم کی تعمیل میں بیجاپور کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، مگر آگے چل کر داراشکوہ کی بدعنوانیوں اور بدسلوکیوں نے اس شہزادے کو بھی اس کا مخالف بنا دیا۔

داراشکوہ ابتدا ہی سے شہزادہ عالمگیر سے بغض و حسد رکھتا تھا۔ جب عنانِ حکومت اس کے ہاتھ آگئی تو اس نے عالمگیر کو ستانے، کمزور اور برباد کرنے کی ٹھان لی، اور اس کے خلاف شاہجہاں بادشاہ کے کان کچھ ایسے بھرے کہ وہ بھی اس سے منحرف اور اسکے درپئے آزار ہو گئے شاہجہاں بادشاہ کی حیثیت اب ایک کٹھ پتلی کی طرح رہ گئی تھی۔ داراشکوہ جو چاہتا، ان سے منوالیتا تھا، اور بادشاہ کچھ تو اپنی مجبوریوں کی وجہ اور کچھ ازدیادِ محبت کے سبب اس کی کوئی بات ٹالتے نہ تھے۔ ابھی شہزادہ عالمگیر بیجاپور کا محاصرہ کئے ہوئے فتح کے لئے جان توڑ کوشش کر رہا تھا، اور قریب تھا کہ اس کو فتح حاصل بھی ہو جاتی، مگر ایسے وقت میں داراشکوہ نے محض عالمگیر کو زک دینے کے لئے بادشاہ سے کہہ سن کر ان تمام اعلیٰ سرداروں اور شاہی لشکروں کو اچانک طور پر واپس طلب کروالیا، جو عالمگیر کی کمک کے لئے بھجوائے گئے تھے۔ داراشکوہ کی اس حرکت کی وجہ عالمگیر کو مجبوراً والئی بیجاپور سے ایک

کروڑ روپیہ پیش کش دے کر صلح کرنی پڑی، اور فتح بیجا پور کا معاملہ معرض التوا میں پڑ گیا۔
اس واقعہ کے بعد دارا شکوہ کے ایما پر عالمگیر کا سفیر عیسیٰ بیگ بلا وجہ قید اور اس کا مکان اور مال
و منال سب ضبط کر لیا گیا، جس کا مقصد صرف عالمگیر کو تنگ کرنا تھا۔ پھر دارا شکوہ نے باپ کے
جیتے جی تینوں بھائیوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے مکر کا جال بچھایا۔ شجاع اور مراد کے خلاف
تو ان کی سرکشیوں کی وجہ شاہی افواج بھجوانے کا دارا شکوہ کو ایک اچھا بہانہ ہاتھ آ گیا تھا، مگر
اس نے عالمگیر کے خلاف بھی شاہی افواج بھجوانے پر بادشاہ کو کسی نہ کسی طرح آمادہ کر ہی لیا۔
چنانچہ دارا شکوہ کا بڑا بیٹا سلیمان شکوہ، شجاع کے مقابلے پر مامور رہوا، اور جسونت سنگھ (راجہ
جودھپور) اور قاسم خاں متحدہ طور پر کثیر فوجوں اور شاہی توپ خانے کے ساتھ مالوے
کی طرف روانہ کر دئے گئے کہ اگر عالمگیر اور مراد اپنی اپنی جگہ سے حرکت کریں تو ان کا قلع
قمع کر دیں۔ اس وقت شہزادہ عالمگیر اورنگ آباد میں بیٹھا بگڑے ہوئے حالات پر غور
کر رہا تھا۔

شہزادہ عالمگیر کی ملازمت میں | ایسے نازک دور میں خواجہ عابد سفر حج سے ہندوستان لوٹے۔
یہاں آ کر آپ نے حالات حاضرہ کا بغور مطالعہ کیا، دربار مغلیہ کا بگڑا ہوا رنگ دیکھ کر آخر اپنی
کمال دانائی سے یہ طے کیا کہ شہزادہ عالمگیر کی ملازمت میں داخل ہو جائیں، چنانچہ
آپ دکن میں شہزادہ عالمگیر کے پاس چلے آ گئے، اور شہزادے نے آپ کو بخوشی اپنے
ملازمان خاص میں داخل کر لیا۔

دارا شکوہ کی بدسلوکیاں اب عالمگیر کے حق میں ناقابل برداشت ہو گئی تھیں۔ قطع
نظر اس کے ایک طرف دارہ شکوہ کی جہالت و نادانی نے ساری سلطنت میں طرح طرح
کی خرابیاں پیدا کر دی تھیں تو دوسری طرف اس کی حد سے بڑھی ہوئی مذہبی آزاد خیالی اور

رواداری نے مذہبِ اسلام میں رخنہ اندازی کے اندیشے پیدا کر دئے تھے۔ یہ دیکھ کر عالمگیر کو یقین ہو گیا کہ اگر اب دارا شکوہ کی خود سری کی روک تھام نہ کی جائے تو دین و دولت کو وہ دھکا لگے گا، جس کی تلافی ناممکنات سے نہیں تو محالات سے ضرور ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے دین و دولت کی حفاظت پر کمر ہمت باندھی، اور فیصلہ کیا کہ بگڑتے حالات کی اصلاح کے لئے خود بادشاہ کی خدمت میں رجوع ہو جائے۔ چنانچہ وہ بنظر احتیاط سامانِ حرب ساتھ لیکر آگرہ جانے کے خیال سے کیونکہ شاہجہاں بادشاہ اس وقت وہیں قیام فرما تھے غرّہ جمادی الاول ۱۰۶۸ھ ہجری کو اورنگ آباد سے روانہ ہوا اور ۲۵ ماہ مذکور کو برہان پور پہنچا۔ اس سفر میں خواجہ عابد بھی شہزادہ عالمگیر کے ہمرکاب تھے۔

عطائے منصب و خطاب خانی | صاحبِ مآثر الامرا کا بیان ہے کہ عالمگیر نے دکن سے ہندستان جاتے ہوئے خواجہ عابد کو خطاب خانی کے ساتھ منصب سہ ہزاری پانصد سوار مرحمت کیا تھا[۱]۔ غالباً یہ منصب بزمانۂ قیام برہان پور عطا ہوا ہے کیونکہ اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد خواجہ عابد کے منصب میں مزید ترقی ہو جاتی ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

خانہ جنگی | شہزادہ عالمگیر ایک مہینہ برہان پور میں گذارنے کے بعد آگرے کی طرف بڑھا۔ اثنائے راہ میں دیپالپور کے قریب شہزادہ مُراد بھی آکر اس سے مل گیا، کیونکہ یہ پہلے ہی طے ہو گیا تھا کہ شہزادہ مُراد، عالمگیر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں عفوِ تقصیر کیلئے حاضر ہوگا۔ یہ دونوں بھائی آگرہ جاتے ہوئے جب اجین کے قریب پہنچے تو ان کو اطلاع ملی کہ راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں بھی ان سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر آکر خیمہ زن اور آمادہ پیکار ہوئے۔ ہر چند شہزادہ عالمگیر نے ان کو سمجھایا "ہم بادشاہ سلامت کی عیادت کے لئے جاتے ہیں، ہمیں جنگ کرنا مقصود نہیں ہے اس لئے یا تو تم ہمارے

---

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۱۔

ہمرکاب ہو جاؤ یا رستہ چھوڑ دو تا جنگ وجدل کی نوبت نہ آئے" مگر انہوں نے عالمگیر کی بات نہ مانی۔ بالآخر ماہ رجب ۱۰۶۸ھ ہجری میں ایک سخت جنگ ہوئی، جس میں راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں بُری طرح شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

قدر افزائی بصلہ کار ہائے نمایاں۔ اس جنگ میں خواجہ عابد خاں نے پہلی مرتبہ اپنی شجاعت وبہادری کے جوہر دکھلائے اور یہ ثابت کر دیا کہ آپ صرف ایک بہترین اہل قلم ہی نہیں، ایک بہترین اہل سیف بھی تھے۔ آپ نے حریفوں کا بڑی جرأت سے مقابلہ کیا اور وہ شمشیر زنی کی کہ شہزادہ عالمگیر بہت خوش ہو گیا۔ اس فتح کی مسرت میں جہاں اور جان نثار سرداروں کو انعامات واکرامات سرفراز کئے گئے، وہاں خواجہ عابد خاں کے منصب میں بھی ہزاری دو صد سوار کا اضافہ کر دیا گیا، یعنی اب آپ کا منصب اصل واضافہ چہار ہزاری ہفت صد سوار ہو جاتا ہے[۵]

خواجہ عابد خاں اس معرکے میں بھی جو سموگڑھ کے میدان میں ماہ رمضان ۱۰۶۸ھ میں دارا شکوہ کے ساتھ پیش آیا تھا، عالمگیری فوج میں موجود تھے۔ اس موقع پر بھی آپ نے فریق مخالف کا بڑی دلیری سے مقابلہ کر کے اپنی شجاعت وجوانمردی کا کافی ثبوت دیا، اور اس کے صلے میں انعام واکرام سے سرفراز ہوئے۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ خواجہ عابد خاں نے تھوڑے ہی عرصے میں اپنے اعلیٰ اوصاف اور عمدہ خدمات کے باعث عالمگیر کے دل میں گھر کر لیا تھا۔

عالمگیر کی بادشاہت کا اعلان۔ سموگڑھ کے میدان میں بھی دارا شکوہ کو ناکامی کی صورت دیکھنی پڑی، اور وہ ہزیمت اٹھا کر دہلی کی طرف بھاگ نکلا۔ اس طرف سے فارغ ہو کر شہزادہ عالمگیر

۵۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۷۶۔ ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۱۔

چاہتا تھا کہ آگرہ جاکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو، مگر عین وقت پر اس کو بادشاہ کی ان
تمام خطرناک کارروائیوں اور تباہ کن سازشوں کا پتہ چل گیا جو ناعاقبت اندیش داراشکوہ
کی بے جا طرفداری و حمایت میں اس کے خلاف اختیار کی گئی تھیں۔ اس پر شہزادہ
عالمگیر نے حفاظت خود اختیاری اور دین و دولت کی فلاح و بہبود کی خاطر مجبوراً بادشاہ کو
نہایت عزت و احترام کے ساتھ آگرے کے قلعے میں نظر بند کردیا۔ پھر شہزادہ مُراد بھی اپنی
خودسری کے باعث قلعۂ گوالیار میں قید کرلیا گیا۔ اس کے بعد عالمگیر نے پایۂ تخت دہلی کے
قریب پہنچ کر غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۶۸ ہجری کو اپنی بادشاہت کا اعلان کرادیا۔ کم و بیش ایک
سال کے عرصے میں شجاع اور داراشکوہ بھی اپنے اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے۔

خدمت جلیلۂ "صدارتِ کُل" پر تقرر | شہنشاہ عالمگیر نے سنہ ۲ جلوس میں خواجہ عابد خاں کو آپ
کی عمدہ قابلیت اور اعلیٰ کارگذاری کا لحاظ کرکے شیخ میرک کی جگہ "صدارتِ کُل" کی خدمت پر
جو سلطنت کی اعلیٰ اور اہم ترین خدمات میں شمار کی جاتی تھی، فائز کیا۔[1]

ترقی منصب و سرفرازی انعام | سنہ ۷ جلوس عالمگیری (سنہ ۱۰۷۵ ہجری) میں آپ کو منصب
چہار ہزاری ہزار و پانصد سوار پر ترقی دی گئی اور ایک ہاتھی انعام میں مرحمت ہوا۔[2] مگر ظاہر
نہ ہوسکا کہ یہ ترقی اور انعام کس حُسن خدمت کے صلے میں عطا کیا گیا۔

صوبہ داریانِ اجمیر و مُلتان پر ماموری | چھ سال خدمت صدارتِ کُل انجام دینے کے بعد یعنی
سنہ ۱۰ جلوس عالمگیری (سنہ ۱۰۷۷ھ) میں آپ کو اس خدمت سے سبکدوش کیا جاکر صوبہ داری
اجمیر پر مقرر کیا گیا۔[3] بعد ازاں سنہ ۱۴ جلوس عالمگیری (سنہ ۱۰۸۱ھ) میں مبارز خاں کی جگہ

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۱۔
[2] عالمگیر نامہ صفحہ ۸۵۵، مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۱۔
[3] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۱۔

صوبہ داری ملتان پر آپ کا تبادلہ عمل میں آیا[۱]

دوسرا سفر حج ۱۸ سنہ جلوس عالمگیری (۱۰۸۶ھ) میں آپ ملتان سے دربار میں طلب کر لئے گئے اور اسی سال میر حاج قافلہ مقرر ہو کر شاہی نذر و نیاز کے ساتھ عزیمت فرمائے حرمین شریفین (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفا) ہوئے۔ رخصت کے وقت شہنشاہ عالمگیر نے آپ کو عطائے خلعت سے ممتاز کیا[۲]

عطیہ خطاب "قلیج خاں" ابھی آپ سفر حج سے واپس بھی نہیں ہوئے تھے کہ شہنشاہ عالمگیر نے آپ کو ازراہ مراحم خسروانہ عطائے خطاب "قلیج خاں" سے مفتخر کیا۔[۳] اور آپ کے صاحبزادے میر شہاب الدین کو خلعت اور ایک گھوڑا طلائی ساز و سامان کے ساتھ مرحمت کیا کہ بوقت واپسی آپ پاس بندر سورت پر بھیج دیں[۴] آپ حرمین شریفین سے واپس آکر شہنشاہ کی خدمت میں رجوع ہو گئے جب کہ وہ راجپوتانے کی مہم میں مصروف تھا۔

راجپوتانے کی شورش و شہزادہ محمد اکبر کی بغاوت راجہ جسونت سنگھ عین کابل کی مہم میں انتقال کر گیا تھا۔ یہ وہی راجہ ہے جس نے داراشکوہ کی حمایت میں اُجین کے قریب عالمگیر کا مقابلہ کر کے ہزیمت اُٹھائی تھی، جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ عالمگیر کی بادشاہت کا اعلان ہونے پر اس نے حاضر ہو کر اپنے قصور کی معافی مانگ لی تھی۔ اس کے بعد بھی اس نے شہنشاہ عالمگیر کے ساتھ دو تین مرتبہ غدّاری کی، مگر ہر مرتبہ معافی مانگ لینے پر شہنشاہ عالمگیر نے رحم کر کے اس کی خطا بخش دی، اور آخر میں اپنے بیٹے شہزادہ محمد معظم کے ساتھ کابل کی مہم پر مامور کیا تھا، جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت نک راجہ

---

[۱] - مآثر عالمگیری صفحہ ۱۱۰، ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۱ - [۲] - مآثر عالمگیری صفحہ ۱۴۳، مآثر امرا جلد سوم صفحہ ۱۲۱ - [۳] - مآثر عالمگیری صفحہ ۱۸۵، مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۲ [۴] - مآثر عالمگیری صفحہ ۱۹۶

جسونت سنگھ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ بریں ہم جب راجہ جسونت سنگھ کے ماتحت راجپوت سردار درگا داس راٹھور وغیرہ نے دو نوزائیدہ بچوں (اجیت سنگھ و دلتھمن) کو متوفی راجہ کے بیٹے قرار دے کر عطائے منصب و راج کا مطالبہ کیا تو شاہی حکم صادر ہوا کہ دونوں بچے دربار میں بھیجدئے جائیں، دستور کے موافق ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت شاہی نگرانی میں ہوگی۔ جب وہ سنِ تمیز کو پہنچ جائیں گے تو انہیں منصب و راج عطا کر دیا جائے گا۔ اس پر جودھپور کے راجپوتوں نے بغاوت کی اور حصول راج کے لئے ایک فتنۂ عظیم کھڑا کیا، اور ان کا ساتھ رانائے اودے پور نے بھی دیا۔ شہنشاہ عالمگیر اس فتنے کو دبانے کے لئے خود ایلغار کرتے ہوئے اجمیر پہنچ گیا۔ تب اس نے شہزادہ محمد اکبر کی سرکردگی میں اپنا ہمراہی لشکر باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، اور پھر شہزادہ محمد معظم کو دکن میں اور شہزادہ محمد اعظم کو بنگال میں اور صوبہ دار محمد امین خاں کو گجرات میں فرامین بھیجے کہ اپنے اپنے مقامات سے بڑھ کر باغیوں کے علاقوں کو گھیر لیں تا را نا وغیرہ بچ کر کہیں نکل نہ جائیں۔ جودھپور اور اودے پور کی متحدہ فوجوں نے کچھ دیر تو جم کر لشکر شاہی کا مقابلہ کیا، آخر تابِ مقاومت نہ لاکر بھاگ کھڑی ہوئیں، اور اپنے کوہستانی مامنوں میں جاکر پناہ لیں۔ باغیوں کے اس طرح پناہ گزیں ہوتے ہی ادھر مغلیہ فوجوں نے ان کے سارے زرخیز علاقے تباہ و تاراج کر دئے کہ ان تک رسد ہی نہ پہنچ سکے، اور وہ مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باغیوں کو اپنے مامنوں میں بھی چین نہ ملا۔ اب انہوں نے مکاری سے کام نکالنا چاہا، اور کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح مغل شہزادوں کو اپنے جرائم کا شفیع بنالیں یا اپنی مدد و رفاقت سے حصول بادشاہت کا سبز باغ دکھلا کر ان کو بھی اپنے باپ شہنشاہ کے خلاف بغاوت پر ابھاریں۔ شہزادہ محمد معظم کے دل پر تو ان کی استمالت کا کچھ اثر نہ ہوا، البتہ درگا داس راٹھور کی چرب زبانی

وحرّافی سے سادہ لوح شہزادہ محمدؐ اکبر ان کے دامِ مکر میں پھنس گیا، اور بادشاہی کے لالچ میں آ کر اس نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی، اور لشکر شاہی میں جو اس کے ہمراہ تھا، اپنی بادشاہت کا اعلان کرا دیا۔ پھر اس نے کئی ہزار راجپوتوں کو اپنے لشکر کے ساتھ لے کر باپ سے مقابلہ کرنے کے لئے اجمیر کی طرف لوٹا۔ لیکن ابھی کسی مقابلے کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ خواجہ عابد خاں المخاطب بہ قلیج خاں کے صاحبزادے میر شہاب الدین کی حکمتِ عملی سے شاہی لشکر کے بڑے بڑے سردار جو مصلحتِ وقت اور مجبوری سے باغی شہزادہ محمدؐ اکبر کا ساتھ دے رہے تھے، ایک ایک کر کے اس سے جدا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر راجپوت سرداروں کو بھی جو اس بغاوت کے اصلی بانی مبانی تھے، ہمّت نہ رہی کہ شہزادے کی رفاقت کا دم بھریں۔ اب شہزادہ محمدؐ اکبر بے یار و مددگار رہ گیا تھا، اس لئے اس نے مایوس ہو کر راہِ فرار اختیار کی۔

شہزادہ محمدؐ اکبر کے تعاقب پر ماموری | چونکہ قلیج خاں پہلے اجمیر کے صوبہ دار رہ چکے تھے، اور آپ وہاں کے حالات و واقعات سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے شہنشاہ عالمگیر نے دوسرے سرداروں کے علاوہ آپ کو بھی شہزادہ محمدؐ معظم کی معیت میں مفرور شہزادہ محمدؐ اکبر کے تعاقب میں بھیجدیا۔ اس مُہم کا اہتمام کرنے کے لئے پچاس ہزار اشرفیاں شہزادہ محمدؐ معظم کو مرحمت ہوئیں اور اسی قدر اشرفیاں اسکے ہمراہی سرداروں کو بھی عنایت کی گئیں [۱]۔

کچھ عرصے کے بعد قلیج خاں بعض وجوہ کی بنا پر شہزادہ محمدؐ معظم سے رخصت لئے بغیر واپس ہو گئے۔ آپ کا اس طرح واپس ہو جانا شہنشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوا، اس لئے اس نے باریابی کی اجازت نہیں دی، اور اہتمام خاں کوتوال کے نام حکم جاری کیا کہ

[۱]۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۰۳۔

آپ کو نظر بند رکھے، بعد ازاں یہ کام صلابت خاں کے تفویض کیا گیا[1] عالمگیری دور میں ایک سردار کے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا جانا کوئی عجیب بات نہ تھی کیونکہ عالمگیر ایسا پابندِ اصول شہنشاہ تھا، جو اپنے شہزادوں کو تک معمولی سی معمولی خطا پر سزا دئے بغیر نہ چھوڑتا تھا۔

دوبارہ خدمتِ صدارتِ کل پر تقرر | قلیچ خاں جیسے لایق اور قابل سردار کو شہنشاہ عالمگیر نے زیادہ مدت تک حالتِ تعطل میں رکھنا نہیں چاہا، اس لئے چند ہی مہینوں کے اندر نظر بندی سے آزاد کروا کر باریابی کی عزت بخشی، اور آپ کو خلعتِ فاخرہ عنایت کر کے رضوی خاں کی جگہ دوبارہ کرسئ صدارتِ کُل پر متمکن کیا[2]

شہزادہ محمد اکبر کے تعاقب پر تقرر انتخاب | دوسرے سال آپ شہزادہ محمد اعظم کے ہمراہ پھر مفرور باغی شہزادہ محمد اکبر کے تعاقب پر مامور کئے گئے جب کہ وہ دکن میں سنبھاجی کے ہاں پناہ گزین تھا۔ بوقت رخصت شہنشاہ نے آپ کو عطائے خلعت خاصہ و اسپ نقارہ سے عزّ افتخار بخشا[3] شہزادہ محمد اکبر کو دکن میں بھی چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا، اور آخر کار اس نے ایران بھاگ کر اپنا پیچھا چھڑایا۔

تفویض صوبہ داری ظفر آباد (بیدر) | سنہ ۲۹ جلوس عالمگیری (۱۰۹۶ھ) میں آپ کو صوبہ داری ظفر آباد (بیدر) مرحمت ہوئی، اور عطائے خلعت و زرہ و فیل سے سرفراز کیا گیا۔ اصالت خاں و نجابت خاں (پسران سید مظفر حیدرآبادی) وغیرہ نامی سردار آپ کی ماتحتی میں دئے گئے[4]

---

[1] - مآثر عالمگیری صفحہ ۲۰۵ - مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۲ ۔ [2] - مآثر عالمگیری صفحہ ۲۰۷ - مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۲ - [3] - مآثر عالمگیری صفحہ ۲۱۴ - مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۲ -
[4] - مآثر عالمگیری صفحہ ۲۶۳ -

مہم بیجاپور میں شرکت | جب شہنشاہ عالمگیر نے بہ نفس نفیس تسخیر بیجاپور کا ارادہ کیا تو قلیچ خاں بھی اس مہم میں شرکت کی غرض سے شولاپور کے مقام پر شہنشاہ کے ہمرکاب ہو گئے۔

اس مہم میں شہنشاہ نے آپ کو ترکش و کمان عنایت کر کے مورچال پر متعین کیا تھا[1]۔ بیجاپور مسخر ہونے کے بعد آپ کو مزید انعامات (خنجر و اسپ) سرفراز کئے گئے[2]۔

وفات بہ حین تسخیر گولکنڈہ | بیجاپور کی مہم سر کرنے کے بعد شہنشاہ عالمگیر نے ۳۰ سنہ جلوس (۱۰۹۷ھ) میں گولکنڈے کی تسخیر کا قصد کیا۔ اس مہم میں بھی قلیچ خاں شریک تھے۔ قلعۂ گولکنڈہ کا محاصرہ کیا گیا۔ یہ آپ کی جان نثاری کے امتحان کا وقت تھا۔ حکم شاہی کی تعمیل میں آپ اپنی جان پر کھیل کر محاصرے کو کامیاب بنانے کے لئے قلعے کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ اتفاقاً قلعے پر سے توپ کا ایک گولہ آکر آپ کے داہنے شانے پر لگا، جس کی کاری ضرب سے آپ کا داہنا ہاتھ شانے سے بالکل جدا ہو گیا۔ تب آپ شدتِ تکلیف کی حالت میں گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خیمہ گاہ کو واپس ہوئے۔ شہنشاہ کو جب یہ افسوسناک خبر ملی تو اس نے اپنی جانب سے جمدۃ الملک اسد خاں کو آپ کی مزاج پرسی کے لئے بھیجا۔ جس وقت جمدۃ الملک اسد خاں آپ کے خیمے میں داخل ہوئے تو جراح آپ کے زخمی شانے کے عمل جراحی میں مصروف تھے، اور آپ باوجود جانکاہ تکلیف کے سیدھے بیٹھ کر بائیں ہاتھ سے قہوہ پیتے جاتے اور حاضرین سے حسب معمول خندہ پیشانی کے ساتھ تکلم فرماتے جاتے تھے[3]۔ اس موقع پر آپ نے جس صبر و استقلال کا اظہار کیا ہے، اس کی مثال تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گی۔ ہر چند علاج معالجہ کیا گیا، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، آخر اسی صدمے سے تین روز کے

---

[1] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۷۸، مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۲۔

[2] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۸۰۔

[3] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۸۹، مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۲۳، مآثر نظامی۔

بعد ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۰ ہجری کو آپ نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کا مقبرہ نواح گولکنڈہ میں حمایت ساگر کے قریب اب تک موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کا داہنا ہاتھ جو توپ کے گولے سے اڑ گیا تھا، موضع قسمت پور میں دستیاب ہوا، اور اس کی شناخت آپ کی اس مُہر سے کی گئی، جو اس میں موجود تھی اور یہ جس مقام پر دستیاب ہوا تھا، اس کو وہیں دفن کر دیا گیا۔

اخلاق و عادات | قلیج خاں بڑے نیک طینت، خوش اخلاق، سخی اور فیاض امیر تھے آپ کی کثرتِ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ لوگ نسلاً بعد نسلٍ اس کے چرچے کیا کرتے تھے زہد و تقوی علوم و فنون اور فضل و کمال کی دولت آپ کو اپنے آباواجداد سے ورثہ میں ملی تھی، فن سپاہ گری، شجاعت و بہادری اور نظم و نسق سلطنت میں اپنی آپ نظیر تھے۔ آپ اپنے ماتحت سپاہیوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتے اور دل سے ان کی قدر کرتے تھے۔ آپ کی سپاہ نوازی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ ہمیشہ اپنے سپاہیوں کی کافی و طعام وغیرہ سے ضیافت فرمایا کرتے اور جب وہ رخصت ہونے لگتے تو انہیں عطر و پان پیش فرمایا کرتے تھے، اوران کے گھروں کو بھی ہر قسم کے کھانے بھجوایا کرتے تھے تاکہ ان کے اہل و عیال کو شکایت اور رنج نہ ہو کہ ان کے آدمی تو یہاں قسم قسم کے کھانے کھائیں، اور وہ محروم رہیں آج کل ایسی سپاہ نوازی کی مثال ملنی محال ہے، خود شہنشاہ عالمگیر آپ کی سپاہ نوازی کا قائل تھا، چنانچہ اس نے خاص طور پر اس کو شہزادہ محمد اعظم کے موسومہ ایک رقعے میں بطور نمونہ پیش کیا ہے[۱]

اولاد | بوقتِ انتقال قلیج خاں کے پانچ صاحبزادے تھے جن کے نام اور مختصر حالات

[۱] ۔ کلمات طیبات (دستور العمل آگاہی)

یہاں تحریر کئے جاتے ہیں :-

(۱) میر شہاب الدین خاں المخاطب بہ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ، یہ سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ ان کا مفصل حال آگے بیان کیا جائے گا۔

(۲) مجاہد خاں۔ یہ میر شہاب الدین خاں کے حقیقی بھائی ہیں، نام محمد عارف تھا، مناسب منصب پر فائز ہوئے، اور عمدہ خدمات انجام دیں، ۲۴ سنہ جلوس عالمگیری میں باغی شہزادہ محمد اکبر کی رفاقت ترک کر کے شہنشاہ کی خوشنودی حاصل کی اور عطائے خلعت و اضافہ منصب سے معزز ہوئے [1]

(۳) محامد خاں۔ یہ بھی میر شہاب الدین خاں کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے حالات سے تاریخ و سیر کی کتابیں معرا ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کاروبار سلطنت میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا ہے۔

(۴) حامد خاں۔ یہ میر شہاب الدین خاں کے علاتی بھائی ہیں، والد کی زندگی ہی میں دربار عالمگیری میں باریابی کا شرف حاصل اور منصب عطا ہوا۔ ۲۹ سنہ جلوس عالمگیری میں عطائے خطاب خانی و انعام فیل سے سرفراز ہو کر شہزادہ محمد اعظم کے پاس جبکہ وہ بیجاپور کے محاصرے میں مصروف تھا، خزانہ لیجانے پر مامور ہوئے شہنشاہ عالمگیر کے عہد میں منصب دو ہزاری و پانصدی ہزار و پانصد سوار تک ترقی کی، اس کے انتقال پر شہزادہ محمد اعظم کی رفاقت میں شہزادہ محمد معظم (شاہ عالم بہادر شاہ) سے لڑے نتیجے میں شہزادہ محمد اعظم قتل ہوا، اور یہ محمد معظم کی خدمت میں حاضر ہو گئے، ۳ سنہ جلوس بہادر شاہی میں صوبہ داری بیجاپور پر فائز کئے گئے تھے، مگر کچھ عرصے کے بعد اس خدمت سے

---

[1] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۱۹۹۔

معزول ہو کر دربار میں رجوع ہو گئے ۔ فرخ سیر کے دَورِ حکومت میں ترقی کر کے منصب پنجہزاری تک پہنچے، اور دربار میں نمایاں شخصیت حاصل کی ۔ محمدؐ شاہ بادشاہ کے ابتدائی زمانے میں جب نواب مغفرت مآب اور سادات بارہہ کے مابین معرکے چھڑے تو وزیر سیّد عبد اللہ خاں نے ان کی جاگیر محض نواب معز سے قرابت قریبہ رکھنے کی وجہ ضبط کرلی، اور یہ خانہ نشین ہو گئے ۔ جب وزیر سیّد عبد اللہ خاں کے بھائی امیرالامرا سیّد حسین علی خاں نے محمدؐ شاہ بادشاہ کو ساتھ لے کر نواب مغفرت مآب کے خلاف دکن کی طرف پیش قدمی کی، اور وہ رستے میں بعض سرداروں کی سازش سے قتل کر ڈالا گیا تو وزیر سیّد عبد اللہ خاں نے جو اس وقت شاہجہاں آباد (دھلی) میں تھا، ایک مغل شہزادے کو قید زنداں سے نکال تختِ سلطنت پر بٹھایا اور محمدؐ شاہ بادشاہ اور اس کے ہمراہی سرداروں سے اپنے بھائی کے خون کا انتقام لینے کے لئے شاہجہاں آباد سے نکلا ۔ اس وقت عبد اللہ خاں نے حامد خاں کو بھی ان کی جاگیر بحال کر کے اپنے ساتھ لے لیا ۔ اس موقع پر ان کے لئے منصب "ہفت ہزاری" اور خطاب "خان اعظم خاں" بھی تجویز ہوا، اور بعد میں صوبہ داری دکن بھی تفویض کرنے کا وعدہ کیا گیا ۔ حسن پور کی لڑائی میں سید عبد اللہ خاں زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا، اور اعتماد الدولہ محمدؐ امین خاں بہادر، جو حامد خاں کے چچازاد بھائی ہوتے تھے، ان کو اپنے ہاتھی پر بٹھا کر محمدؐ شاہ بادشاہ کی خدمت میں لے گئے، اور ملازمت کروادی ۔ جب معز الدولہ حیدر قلی خاں کے تغیر کی وجہ صوبہ داری احمد آباد (گجرات) نواب مغفرت مآب کی وزارت ہند و صوبہ داریٔ دکن کا ضمیمہ قرار پائی تو نواب ممدوح نے ان کو احمد آباد میں اپنی جگہ نائب مقرر کیا، اور خطاب "معز الدولہ صلابت جنگ" عنایت کر کے تجویز بارگاہ سلطانی میں پیش کر دی ۔ جب

صوبہ داریٔ احمد آباد مبارز الملک سر بلند خاں سے متعلق ہوئی تو خدمتِ نیابت پر شجاعت خاں کو متعین کیا گیا، مگر وہ اور اس کے دونوں بھائی ابراہیم قلی خاں و رستم علی خاں، حامد خاں سے جھگڑ بیٹھے، اور باری باری سے مقابلہ کر کے مارے گئے۔ بعد ازاں نواب مغفرت مآب نے حامد خاں کو دکن طلب کر کے صوبہ داریٔ ناندیڑ پر مامور کیا۔ کرناٹک کے سفر میں خانِ موصوف نواب معز کے ساتھ موجود تھے اور اسی سفر میں بمقام گلبرگہ ۱۱۴۰ھ میں انتقال کیا۔ روضہ خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ میں گنبد کے بیرونی حصے میں تدفین عمل میں آئی نواب مغفرت مآب خود ان کے جنازے کو کندھا دیتے ہوئے مدفن تک لے گئے۔ خانِ موصوف نہایت خوش خلق، غیور، سپاہی منش و صاحبِ ہمت تھے[1]۔

(۵) عبد الرحیم خاں۔ یہ بھی میر شہاب الدین خاں کے علاتی بھائی ہیں، عالمگیری عہد میں عطائے خطاب خانی و منصب سے سرفراز ہوئے، بہادر شاہی دور میں خطاب "چین قلیچ خاں" عنایت ہوا، اور خدمتِ فوجداری جونپور مرحمت کی گئی۔ ان معرکوں میں نواب مغفرت مآب کے ساتھ شریک تھے جو دکن میں سید دلاور علیخان اور سید عالم علی خاں کے ساتھ پیش آئے تھے، اعلیٰ خدمات کے صلے میں منصب پنجہزاری بقول بعض منصب ششش ہزاری پر ترقی پائی، اور خطاب "نصیر الدولہ صلابت جنگ" سے سرفراز ہوئے (۱۱۳۲ھ)۔ دوسرے سال مرحمت خاں کے تغیر کی وجہ خدمتِ صوبہ داریٔ برہان پور پر متعین کئے گئے، جنگِ شکر کھیڑہ میں، جو عماد الملک مبارز خاں سے پیش آئی تھی، عمدہ خدمات انجام دیں، اور اس کی قدر دانی میں منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار پایا، عضد الدولہ کی وفات پر اورنگ آباد کی نظامت پر فائز ہوئے، جب صوبجات دکن کی نیابت

---

[1] - تاریخ فتحیہ، مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۷۶۵ تا ۷۶۸۔

نظام الدولہ ناصر جنگ کے سپرد ہوئی تو یہ اپنی سابقہ خدمت پر لوٹ گئے (سنہ ۱۱۴۸ ہجری)
نادر شاہ کی واپسی کے بعد جب نواب مغفرت مآب نے نظام الدولہ ناصر جنگ کی بغاوت فرو کرنے کے لئے دہلی سے دکن کا قصد فرمایا، اور برہان پور کے قریب پہنچے تو عبدالرحیم خان نے اپنی فوج کے ساتھ آپ کا پُرجوش استقبال کیا، اور خطاب "مبارز جنگ" سے ممتاز ہوئے
نظام الدولہ ناصر جنگ کی بغاوت فرو کرنے کے بعد کرناٹک کے سفر پر جاتے ہوئے نواب مغفرت مآب نے عبدالرحیم خاں کو دوسری مرتبہ اورنگ آباد کی نظامت پر مامور کیا تھا، اسی سال وہ بتقضائے الٰہی فوت ہو گئے (سنہ ۱۱۵۶ھ)۔ خان موصوف خوش خلق، صاحب ہمّت و صاحب سلیقہ تھے، خط نستعلیق میں کمال بہم پہنچایا تھا، قطعات میں نام "فیاض رقم" استعمال کرتے تھے[1]

قلیچ خاں کی دو صاحبزادیاں بھی تھیں، ان میں سے ایک عضدالدولہ عوض خاں قسورہ جنگ سے بیاہی گئیں[2] اور دوسری رعایت خاں ظہیرالدولہ سے[3]

---

[1] ۔ تاریخ فتحیہ، مآثرالامرا جلد سوم صفحہ ۸۳۵ - ۸۳۶ ۔
[2] ۔ مآثرالامرا جلد دوم صفحہ ۸۳۲، شجرۂ آصفیہ ۔
[3] ۔ مآثرالامرا جلد دوم صفحہ ۳۳۲ ۔



شهاب الدین خان

الملقب به غازی الدین خان بهادر فیروز جنگ

باب چہارم

میر شہاب الدین خاں

المخاطب بہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ

ہندوستان میں ورود، دربار عالمگیری میں باریابی وحصول منصب	میر شہاب الدین سمرقند میں تولد ہوئے، وہیں زمانۂ طفلی گذارا اور عمدہ تعلیم و تربیت حاصل کی، سنِ تمیز کو پہنچنے پر سبحان قلی خاں

والیٔ بخارا کی ملازمت اختیار کرلی تھی، بالآخر اس کی ملازمت ترک کرکے سنہ ۱۲ جلوس عالمگیری (۱۰۸۰ھ) میں ہندوستان آکر دربارِ مغلیہ میں باریاب ہوئے، شہنشاہ عالمگیر کی خدمت میں ایک عمدہ سپر مینا کار نذر گذراننے کی عزت حاصل کی، اور بارگاہِ سلطانی سے سہ صدی ہفتاد سوار منصب کا اعزاز پایا[1]

بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوستان سے والدِ ماجد کا طلب نامہ ملنے پر میر شہاب الدین نے سبحان قلی خاں سے ہندوستان جانے کی اجازت چاہی تھی، مگر پہلے پہل اس نے اجازت نہ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خانِ موصوف میر شہاب الدین کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ تب ہی تو آپ کو اپنے پاس سے جدا کرنا نہیں چاہا۔ آخر ایک روز جب کہ سبحان قلی خاں کشتِ فالیز کی سیر کو گیا ہوا تھا، خواجہ یعقوب جوئباری اور رستم بے اتالیق نے

---

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۹۰، مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۷۲، مآثر نظامی۔

موقع پاکر میر شہاب الدین کے بارے میں عرض کرکے ہندوستان جانے کی اجازت دلوادی، خانِ مذکور نے میر شہاب الدین کو بُلوا کر آپ کے حق میں دُعا کی، اور کہا " تو بہ ہندوستان میروی مردِ عمدہ خواہی شد[1]"۔ اس پیشین گوئی کے مطابق واقعی میر شہاب الدین ہندوستان آکر ایک عظیم ترین شخصیت کے حامل ہوئے، اور یاوریٔ طالع سے اس اوجِ حشم پر پہنچے جہاں سلاطین بلخ و بخارا تک کی رسائی نہ ہوسکی۔

شادی | میر شہاب الدین عالمِ جوانی میں ہندوستان آئے۔ اس وقت آپ کی عمر مشکل سے کوئی (۲۰) سال ہوگی۔ عمدہ تعلیم اور اعلیٰ کیرکٹر کی وجہ ابتدا ہی سے خاص توجہاتِ شاہانہ مبذول ہونے لگیں۔ ملازمت میں داخل ہوکر زیادہ عرصہ بھی نہیں گذرا تھا کہ شہنشاہ عالمگیر نے آپ کا رشتۂ ازدواج نواب جملۃ الملک سعد اللہ خاں[2] (وزیر اعظم شاہجہانی) کی دختر نیک اختر صفیہ خانم سے قائم کروادیا۔

---

[1] مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۲، ۸، مآثر نظامی۔ [2] نواب سعد اللہ خاں قصبۂ چنیوٹ (واقع لاہور) کے شیخ زادوں سے تھے، سلسلۂ نسب بنی تیمیم (شعبۂ قریش) سے جا ملتا ہے، علوم و فنون اور فضائل و کمالات میں غیر معمولی امتیاز رکھتے تھے، جب شہنشاہ (شاہجہاں بادشاہ) کو اس کا علم ہوا تو اس نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، موسوی خاں صدر الصدور کی وساطت سے باریاب ہوئے۔ پہلی ہی مرتبہ شہنشاہ کے دل پر انکی عمدہ قابلیت و استعداد کا اس قدر اثر ہوا کہ اس نے خلعتِ فاخرہ سرفراز کرکے ان کو اپنے ملازمانِ خاص میں داخل کرلیا، پھر یہ رفتہ رفتہ ترقی کرکے منصبِ وزارتِ عظمیٰ پر پہنچ گئے، اور القاب علامی فہامی جملۃ الملک سے عز امتیاز حاصل کیا۔ ان کی وزارت سے واقعی ہندوستان کو رونق ہوئی، اپنی عمدہ صفات اور اعلیٰ خدمات سے شہنشاہ کا دل موہ لیا تھا، ۲۲ رجمادی الثانی ۱۰۶۶ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا، ان کی جدائی سے شاہجہاں بادشاہ کو دلی صدمہ پہنچا۔ نواب سعد اللہ خاں عجیب و غریب صفات کے حامل تھے، شہنشاہ عالمگیر نے بار ہا شہزادہ محمد اعظم شاہ کے موسومہ رقعوں میں ان کے فضائل کی طرف اشارہ کیا ہے، چند رقعوں کے اقتباسات یہ ہیں:۔

۱۔ اعلیحضرت (شاہجہاں بادشاہ) نے سعد اللہ خاں سے خواہش ظاہر کی "اسباب خوشنودی خدا و ذخیرۂ عاقبت بگویند" انہوں نے عرض کی، "عدالت بہشت است در ذات اقدس حضرت است"۔

۲۔ کسی شخص نے سعد اللہ خاں سے کہا "مردم متدین، وفاکار، دیانت دار، سلیقہ شعار (باقی اینده)

سرفرازی خطاب خانی و اضافۂ منصب تمام تواریخ میر شہاب الدین کی ملازمت کے ابتدائی دس سالہ واقعات سے یکسر خالی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عرصہ مدت میں آپ نے کوئی قابل لحاظ خدمات انجام نہیں دی تھیں، البتہ راجپوتانے کی شورش کے زمانے سے مہماتِ سلطنت میں نمایاں حصہ لینے کا پتہ چلتا ہے۔

۲۳ سنہ جلوس عالمگیری (۱۰۹۰ھ) میں حسن علی خاں عالمگیری رانائے اودے پور کی گوشمالی پر مقرر ہو کر اس کے تعاقب میں اودے پور کے شمالی کوہستانی علاقے میں گھس گئے تھے۔ وہاں سے جب ایک عرصے تک لشکرِ شاہی کی کوئی خبر نہیں ملی تو شہنشاہ کو سخت تردد ہوا۔ ایک روز آدھی رات کو شہنشاہ نے میر شہاب الدین کو دفعتاً طلب کیا، جو اس وقت چوکیخانۂ خاصہ میں موجود تھے، اور آپ کو کوہستان سے لشکرِ شاہی کی خبر لانے پر مامور کر کے اس طرف روانہ کر دیا۔ یہ آپ کی غیر معمولی مستعدی، جرأت و

بقیہ نوٹ صفحہ ۹۵ "در عرصۂ روزگار کمتر اند"۔ جواب دیا کہ "زمانہ از آدم خوب پُر جو ہر ہیچ گاہ خالی نمی باشد صاحبِ خرد باید تا در یابد و بانیان بسازد و گوش بر حرفِ غمازان نگذارد"۔

۳۔ ایک صبح کو سعد اللہ خاں حسبِ معمول وظائف و اوراد کے بعد دیر تک ہاتھ اٹھائے مصروفِ دعا تھے۔ ان سے پوچھا گیا "کدام حاجت باقیست"، کہا کہ "آدمِ خوب"۔

۴۔ ایک روز سعد اللہ خاں غسل خانہ (دولت خانہ) میں دیر کر کے پہنچے۔ اعلیحضرت نے دیری کا سبب دریافت کیا، عرض کی "بیاضی میخواندم، نقلِ چند فقرہ بر داشتم، افزایشِ مال از خیر و احسان، و پیرایشِ اقبال از مستغنی نمودنِ محتاجاں، سیر کردن گرسنہ موجبِ مزیدِ نعمت، تفقد و دلجوئی دادن گرسنہ و برہنہ باعثِ افزونیِ دولت، پروردنِ غربا آئینِ ریاست، ساختن با قوبا خاصۂ کیاست، طراوتِ گلستانِ سلطنت بسحابِ عدل، استقامتِ ایمان بہ تقربِ اہلِ فضل، ویرانیِ خانماں از قطعِ رحم، کاہشِ دل و جان بظلم، رونقِ ممالک بہ حسنِ تدبیر، قلعِ ظلمت بہمتِ عالمگیر، نیکنامی حاصلِ زندگانی، فیض رسانی واسطۂ ثباتِ کامرانی، آشنا پروری رسمِ نجبا، دلشکنی وظیفۂ جہلا، نواختنِ نیکان کارِ عقل، معزز داشتنِ سفیہاں از دیادِ جہل، ناقدردانیِ آدم کار و نتیجۂ ادبار، مہربانی با پست فطرتان حمق سرشار"۔ اعلیحضرت نے جب یہ فقرے ملاحظہ کئے تو خانِ موصوف کی پیشانی کو بوسہ دیا، پھر وہ کاغذ لیکر قلمدانِ خاص میں داخل کر لیا اور شام کو ان کے ہاں تین ہزار دینار بطورِ انعام بھیجے۔ (رقعات عالمگیری، مآثر الامرا جلد دوم)

(باقی آئندہ)

ہمت کا نتیجہ تھا کہ باوجود اجنبی و مخدوش ملک، دور دراز مسافت اور دشوار گذار رستہ ہونے کے آپنے
دو ہی روز کے اندر کوہستان میں لشکر شاہی کا پتہ لگا لیا، اور حسن علی خاں کی عرضداشت
لے کر شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس عمدہ کارگذاری کا شہنشاہ کے دل پر خاص
اثر مرتب ہوا، اور اس نے اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے حوصلہ افزا پیرایہ میں آپ کی
محنت و مستعدی کی اس طرح داد دی ؎

چوں لعل ہر کہ خونِ جگر خورد و صبر کرد
زیبِ کلاہِ افسرِ اقبال می شود

اور اس حسنِ خدمت کے صلے میں آپ کو عطائے خطاب خانی و اضافۂ دو صدی منصب
و انعام فیل و ترکش و کمان سے مفتخر کیا۔[1]

راٹھوروں کی تنبیہ پر ماموری سنہ ۲۴ جلوس عالمگیری (۱۰۹۱ھ) میں آپ حامد خاں کی معیت
میں راٹھوروں کی تنبیہہ پر مامور ہوئے۔ اس مہم میں پہلی مرتبہ آپکے سپاہیانہ جوہر کھلے۔ آپنے
حامد خاں کے ساتھ راٹھوروں کا ان کے پہاڑی علاقوں میں گھس کر اس ہمت و مستعدی سے
تعاقب و مقابلہ کیا کہ شہنشاہ عالمگیر بہت خوش ہوا، اور اسکے صلے میں آپ کو خلعت فاخرہ
اور ایک مادہ فیل مرحمت کیا۔[2]

شہزادہ محمد اکبر کی بغاوت کا ارتفاع، اور خدمت داروغگی گرز بردار کی سرفرازی کچھ عرصے کے بعد جب درگاداس راٹھور وغیرہ نے
شہزادہ محمد اکبر کو بغاوت پر ابھار کر اسکی رفاقت میں
شہنشاہ عالمگیر سے مقابلہ کرنے کے لئے اجمیر کا رخ کیا تو شہنشاہ نے ان کی نقل و حرکت کی روک
تھام کے لئے میر شہاب الدین خاں کو سروہی کی طرف بھیج دیا۔ اس موقع پر باغی شہزادے نے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹۱) مآثر نظامی، حدیقۃ العالم وغیرہ۔
[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷۔ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۷۳۔ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۹۵۔

ہر چند کوشش کی کہ آپ کو عطایائے انواع و اقسام کا لالچ دلا کر اپنی رفاقت پر آمادہ کرلے، مگر آپ کے وفا کیش دل پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا[1] بر خلاف اسکے آپ نے وہ چال چلی کہ شہزادے کے ہمراہی شاہی لشکر کے سرداروں اور اس کے راجپوت حمائیتوں میں خود بخود انتشار پیدا ہو گیا۔ شہزادہ محمد اکبر کے رفقا میں آپ کے چھوٹے بھائی مجاہد خاں بھی شریک تھے، مگر یہ شہزادے کے ہمراہی لشکر میں ہونے کی وجہ مجبوراً بتقاضائے وقت و مصلحت اس کا ساتھ دے رہے تھے اور منتظر تھے کہ کوئی موقع ملے تو یہاں سے چل دیں، اس پر بھائی کے بھیجے ہوئے خفیہ خطوط نے تو ان کو شہزادے کی رفاقت سے بالکل دل برداشتہ کر دیا۔ جب شہزادہ محمد اکبر میر شہاب الدین خاں کو اپنی رفاقت پر آمادہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو مجاہد خاں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شہزادے سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو بندہ خود جا کر اپنے بھائی کو استمالت کر کے لے آئے۔ شہزادے نے بخوشی اس امر کی اجازت دے دی۔ مجاہد خاں جس قدر نقد و جنس ساتھ لے جا سکتے تھے، لے گئے، اور باقی سامان وہیں چھوڑ کر بعجلت ممکنہ اپنے بھائی کے لشکر میں پہنچ گئے، اور پھر اُدھر کی راہ نہ لی[2] مجاہد خاں کی تقلید میں شاہی لشکر کے دوسرے سردار بھی ایک ایک کر کے شہزادہ محمد اکبر سے علیحدہ ہو کر میر شہاب الدین خاں کے پاس چلے آگئے۔ یہ دیکھ کر شہزادے کے راجپوت رفیقوں کو بھی ساتھ دینے کی ہمت نہ رہی۔ آخر کار شہزادہ محمد اکبر نے مایوس ہو کر راہِ فرار اختیار کر کے دکن میں سنبھاجی کے ہاں پناہ لی۔ اس طرح میر شہاب الدین خاں اور آپ کے بھائی مجاہد خاں کی دانشمندی و حسنِ تدبیر سے یہ فتنہ بغیر کشت و خون کے رفع دفع ہو گیا۔ اس کارِ نمایاں کے صلے میں شہنشاہ عالمگیر نے آپ کو خلعت فاخرہ سرفراز کر کے خدمتِ "داروغگی عرض مکرر" پر فائز کیا[3]۔ مجاہد خاں بھی مورد الطاف

---

[1] ماثر عالمگیری صفحہ ۱۹۹۔ [2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۶۷۔

[3] ماثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۰۳۔

وعنایات ہوئے۔

مرہٹوں سے معرکہ آرائی وعطائے خطابات "غازی الدین خان بہادر" و "فیروز جنگ"

راجپوتانے کی شورش کو دب کر زیادہ مدت بھی نہیں گذری تھی کہ سیواجی کے جانشین سنبھاجی نے برہان پور پر چھاپہ مارا نہایت سفاکی اور بے دردی سے شہر کو لوٹ لیا، اور اس میں آگ لگادی اس پر برہان پور کے علما و مشائخ نے شہنشاہ عالمگیر کے پاس محضر بھیجا کہ یہ شہر اب دارالحرب بن گیا، اور اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں ہے۔ اب تک شہنشاہ عالمگیر نے مرہٹوں کی شرارتوں پر چنداں توجہ نہیں کی تھی، مگر اس واقعہ نے اس کو اس قدر متاثر کیا کہ وہ خود تاخیر کئے بغیر مرہٹوں کی تنبیہ کے لئے برہان پور ہوتا ہوا اورنگ آباد پہنچ گیا (۲۵ سنہ جلوس)۔ اس وقت مرہٹوں کی تنبیہ اس لئے بھی ضروری سمجھی گئی کہ انہوں نے باغی و مفرور شہزادہ محمد اکبر کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی تھی، جس سے پھر نئے خدشات کے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اس غرض کے علاوہ شہنشاہ کے دکن آنے کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ یہاں کی اسلامی سلطنتوں بیجاپور و گولکنڈہ کی بے راہ روی کا سدِباب کیا جائے کیونکہ یہ سلطنتیں باجگذار ہونے کے باوجود حکومتِ مغلیہ کے خلاف مرہٹوں کو ابھارنے، اور ان کو ہر قسم کی مدد دینے سے باز نہیں آتی تھیں حالانکہ ان کو ایسا نہ کرنے کے متعلق بار بار تاکید بھی کی گئی تھی۔

دکن پہنچ کر شہنشاہ عالمگیر نے مرہٹوں کی تادیب کے لئے فوجیں روانہ کیں، ایک فوج شہزادہ محمد معظم کی کمان میں کوکن کی طرف بھیج دی، اور شہزادہ محمد اعظم کو دوسری فوج کی کمان سپرد کر کے خاندیس و بگلانہ کی طرف روانہ کر دیا، اور ایک فوج میر شہاب الدین خاں کی سرکردگی میں جنیر (واقع شمال کوکن) بھیجی گئی۔ اسی زمانے میں شہنشاہ نے مکرم خاں کی جگہ داروغگی گرزبرداراں پر آپ کا غائبانہ تقرر کر دیا، اور یہ خدمت آپ کی واپسی تک

سیّد اوغلان[1] بہ حیثیت نائب انجام دیتے رہے[2]

جب میر شہاب الدین خاں مُہم جنیرہ سے کامیاب لوٹے تو شہنشاہ نے آپ کو قلعۂ رام سیج کی تسخیر پر مامور کیا، جو ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا۔ آپ نے قلعے کا محاصرہ کیا، سرنگیں لگائیں، مورچالوں کو آگے بڑھایا، دمدمے بلند کئے، غرض کہ وہ تمام تدبیریں اختیار کیں، جو قلعے کی تسخیر کے لئے ضروری ہو سکتی تھیں، مگر قلعۂ رام سیج کے قلعہ دار کی کوششوں کے آگے جو مرہٹہ سرداروں میں سب سے زیادہ آزمودہ و تجربہ کار تھا، آپ کی کچھ پیش نہ گئی۔ اس قلعے میں آہنی توپ نہ تھی، چمڑا بہت تھا۔ قلعہ دار نے چالاکی یہ کی کہ لکڑی سے توپ بنا اور اس کو چمڑے سے منڈھ کر حریفوں پر آتشباری کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ یہ چوبی توپ دس آہنی توپوں کا کام دیتی تھی۔ جب قلعے کی تسخیر میں تاخیر ہونے لگی تو شہنشاہ نے بمقتضائے مصلحت میر شہاب الدین خاں کو اپنے پاس طلب کر کے آپ کی جگہ اس مُہم پر خان جہاں بہادر کوکلتاش کو متعین کر دیا[3]

مُہم رام سیج سے واپسی کے بعد میر شہاب الدین خاں شہزادہ محمد معظم کی امداد کے لئے کوکن کی طرف بھیج دیئے گئے۔ آپ رائے گڈھ کے قریب نظام پور تک پہنچے تھے کہ سنبھاجی سے

---

[1] ۔ اوغل ترکی میں بیٹے کو کہتے ہیں، اوغلان اس کی جمع ہے؛ بخارا میں اس نام کی ایک جماعت تھی جسکو سیادت و شرافت میں خاص امتیاز اور دربار بخارا میں بڑا تقرب حاصل تھا، سیّد اوغلان غالباً اسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ میر شہاب الدین خاں کے استاد زادے ہوتے ہیں، خان موصوف ہی کے توسط سے دربار عالمگیری میں باریاب ہو کر منصب پایا۔ خاص طور پر شہزادہ محمد کام بخش کی اتالیقی پر مقرر ہوئے رفتہ رفتہ دربار میں رسوخ و تقرب پیدا کر کے خطاب "سیادت خاں" حاصل کیا، اور اعلیٰ خدمات پر پہنچے سنہ ۱۱۰۱ھ میں مرض وبا میں مبتلا ہو کر وفات پائی، ان کے فرزند مناسب منصب اور خطاب پدری سے سرفراز ہوئے اور عمدہ خدمات انجام دیں (مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۴۹۴ تا ۴۹۶)۔

[2] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۲۳، مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۴۸۷۔

[3] ۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۸۲ ۔

مڈبھیڑ ہوگئی آپنے حریف کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور اس کو شکست دی۔ آپ کی اس کامیابی سے شہنشاہ بہت خوش ہوا اور اسکی قدر دانی میں آپ کو عطائے خطاب "غازی الدین خاں بہادر" سے عزّ اختصاص بخشا (سنہ ۲۷ جلوس م سنہ ۱۰۹۵ھ)[1] ۔ پھر شہنشاہ نے آپ کو مرہٹوں پر مزید فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے پونا کی طرف رخصت کر دیا۔ اس مہم پر روانگی سے قبل آپ کو ترکش و کمان دو من طلا، اور دس ہزار روپے مرحمت کئے گئے[2]۔

دوسرے سال (سنہ ۲۸ جلوس عالمگیری) غازی الدین خاں بہادر قلعہ راہیری جیسے مشہور اور اہم قلعے کی تسخیر پر تعین ہوئے، جو سنبھاجی کا مامن و مسکن تھا۔ قلعے کے سامنے مرہٹوں سے ایک سخت معرکہ پیش آیا، مگر غازی الدین خاں بہادر نے اپنے غازیانہ حملوں سے حریفوں کو پسپا کر دیا، اور وہ بھاگ کر قلعے میں جا چھپے قلعہ کا محاصرہ کرنا بے سود سمجھ کر آپنے اسکے بیرونی حصّے میں آگ لگا دی، اور راہیری کے سارے زرخیز علاقے کو پامال کر کے لوٹ گئے۔ اس معرکے میں غنیم کے کئی بڑے بڑے سردار تہ تیغ کئے گئے، اور کئی ایک گرفتار ہوئے اس کے علاوہ کثیر مال غنیمت غازی الدین خاں بہادر کے ہاتھ لگا۔ اس بہادرانہ کارنامے کے صلے میں شہنشاہ عالمگیر نے آپ کو سرفرازی خطاب "فیروز جنگ" سے معزز و عطائے نقارہ سے سر بلند کیا، اور اس موقع پر آپکے ماتحتین کو بھی حسب مراتب ڈیڑھ سو سے زیادہ خلاع مرحمت کئے[3]۔

فتح بیجاپور | مرہٹوں کو بادشاہی فوجوں کے مقابلے میں جم کر لڑنے کی کبھی ہمت نہ ہوئی سوائے اسکے کہ قزاقی طریق پر رسد وغیرہ لوٹیں، جو ان کا قدیمی شعار رہا ہے ان کے خلاف جدھر جو نامدی فوج گئی ادھر اس نے ان کو مار بھگایا، اور ان کے علاقے کے علاقے زیر و زبر کر دیئے۔ بڑی

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۲۴۰
[2] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۴۲ ۔
[3] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۵۲ ۔

حد تک مرہٹوں کی سرکوبی کرنے کے بعد شہنشاہ عالمگیر نے ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر بیجاپور اور گولکنڈے کی سلطنتوں کی تنبیہہ کا ارادہ کیا ۔

بیجاپور کے خلاف تادیبی کارروائی اختیار کرنے سے پیشتر شہنشاہ عالمگیر نے اس کے والی سکندر عادل شاہ کو بہت کچھ سمجھایا منایا کہ وہ اپنی مخالفانہ حرکات سے باز آجائے، مگر اس کو نہ ماننا تھا نہ مانا ۔ آخر شہنشاہ نے مجبور ہو کر اپنے بیٹے شہزادہ محمد اعظم شاہ کو بیجاپور کی تسخیر کے لئے روانہ کر دیا (۱۰۹۵ھ) ۔ والئی بیجاپور کی حمایت میں اطراف و جوانب سے فوجیں آئیں اور شرزہ خاں ایک وسیع لشکر کے ساتھ شہزادہ محمد اعظم شاہ کے مقابلے پر اترا، لیکن دریائے تنگبھدرا کے کنارے شکست کھائی ۔ تب شہزادے نے آگے بڑھ کر بیجاپور کا محاصرہ کیا، مگر بعض بیجاپوری سرداروں نے کمکی فوجوں کی مدد سے خود اسکو محصور کر لیا اور کوشش کی کہ اس تک رسد پہنچنے ہی نہ پائے ۔ محاصرے نے طول کھینچا اور شہزادے کو حریفوں کے سخت احتساب کی بدولت رسد ملنی بالکل بند ہو گئی، جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اس کے لشکر میں قحط پڑ گیا ۔ یہ وقت شہزادے کے لئے بہت ہی نازک تھا ۔ ایک طرف اس کے لشکر میں تمام آدمی اور جانور قحط سے تباہ حال ہو رہے تھے تو دوسری طرف وہ دشمنوں کے نرغے میں بُری طرح گھر گیا تھا ۔ موقع کی نزاکت کے لحاظ سے اب محاصرہ جاری رکھنا بالکل دوبھر ہو گیا تھا، بریں ہمہ شہزادے کے کمال استقلال میں فرق نہیں آیا، اور اس نے بدستور اپنی کارروائی جاری رکھی ۔ اس موقع کی نزاکت کا اندازہ صرف اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ لشکریوں کا پایۂ استقامت نہ ڈگمگانے کے لئے خود شہزادے کی محل خاص جانی بیگم اپنے ہاتھی پر سے تیر زنی کرتی، اور ان کو تسلی و دلاسا دیتی تھیں ۔ حقیقت حال سے واقف ہو کر شہنشاہ عالمگیر نے محاصرہ اُٹھا لینے کا حکم بھجوا دیا ۔ شہزادہ محمد اعظم شاہ نے

اس بارے میں جب اپنے سرداروں سے مشورہ کیا تو ان میں سے ہر ایک نے تعمیل حکم شاہی ہی پر زور دیا، مگر شہزادے نے اس کو اپنی بزدلی پر محمول کیا اور کہا:۔

"محمد اعظم با دو پسر و بیگم تا جان دارد ازیں مُہلکہ نخواہد برخاست، بعد ازیں حضرت تشریف می آرند، تجہیز نعش می فرمایند، رفقا را در بودن و رفتن اختیار است"۔

شہزادے کے اس عزم و استقلال کو دیکھ کر تمام سردار بھی بخوشی ہر خطرے کا مقابلہ کرتے ہوئے محاصرہ جاری رکھنے اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جب شہنشاہ عالمگیر کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو وافر رسد کے ساتھ شہزادے کی کمک کے لئے روانہ کر دیا۔ چلتے وقت شہنشاہ نے آپ کو عطایائے خلعت فاخرہ و ماہی مراتب سے سرفراز کیا، اور چند تجربہ کار سردار ساتھ کر دئے جن میں آپکے بھائی مجاہد خاں بھی تھے[1]

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ انیس بیس ہزار رسد سے لدے ہوئے بیل لیکر بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ پرگنہ اینڈی کے قریب پہنچے تو بیجاپوری سردار شرزہ خاں و عبدالرؤف خاں وغیرہ نے شہزادے کے محاصرے کے لئے چند ہزار سوار و پیادے چھوڑ بقیہ تمام فوجیں لے کر جو تعداد میں ڈھائی لاکھ کے قریب تھیں، راستہ روک لیا اور آپ سے معرکہ آرا ہوئے۔ اس وقت آپکے پاس حریفوں کے مقابلے میں دسواں حصہ فوج بھی نہ تھی، اس کے باوجود آپنے رستمانہ حملوں سے مخالفین کا منہ پھیر دیا، اور رسد لے کر خیر و خوبی کے ساتھ شہزادہ محمد اعظم شاہ کے لشکر میں پہنچ گئے۔ آپ کی آمد سے خستہ و تباہ حال لشکریوں کی جان میں جان آگئی اور شہزادے نے فرط مسرت سے آپ کو گلے لگا لیا،

[1] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۶۵؛ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۱۷۔

اور اس عمدہ کارنامے کے صلے میں بہت کچھ نہال کیا۔ شہنشاہ عالمگیر کو اس کارنامے کی اطلاع ملی تو اس نے خوش ہو کر آپ کے اعزاز و مناصب میں اضافہ کر دیا، اور آپ کے حق میں اس طرح دعائے خیر کی:۔

"چوں حق سبحانہٗ تعالیٰ از طرف فیروز جنگ شرم اولاد تیموریہ
نگہداشت آبروئے اُو و اولاد او تا روزِ قیامت نگہدار"[1]

(اسی دُعا کی برکت ہے کہ خدائے تعالیٰ نے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کی اولاد کو آج تک نہایت عزت و آبرو کے ساتھ رکھا ہے، انشاء اللہ المستعان آیندہ بھی رکھے گا)

رسد و کمک کے پہنچنے سے پیشتر اہل قلعہ شہزادہ محمد اعظم شاہ کے لشکر کی بدحالی و پریشانی دیکھ کر بہت دلیر ہو گئے تھے، اور چاہتے تھے کہ قلعے سے باہر نکل کر جنگ کریں، چنانچہ ان کی فوجیں قلعے سے باہر نکل بھی گئی تھیں۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے پہنچتے ہی شہزادے نے آپ کو ان فوجوں کے مقابلے پر متعین کر دیا۔ آپ فوراً اپنا لشکر لے کر قلعے کی طرف چل کھڑے ہوئے اور رسول پور میں جو قلعے سے تین کوس کے فاصلے پر واقع تھا، پہنچ کر قیام کیا۔ یہاں ایک رات کو اطلاع ملی کہ بھیم نائک زمیندار کی طرف سے بیجاپوریوں کی امداد کے لئے بہت سی رسد ایک مسلح فوج کی نگرانی میں پوشیدہ طور پر لیجائی جا رہی ہے، تو آپ نے دھاوا کر کے وہ ساری رسد چھین لی اور اس فوج کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا[2] آپ جن بیجاپوری فوجوں کے مقابلے پر متعین کئے گئے تھے، ان سے کوئی معرکہ پیش نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مغلیہ لشکر میں رسد و کمک کے پہنچنے کا حال سُن کر وہ فوجیں بغیر لڑے بھڑے پھر قلعہ بند ہو گئیں۔

---

[1] ۔ منتخب اللباب خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۱۹ ۔ [2] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۶۶ ۔

اگرچہ رسد و کمک کے پہنچنے سے محاصرین کی کارروائیوں میں بہت شدت پیدا ہوگئی تھی، مگر پھر بھی قلعہ مسخر نہ ہو سکا، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ مغل سرداروں میں پھوٹ پڑ گئی تھی، اوران میں جو بدخواہ تھے، محصورین سے خفیہ ساز باز رکھتے، اوران کی اعانت کرتے تھے۔ شہنشاہ کو علم ہوا تو وہ خود اس مہم کا اہتمام کرنے کے لئے آ پہنچا اور غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے مورچوں کے قریب اپنا کیمپ قائم کیا۔ اسی زمانے میں شہنشاہ نے آپ کو حالیہ کارناموں کے صلے میں تیس ہزار روپے نقد، دس راس گھوڑے قیمتی نو ہزار پانسو روپے، ایک ہاتھی مع ساز نقروی اور خلعت خاص مرحمت کیا۔ اس موقع پر آپ کے صاحبزادے (نواب مغفرت مآب) کو بھی ایک مرصع خنجر جس کا علاقہ مروارید کا تھا، عنایت ہوا[1]۔

شہنشاہ کی موجودگی سے محاصرین کے حوصلے بہت بڑھ گئے، اور اب انہوں نے قلعے کی تسخیر کے لئے زبردست تیاریاں شروع کیں۔ تھوڑے ہی عرصے میں غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ اور دوسرے سرداروں کی کوششوں سے محصورین پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا، اور قلعے کے اندر غلّے کی نایابی اور چارے کی کمیابی سے بے شمار آدمی اور گھوڑے تلف ہونے لگے، یہ حالت دیکھ کر محصورین بہت پریشان ہو گئے، اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب قلعہ کسی صورت سے بچ نہیں سکتا اس لئے مجبور ہو کر وہ صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ غرہ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ کو ان کی طرف سے شرزہ خاں و عبدالرؤف خاں وغیرہ پیام صلح لے کر غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے پاس آئے اور آپ ہی کی وساطت سے صلح نامہ مرتب و منظور ہوا، جس کی رُو سے سکندر عادل شاہ ریاست بیجاپور سے دست بردار

---

[1] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۷۷ ۔

ہو گیا، اور یہ ریاست سلطنت مغلیہ کا ایک صوبہ بن گئی۔ شہنشاہ عالمگیر نے مغلوب فرمانروا کے ساتھ شاہانہ عزت و احترام کا برتاؤ کیا، اور اس کے امرا کو بھی حسب مراتب خطابات، مناصب و جاگیرات سرفراز کئے۔

مہم بیجاپور میں غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ نے بڑی سرفروشانہ اور عمدہ خدمات انجام دیں۔ اس مہم کی کامیابی اصل میں آپ ہی کی محنت و سعی کا نتیجہ ہے، مگر شہنشاہ عالمگیر نے بھی اپنے اس جانباز سردار کی جانبازانہ خدمات کا اعتراف کرنے اور ان کا صلہ دینے میں کچھ بخالت سے کام نہیں لیا، بلکہ اس کامیابی کا سہرا اسی سردار کے سر باندھ کر اپنے انصاف کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ ملاحظہ ہو، جب شیخ ہدایت کیش واقعہ نگار کل نے داخل وقائع کرنے کے فتح بیجاپور کی مفصل سرگذشت بغرض توثیق ملاحظے میں گذرانی تو شہنشاہ نے اپنے قلم سے یہ فقرہ اضافہ کر دیا۔

"بدستیاری فرزند ارجمند بے ریو و رنگ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مفتوح گردید"[۱]

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ اپنے متواتر اعلیٰ کارناموں کی بدولت چند ہی سال میں شہنشاہ عالمگیر کے محبوب ترین امرا کے زمرے میں داخل ہو گئے، اور ان کی صف میں نمایاں جگہ پائی۔ فتح بیجاپور کا کارنامہ آپ کی طرف منسوب کرتے ہوئے شہنشاہ کا آپ کے سابقہ خطابات پر لقب "فرزند ارجمند" کا اضافہ کرنا آپ سے اس کی گہری محبت و شفقت کا اظہار کرتا ہے، اور اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی بے مثل اطاعت و خدمت گذاری سے شہنشاہ کے دل میں محبت و شفقت کا وہ اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا، جو صرف ایک سعادت مند

ؔ۱۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۲۲، مآثر نظامی۔

فرماں بردار و خدمت گذار بیٹا ہی اپنے باپ کے دل میں حاصل کر سکتا ہے۔

تسخیر گولکنڈہ | بیجاپور کی مہم ابھی جاری ہی تھی کہ مغلوں نے سلطنت قطب شاہیہ گولکنڈہ پر بھی چڑھائی کر دی۔ اس زمانے میں سلطان ابوالحسن تانا شاہ گولکنڈے پر حکمران تھا، مگر برائے نام۔ وہ امورِ سلطنت میں دلچسپی لینے کی بجائے اپنا سارا وقت عیش و عشرت میں صرف کرتا تھا، جس کا اثر تھا کہ اس کی رعایا بھی خدائی فیصلہ "النّاس علیٰ دین ملوکھم" کے تحت اسی رنگ میں رنگ گئی تھی، اور ملک میں فسق و فجور اور شراب خواری کا رواج عام ہو گیا تھا۔

سلطان ابوالحسن کے عہدِ حکومت میں دو برہمن بھائی مادنّا اور اکنّا نے غیر معمولی اقتدار حاصل کیا، اور اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر زمام سلطنت اپنے ہاتھ کر لی۔ پھر ان بھائیوں نے اپنے اقتدار سے جو جی چاہا کیا، کوئی پرسان حال نہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملکی انتظامات درہم برہم ہو گئے اور ملک میں امن و امان مفقود ہو گیا۔ بقول مورخ خافی خاں یہ دونوں بھائی نہایت متعصب تھے، اور کھُلم کھُلا مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کرتے تھے [1]

مغل حملہ آور مسلمان تھے، اور دینِ اسلام کے حامی، اس لئے گولکنڈے کی اسلامی سلطنت پر ہندوؤں کے تسلّط اور مسلمان رعایا پر ان کے ظلم و ستم اور ملک میں فسق و فجور کے عام رواج سے ان کا متاثر ہونا ضروری تھا، مگر صرف یہی چیز مغلوں کی مخاصمت و حملہ آوری کی جائز وجہ قرار نہیں دی جا سکتی، بلکہ ان کی تحریک میں اسباب ذیل کو بھی بڑا دخل تھا:۔

۱۔ سلطان ابوالحسن کا مغلوں کی حکومت کا خاتمہ کرنے کے لئے ان کے دشمن مرہٹوں سے ساز باز کرنا۔

---

[1] ۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۹۲۔

۲ - سیڑم و برائے گیر وغیرہ مغلیہ علاقوں پر قطب شاہی سرداروں کا غاصبانہ قبضہ کر لینا۔

۳ - مغلوں کو حکومتِ قطب شاہیہ سے مقررہ پیش کش کا وصول نہ ہونا۔

پہلی وجہ یقیناً دو وجوہ سے زیادہ اہم ہے۔ سلطنتِ گولکنڈہ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں مغلیہ حکومت کی باج گذار بن گئی تھی۔ اس کے باوجود سلطان ابوالحسن کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ مرہٹوں سے ساز باز کر کے مغلیہ حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے، چنانچہ اس غرض کے لئے وہ سیواجی کے زمانے سے مرہٹوں کو روپیہ اور فوج سے مدد دیتا رہا۔ حکومت مغلیہ کے وکلا ابوالحسن کو اس کی مخالفانہ حرکات پر برابر ٹوکے چلے جاتے تھے، مگر وہ اپنی مخالفت سے باز نہیں آتا تھا۔ جس زمانے میں شہنشاہ عالمگیر بیجاپور کی مہم میں مصروف تھا تو ابوالحسن نے والیٔ بیجاپور کی حمایت میں شہنشاہ کے خلاف سنبھاجی سے سازش کی، اور اپنے ایک سردار کو لکھا کہ پہلے سے بیجاپور میں کثیر فوجیں ہیں ہی، پھر ان کی مدد کے لئے ایک طرف سے سنبھا بے شمار لشکر لے کر بڑھتا ہے، اور دوسری طرف سے میں چالیس ہزار جرار سوار بھیجتا ہوں، دیکھیں اب حضرت کس کس کا مقابلہ کرتے ہیں[1]۔

اب تک شہنشاہ عالمگیر ابوالحسن کی حرکات سے چشم پوشی کرتا رہا تھا، مگر اب اس کی حالیہ سازش کا علم ہونے پر تو اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ ناچار شہنشاہ نے ولی عہد سلطنت شہزادہ محمد معظم شاہ کو ابوالحسن کی تادیب پر مقرر کر کے حیدر آباد روانہ کر دیا۔ ابوالحسن نے بھی اپنی طرف سے خلیل اللہ خاں، شیخ منہاج، رستم راؤ وغیرہ کو تیس چالیس ہزار سوار دیکر شہزادہ محمد معظم شاہ کے مقابلے کے لئے بھیجا۔

[1] - مآثر عالمگیری صفحہ ۲۶۰ - مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۶۲۹ -

ابوالحسن مذہباً شیعہ تھا، اور کہا جاتا ہے کہ شہزادہ محمد معظم شاہ بھی اسی فرقے کا طرفدار تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اس کو ابوالحسن کی ذلت و رسوائی منظور نہ تھی، اور اب وہ چاہتا تھا کہ ابوالحسن کو ایک باعزت سمجھوتہ کر لینے پر آمادہ کرلے، چنانچہ اس نے بساطِ جنگ بچھنے سے پیشتر قطب شاہی سپہ سالار خلیل اللہ خاں کے توسط سے ابوالحسن کو پیام دیا کہ مادنا و اکنا کو امورِ سلطنت سے بیدخل کر کے قید کر دیا جائے، سیڑم و رائے گیر وغیرہ علاقے جو غصب کر لئے گئے ہیں، مسترد ہوں، اور مقررہ پیش کش کی باقیات ادا کر دی جائیں تو عفو تقصیر کے لئے شہنشاہ کی خدمت میں معروضہ پیش کیا جاتا ہے، لیکن ابوالحسن نے اپنے سرداروں کے اغوا سے یہ شرطیں منظور نہیں کیں[1] اس پر بھی شہزادہ محمد معظم شاہ نے ابوالحسن سے جنگ کرنا پسند نہیں کیا، بلکہ اس کی حکومت اور عزت و آبرو بچانے کی خاطر پھر صلح کی گفتگو شروع کی۔ اس مرتبہ شہزادہ، ابوالحسن کے ساتھ یہاں تک رعایت کرنے پر تیار ہو گیا کہ اگر وہ شرائط پیش کردہ کے منجملہ صرف ایک شرط یعنی استرداد علاقہ جات مغصوبہ (سیڑم وغیرہ) کی ہی تکمیل کر دے تو اس کے لئے بارگاہ شاہی میں معافی کی سفارش عرض کر دی جائے گی، مگر اس موقع پر بھی ابوالحسن کو اس کے سرداروں نے بڑھنے نہ دیا اور شہزادے کے پاس یہ سخت جواب بھیج کر کہ "قلعہ سرحد سیڑم بر سر نوک شمشیر و سنان نیزہ ہائی ما وابستہ است" جنگ کرنے پر آمادگی ظاہر کی[2] جب مصالحت کی آخری کوشش پر بھی پانی پھیر دیا گیا تو شہزادہ محمد معظم شاہ نے بھی مجبوراً تلوار نیام سے نکال لی۔ پھر تو مغلوں اور دکنیوں کے مابین کچھ دنوں تک مقابلہ بڑے زور شور سے ہوتا رہا، انجام کار دکنیوں کے پیر اکھڑ گئے، اور وہ میدان کارزار چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ تب مغلیہ فوجیں فتح کے نقارے بجاتے ہوئے حیدرآباد میں داخل ہو گئیں۔

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۲۹۶۔ [2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۰۲۔

اس شکست سے ابوالحسن اس قدر بدحواس ہوا کہ وہ اپنے سرداروں سے مشورہ کئے بغیر جس قدر جلد ممکن ہو سکا، اموال و امتعہ اور بیگمات کو گولکنڈے میں منتقل کروا کر متحصن ہو گیا، اور پہلی شرائط ہی پر صلح و امن کی درخواست کی۔ شہزادہ محمد معظم نے انہی شرائط پر صلح کر کے شہر خالی کر دیا۔ مگر ڈیڑھ دو سال تک ابوالحسن نے شرائط صلح پوری نہیں کیں، البتہ اس دوران میں اس کے سرداروں اور خدمت گاروں نے تنگ آ کر وزیر مادنا کا کام تمام کر ڈالا۔

جب ترغیب و ترہیب سے کچھ کام نہ نکلا تو خود شہنشاہ عالمگیر نے تسخیر بیجاپور کے بعد حیدرآباد کا قصد کیا (سنہ ۳۰ جلوس م ۱۰۹۷ھ)۔

حیدرآباد آتے ہوئے شہنشاہ نے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو قلعہ ابراہیم گڈھ (اودگیر) کی تسخیر پر متعین کیا تھا۔ قلعۂ مذکور آپ کی حسن سعی سے مسخر ہوا، اور اس کا نام "فیروز گڈھ" سے بدل دیا گیا[1]۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اس کامیابی کی یادگار میں قلعے کا نام آپ کے خطاب "فیروز جنگ" کی مناسبت سے "فیروز گڈھ" رکھا گیا ہے۔ آپ مہم ابراہیم گڈھ سے فارغ ہوتے ہی بعجلت تمام شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے جب کہ وہ گولکنڈہ کے مضافات میں پہنچ چکا تھا۔

شہنشاہ عالمگیر کے حیدرآباد کی طرف رُخ کرنے سے سلطان ابوالحسن کو سخت تردد ہوا، اور اس نے نہایت منت و سماجت سے اپنے تقصیرات کی معافی چاہی، مگر اس کی یہ گھبراہٹ اور پریشانی بعد از وقت تھی۔ شہنشاہ نے ابوالحسن کی درخواست ٹھکرا دی، اور اس باب میں ایک فرمان صادر کرتے ہوئے اس میں اس کے جرائم پر اس طرح تبصرہ کیا:-

"اگرچہ افعال قبیح آں بدعاقبت از احاطۂ تحریر بیرون است امّا از صد یکے

---

[1] - مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۷۵ -

واز بسیار اند کہ بہ شمار می اید۔ اولاً اختیارِ ملک وسلطنت در کفِ اقتدارِ کافر فاجرظالم دادن و سادات ومشائخ وفضلا را منکوب ومغلوب و ساختن ودر رواجِ فسق وفجور بہ فراط علانیہ کوشیدن وخود از بادہ پرستی بہ ریاست و بدمستیٔ دولت در انواع کبائر شب روز متنغرق بودن بلکہ کفر از اسلام وظلم از عدل وفسق از عبادت فرق ننمودن و در اطاعتِ کفار حربی اصرار ورزیدن وخود را بدعدم اطاعت اوامر ونواہی الٰہی خصوص در مادہ منع معاونت دار الحربی کہ نص کلام مجید بہ تاکید واقع شدہ نزدِ خلق وخالق مطعون ساختن چنانچہ مکرّر دریں باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم آداب دان مزاج گرفتہ حضور صادر شد وپنبہ غفلت از گوش نکشید بلکہ دریں تازگی فرستادن لک ہون برائے سنبھائے یدکردار بعرض رسید۔ باایں ہمہ غرور مستی بادہ ناکامی نظر بر افعال وزشتی اعمال خود ننمودن و امید رستگاری در ہر دو جہاں داشتن، ع :۔

"زہے تصورِ باطل زہے خیالِ محال"[1]

اس جواب سے سلطان ابوالحسن نے مایوس ہوکر شہنشاہ عالمگیر کے مقابلے کا انتظام کیا اور چالیس پچاس ہزار فوج روانہ کردی، مگر قطب شاہی فوج کو ایک مرتبہ بھی لشکرِ مغلیہ کے رُو در رُو ہوکر لڑنے کی جرأت نہ ہوئی، اور شہنشاہ عالمگیر نے بلا کھٹکے آگے بڑھ کر قلعۂ گولکنڈہ کو محصور کرلینے کا حکم دے دیا۔ اس موقع پر افواج مغلیہ کی سپہ سالاری کی خدمت غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو آپ کی سابقہ فتوحات کے مدنظر بخشی گئی[2]۔

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۲۸؛ رقعاتِ عالمگیری [2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۳۰۔

اب مغلیہ افواج کی طرف مورچے تقسیم ہو گئے، اور قلعہ گیری کی دوسری تدبیریں اختیار کی جانے لگیں۔ اُدھر سے قطب شاہی فوجوں نے بھی قلعے سے نکل کر حریفوں سے مقابلہ کرنے کا اہتمام کیا۔ ایک زبردست لڑائی شروع ہوئی۔ آخر میں عالمگیری اقبال غالب آیا، اور قطب شاہی افواج شکست کھا کر فرار ہو گئیں۔ انہی ایام میں غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے والد ماجد قلیج خاں نے توپ کے گولے سے زخمی ہو کر انتقال کیا تھا۔

اب بھی شہزادہ محمد معظم شاہ، ابوالحسن کو تباہ و برباد ہوتے دیکھنا نہیں چاہتا تھا، اس لئے جب ابوالحسن نے عفو تقصیرات کے لئے اس کو اپنا شفیع بنانا چاہا تو اس نے فوراً حامی بھر لی، اور درپردہ اس سے ساز باز کرنے لگا۔ شہنشاہ عالمگیر کو اس کی خبر ملی، غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ نے بھی بعض خفیہ خطوط گرفتار کر کے ملاحظے میں پیش کئے جن سے اس خبر کی پوری پوری تصدیق ہو گئی، اور اس علت میں شہزادہ محمد معظم شاہ نظر بند کر لیا گیا[1]

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ اور آپ کے ساتھی سردار صف شکن خاں، غیرت خاں، و مہابت خاں وغیرہ قلعہ فتح کرنے کے لئے جان توڑ کوشش کر رہے تھے۔ ان سرداروں نے بڑی جان فشانی اور سرعت سے مورچوں کو قلعے کی خندق تک پہنچا دیا، اور خندق کو پاٹنے کے لئے ضروری انتظامات عمل میں لائے، بیان کیا جاتا ہے کہ خندق کو پاٹنے کے لئے سب سے پہلے خود شہنشاہ عالمگیر نے وضو کر کے ریت کا ایک بورا تیار کیا تھا۔ پھر ان لوگوں نے اونچے اونچے دمدمے بنائے اور ان پر بڑی بڑی توپیں نصب کیں۔ غرض کہ جو کام ایک سال میں انجام پاتا تھا، وہ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ اور آپ کے

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۲۹۴؛ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۳۲۔

ساتھیوں کی کوشش سے ایک ماہ چند روز میں انجام پا گیا۔ اس کے بعد توپ و تفنگ کی دھواں دھار لڑائی شروع ہوئی۔ اس پر زیادہ مدّت نہیں گذری تھی کہ بارش کی آمد و غیر معمولی کثرت نے محاصرین کے تیار کئے ہوئے دمدمے منہدم و بے کار کر کے ان کی ساری محنت و کوشش پر پانی پھیر دیا۔

اس وقت محاصرین کو بارش کی غیر معمولی کثرت کے علاوہ اور مصائب کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ دکن میں غلّہ نہایت گراں اور کم یاب ہو گیا تھا، کیونکہ پہلے تو یہاں سابقہ فوج کشی اور امساک باراں کے سبب زراعت ہی کم ہوئی تھی اور جو کچھ پیداوار ہوئی بھی تو اس کو دکنیوں نے تلف کر دیا تھا کہ حریفوں کے ہاتھ ہی نہ لگ سکے، اور پھر مرہٹوں نے دکنیوں سے مل کر باہر سے رسد کے پہنچنے میں بھی رکاوٹیں پیدا کر دی تھیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ خرابیٔ موسم کی وجہ مغلیہ لشکر میں وبا پھیل گئی تھی۔ بایں ہمہ مغلوں کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ البتہ محاصرے کی مدّت میں طوالت ہو گئی۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ مغل سرداروں میں نفاق پیدا ہو گیا تھا۔

محاصرہ طول کھینچتا جا رہا تھا، مگر مصائب و مشکلات میں گھرے ہوئے محاصرین نے ہمّت نہ ہاری، بلکہ محاصرے کی طوالت کے ساتھ ساتھ ان کا جذبۂ قلعہ گیری بھی ترقی کرتا گیا، اور وہ پہلے سے زیادہ مستعد ہو کر قلعہ گیری کی تدابیر اختیار کرنے لگے۔ اب محصورین میں اتنی سکت نہ تھی کہ قلعے سے باہر نکل کر مقابلے کی لڑائی لڑتے سوائے اس کے کہ قلعے پر سے حریفوں پر گولے اور بان برسائیں، البتہ جب کبھی موقع ملتا تو وہ قلعے سے نکل کر محاصرین کو اپنے اچانک حملوں سے ضرور پریشان کر جاتے تھے۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کوشاں تھے کہ اپنی فوج کو کسی نہ کسی طرح قلعے میں داخل کر کے یکدم سے دھاوا بول دیں، چنانچہ آپ نے

ایک اندھیری رات کو موقع پاکر قلعے کی فصیل کو کمندیں اور زینے لگوا دئے، اور ان کی مدد سے چند جان باز سپاہی فصیل کے اوپر چڑھنے لگے، حاجی محراب مقرّب خاص جو چھپ کر یہ واقعہ دیکھ رہا تھا، صبح صبح دوڑا ہوا آیا، اور شہنشاہ ابھی سجّادے پر ہی تھا کہ دُور سے آداب و تسلیمات بجا لایا اور عرض کی کہ شاہی فوج قلعے کے اوپر چڑھ گئی ہے۔ یہ خوشخبری سُن کر شہنشاہ بہت مسرور ہوا، اور حُکم دیا کہ فتح کے شادیانے بجائے جائیں، مگر جلد ہی معلوم ہو گیا کہ پانسہ الٹا پڑا ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ جب مغل سپاہی فصیل کے اوپر چڑھنے لگے تو اہل قلعہ کو کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع ہو گئی اور انہوں نے سپاہیوں کو مار دھکیل کر نیچے کی طرف گرا دیا۔

گولکنڈے کے محاصرے میں نعمت خان عالی بھی مغلیہ لشکر کے ساتھ شریک تھا۔ خان مذکور نے اس محاصرے کے واقعات پر ایک کتاب تصنیف کی ہے، جو عام طور پر "وقائع نعمت خان" کے نام سے مشہور ہے، مگر اس نے اپنی افتادِ طبع سے مجبور کر اس کتاب میں جابجا ہزل نویسی کا پیرایہ اختیار کیا ہے، جس کی وجہ یہ کتاب وقائع نگاری کے پایۂ اعتبار سے بہت گر گئی ہے۔

اب قلعہ گیری کے لئے سب سے زیادہ موثّر و کارگر تدبیر یہی ہو سکتی تھی کہ محاصرین فصیل کو سرنگوں کے ذریعہ اڑا کر قلعے میں داخل ہو جائیں، اور ان لوگوں نے ایک سے زائد مرتبہ اس امر کی کوشش بھی کی، لیکن موسلا دھار بارش، اور لگاتار مخالف گولہ باری نے ان کو ہر مرتبہ اپنی کوشش میں کامیاب ہونے سے باز رکھا۔ ان مواقع پر مغلوں کو قابل لحاظ صدمات بھی پہنچے۔ آخری کوشش میں تو ان کا سپہ سالار (غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ) خود تیروں سے گھائل ہو گیا تھا۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے زخمی ہو جانے پر شہنشاہ عالمگیر نے مغل افواج کی کمان شہزادہ محمد اعظم شاہ کے سپرد کر دی[1]۔

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۵۸

طرح طرح کے خطرات و مصائب کا سامنا کرنے کے باوجود مغلوں کا اپنی تسخیری کارروائی جاری رکھنا کوئی معمولی بات نہ تھی، یہ بڑی ہی پامردی و ثابت قدمی کا کام تھا، جو دکنیوں کے حوصلے پست کئے دیتا تھا۔ محاصرے کو زیادہ طول کھینچتے دیکھ کر اب قطب شاہی سرداروں میں تابِ مقاومت نہ رہی، اور وہ بددل ہوگئے۔ چنانچہ اکثر سردار مثل شیخ نہاج و شیخ نظام وغیرہ آ آکر مغلوں کی اطاعت قبول کرنے لگے، حتیٰ کہ ابوالحسن کے پاس مصطفیٰ خاں (عبدالرزاق) لاری و عبداللہ خاں پنی کے سوا اور کوئی نامی سردار باقی نہ رہا۔ عبداللہ خاں پنی قلعے کے اس دروازے پر صاحب اختیار تھا، جو کھڑکی کے نام سے مشہور تھا۔ اگرچہ خان مذکور ابوالحسن کے معتبر ملازمین میں خاص امتیاز رکھتا تھا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد نزاکت موقع سے اس کا پایۂ استقلال بھی ڈگمگا گیا، اور اب اس نے لڑائی سے یکسوئی حاصل کرنے کی خاطر یہی مناسب خیال کیا کہ محاصرین کو قلعہ گیری میں ممکنہ سہولت بہم پہنچا دی جائے، چنانچہ اسکے اشارے پر ایک رات کو روح اللہ خاں، مختار خاں، رمست خاں، صف شکن خاں، خواجہ مکارم (جان نثار خاں) ان رخنوں کے ذریعہ جو فصیل میں توپوں کے گولوں کی ضربات سے پیدا ہوگئے تھے، قلعے کے اندر ہوگئے، اور ان لوگوں نے کسی کشمکش کے بغیر اپنی فوجوں کے داخلے کے لئے قلعے کا دروازہ کھول دینے میں کامیابی حاصل کرلی۔ دروازہ کھلنا تھا کہ شہزادہ محمد اعظم شاہ فوراً فوجیں لیکر قلعے میں درآیا۔ اس کے باوجود مصطفیٰ خاں لاری نے ہتھیار ڈال دینے کی بجائے اپنے آقا کے لئے جان کی آخری بازی تک لگانے کی ٹھان لی، اور تلوار سونت کر اپنے مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ حریفوں پر ٹوٹ پڑا، یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہوکر مقابلے سے عاجز آگیا۔ اس کے بعد تو دکنیوں میں سے پھر کسی کو بھی مقابلے پر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس طرح (۸) ماہ (۱۰) یوم کے بعد قلعۂ گولکنڈہ

مسخر ہوا (۱۰۹۸ھ) ۔ سلطان ابوالحسن کو شاہانہ اعزاز و اکرام کے ساتھ دولت آباد کے قلعے میں نظر بند کر دیا گیا ۔ اس کے ضبط شدہ اموال و املاک میں چھ کروڑ اسی لاکھ سے زیادہ نقد، اور کروڑوں روپے کے جواہرات و طلائی ظروف وغیرہ پائے گئے، اور جو لوٹ مار میں ضائع ہوا، وہ علیحدہ تھا ۔

اعتراف خدمات و سرفرازی منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار

قلعۂ گولکنڈہ کے محاصرے کے دوران میں غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ سے جو غیر معمولی جان فشانیاں ظاہر ہوئیں، ان کے اعتراف و قدردانی میں شہنشاہ عالمگیر نے آپ کو خلعت فاخرہ، زرہ و جیلم خاصہ اور عصائے مرصّع عنایت کیا، اور قلعہ مذکور مفتوح ہونے کے بعد آپ کے منصب میں نمایاں ترقی کر دی، یعنی اب آپ کا منصب اصل مع اضافہ ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار قرار پایا ۔[1]

تسخیر قلعہ ادھونی

گولکنڈہ کی مہم کا انصرام ہونے کے بعد شہنشاہ عالمگیر نے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو پچیس ہزار سوار کے ساتھ قلعہ ادھونی فتح کرنے کے لئے بھیجا ۔ قلعۂ مذکور پہلے حکومت بیجاپور کی عملداری میں تھا، لیکن اس حکومت کا خاتمہ ہونے پر بھی یہ قلعہ ایک بیجاپوری سردار سیدی مسعود کے زیر تصرف رہ گیا تھا ۔

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ نے ادھونی پہنچ کر ہر چند کوشش کی کہ قلعہ دار سیدی مسعود بغیر خونریزی کے اطاعت قبول کر لے، مگر جب اس نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا تو پھر آپ نے اپنی تسخیری کارروائی آغاز کر دی، قلعے کا محاصرہ کیا، مورچے آگے بڑھائے اور سخت گولہ باری شروع کر دی، محصورین میں سے جو لوگ دلیری کر کے مقابلے کے لئے قلعے سے

[1] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۳۰۲ ۔

باہر نکلتے بھی تھے تو وہ یا تو مقابلے میں مارے جاتے یا حملہ آوروں کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتے تھے۔ برخلاف اسکے وہ حملہ آورین کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ تھوڑے ہی روز کے محاصرے میں اہل قلعہ بدحواس ہو گئے، اور جب سیدی مسعود کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا تو اس نے عاجز ہو کر اطاعت قبول کر لی، اور قلعہ شاہی ملازمین کے حوالے کر دیا۔ یہ خبر پاکر شہنشاہ عالمگیر بہت خوش ہوا اور اس نے فتح کے شادیانے بجوائے۔ بعد فتح قلعہ ادھونی کا نام "امتیاز گڈھ" سے بدل دیا گیا۔[1]

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ نے مغلوب قلعہ دار کے ساتھ بہت عمدہ برتاؤ کیا۔ سیدی مسعود مبروص ہونے کی وجہ دربار شاہی میں باریاب ہونے کے لائق نہ تھا۔ البتہ اس کے بیٹوں نے باریاب ہو کر شہنشاہ کی خدمت میں قلعے کی طلائی کنجیاں پیش کرنے کی عزت حاصل کی، اور موردِ الطاف و عنایات ہوئے۔ شہنشاہ نے از راہِ مراحم خسروانہ سیدی مسعود کو غائبانہ خطاب خانی، منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار اور فوجداری و جاگیرداری مراد آباد عطا کرتے ہوئے حکم صادر کیا کہ وہ مدت العمر غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے لشکر میں ہی رہ کر خدمات بجالائے۔[2] خان موصوف نے قلعے کا تمام ساز و سامان ضبط کر لیا، اور ادھونی اور اس کے اطراف و اکناف کا بندوبست کر کے لوٹے۔ (۳۲ سنہ جلوس م ۱۱۰۰ھ)۔ اس کامیابی کے صلے میں دیگر عنایات کے علاوہ آپکے منصب میں یکہزاری یکہزار سوار کا اضافہ کر دیا گیا۔[3]

محرومی از بصارت | غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مہم ادھونی سے فارغ ہو کر سیدھے

---

[1] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۳۱۶، مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۸۷۵۔
[2] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۳۱۶۔
[3] ۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۷۳۔

شہنشاہ عالمگیر کی خدمت میں پہنچے جب کہ وہ بیجاپور میں فروکش تھا۔ جس زمانے میں مغلیہ فوجیں بیجاپور اور گولکنڈے کی مہموں میں مصروف تھیں تو مرہٹوں نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر پھر غارت گری اور لوٹ مار شروع کر دی تھی، اور اب تک بھی ان کی ناشائستہ حرکات کی اطلاعیں برابر پہنچ رہی تھیں۔ اس پر شہنشاہ عالمگیر نے پھر ان کی سرکوبی کا بیڑا اُٹھایا اور انکے مختلف اہم مراکز پر فوج کشی کرنے کے لئے تین سپہ سردار متعین کر دیئے۔ وہ تین سپہ سردار شہزادہ محمد اعظم شاہ، غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ اور شیخ نظام المخاطب بہ مقرب خاں تھے۔ اس مرتبہ شہزادہ محمد اعظم شاہ کو بہادر گڈھ و گلشن آباد کی طرف، غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو راج گڈھ کی طرف، اور مقرب خاں کو پرنالہ (پنالہ) کی طرف مُہم لیجانے پر مامور کیا گیا۔[۱]

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ ابھی پورے طور پر مُہم کا اہتمام کرنے بھی نہ پائے تھے کہ بیجاپور میں طاعون کا مُہلک مرض نمودار ہوگیا، جس کا اثر کان، آنکھ اور زبان پر بھی ہوتا تھا۔ اس موذی مرض نے ہزاروں آدمیوں کی جانیں لے لیں، اور ہزاروں آدمیوں کو کان، آنکھ اور زبان سے ناکارہ کر کے ان کی زندگیوں کو تلخ بنا دیا۔ کسی شاعر نے تاریخ نکالی ہے:۔

قیامت بود یا شور و بابود

۱۱۰۱ ھ

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ بھی اسی مرض میں مبتلا ہو کر اپنی بصارت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ شہنشاہ عالمگیر نے آپ کے ساتھ بہت ہمدردی کی، اور بڑی توجہ سے آپ کا علاج کروایا۔ دورانِ علاج میں اطبا نے آپ کو انگور کے استعمال کی اجازت نہیں دی تھی شہنشاہ نے بھی

---

[۱] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۸۳۔

اپنے اس وفادار و خیر خواہ اور جان نثار سردار کی دلجوئی و ہمدردی کی خاطر اس کا استعمال ترک کر دیا، چنانچہ ایک رقعے میں اس کا اظہار یوں فرمایا گیا:۔

"خان فیروز جنگ یک رنگ من، میخواستم برائے عیادت آں دولت خواہ خود بیایم امّا بچہ رُو کدام نظر مشاہدہ نمایم؟ لہذا سیادت خاں را نیابۃً فرستادیم تا بچشم ما بیند و اظہار ما فی الضمیر کند۔ از میوہ ہائے نورس آنچہ اینجا بہم رسید، انگور است امّا اطبّائے یونانی برائے آں عمدہ مخلصاں مزاج داں مضری گویند لہذا بر خود ہم ناگوار کردیم، انشاءاللہ تقدس بعد صحتِ کامل و شفائے عاجل یکجا می خوریم ؎

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش ست
تو بدیں آرزو مرا برساں"[1]

[1] ۔ دستور العمل آگاہی۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب اپنی انگریزی تالیف "نظام الملک آصف جاہ اول" میں اس رقعے کا غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ سے موسوم ہونا ظاہر تو کرتے ہیں، مگر اس کا نفس مضمون بجائے خان موصوف کے ان کے والد قلیچ خاں سے منسوب کرتے ہیں (صفحہ ۹)۔ ڈاکٹر صاحب کا ماخذ رقعات عالمگیری (مطبوعہ نولکشور ۱۸۷۶ء) ہے۔ عالمگیری رقعات کے دوسرے مطبوعہ و غیر مطبوعہ نسخوں میں بھی رقعہ زیر بحث نظر آئے گا، اور بعض تاریخ و سیر کی کتابوں میں بھی اس کا حوالہ ملتا ہے، مگر کسی نسخہ یا کتاب سے اور سب سے بڑھ کر خود مضمون رقعہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہ رقعہ دراصل قلیچ خاں کی عیادت کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ رقعے میں عیادت کے لئے جس سردار کے نیابۃً بھیجے جانے کا ذکر کیا گیا ہے اس کے اظہار میں بھی ڈاکٹر صاحب کو تسامح ہوا ہے۔ تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ نسخوں میں سیادت خاں" کے نیابۃً بھیجے جانے کا ذکر موجود ہے، مگر آپ نے رقعے کے ترجمہ میں "جمدۃ الملک" کے بھیجے جانے کا اظہار کیا ہے (صفحہ ۱۰)۔ گولکنڈے کے محاصرے میں قلیچ خاں کے مجروح ہو جانے کی وجہ ان کی عیادت کے لئے جمدۃ الملک اسد خاں بھیجے گئے تھے۔ شاید ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس تخیل کی بنا پر کہ رقعہ مابہ البحث قلیچ خاں کی عیادت کیلئے تحریر کیا گیا تھا، ترجمہ رقعہ میں جمدۃ الملک کا ذکر کیا ہے، یا بہت ممکن ہے کہ سیادت خاں کو اسد خاں سمجھ کر ترجمے میں ان کا خطاب 'جمدۃ الملک' استعمال کیا ہو۔

مندرجۂ بالا رقعہ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے ساتھ شہنشاہ عالمگیر کی بے پایاں محبت و شفقت اور ہمدردی و عنایت کا اظہار کرتا ہے۔ اس سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ شہنشاہ عالمگیر اپنے وفادار و خیر خواہ ماتحتین کو کس درجہ عزیز رکھتا تھا۔

مرہٹوں کا حشر مقرب خاں قلعہ پرنالہ کی تسخیر کی غرض سے کولاپور تک جا پہنچا تھا کہ اس کو اطلاع ملی کہ سنبھاجی دنیا و مافیہا سے بے خبر سنگمنیر میں بیٹھا عیش و عشرت کے مزے اُڑا رہا ہے۔ اگرچہ یہ مقام کولاپور سے چالیس پینتالیس کوس کے فاصلے پر واقع تھا، اور درمیانی رستہ تمام تر پہاڑی اور نہایت دشوار گذار تھا، تاہم مقرب خاں دو تین سو جانباز سواروں کے ساتھ اس تیزی سے ایلغار کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا کہ سنبھاجی کو سنبھلنے کی مُہلت بھی نہ ملی اور وہ بہت بدحواس ہو گیا۔ اس پر بھی اس نے مقابلے کی کوشش کی مگر بے فائدہ۔ حریف کی فوج تعداد میں بالکل قلیل ہونے با وجود وہ شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ جب وہ دربارِ مغلیہ میں حاضر کیا گیا تو شہنشاہ عالمگیر نے اس کو قید کر دینے کا حُکم دیا، اس کے باوجود سنبھاجی اپنی شرارت سے باز نہ آسکا، اور ایسی گستاخیاں کیں کہ ان کی پاداش میں شہنشاہ کو مجبوراً اس کے قتل کا حکم صادر کرنا پڑا۔ شہنشاہ عالمگیر نے سنبھاجی کے خرد سال بیٹے ساہو کو اپنے امرائے دربار میں داخل کر لیا، اور اس کی عمدہ تعلیم و تربیت کے لئے لائق اتالیق مقرر کئے۔ شہنشاہ عالمگیر نے جس محبت و عنایت سے ساہو کی پرداخت کی، اسے وہ عُمر بھر نہ بھُلا سکا۔

سنبھاجی کے بعد اس کا بھائی رام راجہ اس کی گدّی کا وارث ہوا۔ اس نے اپنے سپہ سالار سنتا کی مدد سے اپنی فوجی قوت بہت بڑھائی اور اس کو مغلوں کے خلاف استعمال کیا۔ اس نے متعدد موقعوں پر مغلوں کو شکستیں بھی دیں، اور ان سے چند قلعے بھی چھین لئے۔ اس سے مرہٹوں کی جرأت اور بڑھ گئی، اور وہ پہلے سے زیادہ قتل و غارت اور لوٹ مار کا

بازار گرم کرنے لگے، مگر ان عارضی کیفیتوں کا مغلوں کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا، اور وہ بدستور مرہٹوں کے استیصال کی کوشش میں ان کا مقابلہ و تعاقب کرتے رہے، حتیٰ کہ انہوں نے کرناٹک کا مشہور قلعہ "جنجی" ان کے ہاتھوں سے نکال لیا۔ قلعۂ جنجی کا ہاتھ سے نکلنا تھا کہ رام راجہ بھاگ کر براڑ چل دیا اور سنتا نے ستارا کی طرف راہ فرار اختیار کی۔

شہنشاہ عالمگیر نے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو بینائی سے محروم ہو جانے کے باوجود سنتا کے تعاقب و تادیب پر مامور کیا۔ اس سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ شہنشاہ کے دل پر آپ کی شجاعت و بہادری اور فن حرب و لشکر کشی کا کس درجہ سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ غرض کہ آپ غنیم کے تعاقب میں چل کھڑے ہوئے مگر آپ کو زیادہ دوڑ دھوپ کرنی نہیں پڑی تھی کہ وہ اپنے ایک ہم قوم کے ہاتھ سے مارا گیا، اور اسکا قلم کیا ہوا سر اتفاقاً آپ کے لشکریوں کے ہاتھ لگ گیا اس کا واقعہ یوں ہے کہ دھنا جادو، جو رام راجہ کی فوج کا ایک بڑا سردار تھا، عرصے سے سنتا سے بغض و عناد رکھتا تھا۔ جنجی کا قلعہ مغلوں کے ہاتھوں مفتوح ہو جانے کے بعد جب سنتا ستارا کی طرف بھاگ نکلا تو دھنا جادو نے اس کو بدحال و بدحواس پا کر غنیمت جانا اور دوسرے مرہٹہ سرداروں کی شرکت سے اس کے استیصال کی سازش کی۔ سنتا بہت سخت دل اور بے رحم واقع ہوا تھا۔ وہ معمولی سی معمولی خطا پر اپنے ماتحتین کو ہاتھیوں سے روند دیا کرتا تھا، جس کی وجہ سے خود اس کی فوج کے اکثر سردار و سپاہی اس سے ناراض تھے، اور در پردہ دھنا جادو کی رفاقت کا دم بھرتے، اور اس سے سنتا کے استیصال کے بارے میں خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ جب دھنا جادو اور سنتا کے مابین مقابلہ ہوا تو سنتا کو بری طرح شکست اٹھانی پڑی۔ اس کی فوج کے بہت سے سردار اور سپاہی حریف سے مل گئے، اور جو چند خیر خواہ بچ رہے تھے، آخر وہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اب سنتا بے یار و

مددگار ہوکر ادِھر اُدھر مارا مارا پھر رہا تھا۔ ایک روز وہ تھکا ماندہ ایک نالے پر پہنچ کر نہا رہا تھا کہ اس کے ایک جانی دشمن ناکو بامیاں مرہٹہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر قتل کر ڈالا، پھر اس کا سر قلم کرکے توبرے میں ڈال اور اس کو اپنے گھوڑے کی زین کے پیچھے باندھ کر دھنا جادو کے پاس لے چلا۔ اثنائے راہ میں توبرہ زین سے کھل کر زمین پر گر پڑا، اور اس کو خبر تک نہ ہوئی۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے سوار وہیں قریب میں سنتا کے تعاقب میں پھر رہے تھے انہوں نے اتفاق سے اس توبرے کو دیکھ پایا، اور اس میں سنتا کے قلم کئے ہوئے سر کی شناخت کرکے اس کو خان موصوف کے پاس پہنچا دیا۔ پھر آپ نے سنتا کے سر کو خواجہ بابائے تورانی کے ہاتھ شہنشاہ عالمگیر کے ملاحظے میں بھیج دیا (۱۱۰۸ھ)، شہنشاہ بہت مسرور ہوا اور سر لانے والے کو ”خوش خبر خاں“ کا خطاب سرفراز کیا گیا[۱]

صوبہ داری برار پر تعیناتی و دیگر مہمات کی سرانجام دہی	سنتا کا استیصال ہو جانے کے بعد شہنشاہ عالمگیر نے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو صوبہ دار بنا کر برار بھیج دیا۔ آپ تقریباً دو سال تک

برار کا نظم و نسق سنبھالتے رہے۔ اسی زمانے میں آپ ہی کی کوشش سے اسلام گڈھ (دیو گڈھ) مسخر ہوا[۲] پھر آپ کو مرہٹوں کی روک تھام اور مغل سرداروں کی امداد کے لئے لشکرگاہ اسلام پوری میں بھیج دیا گیا۔ اس کے ایک سال بعد جب شہنشاہ عالمگیر تسخیر کھیلنا سے فارغ ہو کر بہادر گڈھ کو مراجعت کرتے ہوئے لشکرگاہ اسلام پوری کے قریب سے گذرنے لگا تو اس نے آپ کے لشکر کا معائنہ کیا، اور آپ کے لشکر کی آراستگی اور آن بان دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ آپ نے

۱۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۴۴۸، مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۷۶، مآثر نظامی۔

۲۔ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۷۶، مآثر نظامی۔

اس موقع پر شہنشاہ کی خدمت میں کئی تحائف پیش کئے تھے، جن میں سے شہنشاہ نے صرف ایک نیمچہ قبول کیا، اور اس کا نام "غازی بچہ" قرار دیا۔ آپ کے وسیع توپ خانے میں سے شہنشاہ نے کچھ توپ خانہ اپنے لشکر میں داخل کرلیا، اور حکم صادر کیا کہ کوئی سردار اپنے لشکر میں مقررہ توپ خانے سے زیادہ نہ رکھے۔ آپ کے لشکر میں سامان حرب کی فراوانی دیکھ کر شہنشاہ نے اپنے پوتے شہزادہ بیدار بخت کو بطور سرزنش لکھا:۔

"محلّہ کہ خانِ فیروز جنگ کہ ہفت ہزار بیست ازخانۂ خود نمودہ توپ و گجنال و شتر نال و گھوڑ نال و ہمہ چیز آنقدر کہ باید بل نباید سوائے آنچہ کہ از سرکار پادشاہی باو تعین است، داشت۔ چرا شما کہ مضاعف اُو می یابید زرہا ضائع می کنید و بے مصرف صرف می نمائید، مصرعہ:۔ آنچہ درکار بود ساختنش خود ساز نیست

ع:۔ اندکے ماند و خواجہ غرہ ہنوز۔

بیت:۔ ہیچ کس نیست کہ در فکرِ دلِ خود باشد: عمر مردم ہمہ در فکرِ شکم می گذرد"[۱]

مرہٹوں کی تنبیہہ | جب غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ لشکرگاہِ اسلام پوری میں متعین کئے گئے تو آپ کی جگہ رستم خاں کو برار میں نائب صوبہ دار مقرر کیا گیا تھا۔ اس زمانے میں نیماجی سندھیا نے بہت سر اٹھایا تھا، اس نے ایک بڑی فوج جمع کر کے برار اور مالوے کے علاقوں پر چھاپے مارنے شروع کر دئے یہاں تک کہ اس نے برار کے نائب صوبہ دار کو بھی شکست دیدی۔

تب شہنشاہ عالمگیر نے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو لشکرگاہِ اسلام پوری سے برار واپس بھیج دیا، اور نیماجی کی سرکوبی کی خدمت سپرد کی۔ آپ نے نیماجی کا تعاقب کیا، اور سرونج کے نواح میں اس کو گھیر کر شکست فاش دی۔ اور وہ بھاگ کر بندیل کھنڈ کے جنگلوں میں

۱۔ فرامین عالمگیری، دستورالعمل آگاہی، مآثر عالمگیری صفحہ ۴۶۹۔

جا چھپا۔

عطائے خطاب سپہ سالاری و ترقی منصب | اس کارنامے کے اعتراف میں شہنشاہ عالمگیر نے آپ کو عطائے خطاب "سپہ سالار" سے مفتخر کرتے ہوئے، آپ کے منصب میں دو ہزار سوار کا اضافہ کردیا، اور ایک کروڑ دام بطور انعام سرفراز کئے[1]

چونکہ راجہ چتر سال کے بیٹا پرمالوے میں مرہٹے شورش بپا کرنے کا باعث ہوئے تھے، اس لئے اب غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ نے غنیم کا تعاقب کرتے ہوئے اس کی بھی تنبیہ کا ارادہ کیا۔ دھامونی کے نواح میں پھر ایک مرتبہ نیماجی کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی، اس مرتبہ بھی اس کے لشکر کو بُری طرح پسپا ہونا پڑا۔ غنیم کی خاطر خواہ سرکوبی کرکے آپ اپنے مستقر کو واپس ہوئے[2]

معرکہ جاجو | شہنشاہ عالمگیر نے ۱۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ اس زمانے میں برار ہی کے صوبہ دار تھے، اور قیام فی الحال ایلچپور میں تھا۔

شہزادہ محمد اعظم شاہ نے اپنی بادشاہت کا اعلان کرکے اپنے بڑے بھائی شہزادہ محمد معظم شاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے احمد نگر سے پیش قدمی کی۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ اس خانہ جنگی میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتے تھے، اسی لئے شہزادہ محمد اعظم شاہ سے خلوص و ربط رکھنے کے باوجود غیر جانب داری کا مسلک اختیار کرلیا۔

جب ذوالفقار خاں اورنگ آباد کے علاقے میں شرف نیاز حاصل کیا تو شہزادہ محمد اعظم شاہ نے اس سے کہا کہ جو کچھ مناسب وقت ہو عرض کرے۔ خان مذکور نے دیگر تجاویز کے

---

[1] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۸۱ ۔

[2] ۔ SARKAR. vol. V. p. 386 .

منجملہ ایک تجویز یہ پیش کی کہ نہضت فرداپور کی پہاڑی سے نہ ہو بلکہ دیول گھاٹ سے فرمائی جائے تاکہ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو بھی ساتھ لے لیا جا سکے مگر شہزادہ محمد اعظم شاہ نے اس تجویز کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور کہا کہ ایک نابینا کے لئے اپنا سید ھا رستہ کیوں چھوڑ دیا جائے، اس سے کیا ہو سکتا ہے[1]

شہزادہ محمد اعظم شاہ کا غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کی نسبت ایسا کہنا اس کی انتہائی نخوت و غرور پر دلالت کرتا ہے حالانکہ جمیع سردار اسی نابینا شخص کے تدبر و سیاست، شجاعت و بہادری اور سرداری و سپہ سالاری کا لوہا مانتے تھے۔ پھر بھی شہزادہ محمد اعظم شاہ نے اس سردار سے بگاڑ لینا مناسب نہیں سمجھا، اور نربدا سے اُتر کر فہمایش کی کہ بُرہان پور میں آ کر قیام کریں[2]

ذوالفقار خاں کی تجویز کے ٹھکرانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے بڑے تورانی امرا نے جو غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو اپنا بزرگ و سردار مانتے تھے، شہزادہ محمد اعظم شاہ کا ساتھ نہ دیا، یہ ایک ایسی غلطی تھی جس کو اگر شہزادہ محمد اعظم شاہ کی ناکامی کا سبب قرار دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ الغرض جب جاجو کے مقام پر شہزادہ محمد معظم شاہ سے زبردست معرکہ پیش آیا تو شہزادہ محمد اعظم شاہ کو کامل شکست ہوئی، اور وہ اور اس کا بیٹا بیدار بخت دونوں قتل ہوئے

صوبہ داری گجرات پر تقرر | لڑائی میں جو سردار شہزادہ محمد اعظم شاہ کا ساتھ دئے تھے، وہ بہادر شاہ (محمد معظم شاہ) کے دربار میں طلب کئے گئے، اور ان کی خطائیں معاف ہوئیں۔ دربار میں غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کی بھی طلبی ہوئی۔ چونکہ گولکنڈے کے محاصرے کے زمانے میں آپ نے محمد معظم شاہ کے خفیہ خطوط گرفتار کر کے شہنشاہ عالمگیر کے ملاحظے میں پیش کئے تھے،

---

[1] - مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۷۸، مآثر نظامی۔
[2] - مآثر نظامی۔

جس کی وجہ سے وہ مغضوب و محبوس ہوا تھا، اس لئے اب آپ اس کے برسر اقتدار ہونے کی صورت میں حاضر دربار ہونے کے لئے خطرہ محسوس کر کے پس و پیش کرنے لگے۔ منعم خاں وزیر اعظم نے بہادر شاہ کی طرف سے اسکے لطف و عنایت کا ہر طرح اطمینان دلادیا، مگر آپنے بمقتضائے مصلحت حاضر دربار ہونے سے اپنی معذوری ظاہر کی۔ اس کے باوجود بہادر شاہ نے گذشتہ باتوں کا خیال نہ کر کے آپ کو صوبہ داری گجرات پر متعین کر دیا[۱]

راجپوتوں کے خلاف پیش قدمی

جب جودھپور کے راجہ اجیت سنگھ نے بہادر شاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور وہ اجمیر وغیرہ پر قبضہ کر کے فتنہ و فساد بپا کرنے لگا تو بہادر شاہ نے اس کی تنبیہہ کے لئے خود اجمیر کا رُخ کیا، اور غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو لکھا کہ آپ بھی عمدہ اور آراستہ توپ خانہ لے کر اجیت سنگھ کے خلاف اپنے مقام سے پیش قدمی کریں اور حکم دیا کہ اپنی فوج میں تین ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے بمشاہرہ ماہانہ ایک لاکھ پچیس ہزار روپے بحساب فی سوار پینتیس روپے و فی پیادہ چار روپے ماہوار اور بھرتی کرلیں حسب فرمان شاہی عبدالحمید خاں دیوان صوبہ نے (۸) ماہ (۲۴) یوم کی تنخواہ گیارہ لاکھ روپے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے حوالے کئے اور آپکے لشکر میں پانچ توپیں، پچاس گاڑیاں ڈیڑھ سو شتر نال، تین ہزار بان، ہزار من بارود، سو من مہتابیں اور ہزار من سیسہ توپ خانۂ سرکار سے پہنچادیا، اور دو سو بیل دار، سو تبر دار اور سو بہشتی (سقہ) بھی بھیج دیئے[۲]

مہم کی سب تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں، اور اب روانگی عمل میں آنے والی تھی کہ آپ اچانک طور پر مرض استسقا میں مبتلا ہو گئے۔ چند روز کے بعد صحت ہو گئی اس کی سرشتیں

۱ - ERADUT KHAN. P-53-54.
۲ - مرأت احمدی جلد اول صفحہ ۳۰۶ -

سادات و مشایخ اور اعیانِ شہر کی ضیافت کی گئی، خوشیاں منائی گئیں، تین رات سابرمتی ندی کے کنارے روشنی ہوئی اور آتش بازی چھوڑی گئی۔

اب غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مہم کے انصرام کے لئے گجرات سے مارواڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ پہلا قیام موضع اجمیر میں ہوا، وہاں کے زمینداروں سے پیش کش لے کر ایدر پہنچے، اور یہاں چندے قیام رہا۔ اس مقام پر بادشاہ کے بھیجے ہوئے وہ پچاس جاسوس بھی لشکر میں پہنچ گئے، جن کو بادشاہ نے آپ کی درخواست پر راجپوتوں کی خبریں مہیّا کرنے کے لئے خاص طور پر متعین کیا تھا۔

وفات | ایدر سے کوچ کر کے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ دانتہ میں فروکش ہوئے یہاں مرض استسقا نے پھر عود کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں نقاہت و کمزوری بہت بڑھ گئی، اور مرض نے تشویش ناک صورت اختیار کر لی۔ ناچار آپ نے گجرات کو معاودت کی اور چند روزہ علالت کے بعد بتاریخ ۲۷ رشوال المکرم ۱۱۲۲ھ روز چہار شنبہ بعمر (۶۲) سال انتقال فرمایا۔ آپ کی نعش دہلی لیجائی گئی، جہاں اجمیری دروازے کے متصل مزار شاہ وجیہہ الدین رح کے قریب آپ ہی کے بنوائے ہوئے مقبرے میں سپرد خاک کی گئی۔

جب بہادر شاہ کو غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے انتقال کی خبر ملی تو اس نے آپ کے تمامی اموال و کارخانجات کو شاہی نگرانی میں لے لینے کا حکم دے دیا[۱] شاید اس عمل سے ان سرکاری رقوم کی بازیافت کرا لینا مقصود تھا، جو آپ کو مہم راجپوتانہ کی سرانجام دہی کے لئے بیماری سے کچھ عرصہ قبل دی گئی تھیں۔

اخلاق | غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ اپنے اوصاف حمیدہ و اخلاق ستودہ کے

---

[۱] IRVINE. Vol. I. p. 270.

باعث اپنے ہم عصر امرا میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ آپ نہایت خوش خلق، باوقار، فتح نصیب اور صاحب نسق تھے، نابینائی کی حالت میں بھی صوبوں پر حکومت کی، فوجوں کی کمان کو ہاتھ میں لیا، غنیموں کو شکستیں دیں اور ان کا ملک فتح کیا۔ ایسی نظیریں تاریخ عالم میں ملنی محال ہیں۔ آپ تادم زیست خدمت پر فائز رہے، اور اپنے فرائض کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ تاج وتخت کے ساتھ آپ کی وفاداری و خیرخواہی مسلّم تھی شہنشاہ عالمگیر کے دل پر آپ کی وفاشعاری کا سکّہ ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک مرتبہ جب حاسدوں نے بے بنیاد الزام منسوب کرکے شہنشاہ کو آپ سے بدظن کرانے کی کوشش کی تو اس نے فوراً ہی جواب دیا:

"حاشاکہ بر خان فیروز جنگ از کجا تا بکجا باین حال رسید، گمان کفران نعمت کہ دو کفراست کردہ شود"[1]

اولاد | پہلی بیوی یعنی سعد اللہ خاں (وزیر اعظم شاہجہانی) کی دختر کے بطن سے نواب مغفرت مآب کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی تولد ہوئیں۔ ان میں سے ایک صاحبزادی احمدی بیگم عابد اللہ خاں (پسر زادہ عنایت اللہ خاں بن سعد اللہ خاں) سے اور دوسری صاحبزادی ہمشیرہ بیگم عماد الملک حامد اللہ خاں (پسر سومی مبارز خاں) سے بیاہی گئیں[2] پہلی بیوی کے انتقال کے بعد غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ نے مرحومہ کے بھائی حفظ اللہ خان عرف میاں خاں کی دو لڑکیوں سے یکے بعد دیگرے شادی کی، مگر ان سے کوئی اولاد زندہ نہیں رہی[3]

---

[1] فرامین عالمگیری، مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۷۹۔

[2] شجرہ آصفیہ۔ [3] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۸۷۹۔

باب پنجم

نواب نظام الملک آصف جاہ اوّل کے ابتدائی حالات

ولادت | نواب مغفرت مآب کی ولادت ۱۴ ربیع الآخر ۱۰۸۲ھ کو واقع ہوئی۔ مادۂ تاریخ ولادت "نیک بخت" ہے۔

عالمگیر جیسے فرض شناس اور پابندِ اصول شہنشاہ کے لئے لازم تھا کہ وہ جس شخص کو فرزند ارجمند کا لقب عطا کرے تو اس کی اولاد کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ ایک بزرگ خاندان اپنی اولاد و احفاد کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ شہنشاہ عالمگیر نواب مغفرت مآب کے ساتھ ٹھیک اسی طرح برتاؤ کیا کرتا تھا۔ اس کا سب سے پہلا عملی ثبوت یہ ہے کہ شہنشاہ نے مثل ایک بزرگ خاندان کے ولادت کے بعد آپ کا نام "میر قمر الدین" تجویز کیا۔

تعلیم و تربیت | بچپن میں آپ کی تعلیم و تربیت کا والد ماجد نے خاص اہتمام کیا تھا۔ چونکہ کھیل کود سے اصلا رغبت نہ تھی، اور قسام ازل نے آپ کو غیر معمولی عمدہ دل و دماغ عطا کیا تھا، اس لئے آپ نے بہت جلد تحصیلِ علم و تربیت میں ترقی کی، اور عالم شباب میں پہنچنے تک سارے علوم متداولہ پر کافی عبور حاصل کر لیا اور فنون سپاہ گری میں کامل مہارت پیدا کر لی۔ چونکہ بچپن ہی سے دربار عالمگیری میں آمد و رفت جاری تھی، اور شہنشاہ عالمگیر آپ کو بہت عزیز رکھتا تھا، اس لئے اس نے بھی آپ کی تعلیم و تربیت کے بارے میں خاصی دلچسپی لی۔



نواب نظام الملک آصف جاہ اول

بانی سلطنت آصفیہ دکن

اور اس کے فیضِ صحبت نے تو سونے پر سُہاگے کا کام کیا۔

اپنے زمانۂ طفلی کا ذکر کرتے ہوئے خود نواب مغفرت مآب فرماتے ہیں کہ بچپن میں مجھے اور بچوں کی طرح کھیل کود سے کچھ بھی دلچسپی نہ تھی۔ جب کبھی والد ماجد اہم امور کے بارے میں مجلسِ مشاورت منعقد کرتے تو میں مجلس میں بڑے شوق سے شرکت کیا کرتا اور مجلس کی ساری کارروائی کو بہت ہی دلچسپی اور انہماک سے دیکھا کرتا تھا۔ بعض اوقات آدھی آدھی رات گذر جاتی تھی، مگر میں پوری کارروائی سے واقفیت حاصل کرنے کے شوق میں نہیں سوتا تھا، جب والد ماجد سو رہنے کی تاکید فرماتے تو میں وہاں سے اُٹھ جاتا، اور کسی گوشے میں بیٹھ کر پوشیدہ طور پر مجلس کی پوری روداد کو بغور سُنا کرتا تھا۔[۱] اس بیان کا حوالہ دیتے ہوئے مولفین تاریخ دکن نے خوب لکھا ہے کہ جوہر قابلیت خداداد ہوتا ہے۔ اور بچپن ہی سے بچہ کی توجہ اور میلان اس کی فطری اور طبعی امور کی طرف ہوتی ہے اور وہ ہر فطری واقعہ سے اپنے میلان کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے۔ ایسے قابل آدمیوں کو چنداں اکتساب و مدرسہ کی ضرورت نہیں ہوتی، ساری دُنیا ان کے لئے اسکول ہو جاتا ہے، جہاں وہ براہِ راست فطرت سے سبق لیتے ہیں۔[۲]

مثل مشہور ہے ہونہار بِروا کے چکنے چکنے پات۔ جو بچے اپنی آیندہ زندگی میں اقبال مند اور صاحبِ نصیب ہوتے ہیں، اس کے آثار بچپن ہی سے ان سے ظاہر ہونے لگتے ہیں جنکو دیکھ کر اہل بصیرت ان کے آیندہ زندگی میں اقبال مند اور صاحبِ نصیب ہونے کا صحیح حکم لگاتے ہیں۔ نواب مغفرت مآب کے بارے میں بھی آپ کے اوضاع و اطوار کو دیکھ کر بچپن ہی میں آپ کی آیندہ عظمت و بزرگی اور امارت و ریاست کی پیش گوئیاں کی گئی تھیں،

[۱] ۔ مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالۂ دوم صفحہ ۴۲ ۔
[۲] ۔ تاریخ دکن مولفہ اختر یار جنگ و فصاحت جنگ صفحہ ۲۶۸ ۔

جو بالکل صحیح ثابت ہوئیں۔ بچپن میں آپ کو دیکھ کر شہنشاہ عالمگیر اکثر یہ فقرہ زبان پر لایا کرتا تھا "آثار رشد و سعادت بر جبین فرزند خان فیروز جنگ یافتہ می شود"۔ اور جمدۃ الملک اسد خاں بھی غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ سے کہا کرتے تھے کہ "اختر بخت مندی بر فرق میر قمرالدین می تابد" [1]

ابتدائی ترقی | زمانۂ طفلی ہی سے مراحم خسروانہ نواب مغفرت مآب کے شامل حال رہے۔ ابھی چھ ہی سال کا سن تھا کہ شہنشاہ عالمگیر نے آپ کو عطائے منصب چہار صدی پنجاہ سوار سے عز اختصاص بخشا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس عمر میں کسی اور سردار زادے کو دربار مغلیہ سے اس طرح منصب سرفراز نہیں ہوا[2] جوں جوں عمر بڑھتی گئی، ویسے ویسے آپ کے اعزاز و مناصب میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ چونکہ مہمات سلطنت سے آپ کو فطری لگاؤ تھا، اس لئے سن تمیز کو پہنچتے ہی آپ نے والد ماجد کے ساتھ ان میں عملی حصہ لینا شروع کیا۔ آپ نے ریعان شباب میں عمدہ خدمات انجام دیں، دربار عالمگیری سے متعدد بار خراج تحسین حاصل کیا، اور عطایائے انواع و اقسام سے سرفراز ہوئے۔ ۱۰۹۷ھ میں مرصع خنجر عنایت ہوا، اور منصب میں چہار صدی چہار صد سوار کا اضافہ کیا گیا اس کے ایک سال کے بعد منصب میں مزید نہ صدی نہ صد سوار کا اضافہ ہوا۔ پھر دوسرے سال جمدہر مرصع و خلعت خاص مرحمت ہوئے، اور پانصدی دو صد سوار کے اضافے سے منصب میں ترقی کر دی گئی، ۱۱۰۲ھ میں سرفرازی خطاب "چین قلیچ خاں بہادر" و عطائے فیل سے عز افتخار

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۴۲۔ مآثر نظامی میں یہ قول لفظی تغیر کے ساتھ درج ہیں مگر اس سے مطالب میں فرق پیدا نہیں ہوتا [2] مآثر نظامی۔ [3] "چین" اور "قلیچ" ترکی زبان کے الفاظ ہیں، جن کے لغوی معنی اس زبان کے لحاظ سے علی الترتیب "چھوٹے" اور "شمشیر" کے ہوتے ہیں۔ چونکہ عالمگیر نے دادا کو "قلیچ خاں" یعنی "شمشیر خاں" کا خطاب سرفراز کیا تھا، اسلئے پوتے کو "چین قلیچ خاں" یعنی چھوٹے شمشیر خاں کا عنایت کیا۔

بخشا گیا[1] مگر تمام کتابیں اس بارے میں ساکت ہیں کہ آپ اپنے کن حسن خدمات کے صلے میں اس طرح موردِ الطاف و عنایات ہوئے۔

۱۱۰۰ھ میں بعض خواجہ سرایان کی نازیبا حرکات کی وجہ نواب مغفرت مآب کے دِل میں والد ماجد کی طرف سے ملال پیدا ہو گیا تھا، اس لئے رُوٹھ کر دربار مغلیہ کا رستہ لیا۔ اگرچہ آپ کی آمد سے شہنشاہ کو خوشی ضرور ہوئی، مگر اس نے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے پاس خاطر سے آپ کو باریابی کی اجازت نہیں دی بالآخر ایک مہینے کے بعد جملۃ الملک اسد خاں مدار المہام کی سفارش پر باریابی کی اجازت ملی، اور حکم ہوا کہ والد سے ملاقات کر کے جلد دربار میں حاضر ہوں، اور اپنے دستخط خاص سے شہنشاہ نے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کے نام رقعہ تحریر کیا کہ:۔

"فدوی زادہ اخلاص پرور چین قلیچ خاں بہادر می گوید' وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ"[2]

جس کا منشا یہ تھا کہ صاحبزادے کا قصور معاف کر دیا جائے۔ حسب الحکم نواب مغفرت مآب والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور چند مہینے رہ کر دربار شاہی کو مراجعت کی۔ شہنشاہ نے آپ کو انعامات و اکرامات سے مالا مال کیا۔

مُہمات ناگوری و باکرکوٹہ وغیرہ | ۱۱۰۹ھ میں نواب مغفرت مآب مفسدان ناگوری (واقع نواح بیجاپور) کی تنبیہہ پر متعین ہوئے[3] یہ پہلی ذمہ دارانہ مہم تھی، جو آپ کے ہاتھ میں دی گئی۔ چونکہ شجاعت و بہادری آپ کو آبا و اجداد سے ورثہ میں ملی تھی اس لئے آپ بہت جلد

[1] ۔ مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۴۲، ۴۳۔
[2] ۔ کلمات طیبات (دستور العمل آگاہی)، مآثر نظامی۔
[3] ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۳۹۵۔

حریفوں پر غالب آگئے ۔ اسی سال نواح باگر کوٹہ میں غنیم کی سرکوبی پر مامور ہو کر عطائے کمر خنجر خاص سے مفتخر ہوئے ۔ غنیم کی سرکوبی کرکے جب آپ دربار کی طرف لوٹے تو شہنشاہ نے از راہ قدردانی و حوصلہ افزائی بخشی الملک مخلص خان کو حکم دیا کہ دروازۂ قلعہ اسلام پوری تک استقبال کرکے آپ کو حضور میں لے آئے ۔ دربار میں باریاب ہونے پر اس کامیابی کے صلے میں آپ کو منصب اصل و اضافہ سہ ہزار و پانصدی سہ ہزار سوار سرفراز کیا گیا[۱]۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کے منصب میں مزید پانصدی کی ترقی کی گئی یعنی اب آپ کا منصب اصل مع اضافہ چہار ہزاری سہ ہزار سوار قرار دیا گیا[۲]

۱۱۱۱ھ میں مغلوں نے مرہٹوں کے ایک زبردست مرکز "قلعہ پرلی" کا محاصرہ کیا ۔ اس مہم میں نواب مغفرت مآب بھی شریک ہوئے اور عمدہ خدمات انجام دیں[۳]

خدمات فوجداری کرناٹک وصوبہ داری بیجاپور وغیرہ پر تقرر | اسی سال آپ کے اور آپ کے والد ماجد کے مابین پھر شکر رنجی پیدا ہوگئی، جس سے شہنشاہ عالمگیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ۔

کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب آپ اپنے معمول کے موافق دربار عالمگیری میں حاضر ہونا چاہتے تو شہنشاہ نے اس کی اجازت نہ دی، آپ مایوس ہو کر لوٹ گئے، اور مکان پہنچ کر چاہتے تھے کہ اندر داخل ہوں، شاہی گرز بردار طلبی کا حکم لے کر آپہنچا ۔ باریاب ہونے پر شہنشاہ نے آپکو خدمات صوبہ داری و فوجداری کرناٹک و تالیکوٹہ سرفراز کیں ۔ مآثر نظامی میں ان واقعات کی تفصیل خود آپ ہی کے الفاظ میں اس طرح بیان کی گئی ہے :۔

"روزی از راہِ نوازش بحاضران مجلس مخصوص خلوت میفرمودند کہ کارہائے حق سبحانہ تعالیٰ

۱۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۰۵ ۔ ۲۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۲۴ ۔
۳۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۲۵ ۔

تقدس بیشمار و لاانتہا عجیب و غریب است اتفاقاً در سرکار نواب غفران پناہ علیہ الرحمۃ
والغفران یعنی حضرت غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کاشمیری بعلاقہ دیوانی محیط
سرکار بود، و در مزاج دخل تمام یافتہ، نعوذ باللہ از نیرم دم بد کہ مزاج حضرت را بی ہیچ از
طرف من بغمازیہای بیہودہ گردانیدند بحدیکہ غفران پناہ مزاج جہاں پناہ را ازیں
جانب سوء مزاج ساختند، روزی موافق معمول بدربار عالمگیر بادشاہ رفتم، باریابی نشد
بازگشتم بفکر مستغرق بودم، وقت مراجعت از دربار در اثنائے راہ دیدم کہ بردوکان
نانپزی سگان بسیار برای لقمہ ہجوم آوردہ آند و پارہ نان از نان سالم شکستہ نان پز بہ سگان
میدہد، و سگان قوی جثہ لقمہ را جست کردہ میگیرند و میخورند الا سگ مادہ حقیر و ناتوان
وضعیف از ہمہ دور استادہ از گرسنگی بی تاب و رمقی جان در چشمہا دارد، و لقمہ باو نمی
رسد و سگان قوی باو لقمہ رسیدن نمی دہند تا او بخورد و آسایش گزیند۔ بخاطر رسید کہ
امروز ایں سگ مادہ ہم در خویش است، اگر رحم بر حال او میکنی خداوند تقدس تعالیٰ
بر تو رحم خواہد کرد، پالکی سواری را استادہ کردم و دو روپیہ نقد را بدوکان دار دادم کہ
طعام شکم سیر بمادہ مذکور بخوراند، وقتیکہ او سیر شود بقیہ طعام را بسگان دیگر بدہد ہمچنیں
کرد و من دیدم کہ سگ مادہ طعام شکم سیر خوردہ بر زمین نشست و سہ مرتبہ بسوئی آسمان
دید، پنداشتنم کہ حالا در حق من دعا می کند و من خود زیر لب نرم نرم آمین آمین میگفتم
و بعد ازاں بخدمت گار گفتم دو روپیہ روزمرہ بنان پز برسانند تا ہمیں طور طعام بسگ مادہ
خورانیدہ آنچہ باقیماند بسگان دیگر بدہد، از آنجا روانہ شدم تا خانۂ خود رسیدم خواستم
از پالکی سواری فرود آیم کہ گرزبردار خاصہ در رسید و حکم طلب حضور رسانید۔ اسد خاں
متوجہ بود، موافق حکم در خلوت برد و خلعت صوبہ داری و فوجداری کرناٹک و تالیکوٹہ بادشاہ

مرحمت فرمودند و دل جوئی ما بسیار نمودند۔"

مآثر عالمگیری میں صرف خدمت فوجداری کرناٹک بیجاپور کی سرفرازی کا ذکر کیا گیا ہے، اس کے بعد تحریر ہے کہ آپ کے سابقہ منصب چہار ہزاری سہ ہزار سوار میں شش صد سوار کا اضافہ بھی کردیا گیا[1]

سنہ ۱۱۱۴ھ میں آپ کو صوبہ داری بیجاپور مرحمت ہوئی، اور عطایا عمدہ مثل سرپیچ مرصع اسپ و فیل سرفراز کئے گئے[2] اسی سال آپ کو خدمات فوجداری تل کوکن عادل خانی واعظم نگر عرف بل گاؤں (بلگام) اور تھانہ داری سانپ گاؤں[3] بھی سیف خاں کے تغیر کی وجہ عنایت ہوئیں، منصب میں ہزار سوار کا اضافہ کردیا گیا، اور کروڑ دام انعام میں عطا ہوئے ایک آدمی کے لئے اتنے علاقوں کا انتظام کرنا محال تھا اس لئے آپ نے سید نیاز خاں کو اپنا نائب مقرر کیا[4]

سنہ ۱۱۱۵ھ میں دربار سے آپ کی طلبی ہوئی، اور سیف خاں ولد فقیر اللہ خاں کو آپ کی جگہ نائب مقرر کیا گیا[5]

سنہ ۱۱۱۶ھ میں فوجداری کرناٹک رستم دل خاں کے تغیر کی وجہ ضمیمہ صوبہ داری بیجاپور قرار پائی۔ اس موقع پر آپ کے منصب میں مزید اضافہ کردیا گیا، اور پانچ لاکھ دام بطور انعام مرحمت ہوئے[6]۔ اسی سال حکومت ہائے نصرت آباد، سگرو مدگل بھی برہان اللہ خاں و کامل خاں کے تبادلہ کی وجہ آپ کے سپرد ہوئیں[7]

تسخیر قلعہ واکنکھیڑہ | قوم بیدڑ مغلوں کے خلاف مرہٹوں کو مدد دینے کے علاوہ ہمیشہ مغلیہ

---

[1] صفحہ ۴۴۴۔ [2]۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۷۱۔ مآثر نظامی۔ [3]۔ مآثر نظامی میں سات گاؤں تحریر ہے۔ [4]۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۷۴، مآثر نظامی۔ [5]۔ مآثر نظامی۔ [6]۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۹۴، مآثر نظامی۔ [7]۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۹۶، مآثر نظامی۔

امیر الامراء ذوالفقار خاں نصرت جنگ دکن کا صوبہ دار تھا، اور یہ اسے ہرگز منظور نہ تھا کہ اس کے کسی علاقے کے متعلقہ مقدمات ملکی و مالی میں کوئی دوسرا شخص دخیل اور صاحب اقتدار ہو۔ اس لئے اس نے یہ چال چلی کہ جس زمانے میں شاہ عالم بہادر شاہ دکن میں فروکش تھا، اس کے ملاحظے میں اپنی وساطت سے ساہو کی درخواست پیش کروادی، جس میں استدعا کی گئی تھی کہ "ہم دکن کے ویران و تباہ علاقوں کو ازسرنو آباد کریں گے، لہٰذا دکن کے چھ صوبوں میں حصول چوتھ و سردیس مکھی کا فرمان ہمارے نام صادر فرمایا جائے"۔ اس طرح درخواست پیش کروانے کا منشا یہ تھا کہ وزیر کی تکمیل خواہش میں رکاوٹ پیدا کی جائے، اور اس سے امیر الامراء کے پیش نظر یہ مفاد بھی تھا کہ اگر درخواست اس کی وساطت سے منظور ہوگئی تو اس سے وہ ساہو اور اس کے رفقا کی کامل حمایت و معاونت حاصل کریگا، جس سے وہ ملک دکن میں اپنا اقتدار مستحکم کرنے اور امن و امان قائم رکھنے کے قابل ہوسکے گا، مگر وزیر منعم خاں اس کی چالوں سے بے خبر نہ تھا، اس نے بھی اپنی طرف سے ساہو کے مقابلے میں تارا بائی کو لا کھڑا کیا، اور اس کی درخواست بادشاہ کی خدمت میں گذرانی کہ نور وپیہ (فی صد) سردیس مکھی کا فرمان بلا صراحت چوتھ اس کے بیٹے کے نام شرف صدور فرمایا جائے تاکہ وہ مفسدوں کو دفع کرکے ملک میں امن و امان برقرار رکھے۔ تارا بائی کی ایسی درخواست شہنشاہ عالمگیر کے زمانے میں بھی پیش ہوئی تھی، مگر اس نے بعض شروط کی بناء پر اس کو نامنظور کیا تھا۔ امیر الامراء ساہو کا طرف دار تھا اور وزیر تارا بائی کا۔ اس طرفداری کا لازمی نتیجہ تھا کہ دونوں سرداروں میں سخت اختلافات پیدا ہوگئے۔ شاہ عالم بہادر شاہ نے وسعتِ خلق کے سبب اپنا یہ اصول قرار دے رکھا تھا کہ وہ ادنیٰ اور اعلیٰ میں سے کسی ایک شخص کی التماس کو بھی رد نہیں کریگا۔ چنانچہ مدعی و مدعا علیہ ایک دوسرے کے

خلاف اپنے اپنے مدعا عرض کرتے جن میں صبح و شام کا سا اختلاف ہوتا، مگر ہر دو کی التماس قبول ہوتی ۲ اور حکم ناطق صادر کیا جاتا۔ اسی طرح مقدمہ چوتھ و سردیس مکھی میں بھی بادشاہ نے امیرالامراو وزیر دونوں کی خواہش کے مطابق عطائے فرمان کا حکم صادر کیا، مگر آپس کی پرخاش کی وجہ اس کی تعمیل ایک عرصے کے لئے معرض التوا میں پڑ گئی۔

وزیر منعم خاں کے انتقال کے بعد امیرالامرا کی مقصد برآری کے لئے میدان بالکل صاف تھا۔ اب کوئی ایسا شخص نہیں رہا تھا جو اس کے مقصد کی تکمیل میں مانع و مزاحم ہوتا۔ اس لئے اس نے بآسانی ساہو کو حقوق چوتھ و سردیس مکھی دلوا دئے، مگر اس شرط پر کہ ان کی وصولی اور تقسیم کا انتظام سرکاری عمال کے ذمے رہے گا۔

جہاندار شاہ کی بادشاہت | شاہ عالم بہادر شاہ نے ۱۱۲۳ھ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد تقسیم ملک و مال کے بارے میں اسکے چاروں بیٹوں میں نامہ و پیام شروع ہوئے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر امیرالامرا ذوالفقار خاں نصرت جنگ چاروں مدعیوں میں سے ہر ایک کی طرف سے بظاہر نمائندگی کرنے مگر فی الحقیقت ان میں تخم مخالفت بونے لگا۔ وہ دراصل ایسے شخص کو برسر اقتدار لانا چاہتا تھا، جو اس کے اشاروں پر چل سکے۔ اس کے لئے اس نے چاروں شہزادوں میں سے ہر ایک کے کیرکٹر کا تفصیلی جائزہ لیا۔ شاہ عالم بہادر شاہ کا دوسرا بیٹا شہزادہ عظیم الشان سب بیٹوں سے لائق اور شجیع تھا، یہی وجہ تھی کہ باپ کے زمانے میں وہ امور سلطنت میں بہت دخیل تھا، اور امیرالامرا کے غیر معمولی اقتدار کو ہمیشہ تشویش کی نظر سے دیکھا کرتا تھا۔ برخلاف اس کے بڑا بیٹا شہزادہ معزالدین بہت ہی سادہ لوح کاروبار سلطنت سے بے پروا اور عیش پرست تھا۔ ظاہر تھا کہ شہزادہ عظیم الشان برسر اقتدار ہونے کی صورت میں امیرالامرا کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی نہیں بن سکتا تھا بلکہ اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہی

پہنچنے کی توقع تھی۔ دوسرے دو شہزادے یعنی جہاں شاہ اور رفیع الشان بھی اس کے معیار انتخاب پر پورے نہیں اُتر سکے، اس لئے اس کی نظر انتخاب سادہ لوح معزالدین پر ہی پڑی، چنانچہ امیرالامرا نے اس کی ذات سے دلچسپی لے کر اس کی طرفداری کرنے اور اس کو برسر اقتدار لانے میں اپنی پوری قوتوں اور توانائیوں سے کام لینا شروع کیا۔ تاوقتیکہ چاروں بھائیوں میں پھوٹ ڈال کر تین بھائیوں کو یکے بعد دیگرے رستے سے ہٹا نہ دیا جائے، اس وقت تک اس کے لئے کامیابی ممکن نہ تھی۔ چونکہ شہزادہ عظیم الشان کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی اور وہ باپ کے زمانے سے امور سلطنت میں دخیل ہونے کی وجہ تقریباً جمیع کارخانجات شاہی پر قابض و متصرف تھا، اسی لئے امیرالامرا نے سب سے پہلے اسی کو رستے سے ہٹانے کی فکر کی، اور اپنی مکاری سے بقیہ تینوں بھائیوں کو یہ توقع دلاکر کہ سلطنت کے زبردست مدعی کے استیصال پر ملک و مال کی تقسیم ان پر علی السویہ عمل میں لائی جائے گی، ان کو اس کے خلاف متحد اور آمادہ پیکار کر لینے میں کامیاب ہوگیا۔ امیرالامرا کا تیر تدبیر ٹھیک نشانے پر لگا، یعنی شہزادہ عظیم الشان مقابلے میں اپنے تینوں بھائیوں سے شکست کھاکر مارا گیا۔ اسکے بعد امیرالامرا نے معزالدین کو لے کر بقیہ دو بھائیوں کا باری باری سے مقابلہ کیا، اور وہ بھی مقابلوں میں ہزیمت اُٹھا کر کام آگئے۔ اب معزالدین کی تخت نشینی میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی تھی، اس لئے اس نے باطمینان جہاندار شاہ کا لقب اختیار کر کے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ امیرالامرا نے اپنی محنت کے صلے میں سابقہ خدمات امیرالامرائی و صوبہ داری دکن کے علاوہ قلمدانِ وزارت بھی حاصل کیا، اور اس کا باپ جمدۃ الملک اسد خاں بدستور سابق وکالت کے عہدے پر فائز رہا۔ اس طرح سلطنت کے اعلیٰ ترین عہدے باپ بیٹے دونوں اپنے ہاتھ کر لئے، اور انہوں نے وہ اقتدار حاصل کیا کہ ان کے مقابلے میں

جہاندار شاہ کو کبھی چوں و چرا کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ امیر الامرا جس اقتدار و تسلط کے حصول کا خواہاں تھا۔ اس میں وہ کامیاب ہو گیا۔ جہاندار شاہ تخت نشین ہونے کے بعد عیش و نشاط کی دنیا میں اس طرح کھو گیا کہ اس نے کاروبار سلطنت کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا، اور کبھی اس طرف توجہ کی بھی تو وزیر ذوالفقار خاں نصرت جنگ نے اس کو اپنی مرضی کے خلاف چلنے نہ دیا۔ بے پروا بادشاہ کی بے پروائی سے خوب فائدہ اٹھا کر وزیر سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بن بیٹھا، اور تمام کاروبار اب اسی کے مشورہ و حکم سے انجام پانے لگے۔

جہاندار شاہ کے ناپائدار عہد میں اس کی بڑھی ہوئی عیش پرستی کے سبب رقص و سرود کا بازار گرم ہوا، اور فسق و فجور میں وہ ترقی ہوئی کہ قریب تھا کہ قاضی قرابہ کش و مفتی پیالہ نوش ہو جائے۔ وہ لال کنور کسبی پر فریفتہ تھا، اس کو حرم سرا میں داخل کر کے امتیاز محل کا خطاب دیا، اور اس کی سواری میں لوازمات شاہانہ مقرر کئے۔ لال کنور کی وجہ سے اس کی ہم پیشہ جماعت اور اس کے عزیز و اقارب کو بھی بہت رسوخ حاصل ہوا، چنانچہ ان کے لئے عمدہ عمدہ مناصب اور خدمات تجویز ہوئیں اور ان کو زر و جواہر سے مالا مال کیا گیا۔ ایک کنجڑن زہرہ نامی لال کنور کی دوگانہ مشہور تھی۔ اس کا بھی اقبال چمکا۔ وہ اکثر لال کنور سے ملنے کے لئے بڑے تزک و احتشام سے قلعہ شاہی میں آیا جایا کرتی تھی۔ وہ خود کم ظرف اور سفلہ مزاج تھی، اور یہی اوصاف اس کے ملازمین میں بھی موجود تھے۔ بادشاہ وقت کی محبوبہ سے انھی کے گہرے تعلقات ہونے کی وجہ اس کے ملازمین بہت بے باک اور گستاخ ہو گئے تھے۔ اور کسی کو اپنی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ وہ جب کبھی رستے سے گذرنے لگتے تو خاص و عام کے ساتھ شوخی و شرارت سے پیش آیا کرتے تھے، مگر لال کنور کے اثر سے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ ایک روز کا اتفاق ہے کہ نواب

مغفرت مآب کہیں زیارت کے لئے اپنے چند خادموں کے ساتھ جا رہے تھے۔ رستے میں زہرہ کی سواری سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس کے ملازموں نے حسب عادت نواب مغفرت مآب کے خادموں کے ساتھ بھی شوخی و شرارت کی۔ آپ کے خادموں نے سزا دینی چاہی، مگر آپ نے مصلحتاً ان کو منع فرما دیا، اور کہا کہ زہرہ کی سواری گذر جانے تک ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جائیں۔ جب زہرہ ہاتھی پر بیٹھے ہوئے نواب مغفرت مآب کی سواری کے سامنے سے گذرنے لگی تو اس نے پوچھا کہ کس کی سواری ہے؟ جب معلوم ہوا کہ نواب مغفرت مآب کی ہے تو اس نے پردہ اُٹھا کر بڑے شوخیانہ انداز میں آپ سے کہا کہ "چین قلیچ خان پسر کور توئی"۔ اپنی شان میں اس کنجڑن کی زبان سے نکلے ہوئے یہ تلخ کلمات سُن کر نواب مغفرت مآب کو تاب برداشت نہ رہی، آپ بہت غضب ناک ہو گئے، اور اپنے خادموں کو اشارہ کیا کہ اس شوخی کا ایسا مزہ چکھائیں کہ وہ بھی خوب یاد رکھے۔ اشارہ ملنا تھا کہ آپ کے خدام جو پہلے ہی سے غصے میں بھرے بیٹھے تھے، تعداد میں بہت ہی کم ہونے کے باوجود زہرہ اور اس کے کثیر ملازمین پر ٹوٹ پڑے، اور ان کی خوب ہی خبر لی، اور زہرہ فریاد کرتے ہوئے پیادہ پا قلعے کو روانہ ہوئی۔ بادشاہ بہت خفیف العقل اور کم فہم تھا، اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ اپنی محبوبہ کے کہنے میں آ کر آپ کے خلاف اور درپئے انتقام نہ ہو جائے، اس اندیشے کے تحت آپ سیدھے وزیر ذوالفقار خاں نصرت جنگ کے پاس مشورہ و امداد کی غرض سے جا پہنچے آپ کی آمد سے اِس کو بے حد حیرت ہوئی، کیونکہ عرصے سے ان دونوں کے تعلقات بہت کشیدہ تھے۔ وزیر نے تشریف آوری کا سبب پوچھا۔ آپ نے سارا ماجرا من و عن اس سے بیان کر دیا، اور مشورہ و امداد کے طالب ہوئے۔ تمام ماجرا سُن کر وزیر نے جو خود لال کنور اور اس کے لوگوں کے اثر و رسوخ سے شاکی تھا، آپ کی جرأت پر اظہار تحسین و خوشنودی کرتے

ہوئے خاطر جمعی کر دی، اور امداد کا وعدہ کر کے آپ کو رخصت کر دیا، پھر اس بارے میں اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرضی بھیجی کہ "آبروئے خانہ زادان واحدالست وفدوی باچین قلیچ خاں متحد درآں جا۔" زہرہ لال کنور کے سامنے جا کر بہت روئی پیٹی۔ اس پر لال کنور نے بادشاہ کو نواب مغفرت مآب سے اپنی دوگانہ کا انتقام لینے کے لئے ابھارا، اور قریب تھا کہ اس خصوص میں کوئی حکم صادر ہو، وزیر کی عرضی پہنچ گئی۔ اس کے بعد تو بادشاہ آپ کے خلاف کچھ نہ کر سکا۔[1]

نواب مغفرت مآب کا گوشہ نشینی ترک اور دوبارہ ملازمت شاہی قبول کرنا

شاہ عالم بہادر شاہ کے انتقال پر اس کے چاروں شہزادے عمائدین و آراکین سلطنت کی رفاقت و حمایت اپنے اپنے حق میں حاصل کرنا چاہتے تھے، اس موقع پر ہر ایک شہزادے نے نواب مغفرت مآب کی بھی استمالت کی تھی کہ عزلت نشینی ترک کر کے اس کی رفاقت و حمایت کریں، مگر آپ نے سکوت اختیار کیا۔ پھر جب شہزادوں میں پیدا کردہ اختلافات نے ایک خطرناک مناقشہ کی صورت اختیار کر لی تو بعض لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ ایسے نازک موقع پر ان کی صحیح رہنمائی کرنی چاہئیے۔ اس اثنا میں شہزادہ عظیم الشان نے اپنے خوشگوار تعلقات کی بنا پر کوشش کر کے آپ کو اپنا طرفدار بنا لیا، مگر آپ اس کی مدد کے لئے شاہجہان آباد سے نکلے ہی تھے کہ اس کے مارے جانے کی اطلاع ملی۔ تب آپ شاہجہاں آباد واپس آ کر خانہ نشین ہو گئے۔[2]

جہاندار شاہ نے بھی ہر چند نواب مغفرت مآب کے پاس فرامین استمالت آئین بھیجے، اور کوشش کی کہ حصول منصب "ہفت ہزاری" و خطاب "فیروز جنگ" کی ترغیب دلا کر ملازمت شاہی میں داخل کر لے، مگر آپ اس پر ہرگز تیار نہیں ہوئے۔ بعد میں جمدۃ الملک اسد خاں جو اپنے بیٹے کے برخلاف آپ سے رشتہ اتحاد قائم رکھتا تھا، بڑے اصرار سے آپ کو جہاندار شاہ کے

---

[1] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۲۸۶۔

[2] تاریخ فتوحات آصفی۔

دربار میں لے گیا۔ اور بڑی جد و جہد کے بعد آپ سے ملازمت شاہی قبول کروالی[1] اگرچہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس موقع پر آپ کو منصب ہفت ہزاری "و خطاب غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ" سے سرفراز کیا گیا تھا، مگر ہم کو اس کا کافی ثبوت نہ مل سکا۔

نواب مغفرت مآب کی طرف سے ذوالفقار خاں نصرت جنگ شہنشاہ عالمگیر کے زمانے سے دل میں کدورت رکھتا تھا۔ اب جدۃ الملک اسد خاں نے ان دونوں میں صفائی کرا دینے کی کوشش کی مگر پھر بھی ذوالفقار خاں نصرت جنگ کا دل غبار کدورت سے جیسا کہ چاہیئے پاک نہ ہو سکا۔ یہی وجہ تھی کہ اب اس نے آپ کے لئے عطائے اضافہ منصب میں کوئی دلچسپی نہیں لی، بلکہ بقول صاحب مآثر نظامی سابقہ منصب شش ہزاری ہی تسلیم کیا۔

نواب مغفرت مآب کو ایسے وقت میں میدانِ سیاست میں قدم رکھنے کے لئے مجبور کیا گیا جبکہ زمانہ قریب میں پھر ایک مرتبہ بساطِ خانہ جنگی بچھنے والی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر اسی موقع کے لئے آپ کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔

فرخ سیر کا جہاندار شاہ کے مقابلے میں اقدام اور کامیابی | شاہ عالم بہادر شاہ کو حصول اقتدار شاہی میں جن سرداروں کی تائید و مدد حاصل تھی ان میں سادات بارہہ کے تین بھائی یعنی سیّد عبد اللہ خاں (سید حسن علی خاں) سیّد حسین علی خاں اور سیّد نور الدین علی خاں بھی تھے۔ سیّد نور الدین علی خاں تو معرکۂ جاجو میں کام آگیا تھا، بقیہ دو بھائی سیّد عبد اللہ خاں و سیّد حسین علی خاں موردِ الطاف و عنایات ہو کر الہ آباد اور بہار کی صوبہ داریوں پر فائز ہوئے۔ بنگال و بہار کے صوبے دادا کے وقت سے شہزادہ عظیم الشان کے زیر اقتدار تھے، مگر جب وہ باپ کے ساتھ دربار میں رہنے لگا تو اوّل اوّل اس کی نیابت اسکے منجھلے بیٹے

[1] ۔ مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۴۸۔

محمد فرخ سیر کے سپرد کی گئی، مگر بعد میں وہ نیابت سے علیحدہ کر دیا جاکر بنگال سے دربار میں طلب کیا گیا۔ وہ بعض وجوہ سے دربار میں حاضر ہونا نہیں چاہتا تھا، اس لئے اپنی مجبوریوں کا اظہار کرکے بنگال سے آکر عظیم آباد (پٹنہ) میں ٹھیر گیا۔ جس زمانے میں سید حسین علی خاں بہار کا صوبہ دار بنا کر بھیجا گیا تو وہ اُس وقت عظیم آباد ہی میں مقیم تھا، اور دادا کے انتقال تک وہیں مقیم رہا۔ دادا کے انتقال پر اس سے پہلے کہ سلطنت کی وراثت کا کوئی قطعی فیصلہ ہو، اس نے عظیم آباد میں اپنے باپ کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ جب اس کے باپ اور چچاؤں کے لڑائی میں مارے جانے اور جہاندار شاہ کے تخت نشین ہونے کی خبر ملی تو اس نے علم بغاوت بلند کیا، اور سادات بارہہ سید عبداللہ خاں و سید حسین علی خاں کو منت و سماجت اپنی رفاقت و اعانت پر اُبھار کر جہاندار شاہ سے اپنے مقتول باپ کے خون کا انتقام لینے اور اسکی جانشینی کے دعوے سے تختِ سلطنت بزور حاصل کرنے کے لئے عظیم آباد سے پایہ تخت کا رُخ کیا۔

پہلا مقابلہ عبدالغفار خاں سے پیش آیا، جس کو جہاندار شاہ نے الہ آباد کے جدید صوبہ دار راجی محمد خاں کی نیابت دے کر بھیجا تھا۔ کڑہ مانکپور پر اس کو کامل شکست ہوئی اس کے بعد جہاندار شاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ اعزالدین کو خواجہ حسن خاں نبیرہ کوکلتاش خاں کی معیت میں شائستہ توپ خانہ اور کثیر افواج دیکر مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ خواجہ حسن خاں کو خطاب "خانِ دوراں" عطا کیا جاکر پنجہزاری سے ہفت ہزاری منصب دار بنا دیا گیا اور اس کو شہزادے اور اس کے ہمراہی تمام فوجوں اور کارخانوں کے کامل اختیارات تفویض ہوئے، مگر وزیر ذوالفقار خاں نصرت جنگ، خواجہ حسن خاں کی اس طرح ماموری پر مطمئن نہ تھا، اس لئے اس کے ایما پر جہاندار شاہ نے نواب مغفرت مآب کو بھی

شہزادے کی کمک کے لئے بھیج دیا، اور آپ کو مہم کی تیاری کے لئے ایک لاکھ روپے خزانہ دہلی سے دئے گئے، اور دو لاکھ روپے خزانہ اکبرآباد سے حاصل کرنے کا حکم ملا[1]۔ نواب مغفرت مآب اکبرآباد پہنچ کر اپنی تیاریاں مکمل کرنے بھی نہ پائے تھے کہ شہزادہ اعزالدین آگے بڑھا، اور بلا حزم و احتیاط مقام کھجوہ تک پہنچ گیا۔ شہزادہ بالکل ناتجربہ کار اور نادان تھا اور پھر اسکے ہمراہی بھی کوئی ایسے تجربہ آزمودہ کار نہ تھے، ما سوا اس کے ان میں پھوٹ بھی پڑی ہوئی تھی، اس لئے اس کو شائستہ توپخانہ اور کثیر فوجیں رکھنے کے باوجود فرخ سیر اور سادات بارہہ کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی، اور وہ بھاگ کر اکبرآباد واپس آگیا۔ اب جہاندار شاہ خود تقریباً دو لاکھ سوار و پیادہ فوج لے کر حریفوں سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان کارزار میں اتر آیا، اور ایک خون آشام لڑائی شروع ہوئی۔ جہاندار شاہ کی فوجی طاقت حریفوں کے مقابلے میں چار پانچ گنی زیادہ تھی۔ اگر اس کے ایرانی و تورانی سردار ذرا بھی حوصلہ کرتے تو پھر اس کی کامیابی میں کچھ بھی شبہ نہ تھا، مگر اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ میدان کارزار میں ان کا کامل تعاون اور پوری ہمدردی حاصل نہ کر سکا، کیونکہ وہ اس کے برے اطوار اور بداعمال سے متنفر تھے، قطع نظر اس کے وزیر ذوالفقار خاں نصرت جنگ اور دوسرے سرداروں میں بڑے اختلافات پیدا ہوگئے تھے، یہی وجہ تھی کہ جہاندار شاہ کے سرداروں کی ایک بڑی اکثریت نے لڑائی میں جیسی کہ داد شجاعت دینی چاہیے تھی، نہ دی۔ بجز چند صاحبان غرض کے ہر شخص اس کی شکست اور فرخ سیر کی فتح کا آرزومند نظر آتا تھا۔ اگرچہ نواب مغفرت مآب اور محمد امین خاں بہادر بھی اول اول اس لڑائی میں شریک اور جہاندار شاہی فوج کے میسرے پر متعین تھے، مگر بعد میں ان دونوں سرداروں نے اس خانہ جنگی میں کوئی عملی

---

[1] مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالۂ دوم صفحہ ۴۹۔

حصّہ نہ لینے کا تصفیہ کر لیا، اور غیر جانبداری کے بہترین اصول پر کاربند ہوئے، حالانکہ محمد فرخ سیر اور سادات بارہہ نے شریعت اللہ خاں (میر جملہ) کی وساطت سے خفیہ مراسلت کر کے ان سرداروں کو اپنی طرف توڑ لینے کی کوشش بھی کی تھی۔ غرض کہ جہاندار شاہ لڑائی میں کثیر مگر بد دل فوج کو لے کر فرخ سیر کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکا، اور وہ شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کر کے دہلی چل دیا۔ (ذیحجہ ۱۱۲۴ھ)۔ اس کے پیچھے وزیر ذوالفقار خاں نصرت جنگ بھی میدانِ کارزار سے بھاگ کر دہلی جا پہنچا۔ اب اس نے ہاتھ سے نکلتے ہوئے تخت و تاج کے لئے جہاندار شاہ کی طرف سے پھر ایک مرتبہ قسمت آزمائی کرنے کا ارادہ کیا، مگر عمدۃ الملک اسد خاں نے جو ایک جہاندیدہ اور تجربہ کار آدمی تھا، زمانے کی ناموافق فضا دیکھ کر بیٹے کو بے سود کوشش کرنے سے منع کیا، اور جہاندار شاہ کو قلعے میں قید کرا دیا۔ چند ہی روز کے بعد محمد فرخ سیر نے دہلی پہنچ کر تخت شاہی پر آسانی سے قبضہ کر لیا۔ اسکے بعد جہاندار شاہ اور اس کا وزیر دونوں بڑی طرح مروا ڈالے گئے، اور عمدۃ الملک اسد خاں کو بمشکل چھٹکارا نصیب ہوا۔[1]

محمد فرخ سیر نے تختِ سلطنت پر متمکن ہو کر اپنے خیر خواہوں اور جاں نثاروں میں فراخ دلی سے خطابات و خدمات اور مناصب تقسیم کرنے شروع کئے، چنانچہ سیّد عبداللہ خاں کو خطابات قطب الملک یمین الدولہ ظفر جنگ یار وفادار اور منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار عنایت کر کے اس کو اپنا وزیر بنایا، اور سیّد حسین علی خاں کو خطابات عمدۃ الملک، امیر الامرا بہادر فیروز جنگ، سپہ سالار اور منصب ہفت ہزار سوار مرحمت کر کے خدمت میر بخشیگری عطا کی۔ محمد امین خاں بہادر کو

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۴۳، ماثر نظامی۔

جو سادات بارہہ کی وساطت سے دربار میں حاضر ہوئے تھے خطابات اعتماد الدولہ نصرت جنگ و منصب ششش ہزاری شش ہزار سوار سے سرفراز کر کے بخشی دوم کی خدمت سپرد کی گئی۔ قاضی عبداللہ تورانی کو خطابات خان خاناں میر جملہ سے مفتخر کر کے داروغگی دیوان خاص و خاصان ڈاک پر مقرر کیا گیا داؤد خاں پنی کو جو دکن میں ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی نیابت کرتا تھا، صوبۂ گجرات پر نائب صوبہ دار بنا کر بھیج دیا گیا۔

عطائے منصب "ہفت ہزاری" و خطابات "نظام الملک فتح جنگ" و خدمات "صوبہ داری دکن و فوجداری کرناٹک" بہ نواب مغفرت مآب	ابتدا میں نواب مغفرت مآب اور سادات بارہہ عبداللہ خاں و حسین علی خاں کے مابین دوستانہ تعلقات تھے۔ یہ تعلقات اتنے بڑھے کہ ان میں رشتہ مواخاۃ قائم ہو گیا،

سادات نواب مغفرت مآب کو اپنا بڑا بھائی کہا کرتے اور آپ کی بہت تعظیم و عزت کیا کرتے تھے، مگر افسوس کہ زمانے کی نیرنگیوں نے اس رشتۂ اخوت کو زیادہ عرصے تک قائم رہنے نہ دیا، اور وہ گل کھلائے کہ ان کی اخوت عداوت سے اور محبت نفرت سے بدل گئی اس سے جو اثرات مرتب ہوئے ان کو واقعات مابعد خود منظر عام پر لے آئیں گے۔

محمد فرخ سیر کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد نواب مغفرت مآب اس کی خدمت میں انہی سادات بارہہ کی وساطت سے پیش کئے گئے۔ چونکہ آپ کی روش غیر جانبدارانہ رہی تھی، اس لئے آپ محمد فرخ سیر کے مورد عنایات ہوئے۔ اس نے آپ کو "نظام الملک فتح جنگ" جیسے عمدہ خطابات مرحمت کئے، جو آپ کی سیاسی اور تہور شخصیت کے بالکل موزوں تھے، اور منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار عنایت کر کے خدمات صوبہ داری شش صوبجات دکن و فوجداری کرناٹک پر فائز کیا۔[1]

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم ۷۲۸، مآثر نظامی۔

نواب مغفرت مآب کی دکن کو روانگی | نواب مغفرت مآب صوبہ داری کا جائزہ لینے کے لئے ابھی دکن روانہ نہیں ہوئے تھے کہ وہاں سے مرہٹوں کی شورش کی خبریں متواتر پایہ تخت کو پہنچیں وزیر سید عبداللہ خاں نے ان کی روک تھام اور تنبیہہ کے لئے آپ کو جلد سے جلد دکن جانے کی بادشاہ سے رخصت دلادی۔ رخصت کے وقت بادشاہ نے آپ کو خلعت خاص، مالائے مروارید، سرپیچ و جیغہ و شمشیر و جمدہر مرصع، اور دو راس اسپ مع ساز و سامان طلائی سرفراز کئے۔ بادشاہ سے رخصت حاصل کرنے کے بعد وزیر سید عبداللہ خاں مبارکباد دینے کے لئے آپ کی ڈیوڑھی پر آیا۔ آپ نے اس کو از راہِ مراسم اتحاد و دوستی ایک ایک قبضہ مرصع شمشیر و خنجر، پانچ خوان پارچہ، دو رقم جواہر، ایک زنجیر فیل اور دو راس اسپ تحفتہً پیش کئے۔ اس نے سوائے فیل کے دوسرے تمام تحفے قبول کرلئے، پھر ان دونوں میں خلوت ہوئی، جس میں انہوں نے باہم عہد و پیمان و ہوا خواہی و دوستی مستحکم کئے۔ وزیر سید عبداللہ خاں کے چلے جانے کے بعد آپ وداعی ملاقات کی غرض سے اس کی ڈیوڑھی پر پہنچے۔ اس نے بھی آپ کی چار خوان پارچہ، دو رقم جواہر، ایک راس اسپ عربی مع ساز طلائی اور ایک ایک قبضہ مرصع شمشیر و جمدہر سے جن کا دستہ سنگِ یشب کا تھا، تواضع کی۔ میر جملہ خان خاناں آپ کو الوداع کہنے کے لئے حاضر ہوا۔ اس موقع پر چار جوہر دار مینے کا کام کی ہوئیں سلہٹ کی ڈھالیں نذر دیں۔ الغرض آپ بادشاہ و وزیر وغیرہ سے رخصت ہو کر دکن کی طرف چلے، سرونج کے قریب پہنچے تھے کہ گرزبردار بادشاہ کا فرمان اور اس کے بھیجے ہوئے ولایتی میوے لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے گرزبرداروں کو سات سو روپے، اور کہاروں کو دو سو روپے بطور انعام مرحمت کئے۔ پھر آپ نے اجین کی طرف کوچ کیا، اور اس کے نواح میں پہنچ کر سیر و

شکار میں مشغول ہوئے۔ اس موقع پر آپ نے ایک ایسی موٹی تازی نیل گائے شکار کی، جس کا گوشت وزن میں گیارہ من اور کئی سیر تھا۔ اس شکار کی مسرت میں قراول بیگی خلعت سے سرفراز کیا گیا، اور قراولوں کو پچاس روپے انعام میں مرحمت ہوئے۔ وہاں کی آب و ہوا کی ناموافقت سے آپ کا مزاج چندے ناساز رہا۔ صحت یابی کے بعد آپ نے اکبرپور کا قصد کیا، جہاں مختصر سا قیام کرتے ہوئے مچھلی کے شکار سے سامان تفریح مہیّا کئے۔ اس مقام پر زمیندار مکرائی کے وکیل نے سعادت ملازمت حاصل کرکے خدمت میں دو ضرب بندوق اور میوے کی چند ڈالیاں پیش کیں۔ اکبرپور سے برہان پور کو روانگی عمل میں آئی، جہاں چار روز تک قیام رہا۔ پھر یہاں سے آگے بڑھے آپ جس جس منزل پر پہنچے، وہاں کے حکام و عہدہ داران سرکاری آ آکر آپ کے استقبال و قدمبوسی کا شرف حاصل کرتے تھے۔ اس طرح منزلیں طے کرتے ہوئے آخرکار آپ اورنگ آباد میں داخل ہوئے جو ان دنوں دکن کے چھ صوبوں کی حکومت کا صدر مقام تھا [1]

---

[1] مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ (۵۸)۔

باب ششم

نواب نظام الملک آصفجاہ اوّل کا اولین دور صوبہ داریٔ دکن

مرہٹوں کی بدعنوانیاں

ساہو کا معاہدہ تھا کہ دکن کے صوبوں میں وصول چوتھ و سردیس مکھی کے اختیارات اسے مل جائیں تو وہ یہاں کے امن و امان کو بحال رکھے گا، اور تباہ و برباد شدہ علاقوں کو از سرِ نو آباد کرے گا۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ کے دورِ صوبہ داری میں جب اسے اختیارات متدعیہ مل گئے تو اس نے پہلے پہلے اپنے معاہدے کا پاس کیا بھی، لیکن وہ بعد میں اس پر قائم نہ رہ سکا۔ بہادر شاہی دور کے ختم ہوتے ہی ملک کی بدامنی و مدعیانِ تخت و تاج کی خانہ جنگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس نے دکن کے علاقوں کو پھر اپنے آبائی لوٹ مار اور ظلم و تعدی کا تختۂ مشق بنا لیا۔ اس کے ہم قوم مخالفین یعنی تارا بائی کی جماعت کا بھی قریب قریب یہی وتیرہ ہو گیا تھا۔ مغلوں کو اپنی خانہ جنگیوں اور ملک کی بدنظمیوں کی وجہ اتنا موقع بھی نہیں مل سکا کہ وہ مرہٹوں کی شرارتوں کا اچھی طرح تدارک کرتے۔ جب حصول تاج و تخت کا فیصلہ محمد فرخ سیر کے حق میں ہو گیا تو اس نے اپنی حکومت کے اولیں ایام میں مرہٹوں کی طرف توجہ کی، اور ان کی گوشمالی کے لئے وزیر عبداللہ خاں کے مشورے سے نواب مغفرت مآب کو دکن بھیج دیا، جو ابھی یہاں کی صوبہ داری پر فائز کئے گئے تھے۔

نواب مغفرت مآب کے دکن میں انتظامات

نواب مغفرت مآب ایسے زمانے میں دکن بھیجے گئے جب یہاں کے

سیاسی حالات مرہٹوں کی جارحانہ وجابرانہ کارروائیوں کے سبب بالکل ابتر ہو چکے تھے۔ یہاں علاقے کے علاقے تباہ و تاراج کردئے گئے تھے، مُلک میں امن و امان مفقود ہو چکا تھا، رعایا نہایت پریشان وخستہ حال تھی، اور قافلوں کی راہیں خطرناک اور قریب قریب مسدود ہو گئی تھیں۔ اب دکن کے بگڑے ہوئے حالات کا سُدھارنا یقیناً ایک مشکل ترین امر تھا، مگر نواب مغفرت مآب نے اپنے تدبر و تہور سے اسے آسان کر دکھایا۔ آپ نے آتے ہی دکن کے نظم و نسق کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا، اور مُلک میں اپنی ساکھ قائم اور اقتدار مستحکم کرنے کی کوشش پوری قوت سے شروع کر دی تاکہ ان کی مدد سے کھوئے ہوئے امن و امان کو بحال کر کے رعایا کو خوش حال اور برباد شدہ علاقوں کو از سرِ نو آباد کیا جا سکے۔ سب سے پہلے ضرورت اس بات کی تھی کہ مرہٹوں کو ان کے اپنے فاسد ارادوں سے باز رکھا جائے۔ پیشتر اسی خطۂ دکن میں آپ اور آپ کے بزرگوں نے اپنی شجاعت و بہادری سے بارہا حریفوں کو نیچا دکھایا تھا۔ اس لحاظ سے مرہٹوں پر آپ کی موروثی شمشیر زنی کی دھاک اچھی خاصی بیٹھی ہوئی تھی۔ اب آپ نے ترغیب و ترہیب سے کام لیکر ساہو وغیرہ کو جو مُلک میں ساری خرابیوں کے ذمہ دار تھے، سمجھایا کہ وہ مُلک کے امن و امان میں مخل نہ ہوں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ انہوں بڑی حد تک لوٹ مار اور ظلم و تعدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، مگر پھر بھی وہ حسبِ سابق چوتھ وصول کرنے سے باز نہیں آسکے۔ ساہو نے مُلک میں جابجا اپنے کمایش دار مقرر کر رکھے تھے، جو رعایا، تجار و مسافرین سے چوتھ اور قسم قسم کے محاصل جبر و تشدد کے ساتھ وصول کیا کرتے اور اپنے مطالبات پورے نہ کئے جانے کی صورت میں انہیں لوٹ لیا کرتے تھے۔ نواب مغفرت مآب نے فوجداروں اور ضلع داروں کے نام تاکیدی احکام جاری کر دئے کہ ساہو کے مقرر

کئے ہوئے کمایش داروں کو اپنے علاقوں سے بے دخل کردیں، چنانچہ اکثر مقامات سے سا ہو کے کمایش دار بے دخل کردئے گئے۔[۱] لیکن پورا ملک ان لوگوں سے خالی نہ ہوسکا اب نواب مغفرت مآب اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ جب تک مرہٹوں کے مقابلے میں قوت سے کام نہ لیا جائے، اس وقت تک رعایا وغیرہ کو پورا امن اور چین نہیں مل سکتا۔

ملک و رعایائے دکن کی تباہی و بربادی سابق نائب صوبہ دار داؤد خاں پنی کے متعین کئے ہوئے ضلعداروں پر بھی عاید ہوسکتی ہے، کیونکہ وہ اپنے فرائض کا احساس نہ کرتے ہوئے مرہٹوں کو ان کی نازیبا حرکات پر ٹوکتے تک نہ تھے بلکہ خود ان کے ساتھ مل کر رعایا پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھاتے، اور تاجروں اور مسافروں کو لوٹتے تھے، انہوں نے اپنی جیبیں بھرنے کے لئے ملک میں خلافِ قانون نئے نئے محاصل جاری کئے تھے، جن کو ادا کرتے کرتے عوام عاجز آگئے تھے۔ کہتے ہیں کہ صرف ضلعداری کے نام سے وہ ہر سال بیس لاکھ روپے ناجائز محصول زمینداروں اور جاگیرداروں سے وصول کرکے کھا جاتے تھے۔ جب سرکاری عمال کا یہ حال تھا تو پھر دشمنان ملک و قوم کے طریق عمل کا کیا کہنا۔ نواب مغفرت مآب نے ان مفسدوں کی سرزنش کے لئے سخت احکام نافذ کئے، اور خود ان کی تنبیہہ اور ملک کے انتظام کے لئے اورنگ آباد سے نکلے، اور بعض پرگنوں کے بندوبست کے واسطے محمد غیاث خاں داروغۂ توپخانہ اور کھیم کرن دیوان سرکار کو روانہ کردیا اکثر علاقوں کا خاطر خواہ بندوبست اور بعض سرکشوں کی گوشمالی کرکے آپ پھر اورنگ آباد آگئے مفسدوں نے اپنے مفاد کے لئے جتنے ناجائز محاصل جاری کئے تھے، ان کی وصولی کو آپ نے بالکل ممنوع قرار دیا، جس سے عوام کو بڑی حد تک غربت و افلاس سے نجات مل گئی۔

---

[۱] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۴۳۔

اور اطمینان اور چین نصیب ہوا۔ ایک مرتبہ غربا نے گرانیٔ غلہ کی فریاد کی تھی۔ آپ نے فوراً داروغۂ دیوان خانہ کو حکم دیا کہ کروڑی سے غلہ ارزاں فروخت کرنے کا مچلکہ لے ورنہ اسے معزول کر دیا جائے گا۔ [1] ان انتظامات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو عوام کے آرام و آسائش اور غربا کی پرورش کا کس قدر خیال تھا۔

مرہٹوں کے باہمی جھگڑے | مرہٹوں میں فرقہ بندی کی بنا پہلے ہی پڑ چکی تھی۔ اب اس میں اتنی ترقی ہوئی کہ ان کی رہی سہی قوتِ اجتماعی بھی منقسم ہو گئی۔ اس سے نواب مغفرت مآب کو بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ بعض مرہٹہ سردار اپنے ہم قوم حریفوں سے منحرف ہو کر پناہ و حمایت حاصل کرنے کے لئے آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے، اور جب آپ کے اور ان کے ہم قوم حریفوں کے درمیان معرکے پیش آئے تو انہوں نے اپنے حریفوں کے خلاف آپ کے ساتھ بڑی خوشی سے شرکت کی، اور ان سے اپنا بدلہ لیا۔

ساہو اور اس کے سرداروں کی سازشوں کا نتیجہ تھا کہ تارا بائی کو بُرے دن دیکھنے نصیب ہوئے بعض حلیف سردار اس سے توڑ لئے گئے، اور وہ اپنے بیٹے سیوا کے انتقال کے بعد میدانِ سیاست سے ہٹائی جا کر قید میں ڈلوا دی گئی، اور اس کی بجائے راجہ رام کی دوسری بیوی راجس بائی کا بیٹا سنبھا بر سرِ اقتدار لایا گیا۔ تارا بائی سے جو سردار توڑ لئے گئے تھے، ان میں دھناجی جادو، ساہو کا اس کے اقتدار کے مستحکم کرنے میں بڑا معاون ثابت ہوا جس کی قدردانی میں وہ سیناپتی (سپہ سالار) کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ اس کے انتقال پر اس کا بیٹا چندرسین جادو سیناپتی کی خدمت پر مامور رہا، مگر یہ ابتدا سے اپنے باپ کے کارکن بالاجی وشواناتھ کے بڑھے ہوئے اثر و رسوخ پر رشک و حسد کرتا تھا۔

[1] ۔ ماثرِ نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۵۹۔

جب نواب مغفرت مآب کے احکام کی بنا پر ساہو کے کمایشدار دکن کے اکثر علاقوں سے بے دخل کر دئے گئے تو اس نے چندر سین جادو کو ایک بڑی فوج دے کر چوتھ و سردیس مکھی وصول کرنے کے لئے ان علاقوں کی طرف روانہ کر دیا، اور اس کے پیچھے بالاجی وشوا ناتھ کو بھی بھیج دیا کہ اس کے ساتھ رہ کر وصول و اجتماع آمدنی کا مناسب انتظام کرے جس کا مطلب یہ تھا کہ چندر سین جادو کو اب بالاجی وشوا ناتھ کے مشورہ و ہدایت پر کام کرنا چاہئے۔ مگر چندر سین جادو کو یہ کسی حالت میں منظور نہ تھا کہ ایک ایسا شخص جو اس کے باپ کی ماتحتی میں ایک معمولی کارکن کی حیثیت سے کام کر چکا ہو، اس پر نگرانی اور حکومت کرے۔ اپنے رشک و حسد کے جذبات سے مجبور ہو کر وہ بالاجی وشوا ناتھ کو تباہ و برباد کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس کے لئے وہ موقع کا منتظر رہا۔ آخر ایک معمولی سی بات کو وجہ مناقشہ قرار دیکر اس نے بالاجی وشوا ناتھ اور اسکے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔ بالاجی وشوا ناتھ کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر قلعہ پانڈو گڑھ میں چھپ گیا۔ جب ساہو کو اس لڑائی کی اطلاع ہوئی تو اس نے چندر سین جادو کو اپنے پاس طلب کیا، مگر اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ وہ اس وقت تک دربار میں حاضر نہ ہو گا جب تک کہ اس کا حریف اس کے حوالے نہ کر دیا جائے، اور اور یہ دھمکی دی کہ یہ مطالبہ اگر پورا نہ ہوا تو ہمیشہ کے لئے اس کی رفاقت سے ہاتھ دھولینا پڑیگا اس پر برافروختہ ہو کر ساہو نے ہیبت راؤ نمبالکر کو کثیر فوج کے ساتھ بھیجا کہ چندر سین جادو کو اسکی شوخی و سرکشی کا مزہ چکھائے۔ پہلے سے ہیبت راؤ نمبالکر سیناپتی کی خدمت نہ ملنے کی وجہ ملول و چندر سین جادو کے طریق عمل سے کبیدہ خاطر تھا۔ اب اسکو چندر سین جادو سے بدلہ لینے کا اچھا موقع مل گیا۔ چندر سین جادو اسوقت قلعہ پانڈو گڈھ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ ہیبت راؤ نمبالکر کی آمد کا حال سن کر وہ محاصرہ چھوڑ دیکر چل دیا۔ وہاں بھی حریف نے پیچھا کیا، پھر ان دونوں میں

ایک زبردست لڑائی ہوئی، جس میں چندرسین جادو بُری طرح شکست کھا کر تنر ریائی وغیرہ کی معیت میں کولاپور بھاگ گیا، جہاں سنبھا نے ان لوگوں کو اپنے ہاں پناہ دی، مگر چندرسین جادو کو اپنے زبردست حریفوں سے بچنے اور ان سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے سنبھا سے زیادہ طاقتور شخص کی پناہ وحمایت کی ضرورت تھی۔ اسکی نظر میں اب صوبہ دار دکن ہی ایسا شخص تھا، جو اگر چاہے تو اس کی توقعات کو پورا کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے نواب مغفرت مآب سے درخواست کی کہ اس کو اپنی پناہ وحمایت میں لے لیں۔ آپنے اس کی درخواست کو منظور کر لیا: تب چندرسین جادو نے اپنی ہمراہی فوج کے ساتھ اورنگ آباد آکر سعادتِ ملازمت حاصل کی۔ آپنے اس کے ساتھ نہایت مہربانہ برتاؤ اور فیاضانہ سلوک کیا، چنانچہ آپ کی بدولت اس کو امارت کے اعلیٰ اعزاز یعنی منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار، علم ونقارہ سرفراز ہوئے، اور اس کی فوج کے اخراجات کے لئے (۲۵) لاکھ روپیہ سالانہ مالگذاری کی وسیع جاگیرات بھالکی، بہمن آباد، یلندوا اور چندرگڈھ میں عنایت کی گئیں۔[۱] معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں سنبھا نے بھی چندرسین جادو کی وساطت سے آپ کو ساہو کے مقابلے میں اپنی حمایت پر آمادہ کر لیا تھا۔

مرہٹوں سے نواب مغفرت مآب کی معرکہ آرائی اب نواب مغفرت مآب ساہو اور اسکے سرداروں کو انکی بدعنوانیوں پر سزا دینا چاہتے تھے، اور چندرسین جادو کی دلی تمنا تھی کہ آپکے ساتھ تعاون عمل کر کے ان سے اپنی شکست کا خاطر خواہ بدلہ لے، چنانچہ جب ساہو کے سرلشکر کے گوداوری کی سمت میں شورش بپا کرنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اسکی سرکوبی کے لئے ایک فوج

---

[۱] ۔ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۳۲۷، ماہنامہ، بساط الغنائم۔

روانہ کردی۔ اس فوج نے اس پر پوری فتح حاصل کی، اور وہ شکست کھاکر رودِبھما کی طرف بھاگ نکلا۔ یہ خبر پاکر ساہو نے بالاجی وشوا ناتھ کو کثیر فوج کے ساتھ حریفوں سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔ پورندھر کے قریب فریقین میں مقابلہ ہوا، جس میں بالاجی وشوا ناتھ نے بھی ہزیمت اٹھائی، اور وہ سیالی گھاٹ کی طرف فرار ہوگیا۔ اس کے بعد نواب مغفرت مآب نے مرہٹوں کے خلاف رنبھاجی نمبالکر (المخاطب بہ راؤ رنبھا) کی سرکردگی میں پھر فوج بھیجی اور پونا کے علاقے کو ان کے قبضہ و تصرف سے نکلوالیا۔ رنبھاجی نمبالکر کو اس حسن خدمت کے صلے میں اسی علاقے میں ایک جاگیر عنایت کی گئی۔ پے در پے شکست کھانے کے بعد اب مرہٹے نواب مغفرت مآب سے صلح کر لینے پر مجبور ہوگئے، چنانچہ ان کے اور آپ کے درمیان ایک معاہدۂ صلح طے پایا۔ اس معاہدے کے شرائط کا تو علم نہ ہوسکا مگر اس کا اثر اتنا ضرور ہوا کہ مرہٹوں کی خودسری کا خاتمہ ہوگیا، لیکن ایک قلیل عرصے کے لئے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر انہوں نے حسب سابق لوٹ مار شروع کردی۔ ایک قافلہ سورت سے احمد آباد سے اورنگ آباد آرہا تھا۔ اسکو انہوں نے لوٹ لیا، اور اس لوٹ میں محمد ابراہیم تبریزی بخشی و واقعہ نگار بگلانہ ایک جماعت کے ساتھ قتل ہوئے[1]

دکن کے ہر علاقے میں مرہٹوں نے اپنے لئے مستحکم گڑھیاں بنا رکھی تھیں، جنہیں وہ لوٹ مار اور قتل و غارت کرکے پناہ لیا کرتے تھے اب بعض مرہٹہ سرداروں نے نصرت پور اور راجدھر کے علاقوں کو لوٹ کر گڑھی انتور میں پناہ لی تھی۔ یہ اطلاع پاکر ضلعدار انور خاں جو اس وقت پرگنہ پھولمری میں مقیم تھا، اپنی مختصر جمعیت لے کر لیٹروں کو سزا دینے کے لئے نکلا۔ اسی اثنا میں ایک معزول شدہ کمائش دار کانو نامی جو خود کو متلاشی

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۴۳، مآثر نظامی، GRANT DUFF. VOL. I. P. 356.

روزگار بتلاتا تھا، انور خاں کے پاس آیا، اور اس نے مہم میں اپنی خدماتِ رہبری پیش کیں، لیکن بعد میں جب معلوم ہوا کہ وہ دشمن کا آدمی تھا، جو اس لئے بھیجا گیا تھا کہ حریف کی جمعیت کو غلط راستے پر ڈال دے، تو انور خاں نے اس کو گرفتار کرکے قید کرلیا۔ مرہٹوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے حریف کی جمعیت پر حملہ کرکے نہ صرف کانو کو قید سے چھڑا لیا بلکہ انور خاں کو بھی گرفتار کرکے ساتھ لے گئے[1] اس کا علم ہوتے ہی نواب مغفرت مآب نے ابراہیم خاں پنی (برادر داؤد خاں پنی) کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادے دے کر مرہٹوں سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ ابراہیم خاں پنی کی فوج مرہٹوں کے مقابلے میں بہت کم تھی، ماسوا اسکے شب و روز کی موسلا دھار بارش نے تیر و کمان اور آلات آتشباری کے استعمال میں بڑا ہرج ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرہٹوں کے نرغے میں آگیا۔ مجبور ہوکر اس نے نواب مغفرت مآب سے کمک طلب کی۔ آپنے فوراً تمام سرکاری فوج اور جمعیت تعینہ جمع کرکے اپنے صاحبزادے غازی الدین خاں کی سرداری میں جن کی عمر اس وقت صرف آٹھ سال تھی، ابراہیم خاں کی کمک کے لئے روانہ کردی۔ محمد غیاث خاں اور مرزا بیگ خاں بخشی صاحبزادے کی معیت میں بہ حیثیت اتالیق و مشیر بھیجے گئے[2]۔

جب غازی الدین خاں تازہ کمک لے کر پہنچے تو مرہٹے بہت گھبرائے۔ پہلے ہی حملے میں ان کے قدم اکھڑ گئے، اور وہ تاب مقاومت نہ لاکر دشوار گذار جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف فرار ہوگئے۔ اس پر بھی مغلیہ فوج نے سترا سی کوس تک ان کا تعاقب کیا، اور انمیں سے سینکڑوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ بہت سا مال غنیمت از قسم اسپ، مادیان، و چھتری لشکر شاہی کے ہاتھ لگا۔ مرہٹوں کے پاس صرف دو جنگی ہاتھی تھے، جن پر ان کو

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۴۴۷۔ [2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۴۵۷۔

بڑا فخر تھا، مگر تعاقب سے ان کا حال ایسا تنگ ہوا کہ وہ ان ہاتھیوں کو بھی ساتھ نہ لیجا سکے، اور یہ بھی لشکر شاہی کے ہاتھ آگئے" رستے میں دشمن کی گڑھیاں جہاں کہیں نظر پڑیں، مسمار کردی گئیں۔ غرض کہ دشمن پر کامل فتح و ظفر حاصل کرکے لشکر شاہی وافر مال غنیمت کے ساتھ اورنگ آباد لوٹ آیا۔ انہی ایام میں نواب مغفرت مآب نے ایک سخت علالت سے صحت پائی تھی۔ اس صحت یابی اور حالیہ فتح کی مسرت میں نوروز تک جشن منایا گیا، شہر میں روشنی ہوئی، اقسام اقسام کے کھانے تقسیم ہوئے، اور ماتحتین کو حسب حیثیت خطاب، خلعت، اضافۂ منصب، انعام و جاگیر وغیرہ سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے عرضداشت فتح اور مال غنیمت میں آئے ہوئے دشمن کے ہاتھی مرزا بیگ خاں کے ہاتھ بادشاہ کے ملاحظے میں بھیجے[1] (۱۱۲۵ھ)۔ اس پر بادشاہ نے بذریعہ فرمان اظہار خوشنودی و تحسین و آفرین کرتے ہوئے کمسن سپہ سالار غازی الدین خاں کے لئے خلعت خاصہ و سرپیچ مرصع بھیجا، اور ان کے منصب میں پانصدی پانصد سوار کا اضافہ کردیا۔ جب گرز بردار فرمان و عطایا لے کر نواب مغفرت مآب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انکو خلعت سے سرفراز کیا، اور ایک ہزار پانچ سو روپے بطور انعام مرحمت کئے[2]۔

کچھ دنوں کے بعد مرہٹوں نے نیوسا کے نواح میں جہاں ان کی جاگیر واقع تھی، پھر سامان جنگ مہیا کرکے مونگی پٹن کے فوجدار کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کی اور انکی مدد کے لئے احمد نگر سے بھی کچھ مرہٹہ سردار آگئے، یہ معلوم کرکے نواب مغفرت مآب خود فوج و توپ خانہ لے کر مونگی پٹن کی طرف روانہ ہوئے مگر آپکے رعب و دبدبہ سے حریفوں کو مقابلے پر آنیکی جراءت نہ ہوئی اور وہ بغیر لڑے بھڑے منتشر

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۴۴۔ [2] مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۶۵

ہو گئے۔ آپ اس علاقے کا بندوبست کر کے براہ شاہ گڑھ واپس ہوئے [1]

مستقر پر واپس آنے کے بعد نواب مغفرت مآب نے اپنے دونوں صاحبزادوں یعنی میر محمد پناہ فیروز جنگ و میر احمد ناصر جنگ کی رسم ختنہ بڑی دھوم دھام سے ادا کی۔ اس موقع پر دکن کے اکثر سرداروں نے تحفے تحائف پیش کرنے کی عزت حاصل کی، اور آپ نے تقریباً سو خلعت عہدہ داران و معززین میں تقسیم کئے [2]

اس دفعہ جالنہ میں مرہٹوں کے شورش برپا کرنے کی اطلاع ملی۔ نواب مغفرت مآب نے ابراہیم خاں کو کافی فوج دیکر ان کی تنبیہہ کے لئے بھیج دیا، پھر خود بھی اس کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ اثنائے راہ میں حیدر قلی خاں جو حال ہی میں دربار مغلیہ سے امانت خاں کی جگہ دیوانی دکن پر مامور کیا گیا تھا، دہلی سے آکر اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ سلام کے لئے حاضر ہوا، اور چاہتا تھا کہ خود بھی اس مہم میں ہمرکاب رہے۔ مگر چونکہ اس کا تقرر بلا استمزاج صوبہ دار متعلقہ عمل میں لایا گیا تھا، اور نواب مغفرت مآب اس انتظام سے خوش نہ تھے، اس لئے جان فشاں خاں میر تزک کو حکم دیا کہ تاوقتیکہ وہ اپنی خدمت کا جائزہ نہ لے، اسکو سلام کا موقع نہ دیا جائے۔ آپ مرہٹوں کی قرار واقعی سرکوبی کر کے مظفر و منصور اپنے مستقر کو واپس ہوئے [3]

دیوانی دکن پر حیدر قلی خاں کا تقرر دراصل میر جملہ خان خاناں کی کوشش سے عمل میں آیا تھا، مگر وہ زیادہ دنوں تک اس خدمت کو سنبھال نہیں سکا۔ چونکہ اس کو میر جملہ خان خاناں کی پوری تائید و مدد حاصل تھی، اس لئے وہ خود سر ہو گیا اور اس کی حمایت کے برتے پر جو جی چاہتا کر بیٹھتا اور عمال سرکاری کے ساتھ بلاوجہ سخت گیری سے پیش آتا تھا۔

[1] ماثر نظامی۔ [2] ماثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۶۰۔ ۶۱۔

[3] ماثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۶۱۔

اس کی نازیبا حرکات سے نواب مغفرت مآب بھی اثر لئے بغیر نہ رہے۔ ایک مرتبہ اس کو دیوان خانے میں بلوا کر محمد غیاث خاں و سعد الدین خاں کی معرفت پند و نصیحت بھی کہ وہ اپنی نازیبا حرکات سے باز آجائے، مگر جب وہ اپنی ان حرکات سے باز نہیں آیا تو آپ نے مصلحت سے اس کو خدمت سے علٰحدہ کر دیا۔

انبوجی سرویس مکھ پرگنہ شیئر ضرورت سے زیادہ چالاک اور زمانہ ساز تھا۔ وہ کبھی تو مرہٹوں کی رفاقت کرتا تھا، اور کبھی ان کے دفع شر کے لئے مغل سرداروں کی طرف مل جایا کرتا تھا سابقہ دو تین معرکوں میں وہ مرہٹوں کے ساتھ برابر شریک رہا۔ مگر اب کھنڈے راؤ دھباڑیہ سے اَن بَن ہو جانے کی وجہ وہ اپنی مختصر سی جمعیت کو ساتھ لیکر بوساطت محمد غیاث خاں نواب مغفرت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ "کھنڈے راؤ بگلانہ میں ایک چھوٹا قلعہ بنا کر اس میں اپنے متعلقین کو رکھ دیا ہے، اور وہ خود سورت و احمد آباد سے آنے جانے والے قافلوں کو لوٹتا اور قرب و جوار کے علاقوں کو تباہ و برباد کرتا پھرتا ہے، اگر سرکار تھوڑی سی فوج کسی سردار کی سرکردگی میں روانہ فرمائیں تو اس سے اس کی بخوبی سرزنش ہو سکتی ہے" آپنے اس کی درخواست قبول کر لی اور عمر خاں کو ایک ہزار سوار دے کر اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔ وہ کھنڈے راؤ کو تو نہ پا سکا، البتہ اس نے بگلانہ پہنچ کر اسکے قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اسکے متعلقین کو گرفتار کر لیا۔ اس کارنامے پر نواب مغفرت مآبنے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا، اور اسکے صلے میں اسکو منصب اور جاگیر عطا کی۔[1]

نواب مغفرت مآب کا صوبہ داری دکن سے عزل | دوسرے علاقوں کے انتظامات سے کسی قدر فرصت

[1] ۔ مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۶۵ و ۶۶۔

ملتے ہی نواب مغفرت مآب نے کرناٹک کے معاملات کی طرف توجہ کی آپ نے عزت بیگ خاں کو نائب فوجدار بنا کر کرناٹک بھیجدیا، مگر وہ معزول فوجدار عبدالنبی خاں سے کسی بات پر جھگڑ بیٹھا، اور لڑائی میں اس سے شکست کھائی۔ یہ کیفیت سنتے ہی نواب مغفرت مآب نے ضروری بندوبست کی غرض سے کرناٹک کا قصد فرمایا۔ انبڑ کے قریب پہنچے تھے کہ آپ نے خبر سنی کہ صوبہ داریٔ دکن پر آپ کی جگہ امیرالامرا سید حسین علی خاں کا تقرر عمل میں آیا ہے اس کی تصدیق آپ کے وکیل متعینہ دربار دہلی نے بھی کی۔ تب آپ کرناٹک کا قصد ملتوی کر کے اورنگ آباد واپس آگئے۔ چند روز بعد دربار سے آپ کی طلبی کا فرمان بھی آپہنچا۔

نواب مغفرت مآب کے بے نظیر تدبر و سیاست اور غیر معمولی تہور و شجاعت کا ثبوت ہے کہ آپ نے اپنی صوبہ داری کے مختصر سے دور میں دکن کے بگڑے ہوئے حالات پر اچھی طرح قابو پالیا، دشمنان ملک و قوم کا قلع قمع کیا، ویران ملک میں ازسرنو تازگی پیدا کردی رعایا کو زائد اور غیر ضروری محاصل کے دباؤ سے نکال کر آسودہ اور خوش حال بنادیا ظالموں اور مفسدوں کی بیخ کنی کی، اور غاصبوں اور راشیوں کو اپنے انصاف کے شکنجے میں کس رکھ دیا۔ غرض کہ تھوڑی سی مدت میں آپ نے وہ کام انجام دیا، جس کا برسوں میں انجام پانا بہت مشکل تھا۔

نواب مغفرت مآب کی دہلی کو روانگی طلبی کا فرمان پہنچتے ہی نواب مغفرت مآب اپنی تمام متعلقہ فوج لیکر اور فوجداریٔ مرادآباد پر تعینات دکن سے دہلی کو روانہ ہوئے (صفر ۱۱۲۶ھ)۔ برہان پور پہنچے تو معلوم ہوا کہ مرہٹے اطراف و اکناف کے علاقوں میں شوخی و شرارت پر کمر باندھے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان کی تنبیہہ کا ارادہ کیا، اور فوج لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوگئے۔ مرہٹوں نے ایک دشوار گذار گھنے جنگل میں بھاگ کر پناہ لی، مگر آپ نے ایسے جنگل میں بھی ان کا تعاقب کیا نا

نہ چھوڑا۔ حریفوں نے موقع پاکر جنگل کو آگ لگادی جس سے آپ کی فوج کا صحیح سلامت
بچ کر نکلنا دوبھر تھا۔ آپ نے بڑی دُور اندیشی سے اپنی فوج کو خطرے کے مقام سے نکال لیا
اور چالیس پچاس کوس تک حریفوں کا تعاقب کرکے بُرہان پور واپس ہوئے۔ یہاں
چند روز قیام کرنے کے بعد آپ نے پایۂ تخت کا رُخ کیا۔ اُدھر سے امیرالامرا سیّد حسین علی خاں
صوبہ دار دکن مقرر ہوکر پایہ تخت سے روانہ ہوگیا تھا۔ رستے میں جب یہ دونوں ایک
دوسرے کے قریب پہنچے تو امیرالامرا سیّد حسین علی خاں نے نواب مغفرت مآب کے پاس
ملاقات کا پیغام بھیجا، مگر آپ نے بادشاہ کے پاسِ خاطر اور عزل و نصب کے عار سے قبول
نہ کیا، اور کوچ پر کوچ کرتے ہوئے دارالخلافہ پہنچے۔ اعتمادالدولہ محمد امین خاں بہادر
پیشوائی کرکے آپ کو بادشاہ کی خدمت میں لے گئے۔ بادشاہ آپ کے ساتھ بڑی مہربانی سے
پیش آیا، اور آپ کو عطائے خلعت خاص و سرپیچ مرصع سے سرفراز کیا۔ آپ نے گیارہ لاکھ
روپے جو زمینداروں سے بطریق پیش کش وصول کئے تھے، خزانہ شاہی میں داخل کردئے۔
امیرالامرا سیّد حسین علی خاں کا بھائی وزیر سیّد عبداللہ خاں ملاقات کی غرض سے آپ کی
ڈیوڑھی پر آیا، اور آپ کے عزل کی نسبت بہت کچھ معذرت و دلجوئی کرتے ہوئے کہا کہ "میری
وزارت کو اصل میں آپ اپنی ہی وزارت سمجھئے صوبہ داری کی کیا حقیقت ہے، بعض
مصلحتوں کی بنا پر امیرالامرا صوبہ داریٔ دکن پر مامور کئے گئے ہیں، اب آپ اپنے لئے
جو بھی صوبہ منتخب فرمائیں، وہ آپ کے سپرد کردیا جائے گا۔" چونکہ اس وقت بادشاہ اور
وزیر کے درمیان عداوت و نفاق کی ایک وسیع خلیج حائل تھی، دربار سازشوں کا مرکز
بنا ہوا تھا، اور دونوں طرف فتنہ و فساد کی آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، اس لئے آپ نے
بمقتضائے مصلحت و دُور اندیشی پایہ تخت میں اپنا ٹھیرنا مناسب خیال نہیں کیا اور

کوشش کی کہ جلد سے جلد یہاں سے رُخصت ہو جائیں، چنانچہ آپ فوجداری مُرادآباد سنبھل قبول کرکے بادشاہ سے اجازت لے کر مُرادآباد چلے گئے، جہاں آپ کی جاگیرات بھی واقع تھیں [1]

---

[1] مآثر نظامی، سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۱۴، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۰۔

باب ہفتم

ساداتِ بارہہ کا تسلّط و بادشاہ گردی

سیّد برادران کا امورِ سلطنت میں اقتدار

جب محمد فرخ سیر تاج و تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو سیّد برادران (سیّد عبداللہ خاں و سیّد حسین علی خاں بارہہ) اپنے آپ کو سلطنت کے مراتب جلیلہ کا حق دار سمجھنے لگے۔ انصافاً دیکھا جائے تو وہ ان کے مستحق بھی تھے، کیونکہ انکی اعانت و مدد محمد فرخ سیر کے شاملِ حال نہ ہوتی تو اس کا تاج و تخت پر قبضہ کرنا محال تھا، مگر محمد فرخ سیر نے بھی ان کی جاں فشانیوں کا صلہ دینے اور ان کی قدر کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی بلکہ اس نے ان کو قابلِ فخر خطابات، عمدہ مناصب اور گرانقدر عطیات کے علاوہ سلطنت کے وہ اعلیٰ ترین عہدے سرفراز کئے، جو سادات بارہہ میں سے کسی شخص کو بھی باوجود امارت رکھنے کے سابقہ ادوار میں نصیب نہیں ہوئے تھے، چنانچہ سیّد عبداللہ خاں وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز کیا گیا، اور سیّد حسین علی خاں کو میر بخشی کی خدمت عنایت ہوئی اور ان کے خویش و اقارب اور ان کی جماعت کے بیسیوں افراد بھی حسب مراتب عمدہ مناصب اور اعلیٰ خدمات سے سرفراز کئے گئے۔

سید برادران کی خود اختیاری اور اس کا مضر اثر

سلطنت کے اہم ترین شعبے سیّد برادران کے ہاتھ آجانے کے بعد خاص کر اس صورت میں کہ خود بادشاہ ان کا زیر بار احسان ہو چکا ہو، امورِ

سلطنت میں ان کے اقتدار و تسلط پانے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس درجے پر پہنچ کر اب وہ چاہتے تھے کہ سلطنت کا کوئی کام اپنی تجویز و صلاح کے بغیر انجام نہ پائے۔ اگر سیّد برادران چاہتے تو ابتدا ہی سے بادشاہ کو راضی رکھتے ہوئے امورِ سلطنت حُسن و خوبی سے انجام دے سکتے تھے، جس میں طرفین کی فلاح اور سلطنت کے استحکام کا راز مضمر تھا، مگر وہ حکومت و جاہ طلبی کی بھول بھلیوں میں کچھ اس طرح گم ہو گئے کہ ان کو اس طرف خیال کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ یہ ان کی قابلیت و شجاعت کا گھمنڈ تھا یا امارت و ریاست کا نشہ کہ وہ کسی امیر یا درباری کو اپنے خاطر میں نہیں لاتے تھے حتیٰ کہ بادشاہ کو بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے سرداروں کو اس طرح خودسر ہوتے دیکھ نہیں سکتا، پھر محمد فرخ سیر کے لئے یہ کس طرح ممکن ہو سکتا تھا۔ ماسوا اس کے سیّد برادران نے اپنے غیر معمولی اقتدار اور پُر نخوت اطوار سے اکثر درباریوں کو اپنا حاسد اور دشمن بنا لیا تھا، جو وقتاً فوقتاً بادشاہ سے ان کی شکایتیں اور برائیاں بیان کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے میں بادشاہ کا دل سیّد برادران کی طرف سے بالکل منغض و منحرف ہو گیا۔

بادشاہ و وزیر کے مابین مخالفت اور بادشاہ کی سیّد برادران کے استیصال پر آمادگی

سب سے پہلے بادشاہ و وزیر کے درمیان دیوان خالصہ و صدر الصدور کے تقررات کے بارے میں نزاع ہو گئی۔ وزیر نے اپنی طرف سے لطف اللہ خاں صادق کو دیوان خالصہ اور سیّد امجد خاں کو صدر الصدور مقرر کیا تھا، مگر بادشاہ چاہتا تھا کہ دیوانی خالصہ پر چھبیلہ رام ناگر اور خدمتِ صدارت پر اسکلے [؟] افضل خاں کا تقرر عمل میں آئے، چنانچہ اس نے ان کے تقررات بھی کر دئے تھے، اس کے باوجود وزیر اپنے انتظام کو بدلنے پر آمادہ نہ ہوا۔ آخر معاملہ بحث و تکرار تک پہنچا۔ وزیر کا کہنا تھا کہ اگر شروع ہی میں اس کے مقرر کئے ہوئے آدمی برقرار نہ رکھے جائیں تو اس کی

وزارت کا کیا اعتبار رہے گا؟ مگر اس نے یہ غور نہیں کیا کہ ایسے حالات میں بادشاہ کے
خلاف منشا چلنے اور اس کی تجاویز مسترد کرنے سے کیا اثرات مرتب ہونگے؟ میر جملہ اور دوسرے
درباریوں نے موقع پاکر پیچ مارا کہ "اگرچہ بادشاہ اپنے نوکروں کو اختیار دیتے ہیں مگر ان کو
نہ چاہئیے کہ اپنی حد سے تجاوز کریں، ایک نوکر کی کیا مجال ہے کہ بادشاہ کے حکم کے بغیر
عمدہ خدمات مثل صدارتِ کُل وغیرہ پر کسی کا تقرر کریں"۔ آخر کدورت آمیز بحث و مباحثہ
کے بعد تقررات دیوانی و صدارت کے بارے میں یہ طے پایا کہ حسب تجویز بادشاہ خدمتِ
صدارت پر افضل خاں کا، اور حسب خواہش وزیر خدمت دیوانی پر لطف اللہ خاں صادق
کا استقلال عمل میں لایا جائے۔ بریں ہم بادشاہ و وزیر کے دلوں میں شر و فساد کی آگ
جو ایک مرتبہ لگ چکی تھی، پھر بجھ نہ سکی لیے دربار میں حاسدوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ انہوں نے
اپنی نامحمود کوششوں سے اس آگ کو اور بھڑکا دیا۔ پہلے ہی وزیر سیّد عبد اللہ خاں کی
خود مختاریت سے بادشاہ کے احساسِ بے بسی پر ایک تازیانہ پڑ چکا تھا۔ اب حاسدوں نے
اس کے دل میں سیّد برادران کے امورِ سلطنت میں بڑھے ہوئے اثر و اقتدار کی طرف سے
ایسے وسوسے ڈال دئے کہ وہ سیّد برادران کی طرف سے غیر مطمئن ہوکر اپنی مطلق العنانی
حاصل کرنے کی فکر میں پڑ گیا۔ اس مقصد میں بادشاہ کے لئے ان سے بزور سارے
اقتدارات چھین کر کامیابی حاصل کرنا کچھ آسان کام نہ تھا، کیونکہ ان کی قوت بہت بڑھی
ہوئی تھی، اور وہ سلطنت کے قریب قریب تمام اہم کارخانجات پر قابض و متصرف
تھے، اس لئے اس نے دربردہ سازشوں کے ذریعہ ان کے استیصال کا مصمم ارادہ کرلیا،
مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کو یہ سودا کس قدر مہنگا پڑے گا۔

لہ۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۳۱۔

سیّد برادران کے استیصال میں بادشاہ کی کوشش اور ناکامی۔

بادشاہ اور اس کے ہمراز درباری اپنے نزدیک یہ خیال کرتے تھے کہ جب تک سیّد برادران کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے ان کی متحدہ قوت کو تقسیم و کمزور نہ کر دیا جائے اس وقت تک ان کا استیصال کرنا ممکن نہیں اس خیال کے تحت پہلے بادشاہ نے امیرالامرا سیّد حسین علی خاں کو راجہ اجیت سنگھ کی گوشمالی کے بہانے جودھپور روانہ کر دیا، اور ادھر خفیہ طور پر راجہ کو لکھ بھیجا کہ ہر ممکن کوشش سے امیرالامرا کو ٹھکانے لگا دے[1] اور پھر اس نے پایہ تخت میں وزیر سیّد عبداللہ خاں کو بے دست و پا کرنے کی کوشش کی، مگر بادشاہ کو اپنے کسی ارادے میں بھی کامیابی نہ ہوسکی، ہاں اتنا ضرور ہوا کہ اس کی مخالفانہ کارروائیوں سے وزیر بہت پریشان ہوگیا اور اس کو اپنی سلامتی و حفاظت کے لئے اپنے بھائی کو خطوط بھیج کر مہم جودھپور سے طلب کرنا پڑا۔ راجہ اجیت سنگھ نے اپنے میں مقابلے کی تاب نہ دیکھ کر امیرالامرا سے دب کر صلح کی درخواست کی تھی۔ بھائی کے خطوط پہنچتے ہی اس نے راجہ سے ان شرائط پر صلح کرلی کہ وہ اپنی بیٹی بادشاہ کو بیاہ دے، رقمِ خراج ادا کرے، اور اپنے بیٹے کو شاہی ملازمت کے لئے بھیجے۔ پھر وہ شائستہ خاں کو جو بادشاہ کا خالو تھا، راجہ کی لڑکی لانے کے لئے وہیں چھوڑ کر بعجلت تمام پایہ تخت آپہنچا[2] سیّد برادران کی طرف سے بادشاہ کے دل میں مخالفت اس طرح مضبوط بیٹھ گئی تھی کہ ان کے اس حسنِ خدمت سے بھی نکل نہ سکی، اور وہ بدستور ان کے استیصال کے منصوبے گانٹھتا رہا۔

امیرالامرا سیّد حسین علی خاں کی صوبہ داری دکن پر ماموری۔

سیّد برادران کو پھر ایک دوسرے سے جدا کرنے کی خاطر بادشاہ نے

---

[1] IRVINE. VOl. I. P. 286.-

[2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۳۸، ۷۳۹۔

اپنے رفیقوں کے مشورے پر صوبہ داریٔ دکن امیر الامرا سیّد حسین علی خاں کو پیش کی، جو ان دنوں نواب مغفرت مآب سے متعلق تھی۔ امیر الامرا نے اس پیش کش کو خوشی سے قبول بھی کر لیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ صوبہ داریٔ دکن بھی ہاتھ آجانے سے اس کی اور بھائی کی قوت میں نمایاں اضافہ ہو جائے گا، مگر وہ اپنے بھائی کو حاسدوں اور دشمنوں کے بیچ میں تنہا چھوڑ کر دکن جانا نہیں چاہتا تھا بلکہ مثل ذوالفقار خاں نصرت جنگ کے وہاں اپنا نائب چھوڑ کر پایہ تخت ہی میں رہنا چاہتا تھا۔ بادشاہ تو کسی نہ کسی طرح امیر الامرا کو پایۂ تخت سے بڑھانا چاہتا تھا، اس لئے اس کو اصرار تھا کہ امیر الامرا دکن چلا جائے، لیکن سیّد برادران اس پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔ اس بارے میں پھر دونوں طرف مخالفانہ جذبات کام کرنے لگے، اور ان میں اس قدر شدت پیدا ہو گئی کہ سیّد برادران نے دربار میں اپنی آمد و رفت بالکل ترک کر دی، اور وہ سرعت سے فوجیں جمع کرنے اور اپنی حویلیوں کے اطراف مورچے قائم کرنے میں مصروف ہو گئے تاکہ ضرورت پیش آنے پر حریفوں کا مقابلہ اور اپنی مدافعت کر سکیں۔ اب بادشاہ کی والدہ نے طرفین میں صلح کرا دینے کا بیڑا اٹھایا، اور خود سیّد برادران کے گھر جا کر ان کو آمادہ کر لیا کہ وہ اس غرض کے لئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ سیّد برادران اپنی حفاظت کی خاطر قلعے میں جا بجا اپنے آدمی بٹھا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر انہوں نے گلوں اور شکووں کا دفتر وا کیا، اور اپنی کمر سے تلوار کھول کر سامنے رکھ دی، اور عرض کی "اگر غمازوں کے کہنے سے حضور کے خاطر میں ہماری طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہو گیا ہو تو حکم دیجئے کہ ہمیں قتل کر ڈالیں یا ہمیں معزول کر کے کعبۃ اللہ روانہ فرما دیں، لیکن چغلخوروں اور حاسدوں کے کہنے سے ہم جان فشان خدمت گاروں کی خفت اور نقصان جانی و مالی کا باعث ہونا بادشاہوں کی

حق شناسی سے بعید ہے"۔ آخر بڑی رد و قدح کے بعد سیّد برادران اس تصفیہ پر راضی ہو گئے کہ قبل اس کے کہ امیر الامرا دکن روانہ ہو، میر جملہ کو جو ان کی نظر میں سب سے زیادہ خطرناک آدمی تھا، پایہ تخت سے ہٹا کر عظیم آباد (پٹنہ) کی صوبہ داری پر بھیج دیا جائے۔ چنانچہ میر جملہ صوبہ دار بنا کر پایہ تخت سے عظیم آباد بھیج دیا گیا، اس کے بعد امیر الامرا بھی پورے اختیارات کے ساتھ دکن کی طرف روانہ ہوا، مگر چلتے ہوئے بادشاہ سے صاف کہہ گیا کہ "اگر میرے غیاب میں پھر میر جملہ پایہ تخت میں طلب کیا گیا یا میرے بھائی سے اور قسم کا سلوک کیا گیا تو مجھ کو بیس روز کے اندر دہلی پہنچا سمجھئے"۔[۱]

امیر الامرا کا دکن روانہ ہونا اور بادشاہ کا اس کے استیصال میں مکر ناکام کوشش کرنا

بظاہر بادشاہ اور سیّد برادران کے مابین صلح ہو گئی تھی، مگر ان کے دلوں کا غبار دلوں ہی میں رہا جب امیر الامرا سیّد حسین علی خاں صوبہ داری کا جائزہ لینے کے لئے پایہ تخت سے دکن روانہ ہو گیا تو بادشاہ نے پھر ایک مرتبہ اس کے استیصال میں کوشش کی، اور در پردہ داؤد خاں پنی حاکم گجرات کو صوبہ داری دکن کی توقع دلا کر ابھارا کہ رستے ہی میں امیر الامرا کا کام تمام کر دینے کی کوشش کرے، چنانچہ داؤد خاں پنی صوبہ داری دکن کا امید وار ہو کر برہان پور آ گیا کہ امیر الامرا کا رستہ روکے، اور اس سے نبرد آزما ہو۔ جب امیر الامرا اکبر پور پہنچا تو اس کو داؤد خاں پنی کے ارادے کی اطلاع ملی۔ اس نے پہلے داؤد خاں پنی کے پاس پیام بھجوایا کہ "کل صوبہ داری دکن مجھ سے متعلق کر دی گئی ہے، اس لئے یا تو تم میری اطاعت کر دو یا بادشاہ کے پاس چلے جاؤ تاکہ آپس میں فساد و خونریزی نہ ہونے پائے"۔ داؤد خاں پنی تو محض صوبہ داری دکن کی خاطر قسمت آزمائی کرنے میدان میں آیا تھا، اس صورت میں

---

[۱] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۴۲۔

بھلا امیر الامرا کے پیام کا اس پر کیا اثر ہو سکتا تھا۔ آخر لعل باغ کے میدان میں ان دونوں کے درمیان ایک سخت رَن پڑا۔ ہر دو حریف شجاعت و بہادری میں نمایاں امتیاز رکھتے تھے، اس لئے ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کے لئے لڑائی میں بڑھ بڑھ کر دادِ شجاعت و بہادری دینے لگے۔ بڑی کش مکش کے بعد سادات کے مقابلے میں افغانوں کو قدرے غلبہ ہونے لگا تھا کہ حریف کے ایک توپ کے گولے نے ان کے سردار کا کام تمام کر دیا، اور وہ مایوس ہو کر منتشر ہو گئے اس طرح میدان سادات کے ہاتھ رہا۔[1] امیر الامرا مظفر و منصور اورنگ آباد پہنچ کر دکن کے انتظامات میں مصروف ہو گیا۔

سیّد برادران کی نافرمانیاں | بادشاہ کے سخت ناراض و مخالف ہو جانے کے باوجود سیّد برادران بھی اپنی نافرنیوں سے باز نہیں آسکے۔ وزیر سیّد عبداللہ خاں نے رتن چند کو جو ذات کا بقال تھا، اپنا دیوان بنا کر اس کو وزارت کے جمیع کاروبار میں بہت دخیل کر دیا تھا۔ یہ دیوان جب تک اپنے اور اپنے آقا وزیر کے لئے رشوت حاصل نہ کر لیتا کسی اہلِ غرض کے کام پر متوجہ نہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی تنگ نظری و جہالت سے امورِ سلطنت میں افراتفری پیدا ہونے لگی تھی۔ بادشاہ نے اس کی بداعمالیوں کو دیکھ دیکھ کر آخر وزیر سے کہا کہ اس کو موقوف کر دیا جائے، مگر وزیر اس کی حمایت و تائید پر کچھ اس طرح اڑا ہوا تھا کہ اس کو موقوف نہیں کیا۔[2] وزیر نے دوسری نافرمان حرکت یہ کی کہ جب بادشاہ نے راجہ جے سنگھ کو چورامن جاٹ کی سرکوبی کیلئے جس نے اکبر آباد میں اپنے آبائی طریق پر فتنہ و فساد مچا رکھا تھا، بھیجا، اور اس سردار نے اپنے زبردست حملوں سے اس مفسد کے چھکے چھڑا دیئے تو اس (چورامن) کی درخواست پر وزیر نے خلاف منشاء بادشاہ اس سے صلح

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۴۷۔ [2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۷۷۔

کرلی، اور اس کو منصب سے سرفراز کیا[1] اُدھر دکن میں امیر الامرا سیّد حسین علی خاں یہ خودسری کر رہا تھا کہ بادشاہ جن جن آدمیوں کو بڑی بڑی خدمتوں پر مقرر کر کے بھیجتا تو ان کو ان خدمتوں پر مامور نہیں کرتا تھا بلکہ ان کی جگہ اپنے آدمیوں کا تقرر کرتا تھا[2] سیّد برادران کی ان نافرمانیوں کا لازمی نتیجہ تھا کہ بادشاہ کے دل میں جذبۂ مخالفت روز بروز ترقی کرتا گیا

امیر الامرا کا عہد صوبہ داریٔ دکن

نواب مغفرت مآب کے دکن سے ہٹتے ہی مرہٹوں نے یہاں عام طور پر لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی تھی۔ امیر الامرا سیّد حسین علی خاں کو اطلاع ملی کہ کھنڈے راؤ دھبپاڑیہ بندرِ سورت کے رستے پر گڑھیاں اور تھانے قائم کر کے اس رستے سے گذرنے والے تاجروں اور مسافروں کو ان کے اموال کا چوتھائی حصّہ وصول کئے بغیر سلامتی سے گذرنے نہیں دیتا، اور اگر وہ اپنے اموال کا چوتھائی حصّہ دینے سے انکار کرتے ہیں تو انکو لوٹ لیتا ہے، اور پھر لوٹ مار میں جو لوگ اس کے ہاتھ گرفتار ہو جاتے ہیں تو ان کو تاوقتیکہ وہ اپنی رہائی کے لئے روپیہ نہ بھریں، رہا نہیں کرتا۔ اس پر امیر الامرا نے اس کی تنبیہہ کے لئے ذوالفقار بیگ بخشی کو تین چار ہزار سوار اور پانچ چھ ہزار بندوقچی ساتھ دے کر روانہ کیا۔ کھنڈے راؤ دھبپاڑیہ آٹھ نو ہزار سواروں کے ساتھ بگلانہ کی طرف پڑا ہوا تھا۔ جب ذوالفقار بیگ نے اس کا تعاقب کیا تو وہ گھنے جنگلوں اور دشوار گذار پہاڑی علاقوں میں بھاگ کر چھپ گیا۔ ذوالفقار بیگ اپنی شجاعت و بہادری کے زعم میں بلا حزم و احتیاط مرہٹوں کا تعاقب کرتے ہوئے ان مخدوش علاقوں میں گھس گیا۔ مرہٹے جو مختلف ٹولیوں میں منقسم ہو کر اِدھر اُدھر چھپ کر بیٹھ گئے تھے، ذوالفقار بیگ کو قریب و غافل پا کر چاروں طرف سے اس پر اس طرح اچانک ٹوٹ پڑے کہ وہ سنبھل نہ سکا، اور اس دار و گیر میں

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۷۰۔
[2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۷۳۔

اپنے سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ قتل ہوگیا اور جو سپاہی بچ رہے تھے وہ اپنی جانیں بچانے کی خاطر ہتھیار ڈال کر قید ہوگئے۔ جب امیر الامرا کو یہ افسوسناک خبر پہنچی تو اس نے اپنے دیوان راجہ محکم سنگھ کو ایک شائستہ فوج کے ساتھ کھنڈے راؤ کی گوشمالی کرنے کے لئے بھیج دیا، اور پھر اپنے چھوٹے بھائی سیّد سیف الدین علی خاں صوبہ دار برہان پور کو لکھا کہ وہ بھی راجہ کی مدد کے لئے روانہ ہو جائے۔ ہر چند راجہ محکم سنگھ اور سیّد سیف الدین علیخاں نے متفقہ طور پر کھنڈے راؤ کا تعاقب کیا کہ اس کی قرار واقعی سرکوبی کرکے سابقہ نقصانات کی تلافی کریں، مگر کھنڈے راؤ کچھ عرصہ تو دفع الوقتی کرتا رہا اور پھر افواج شاہی کے مقابلے میں کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر راجہ ساہو کے پاس چل دیا۔ البتہ ان لوگوں نے مرہٹوں کی دوسری فوجوں سے مقابلے کئے، جو احمد نگر کے اطراف واکناف کے علاقوں کو تاخت د تاراج کرتی پھرتی رہی تھیں، اور ان کو مار مار کر قلعہ ستارا کے نیچے تک بھگا بھی دیا، لیکن اس سے ذوالفقار بیگ کے کشتہ اور اس کی فوج کے برباد ہونے کی تلافی نہ ہو سکی۔ مرہٹوں کی خاطر خواہ سرکوبی نہ ہونے سے ان کی باغیانہ حرکات دکن کے اکثر علاقوں میں بدستور جاری رہیں۔ قطع نظر اس کے بعض علاقوں کے بڑے بڑے زمیندار اور سرکاری عہدہ دار بھی امیر الامرا کے خلاف بغاوت پر کمر باندھے ہوئے تھے۔ بایں وجوہ دکن کے انتظامات امیر الامرا سے بخوبی سنبھل نہ سکے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خود بادشاہ نے دکن میں امیر الامرا کو کمزور و تباہ کرنے کی خاطر مرہٹوں بعض بڑے زمینداروں اور سرکاری عہدہ داروں کو پوشیدہ طور پر اس کے خلاف بغاوت ومقابلہ پر ابھارا تھا[1]۔ بادشاہ نے امیر الامرا کی خود سری اور پھر اپنے نصب العین کے تحت

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۸۰۔

اس مرتبہ اس کے خلاف یہ چال چلی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

ان حالات کے تحت امیر الامرا نے خیال کیا کہ جب تک کہ ملک و سلطنت کے زبردست دشمنوں یعنی مرہٹوں سے صلح کر کے ان سے رشتۂ اتحاد قائم نہ کیا جائے، اس وقت تک دکن کے سارے علاقے میں اپنا اقتدار قائم اور یہاں خاطر خواہ انتظام نہیں کیا جا سکتا، اور اس کی نظر میں بادشاہ کی سازشوں سے محفوظ و مامون رہنے اور ان کے خلاف جوڑ توڑ کرنے کا بھی یہی ایک عمدہ ذریعہ تھا، اس لئے اس نے شنکراجی ملہار کو راجہ ساہو کے پاس بھیج کر صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ راجہ ساہو کی طرف سے بالاجی وشوا ناتھ و جمناجی نے چند شرائط صلح پیش کیں، جن میں سے اہم یہ ہیں:-

(۱) شش صوبجات دکن (بہ شمول بیجاپور و حیدر آباد کرناٹک و ریاست ہائے باج گذار میسور، ترچناپلی و تانجور) میں مرہٹہ سرداروں کو وصول چوتھ کے کامل اختیارات دے دیئے جائیں۔[۱]

(۲) علاوہ وصولی چوتھ کے اختیارات کے انہیں سینکڑا دس روپیہ رعایا سے بطریق سردیس مکھی وصول کرنے کا حق بھی دیا جائے۔[۲]

(۳) بجز مقبوضات خاندیس کے مہاراشٹر کے وہ سارے علاقے واپس کر دیئے جائیں، جو کسی زمانے میں سیواجی کے مملوکہ و مقبوضہ تھے۔ مقبوضات خاندیس کے معاوضے میں پندھارپور کے مشرق تک کا قدیم اضلاع سے ملحق علاقہ دیا جائے۔[۳]

(۴) کرناٹک کے قدیم اضلاع کا استرداد بھی عمل میں لایا جائے۔[۴]

---

[۱] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۸۴۔ GRANT DUFF. VOl. I. P. 368.

[۲] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۸۴۔

[۳] و [۴] GRANT. DUFF VOl. I. P. 368.

۵ ۔ راجہ ساہو کے اہل خاندان جو ابھی تک شاہی حراست میں ہیں جلد سے جلد دہلی سے بھیج دئے جائیں [1]

ان شرائط کے قبول کئے جانے کی صورت میں ساہو کے وکلاء نے اپنی جانب سے حسب ذیل عہود و مواثیق پر پابند ہونے کا یقین دلایا :۔

(۱) ساہو کی حکومت اضلاع منزرہ کے لئے مغلیہ حکومت کو سالانہ دس لاکھ روپے پیش کش دیا کرے گی [2]

(۲) محصول سردیس مکھی کے معاوضے میں مرہٹہ حکومت ملک کی حفاظت ظلم و تعدی کی روک تھام، چوروں اور لٹیروں کا قلع قمع یا اموال مسروقہ کی بازیابی کرنے کی ذمہ دار ہوگی [3]

(۳) محصول چوتھ کے بدلے پندرہ ہزار مرہٹہ سواروں کی ایک جمعیت صوبہ دار دکن وغیرہ کی صوابدید پر شاہی خدمت میں رکھی جائے گی [4]

شاید عام حالات میں امیر الامراء مرہٹوں کی پیش کردہ شرائط کو منظور نہ کرتا، مگر چونکہ دکن میں بادشاہ کی کوششوں سے اس کے اقتدار کو صدمہ پہنچ رہا تھا، اور پھر پایہ تخت سے بھی اس کی تباہ کن سازشوں کے بارے میں بھائی کے پاس سے برابر اطلاعیں آ رہی تھیں، اس لئے وہ گھر کے دشمن سے نجات پانے کے لئے ملک و سلطنت کے سود و زیاں کا خیال کئے بغیر باہر کے دشمن سے صلح کر لینے پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے ساہو کے وکلاء کی پیش کردہ شرطیں منظور کر لیں، اور ان دونوں کے درمیان صلح نامہ مرتب ہو گیا جن کی رو سے امور مالی و ملکی میں مرہٹوں کا بھی عمل دخل ہو گیا، اور وہ محاصل دکن میں

[1] تا [4] GRANT DUFF. Vol. I. P. 368.

(۳۵۱) فی صد حصے سے حکومت مغلیہ کے شکمی دار بن گئے۔ جب امیر الامرا نے صلح نامے کی توثیق کے لئے فرمان شاہی طلب کیا تو بادشاہ نے ملک و حکومت کے حق میں اس کو مضر بتلاتے ہوئے اس پر اظہار ناراضی کیا [۱]

وزیر سید عبداللہ خاں کے استیصال کے لئے پایہ تخت میں بعض امرا کی طلبی۔ ان دنوں دربار میں محمد مراد بخش کشمیری کا طوطی بہت بول رہا تھا۔ اس شخص نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے بادشاہ کے دل میں خاص جگہ پیدا کر لی تھی۔ جب سید برادران سے بادشاہ کی بالکل ٹھن گئی تو اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اظہار خیر خواہی و ہمدردی کو وسیلہ بنا کر بادشاہ کی خوشنودی اور اعتماد اس قدر حاصل کر لیا تھا کہ بادشاہ نے تھوڑے ہی عرصے میں اس کو خطاب "رکن الدولہ اعتقاد خاں" سرفراز کر کے دو ہزاری سے ہفت ہزاری منصب پر پہنچا دیا اور کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا کہ اس کو زر و جواہر سے مالامال نہ کرتا ہو۔ اس وقت سید برادران کے خلاف سازشوں میں یہی شخص سب سے زیادہ بادشاہ کا محرم و ہمراز و ممد و معاون بنا ہوا تھا۔ اب بادشاہ کی بڑی تمنا یہ تھی کہ وزیر سید عبداللہ خاں کا قلع قمع کر کے قلمدان وزارت اعتقاد خاں کے سپرد کر دے، مگر بادشاہ اور اس کے ہمراز درباریوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ خود سید عبداللہ خاں کا قلع قمع کر سکتے، اس لئے انہوں نے یہ تجویز کی کہ سربلند خاں و نواب مغفرت مآب جیسے طاقتور امرا کو ان کے صوبوں سے طلب کر کے ان کو اعلیٰ خدمات و مناصب کا امیدوار بنا کر سید عبداللہ خاں کے استیصال پر مامور کر دیا جائے۔ چنانچہ سربلند خاں عظیم آباد [۲] سے اور نواب مغفرت مآب مرادآباد سے سے طلب کئے گئے۔ ان امیروں کے علاوہ راجہ اجیت سنگھ کو بھی گجرات سے بلوایا گیا، جہاں وہ

---

[۱] ۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم ص ۸۶ ۔ [۲] ۔ پہلے میر جملہ اس صوبے پر بھیجا گیا تھا۔ (باقی آئندہ)

بہ حیثیت صوبہ دار متعین تھا۔ جب وزیر سیّد عبداللہ خاں کو اس سازش کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی حفاظت و مدافعت کے لئے فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں، اور اپنے بھائی امیر الامرا کو حقیقت حال سے آگاہ کرتے ہوئے لکھ بھیجا کہ اس کی مدد کے لئے جلد سے جلد پایہ تخت چلا آجائے۔

امرائے مطلوبہ کا دربار کی سازش میں حصہ لینے سے گریز

پایہ تخت آنے کے بعد جب سربلند خاں اور نواب مغفرت مآب کو معلوم ہوا کہ محض اعتقاد خاں جیسے کم اصل شخص کو بر سرِ وزارت لانے کے لئے ان کو آلۂ کار بنایا جا رہا ہے تو ان دونوں سرداروں نے اس سازش میں عملی حصہ نہ لینے کا فیصلہ کر لیا، جس کی پاداش میں وہ اپنی خدمات سے معزول کر دئے گئے، اور ان کی جاگیرات ضبط کی جا کر میر جملہ و اعتقاد خاں کو عنایت کی گئیں [1]۔ راجہ اجیت سنگھ کو اس کا موروثی خطاب "مہاراجہ" اس توقع میں مرحمت کیا گیا کہ وہ بادشاہ سے قرابت قریبہ رکھنے کی وجہ اس سازش کو ضرور کامیاب بنائے گا، مگر وہ بادشاہ کی تلون و غیر مستقل مزاجی سے اچھی طرح واقف تھا، اور پھر وہ سیّد عبداللہ خاں سے رابطۂ اتحاد بھی رکھتا تھا، اس لئے اس نے بھی دربار کی سازش میں عملی حصہ لینے سے گریز کیا، تاہم اس نے بادشاہ و وزیر کے مابین صلح کرا دی، مگر یہ صلح بھی دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔

وزیر سیّد عبداللہ خاں کا امرائے مطلوبہ و دیگر امرائے عظام سے رشتۂ اتحاد استوار کرنا

وزیر سیّد عبداللہ خاں نے یہ دیکھ کر کہ سربلند خاں و نواب مغفرت مآب بادشاہ کے ناروا سلوک سے رنجیدہ خاطر ہو گئے ہیں، ان سرداروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے اس موقع کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۷) مگر وہ یہاں کا نظم و نسق سنبھال نہ سکا، اس لئے اس کی بجائے سربلند خاں کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ [1] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۱۲۔

ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ جاگیرات ضبط ہو جانے کی وجہ سربلند خاں عسرتِ خرچ اور تقاضائے ارباب طلب سے بہت پریشان ہوگیا تھا۔ وزیر سیّد عبداللہ خاں نے اس کے پاس جا کر تسلی دی، اور اسے نقد و جنس اپنے پاس سے دے کر مطمئن کر دیا، اور صوبہ داری کابل اسکے نام مقرر کر دی۔ وزیر سیّد عبداللہ خاں نے نواب مغفرت مآب کے پاس بھی جا کر دلجوئی کی اور اپنی ہمدردی و اعانت کا یقین دلا کر آپ کو صوبہ داری مالوہ کا امیدوار کیا۔[1] اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر پہلے اس امید میں مالوہ بھیج دئے گئے تھے کہ اگر امیر الامراء اپنے بھائی کے ایما پر دکن سے پایہ تخت کا رخ کرے تو وہ اس کا رستہ روکیں گے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی دربار کی سازشوں میں حصہ لینا نہیں چاہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جلد ہی بلا اجازت مالوے سے پایہ تخت واپس آگئے، اس لئے معتوب ہوئے۔ وزیر سیّد عبداللہ خاں نے دلجوئی کر کے ان کی بھی ہمدردی حاصل کر لی، اور اس نے خانِ دوراں خاں کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنا ہم نوا بنا لیا۔ اس طرح وزیر سید عبداللہ خاں نے اپنی حکمت عملی و دانشمندی سے ان امرائے عظام کی ہمدردیاں حاصل کر لیں تاکہ ان کی طرف سے کسی موقع پر کوئی خطرہ پیش نہ آئے۔

امیر الامراء سیّد حسین علی خاں کی دکن سے آمد اور اس کا اعلانِ بغاوت

جب امیر الامراء کے پاس دکن میں بھائی کے متواتر طلب نامے پہنچے تو اس نے باوجود بادشاہ کے منع کرنے کے پایہ تخت جانے کا ارادہ کیا۔ پہلے اس نے اپنے چھوٹے بھائی سیّد سیف الدین علی خاں کو چار پانچ ہزار سواروں کے ساتھ برہان پور بھیج دیا کہ توپخانہ و مایحتاج سفر کا انتظام کرے۔ پھر اس نے اپنے متبنّٰی و برادر زادہ سیّد عالم علی خاں کو اپنی جگہ دکن میں نائب مقرر کر کے اپنی

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۰۲۔

دس بارہ ہزار جمعیت اور مرہٹوں کی تیرہ ہزار کمکی فوج لے کر پایہ تخت کی راہ لی (محرم ۱۱۳۱ھ)۔ رستے میں مانڈو کے قریب اخلاص خاں آ کر ملا، جس کو بادشاہ نے اس غرض سے بھیجا تھا کہ امیر الامرا کو سمجھا بجھا کر دکن واپس بھیج دے۔ اخلاص خاں نے اپنا فرض منصبی بجا لانے کی بجائے بادشاہ کی مخالفانہ کارروائیاں بیان کر کے امیر الامرا کو جلد سے جلد پایہ تخت پہنچنے کی ترغیب دی[1]۔ اس پر امیر الامرا اپنا سفر جاری رکھنے کے خیال سے آگے بڑھا، اور اُجین جا پہنچا۔ یہاں اس کو برقنداز خاں فوجدار گوالیار اور وکیل دربار کے نوشتوں سے بادشاہ و وزیر کے درمیان صلح ہو جانے کی کیفیت معلوم ہوئی تب اس نے ظاہر داری سے مجمع دیوان میں کہا:۔

"اگر واقعی بادشاہ را با ما نزاع و عداوت نماندہ و بلا نفاق با ما سلوک خواہند نمود ما را ہم جز اطاعت و نوکری مطلب و ارادہ دیگر منظور نیست، بعد ملازمت و خاطر جمعی از بعضی مطالب زود بدکن مراجعت خواہم نمود"[2]

اور اس کے بعد خلوت میں راز داروں کے سامنے اپنے حقیقی خیالات کی اس طرح ترجمانی کی:۔

"ایں ہمہ دام افسانہ و افسوں ابلہ فریب کہ پادشاہی با فدعبث است نمیدانند گفتہ اند،

مصرع، نہاں کے ماند آں رازی کز و سازند محفلہا۔ تقاضائے مآل اندیشی نزد عقلا این است کہ اگر ما تقایبو پادشاہ دائیم رہائی و امان از جان نیابیم و اگر ما بر دست یابیم او را نجات متعذر گردد"[3]

الغرض امیر الامرا نے اپنے ان خیالات کے تحت اجین سے دہلی کا رُخ کیا۔ رستے میں

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۹۹۔ [2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۰۰
[3] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۰۱۔

راجہ جے سنگھ کا علاقہ پڑتا تھا۔ چونکہ راجہ جے سنگھ بادشاہ کے حامیوں سے تھا، اس لئے امیر الامرا نے راجہ مذکور کے علاقے کو اپنے لشکر سے لُٹوا دیا۔ پھر اس نے نواح دہلی میں پہنچ کر فیروز شاہ کی لاٹھ کے قریب اپنے ڈیرے نصب کئے، اور اظہارِ بغاوت کے لئے علی الاعلان طبلِ مخالفت بجانے کا حکم دے دیا، اور کہنے لگا "اب میں اپنے تئیں بادشاہ کے نوکروں کے زمرے میں نہیں سمجھتا کہ آقا کا ادب بجالاؤں اور عزلِ منصب و عتابِ سلطانی کا اندیشہ کروں"۔[1]

اس علانیہ بغاوت سے بادشاہ اپنی جگہ بہت مضطرب ہو گیا۔ وہ کبھی تو غضب میں آکر آستینیں چڑھاتا اور سید برادران کو زجر و تہدید کرتا، اور کبھی ان سے بظاہر صلح کر لینے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ اس اضطراب و تلون کی حالت میں وہ کوئی ایسا طریقۂ کار اختیار نہیں کر سکا جس سے سادات کی بغاوت کا خاتمہ ہو سکتا۔ ہر چند راجہ جے سنگھ نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے صلاح دی، مگر بادشاہ اپنی کم ہمتی کے باعث اس پر عمل پیرا نہ ہوا۔ اگر بادشاہ اس موقع پر ہمت و استقلال سے ذرا بھی کام لیتا تو امرا بھی جو سادات کے تسلط و اقتدار اور ان کی سرکشی و بغاوت سے شاکی و ناراض تھے، بادشاہ کا ضرور ساتھ دیتے اور بہت ممکن تھا کہ وہ باغیوں کا قلع قمع کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتا۔

بادشاہ کو بے دست و پا کرنے کے لئے سید برادران کی چالیں

امیر الامرا کی آمد کے چار پانچ روز بعد وزیر سید عبداللہ خاں نے بادشاہ کے پاس پیام بھجوایا کہ "اگر راجہ جے سنگھ برہم کار کو اس کے وطن بھجوا دیا جائے، اور خدمات توپ خانہ و داروغگی دیوان خاص و خواصان ہمارے متوسلین کو عنایت فرمائی جائیں، اور قلعے میں ہمارا بندوبست ہو تو امیر الامرا ایلا دسوس

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۰۴ و ۸۰۵۔

آ کر ملازمت حاصل کرے گا، اور آیندہ ہم دونوں بھائی خاطر جمعی سے دربار میں آمد و رفت جاری رکھیں گے۔[1]

سادہ لوح بادشاہ نے پیش کردہ شرطیں منظور کرلیں۔ البتہ خدمات کے بارے میں یہ تجویز کی کہ ان کو فی الحال اصالتاً تو سیّد عبداللہ خاں اور دوسرے سادات بارہہ بجالائیں مگر ان کی نیابت اعتقاد خاں اور دیگر معتمدین خصور سے متعلق رہے، پھر چند روز کے بعد حجاب نیابت بھی اُٹھ جائے گا۔ حسب قرارداد راجہ جے سنگھ اپنے وطن انبیر کو بھجوا دیا گیا۔ اس کے بعد وزیر سیّد عبداللہ خاں راجہ اجیت سنگھ کے ساتھ قلعہ ارک میں پہنچا، اور وہاں شاہی ملازمین کو علیحدہ کر کے ان کی جگہ اپنے آدمی مقرر کر دئے۔ تب امیرالامرا نہایت تزک و احتشام کے ساتھ قلعہ جا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب تک وہ قلعے کے اندر رہا، اس کے لشکر اور مرہٹہ فوج نے قلعے کو گھیرے رکھا۔ قلعے میں بادشاہ اور امیرالامرا کے مابین ملالت افزا و نصیحت آمیز گفتگو ہوئی۔ پھر امیرالامرا اپنے مقام پر لوٹ آیا۔ اس مرتبہ بادشاہ نے دستور کے موافق امیرالامرا کو جو عطئے مرحمت کئے تھے ان میں سے اس نے چند باکراہ قبول کئے، اور بقیہ کی نسبت عذر کر دیا، اور شاہی آداب جیسے بجالانے چاہئے تھے، اس موقع پر اس نے ان کا بھی پورا پورا لحاظ نہیں کیا۔

دو تین روز بعد پھر وزیر سیّد عبداللہ خاں نے راجہ اجیت سنگھ کے ہمراہ قلعے میں جا کر ضروری انتظامات کئے، اور دیوان خاص و خواب گاہ و عدالت کے دروازوں کی کنجیاں اپنے ہاتھ کریں، بعد ازاں اپنے بھائی کو کہلا بھیجا کہ بلا خوف و خطر اپنے مکان بارہ دری شائستہ خاں میں جو قلعے سے قریب ہی واقع تھا، آکر اتر جائے۔ اس کے

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۰۵ و ۸۰۶۔

امیر الامرا بارہ دری شائستہ خاں میں آکر فروکش ہوگیا۔ اس کے دوسرے روز وزیر سیّد عبد اللہ خاں راجہ اجیت سنگھ کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور میں آیا، اور نہایت بیباکانہ طریق پر شکوہ و شکایت کا دفتر اس طرح کھولا:-

"چوں در مقابل و عوض تردّد و جانفشانی و حسن خدمتی کہ در خدمت جد شما و در رکاب آنحضرت از ما بدل و جان بظہور آمدہ و در جان نثاری نمودن خود را بہ ہیچ وجہ معاف نداشتیم ازاں بادشاہ حق ناشناس سوائے سوء ظن و گمان بد و فکر فاسد و ارادۂ باطل کہ در حق فدویان بخاطر راہ مید ہند مشاہدہ نمودہ ایم چنانچہ شاہد مقال ما فرامین است کہ متضمن بر اشارۂ عدم دخل و قتل بندۂ بے تقصیر (امیر الامرا) بنام داؤد خاں افغان بیدین و دیگر سرکشان آں سرزمین و صاحب مداران دکن صادر شدہ در دست داریم و نظر بر خلاف عہد و پیمان کہ از دودمان صاحب قران در بارہ احدی دیدہ و شنیدہ نشدہ، دریں عہد انتہای بدعہدی ظاہر گشتہ وسواس ہراس آمیز ما وقتی برطرف شود کہ اختیار خدمات حضور بلا قید نیابت بما تعلق گیرد و ذکر شروط دیگر بمیان آورد"۔ [1]

محمد فرخ سیر بادشاہ کا سیّد برادران کے ہاتھوں کھول و مقید و مقتول ہونا۔

وزیر کی ان باتوں سے بادشاہ کی آتش غضب بھڑک اٹھی، اور اس نے طیش میں آکر وزیر کو بُرا بھلا کہا، اور محل کے اندر چلا گیا۔ ایسے میں رات آگئی، دونوں بھائیوں کی فوجیں کوچہ و بازار میں مستعد و مہیا گھوڑوں پر سوار کھڑی تھیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ قلعے کے اندر کیا گذرا، اور

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۰۷ و ۸۰۸۔

کیا گذر رہا ہے۔ سیّد عبد اللہ خاں اور راجہ اجیت سنگھ اپنی جگہ حیران و متفکر تھے کہ نہ معلوم کل تک پردۂ غیب سے کیا واقعہ رونما ہو، اس لئے صورتِ حال پر اپنے اعیان سے مشورہ کرنے لگے۔ مرہٹے رات گذرنے کا نہایت بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ کب صبح ہوگی اور کب ہنگامہ بپا ہوگا تو انہیں لوٹ مار کرنے کا موقع ملے گا۔ صبح ہوتے ہی ایک بے بنیاد افواہ پھیلنی شروع ہوئی کہ وزیر سیّد عبد اللہ خاں قلعے کے اندر مار ڈالا گیا۔ غالباً اسی افواہ کا اثر تھا کہ غازی الدین خاں غالب جنگ، سادات خاں (خسرِ بادشاہ)، اعتقاد خاں، سیّد صلابت خاں (معزول داروغۂ توپ خانہ) و آغر خاں وغیرہ جو بادشاہ کے بہی خواہوں اور عقیدت مندوں میں سے تھے، اپنی اپنی مختصر فوجیں لے کر امیر الامرا کے مقابلے پر اتر آئے۔ اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر و چین قلیچ خاں بہادر امیر الامرا کی حمایت پر تھے۔ ہنگامے کے آثار دیکھ کر نواب مغفرت مآب نے طرفین میں سے کسی کی حمایت یا مخالفت کرنے پر غیر جانب دار رہنے کو ترجیح دی اور آخر تک اسی اصول پر کاربند رہے۔ ابھی طرفین سے لڑائی کی ابتدا نہیں ہوئی تھی کہ خانِ دوراں کے سواروں نے اتفاقاً چند تیر مرہٹوں کی طرف پھینکے، جس سے ان میں سخت انتشار پیدا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بازاریوں اور تماشائیوں نے چاروں طرف سے یورش کر کے انہیں لوٹنا اور مارنا شروع کیا۔ وہ جو کچھ عرصہ پیشتر اپنی طاقت کے بیجا زعم پر دوسروں کو لوٹنے اور مارنے کا ارادہ رکھتے تھے، اب خود عوام الناس کے ہاتھوں بُری طرح لوٹے اور مارے جانے لگے۔ اس وقت مرہٹوں کی گھبراہٹ اور پریشانی کا عجیب سماں تھا۔ تعداد میں بارہ تیرہ ہزار ہونے کے باوجود وہ ایسے بدحواس ہو گئے کہ اپنی جانیں بچانے کی خاطر جدھر رستہ ملا، اُدھر اپنے ہتھیار پھینکے

اور گھوڑے چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے، یہاں تک کہ معمولی پیشہ ور دھوبیوں، قصابوں اور خاکروبوں تک نے انہیں لاٹھیوں و تلواروں سے خوب مار پیٹا، اور جو جی چاہا ڈرا دھمکا کر ان سے چھین لیا۔[1] اس واقعہ سے پتہ چل سکتا ہے کہ مرہٹے شجاعت و بہادری اور فنِ حرب میں کیا امتیاز رکھتے تھے۔

پہلے ہی سیّد عبداللہ خاں کے قلعے کے اندر مارے جانے کی خبر اڑ گئی تھی، اور اب بادشاہ کے بعض ہوا خواہ اپنی فوجیں لے کر مقابلے پر تلے ہوئے تھے۔ ان حالات میں عوام کی شورش سے مرہٹوں کو بھاگتے دیکھ کر سادات کی فوجوں میں بے اطمینانی اور پریشانی کے آثار رونما ہو گئے، مگر جلد ہی امیر الامرا نے اپنی دانشمندی سے نازک صورت حال پر قابو پا لیا، اور فوجیں لے کر بادشاہ کے حمائتیوں سے مقابلہ کر کے ان کو پسپا کرنے لگا۔ اگرچہ اس ہنگامے میں بادشاہ کا ہاتھ نہ تھا، مگر اس کا نتیجہ اس کے حق میں بہت ہی برا نکلا۔ سادات کی فوجیں حریفوں پر بڑی حد تک غالب آ چکی تھیں، لیکن ہنگامہ ابھی پوری طرح تھما نہ تھا۔ اسی اثنا میں سیّد عبداللہ خاں و راجہ اجیت سنگھ نے بادشاہ کو باہر بلوانے کی بہت کوشش کی، جو آثار فتنہ و فساد دیکھ کر محل کے اندر ایک گوشے میں چھپا بیٹھا تھا، مگر اس کو باہر نہ آنا تھا، نہ آیا۔ اس پر نجم الدین علی خاں (برادر وزیر) و راجہ رتن چند وغیرہ نے محل میں گھس کر اسے ڈھونڈ نکالا، اور بڑی بے حرمتی و بے رحمی سے گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔ تب سیّد برادران نے بادشاہ کی آنکھوں میں سلائی پھروائی، اور اسے ایک تنگ و تاریک کمرے میں قید کر دیا۔ (ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ)۔ چند روز کے بعد فرخ سیر بادشاہ قید ہی میں انہی سیّد برادران کے اشارے پر نہایت ذلت

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۱۱۔

وعقوبت سے قتل کرڈالیا گیا[1]۔ کاش وہ ان سادات کی نسبت اپنے جدِ اعلیٰ شہنشاہ عالمگیر کی بیش بہا وصیت[2] پر عمل کرتا تو اُسے آج ان کی بدولت یہ بُرا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

ابوالبرکات رفیع الدرجات کی چند روزہ برائے نام بادشاہت

فرخ سیر کو مکحول و محبوس کر کے سیّد برادران نے رفیع الشان کے مدقوق چھوٹے بیٹے شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات کو برائے نام تختِ سلطنت پر بٹھایا (۹۔ ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ)، اور زمام سلطنت سختی سے اپنی گرفت میں رکھی۔ پہلے ہی روز کے دیوان میں راجہ اجیت سنگھ و راجہ رتن چند کی خواہش کے مطابق جزیے کی معافی کا فرمان صادر ہوا، اور امن و امان سلطنت کے احکام اطراف و جوانب میں بھجوا دئے گئے۔ رفیع الدرجات کی تخت نشینی کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُس معاہدۂ صُلح کی تجدید و توثیق بھی ہوگئی جو امیر الامرا اور راجہ ساہو کے درمیان دکن میں مرتب ہوا، اور جس کی توثیق کرنے سے معزول بادشاہ محمد فرخ سیر نے انکار کر دیا تھا۔

سیّد برادران کی مزید غداریاں

فرخ سیر کو شہید کروانے کے بعد سیّد برادران نے اس کے خزانے، جواہر، مرصع آلات، ہاتھی اور گھوڑے اپنے قبضہ و اختیار میں کر لئے، اور ان میں سے جو جی چاہا بہ حصہ رسدی انتخاب کر کے اپنے اپنے کارخانجات میں داخل کر لیا۔ وزیر سید عبداللہ خاں نے اور غضب یہ ڈھایا کہ اس نے باوجود اپنی غیر معمولی

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم ۸۲۰۔ [2] "با سادات لازم السعادات بارہہ بموجب آیۂ وآت ذالقربیٰ حقہ عمل باید نمود۔ در احترام و رعایت فروگذاشت نباید کرد ازیں راہ کہ بموجب آیۂ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ محبت ایں جماعت اجر نبوت است، ہرگز مقصر نباید بود کہ ثمر خیر دنیا و آخرت است، لیکن با سادات بارہہ کمال احتیاط باید (باقی آئندہ)

بڑھی ہوئی عیاشی کی تکمیل کے لئے اپنے محل میں ستّراسّی خوش لِقا عورتیں رکھنے کے دو تین حور لقا عورتیں بادشاہ شہید کے محرمان حرم سے پسند کر کے اپنے تصرّف میں لا لیا[1]

رائے عامہ سیّد برادران کے خلاف اور خود بھائی بھائی میں اَن بَن۔

سیّد برادران کی ظالمانہ حرکات نے عوام کے دِل میں ان کی طرف سے غم وغصہ اور نفرت وحقارت کے جذبات پیدا کر دیئے تھے، جس کا نتیجہ تھا کہ لوگ علانیہ انہیں بُرا بھلا کہتے تھے حتیٰ کہ ان کے رفیقوں کا باہر نکلنا مشکل کر دیا تھا۔ جرائم عظیم کے ارتکاب نے فطری طور پر خود سیّد برادران کے دِل میں ایک قسم کی خلش پیدا کر دی تھی جس سے ان کا قلبی اطمینان و سکون چھن گیا تھا۔ فرخ سیر کے واقعہ قتل کے بعد سے انہیں ایک روز بھی خوشی و راحت نصیب نہیں ہوئی کوئی دن ایسا نہ گذرتا تھا، جس میں ان کو اپنی جان و آبرو کا خوف نہ ہوتا تھا۔ بریں ہم ہر دو بھائی اپنے لئے زیادہ سے زیادہ حکومت وجاہ طلب کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں باہمی محبّت والفت باطنی کدورت ورقابت سے بدل گئی۔ سیّد عبداللہ خاں وزیرِ اعظم تھا، اس لحاظ سے امورِ مُلکی کے زیادہ تر اختیارات اسی کے ہاتھ میں تھے، لیکن امیر الامرا سیّد حسین علی خاں بھائی سے زیادہ خود کو قابل وحق دار سمجھتا تھا اس لئے اس نے اکثر امرا کو ہموار کر کے امورِ مملکت کے اختیارات اپنے ہاتھ کرنا شروع کئے، جس سے دونوں بھائیوں میں ناموافقت پیدا ہو گئی، مگر انہوں نے اپنی طرف سے اس کا اظہار عوام پر کبھی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۶) نمود۔ درمحبت باطنی قصور نباید کرد۔ وبحسب ظاہر مرتبہ اینہا نباید افزود کہ شریک غالب بلکہ طالب ملک اند۔ اگر اندک ستر خائے عناد شود، ندامت خواہد شد" (دیکھو وصایا بہ رقعات عالمگیری)

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۲۲۔

ہونے نہ دیا۔[1]

فرخ سیر کی شہادت پر دو ہفتے بھی نہ گذرے تھے کہ قلعۂ اکبرآباد کے ہزاریوں نے سادات کے خلاف بغاوت کی

اکبرآباد میں بعض امرا کا سیّد برادران کے خلاف بغاوت کرکے نیکوسیر کو بادشاہ بنانا

اور ان کے تسلط و حکمرانی کا خاتمہ کرنے کے لئے شہزادہ نیکوسیر (پسر محمد اکبر) کو قید زنداں سے نکال کر بادشاہ بنایا (۲۹ رجمادی الآخر ۱۱۳۱ھ) اور پھر انہوں نے غیرت خاں صوبہ دار کے دارالامارت پر گولہ باری شروع کردی۔ پایہ تخت میں جب اس فتنے کی خبر پہنچی تو سیّد برادران نے راجہ بھیم سنگھ و چورامن جاٹ کو غیرت خاں کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ راجہ جے سنگھ اور راجہ چھبیلہ رام (صوبہ دار الٰہ آباد) نیکوسیر کی رفاقت و مدد کا دم بھرتے تھے، مگر یہ امیر اپنے جھگڑوں میں کچھ ایسے پھنسے ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے اپنے مقام سے ابھی حرکت تک نہ کی۔ نواب مغفرت مآب کی نسبت عوام میں چرچا ہونے لگا کہ آپ نے بھی نیکوسیر کی امداد و رفاقت کا بیڑا اٹھایا ہے، مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ اس موقع پر بھی پہلے کی طرح غیر جانب داری کے اصول پر سختی سے پابند تھے، اور اس فساد کے دوران میں آپ سے کوئی ایسا فعل جس سے اس چرچے کی تصدیق ہوسکتی، سرزد نہیں ہوا۔

رفیع الدرجات پہلے ہی مرض دق میں سخت مبتلا

رفیع الدولہ کی قلیل المدت بے بس حکومت

تھا، پھر سیّد برادران کی قید بندیوں اور اکبرآباد کے فتنے کی متوحش خبروں سے تو اسکی صحت پر اور بھی برا اثر پڑا یہاں تک کہ وہ قریب بہ مرگ ہوگیا۔ اس کی جانبری سے مایوس ہوکر سیّد برادران نے تخت سلطنت پر بٹھانے کے لئے کسی محبوس شہزادے کو منتخب کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر رفیع الدرجات نے ان سے کہا کہ "آپ کا احسان اور

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۲۲۔

میری خوشنودی کا باعث ہوگا اگر میرے بڑے حقیقی بھائی رفیع الدولہ کو تختِ سلطنت پر بٹھا کر میری زندگی ہی میں اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرا دیا جائے"۔ سیّد برادران نے رفیع الدرجات کی بات مان لی، اور اس کے حین حیات ہی میں رفیع الدولہ کو تختِ سلطنت پر بٹھا دیا (۲۰ رجب ۱۱۳۱ھ)۔ اس کے تین روز بعد رفیع الدرجات نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔

سیّد برادران نے رفیع الدولہ کو بھی اختیاراتِ سلطنت سے محروم کر کے اس کو سختی سے اپنی قید و بند میں رکھا۔ ہر وقت ان کے آدمی اسے گھیرے رہتے تھے۔ اس کی مجال نہ تھی کہ سادات یا ان کے مقرر کردہ آتالیق کی موجودگی کے بغیر نماز جمعہ و شکار کو جا سکتا یا کسی امیر سے بات چیت کر سکتا۔ اور تو اور اس کو اپنی آمد و رفت اور لباس و خوراک کے اختیارات تک حاصل نہ تھے۔

اکبرآباد کی بغاوت کا ارتفاع رفیع الدولہ کے ابتدائی دور میں شائستہ خاں (خالوئے بادشاہ شہید) نے سپاہ جمع کر کے ارادہ کیا کہ جے سنگھ سے مل کر نیکوسیر کی مدد کرے، مگر اس ارادے میں وہ کامیاب نہ ہو سکا، کیونکہ وہ قبل اس کے کہ راجہ جے سنگھ سے ملتا، سیّد برادران سے مغلوب ہو کر ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے بعد امیر الامرا نے غیرت خاں کی مدد اور قلعہ اکبرآباد کا محاصرہ کرنے کے لئے حیدر قلی خاں کو بطریق ہراول بھیج دیا اور پھر خود بھی اس کے پیچھے پچیس ہزار سواروں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راجہ جے سنگھ نو دس ہزار سواروں کو ساتھ لیکر نیکوسیر کی امداد کے لئے امبیر سے نکلا، اور ایک منزل پر ٹھیر کر چھبیلہ رام کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ اس اثنا میں نیکوسیر کی مدد پر نواب مغفرت مآب اور دوسرے سرداروں کے بھی روانہ ہونے کی خبریں اڑیں

یہ سن کر وزیر سید عبداللہ خاں نے بادشاہ کو اپنی معیت میں لے کر ایک کثیر فوج کے ساتھ اکبر آباد کا رخ کیا کہ نیکو سیر کے رفیقوں سے مقابلہ کرے۔ پہلے حیدر قلی خاں نے اکبر آباد پہنچ کر غیرت خاں کے اتفاق سے قلعے کا محاصرہ کر لیا تھا، بعد میں امیر الامرا بھی ان کی مدد کو پہنچ گیا۔ طرفین سے شدید گولہ باری شروع ہوئی، اور گولوں کے صدمات و ضربات سے قلعے کے اندر اور باہر سینکڑوں جانیں تلف ہوئیں اور بیسیوں عمارتیں تباہ و تاراج ہونے لگیں۔ وزیر سید عبداللہ خاں برسات کے سبب توقف کرتا ہوا چلا، اور اکبر آباد سے چالیس کوس پرآ کر ٹھیر گیا جہاں سے راجہ جے سنگھ دس کوس کے فاصلے پر چھپیدا رام کی آمد کے انتظار میں پڑا ہوا تھا۔ جب راجہ جے سنگھ نے دیکھا کہ نیکو سیر کی مدد کے لئے ابھی تک کوئی کمک بھی نہیں آیا تو اس نے بھی اپنا ارادہ بدل دیا، اور اپنا وکیل وزیر سید عبداللہ خاں کے پاس بھیج کر صلح کی درخواست کی۔[1] جو قلعہ مفتوح ہونے کے بعد بعض شرائط پر منظور کر لی گئی۔

قلعے میں رسد ختم ہو جانے سے محصورین کے حوصلے پست ہو گئے۔ اب ان کو کسی طرف سے مدد ملنے کی توقع بھی باقی نہیں رہی تھی، اس لئے مجبور ہو کر انہوں نے امیر الامرا کے پاس پیام صلح بھجوایا، اور جان و آبرو کا عہد و پیمان لے کر قلعے کی کنجیاں حوالے کر دیں۔ من بعد نیکو سیر اور اس کے متوسلین قید کر دئے گئے (۲۷ رمضان ۱۱۳۱ھ)۔ قلعے میں دو تین کروڑ روپے کے اموال نقد و جنس جمع تھے سب پر امیر الامرا نے اپنا قبضہ کر لیا۔ جب وزیر سید عبداللہ خاں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی اموال مقبوضہ میں سے نصف حصے کا مطالبہ کیا اس پر دونوں بھائیوں میں تکرار ہو گئی تین

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۳۵۔

چار مہینے کے بعد امیر الامرا نے بادل ناخواستہ اکیس لاکھ روپے بھائی کو دئے [1]

شہزادہ روشن اختر (محمد شاہ) کی تخت نشینی | نیکو سیر کے فتنے کو دب کر تھوڑے ہی روز گذرے

تھے کہ رفیع الدولہ نے مرض اسہال سے نواح فتح پور سیکری میں انتقال کیا۔ اب سید

برادران نے خجستہ اختر جہاں شاہ کے بیٹے روشن اختر کو جو قلعۂ سلیم گڑھ میں محبوس تھا،

بلوا کر اس کے سر پر ابوالمظفر ناصر الدین محمد شاہ کے لقب سے تاج شاہی رکھا (۱۵ ذیقعدہ ۱۱۳۱ھ)

محمد شاہ کو بھی سید برادران نے شاہِ شطرنج کی حیثیت دے رکھی تھی وہ ان کی اجازت

کے بغیر کوئی کام کرنے کا مجاز نہ تھا حتیٰ کہ نماز جمعہ و شکار کو بھی باہر نکل نہیں سکتا تھا چونکہ

فرخ سیر کے دَور کے تجربات ان کے پیش نظر تھے، اس لئے انہوں نے اس کے بعد جس

شہزادے کو بھی بادشاہ بنایا، اس کو سختی سے اپنی قید و بند میں رکھا تاکہ وہ ان کے

خلاف کچھ کر نہ سکے۔ دائم المریض رفیع الدرجات و رفیع الدولہ تو بے بسی و مجبوری کی حالت

میں چند روزہ برائے نام حکومت کر کے اس دنیا سے چل بسے، مگر جب محمد شاہ،

بادشاہ ہوا تو اس کو اپنی موجودہ حیثیت دیکھ کر بے حد قلق ہوا، اور اس کے دِل میں

فطری طور پر اپنی آزادی حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی یہی وجہ تھی کہ اس نے ابتدا ہی سے

باوجود سخت قید و بند میں رہنے کے سید برادران کی توقع کے خلاف ان کے ہاتھ سے

اپنی پوری آزادی و حکومت حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیا، جس کی تفصیل

آگے آئے گی۔

محمد شاہ کے آغاز دَور میں سید برادران کو الٰہ آباد کی طرف متوجہ ہونا پڑا، جہاں چھبیلہ رام

ان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ ان کی فوجیں وہاں ابھی پہنچی بھی نہیں تھیں کہ اس کے

---

[1] ۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۳۷ ۔

انتقال کی خبر آئی چھبیلہ رام کے بعد اس کے بھتیجے گردھر بہادر نے بھی وہی روش اختیار کی تھی، لیکن جب اس نے الہ آباد کے محاصرے کی تیاریوں کا حال سنا تو چند شرائط پیش کر کے سادات سے صلح کر لی۔ اس کے بعد سید برادران نے زمینداری بوندی کے معاملات کی طرف توجہ کی، کیونکہ راجہ بدھ سنگھ و راجہ بھیم سنگھ مدعیان زمینداری مذکور باہم بر سر پرخاش تھے، اور آخر الذکر اب انہیں کی پناہ میں تھا۔ امیر الامرا نے راجہ بھیم سنگھ کی رفاقت و اعانت کے لئے اپنے بخشی سید دلاور علی خاں کو چھ سات ہزار سوار دے کر بھیجا، اور اسے تاکید کر دی کہ بدھ سنگھ کی تنبیہ کے بعد راجہ جے سنگھ سے متفق ہو کر صوبۂ مالوہ کی سرحد پر آ کر ٹھیرے اور حکم کا منتظر رہے[1]

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم ۸۴۴۔

باب ہشتم

ساداتِ بارہہ و نواب نظام الملک آصفجاہ اوّل کی پرخاش

نواب ممدوح کی دکن میں فتوحات اور سادات کا زوال

سیّد برادران کا بدگمان ہو کر نواب مغفرت مآب کو مُراد آباد سے بُلوائے جانے کے بعد نواب مغفرت مآب کو پایۂ تخت سے صوبہ داری مالوہ پر بھیجنا
نے پایۂ تخت میں سکونت اختیار کر لی تھی، لیکن دربار میں نااہل و مفسد لوگوں کے اثر و رسوخ اور ان کے سازشی ارادوں کو دیکھ کر آپ نے وہاں اپنی آمد و رفت بالکل ترک کر دی اور فرخ سیر بادشاہ و سیّد برادران کے جھگڑوں میں پڑنا خلاف مصلحت و دور اندیشی سمجھ کر غیر جانب داری کا مسلک اختیار کیا تھا، حالانکہ فرخ سیر بادشاہ نے آپ کو وزیر سیّد عبداللہ خاں کا استیصال کرنے کے لئے بہت کچھ ترغیب و تحریص بھی دلائی تھی، مگر جب آپ کسی طرح اس پر آمادہ نہیں ہوئے تو اس نے آپ کو خدمت سے معزول کر دیا اور آپ کی جاگیرات بھی ضبط کر لیں۔ اس موقع کو غنیمت جان کر وزیر سیّد عبداللہ خاں نے آپ کی دلجوئی کر کے اور اپنی اعانت و مدد کا یقین دلا کر آپ سے رشتۂ اتحاد استوار کر لیا تھا کہ اگر بادشاہ پھر کوشش کر کے آپ کو اس کے استیصال پر آمادہ کرنا چاہے تو آپ اس کی حامی نہ بھریں۔ بایں ہمہ وزیر سیّد عبداللہ خاں پایۂ تخت میں آپ کی عظیم المرتبت شخصیت

بہت خائف تھا، کیونکہ سارے امرائے مغلیہ آپ کو اپنا پیرومرشد مانتے، اور آپ کی اتباع کو دین و دنیا میں اپنے لئے فلاح و بہبود کا ذریعہ سمجھتے تھے[1] اس صورت میں اس کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہونا قدرتی تھا کہ اگر احیاناً آپ کی جیسی زبردست ہستی مخالفین کی حمایت پر آمادہ ہو جائے تو پھر اس کی سلامتی یقیناً خطرے میں پڑ جائے گی، اس لئے وہ اس فکر میں پڑ گیا کہ آپ کو پایہ تخت سے دُور کسی ایسے صوبے کی حکومت دے کر بھیج دیا جائے، جہاں کے پیچیدہ انتظامات میں آپ الجھ کر رہ جائیں، اور اس سے اتنا موقع بھی نہ ملے کہ آپ پایہ تخت کے معاملات کی طرف توجہ کر سکیں۔ اس مقصد کیلئے اس کے نزدیک صوبۂ عظیم آباد سے بڑھ کر اور کوئی صوبہ موزوں نہ تھا، کیونکہ یہ صوبہ بڑے بڑے شورہ پشت و مفسد زمینداروں کا مخزن تھا، جہاں کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا تھا کہ وہ ایک نہ ایک نیا فتنہ کھڑا نہ کرتے ہوں، جس کی وجہ صوبہ دار متعلقہ کی ساری توجہ ہمیشہ انہی کے فتنے رفع دفع کرنے پر لگی رہتی تھی، اور یہاں قلتِ مداخل و کثرتِ مخارج کے سبب نظم و نسق برقرار رکھنے میں صوبہ دارِ وقت کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لئے وزیر سید عبداللہ خاں نے فرخ سیر بادشاہ سے کہہ کر آپ کے لئے صوبۂ عظیم آباد کی صوبہ داری تجویز کر دی۔ آپ نے بھی مصلحت و تقاضائے وقت کے لحاظ سے جبر و اکراہ کے ساتھ اس کو قبول کر لیا، مگر پایہ تخت سے ابھی آپ کی روانگی عمل میں نہیں آئی تھی کہ فرخ سیر بادشاہ کے معزول و محبوس کئے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ اس سبب سے عظیم آباد کو آپ کی روانگی ملتوی ہوگئی۔ اب سید برادران خود اپنی جابرانہ حکومت و غاصبانہ قوت سے غیر مطمئن اور پریشان ہو گئے تھے، اور ہر وقت انہیں ملک میں فتنے اور بغاوتیں برپا ہونے کا

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۴۷۔

خدشہ لگا ہوا تھا، اس لئے انہوں نے بعض امرا کو خدمات و مناصب دے کر خوش کرنے کی کوشش کی، اور ان میں جو زیادہ طاقتور تھے، ان کو پایہ تخت سے باہر بھیج دینے کا ارادہ کیا، تاکہ ان کی طرف سے کوئی خطرہ پیش نہ آسکے۔ پہلے ہی سے نواب مغفرت مآب کی زبردست شخصیت ان کی نظروں میں خار کی مانند چبھ رہی تھی اسلئے اب انہوں نے جلد سے جلد آپ کو پایہ تخت سے باہر بھیجنے کا انتظام کر دیا۔ چنانچہ امیر الامرا سید حسین علیخاں کی تجویز کے مطابق اس مرتبہ صوبہ داری مالوہ آپکے تفویض کر دی گئی، اور باہم دوستی کا حلفیہ عہد و پیمان بھی ہوا۔ اس انتظام سے انکو آپ کی طرف سے ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تھا، کیونکہ ان کو صوبۂ مالوہ میں جو دکن اور پایہ تخت کے درمیان واقع تھا، اور جن کے اطراف و اکناف انہیں کی حکومت کارفرما تھی، آپ سے کسی قسم کا خطرہ پیش آنے کا احتمال نہ تھا، اور وہ خیال کرتے تھے کہ اگر ایسا موقع آبھی جائے تو اس کا آسانی سے تدارک کر دیا جا سکے گا۔ الغرض آپ نے رفیع الدرجات کی تخت نشینی کے تیسرے روز خلعتِ صوبہ داری حاصل کر کے اپنے عیال و اطفال اور رفقا و ملازمین کو لے کر صوبۂ مالوہ کا قصد کیا۔ (۱۲ ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ)۔ اس موقع پر سینکڑوں منصبدار و جاگیردار بھی جو سید برادران کی عدم توجہی اور ان کے ظلم و تشدد سے پریشان حال، فاقہ کش و متلاشیٔ روزگار تھے، آپکے ہمرکاب ہو گئے[1]۔

نواب مغفرت مآب کو سید برادران کی طرف سے مخالفت کا خدشہ اور آپ کی احتیاطی تدبیر

اب سید برادران کی بدگمان روش کی وجہ نواب مغفرت مآب ان کی طرف سے غیر مطمئن ہو گئے تھے، اور آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ ان کی بدگمانی بڑھتے بڑھتے آخر مخالفت کا درجہ اختیار کر لے گی، چنانچہ

[1] منتخب اللباب۔ خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۴۸۔

ہوا بھی یہی۔ اکبر آباد اور الہ آباد کے فتنے رونما ہوتا تھا کہ سید برادران نے اور بھی بدگمان ہو کر آپ کی مخالفت پر علانیہ کمر باندھی اور آپ کو حکومت سے بے دخل اور بے دست و پا کرنے کے لئے حیلے بہانے ڈھونڈنا شروع کئے۔ آپ نے پیش آنے والے خطرات کی پیش قیاسی کرکے بڑی دور اندیشی یہ کی کہ مالوے میں آتے ہی اپنی حفاظت و مدافعت کے لئے توپخانہ اور فوج جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس موقع پر آپ کے ایک ماتحت سردار محمد غیاث خاں نے آپ کے لئے بہت عمدہ خدمات انجام دیں، خود اس نے اپنے ذاتی صرفے سے گھوڑے اور اسلحہ مہیا کرکے پانسو پیادہ فوج کو سوارہ فوج میں تبدیل کیا، اور شیخ محمد شاہ، ابوالخیر خاں، اسمٰعیل خاں و قزلباش خاں وغیرہ کو بہت سا روپیہ بطور قرض و رعایت دیا کہ وہ بھی اپنی اپنی فوجوں کی تنظیم کریں۔[1]

سید برادران کی نواب مغفرت مآب کی مخالفت و استیصال پر آمادگی نواب مغفرت مآب کے مالوے میں آنے کے چند مہینوں کے اندر بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن کو سید برادران نے وجہ مخالفت قرار دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے:۔

امیر الامرا سید حسین علیخاں جس زمانے میں فرخ سیر بادشاہ کے خلاف ارادۂ فاسد لے کر دکن سے پایہ تخت جاتے ہوئے دریائے نربدا کو عبور کرکے مانڈو (واقع مضافات مالوہ) کے قریب سے ہو کر گذرا تو وہاں کا قلعہ دار رحمت خاں (پسر امیر خاں) بادشاہ کے پاس خاطر سے بیماری کا عذر کرکے عمداً اس کی ملاقات کے لئے حاضر نہیں ہوا تھا۔ تب سے امیر الامرا اس کو اپنے مخالفین میں شمار کرتا اور اس سے کینہ رکھتا تھا۔ فرخ سیر بادشاہ کو ٹھکانے لگانے کے بعد امیر الامرا نے اس کو تباہ کرنے کی فکر کی، اور اس کو قلعہ داری

[1] ۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد سوم صفحہ ۸۴۸۔

مانڈو سے معزول کرکے اس کی جگہ خواجم قلی خاں تورانی کو جسے اپنی عنایات و الطاف کا امیدوار کرکے رام کرلیا تھا، مقرر کردیا۔ اس وقت نواب مغفرت مآب مالوے ہی میں تھے مرحمت خاں کو معزول کرنے کا منشا یہ بھی تھا کہ آیندہ آپ سے لڑائی چھڑ جانے کی صورت میں وہ قلعہ مانڈو پر قابض نہ رہ سکے، کیونکہ وہ سادات سے مخالفت، اور آپ سے ربط و اتحاد رکھتا تھا، اور یہ چیز ان کے حق میں خطرے سے خالی نہ تھی۔ جب خواجم قلی خاں اپنی نئی خدمت کا جائزہ لینے کے لئے مانڈو پہنچا تو مرحمت خاں نے سلطنت میں انقلاب کے آثار اور اپنی تباہی کے سامان دیکھ کر قلعہ اس کو سپرد کرنے سے انکار کردیا۔ امیرالامرا کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے مرحمت خاں کے وکیل کو بلواکر چشم نمائی کی، اور نواب مغفرت مآب کو تاکید سے لکھ بھیجا کہ معزول قلعہ دار کو قلعہ سے باہر نکال کر نو مامور قلعہ دار کو اسکا قبضہ دلادیا جائے۔ آپ نے مرحمت خاں سے دوستی و اتحاد رکھنے کے باوجود محض سادات کی خاطر سے اس کو قلعہ چھوڑ دینے پر مجبور کیا، اور قلعہ اس سے خواجم قلی خاں کو دلادیا۔ چونکہ مرحمت خاں اس نافرمانی کی وجہ دربار میں جا نہیں سکتا تھا۔ اس لئے آپ نے قدیم روابط کا لحاظ کرکے اس کو بلواکر اپنے ہاں اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا۔[1]

اس کے چند روز بعد کا واقعہ ہے کہ جے روپ سنگھ کو جو پرگنہ امجدہ سرکار مانڈو کا زبردست زمیندار تھا، اور جس کی زبردست شخصیت سے مرہٹے تک خائف رہتے تھے، اس کے بھائی جگروپ سنگھ نے دعوئ زمینداری و بغض و عناد کی بنا پر دھوکے سے قتل کرڈالا، اور اس کے مال و اسباب پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔ مقتول زمیندار کا خردسال بیٹا لعل سنگھ اپنی جان کے خوف سے بھاگ کر نواب مغفرت مآب کے پاس آیا، اور انصاف کا

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۸۔

طالب ہوا۔ آپ نے جگروپ سنگھ کی تادیب کے لئے فوری محمد غیاث خاں کو بھیج دیا۔ اس کے بعد خود بھی اس عجلت سے جگروپ سنگھ کے سر پر پہنچ گئے کہ اس کو راہِ فرار اختیار کرنے کی مہلت بھی نہ ملی اور وہ قید کر لیا گیا۔[۱]

اسی زمانے میں جان چند پسر چیتر سال بندیلہ، قلعہ رانا گڈھ (واقع مضافات مالوہ قریب سرونج و بھیلسہ) پر قابض و متصرف ہو گیا تھا۔ سید برادران نے اس قلعے کی تسخیر کا حکم نواب مغفرت مآب کے پاس بھجوا دیا۔ آپ نے اس مہم پر مرحمت خاں کو مقرر کیا، اور ایک فوج اس کی سرکردگی میں بھیج دی۔ اس نے بہت جلد قلعہ جبراً و قہراً مسخر کر لیا۔ آپ نے اس عمدہ کارگذاری کی اطلاع سید برادران کو کر دی، جس سے امید تھی کہ وہ مرحمت خاں کے سابقہ قصوروں کو معاف کر دیں گے، مگر ان کے دل اس کی طرف سے صاف نہ ہو سکے۔[۲]

نواب مغفرت مآب نے مرحمت خاں کو قدیمی دوستانہ روابط و تعلقات کا پاس کر کے اپنے ہاں پناہ دی تھی، اور اس کو تسخیر رانا گڈھ پر جو مقرر کیا تھا، یہ امر بھی آپ کی نیک نیتی پر مبنی تھا، مگر چونکہ اس کا شمار سید برادران کے نزدیک ان کے مخالفوں اور حکومت کے سرکشوں میں ہو گیا تھا، اس لئے آپ کا اس کو پناہ دینا اور اس سے لشکر کشی کا کام لینا ان کے ایک آنکھ نہ بھایا بلکہ ان باتوں کو انہوں نے آپ کی طرف سے اپنے خلاف اظہار مخالفت و سرکشی پر محمول کیا۔ رانا گڈھ کی مہم سر کرنے کے بعد آپ نے مرحمت خاں کو اس کی لیاقت اور کاردانی کا لحاظ کر کے صوبہ مالوہ کے بعض انتظامات سپرد کر دئے تھے، جن کو اس نے نہایت عمدگی سے انجام دیا۔ ملک میں جتنے مفسد تھے، اس نے

۱۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۔ ۲۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۰۔

ان کی قرار واقعی سرکوبی کی، اور پرگنہ چندیری کے چند مواضعات کو جوان کے ملجا و ماوی بنے ہوئے تھے، تاخت و تاراج کر دیا[1] فتنہ پردازوں نے ملک مالوہ میں زیادہ فوج کے جمع و مواضعات کے تاخت و تاراج کئے جانے کے واقعات کو سید براداران سے اس رنگ آمیزی سے بیان کیا کہ وہ آپ سے بالکل بدظن ہو کر آپ کے استیصال کے درپے ہو گئے، مگر انہوں نے ابھی عملی طور پر کوئی اقدام نہیں کیا تھا کہ محمد شاہ بادشاہ اور اس کی والدہ مریم مکانی کے خفیہ پیغامات اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر کی معرفت آپ پاس پہنچ گئے کہ :-

"از تسلط این نمک حراماں (سید برادران) سوائے نماز جمعہ مقدوری نماندہ و اجرائی احکام دیگر متعذر گشتہ و خیال باطل اینہا چناں است کہ بعد انجام کار نیکو سیر و گردھر بہادر اوّل آن زبدۂ فدویان یکے نگے را از میان بردارند و پس ازاں بکام خود فائز شوند و مارا اعتماد کلی برآن فدوی کار طلب است نظر بر حقوق تربیت آبا و اجداد از احتیاط خود و تدبیر استقلال مابدولت غافل نباشد"[2]

ان پیغامات میں نواب مغفرت مآب کے خلاف جس خطرے کا اظہار کیا گیا تھا، وہ نیکو سیر و گردھر بہادر کے معاملات کا فیصلہ ہوتے ہی ظہور پذیر ہونا شروع ہوا امیر الامرا سید حسین علی خاں نے سید دلاور علی خاں کو مہم بوندی پر بھجواتے وقت راجہ بھیم سنگھ سے اپنی رفاقت و مدد کے معاوضے میں یہ عہد و پیمان بھی لیا تھا کہ وہ اپنے حریف کی

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۹، حدیقۃ العالم مقالہ دوم ۸۲ -

[2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۰ و ۸۵۱ -

تنبیہہ کے بعد خان موصوف سے مل کر نواب مغفرت مآب کے خلاف اختیار کی جانے والی مُہم میں حصہ لے گا، جس کے صلے میں راجہ مذکور سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اس کو خطاب مہاراجگی کے ساتھ وہ اعزاز ملے گا، جس سے اس کو مہاراجہ اجیت سنگھ کے بعد تمام راجاؤں پر فوقیت حاصل ہوگی۔ اسی طرح باہم قول و قرار ہونے کے بعد امیرالامرا نے راجہ بھیم سنگھ کو منصب ہفت ہزاری و ماہی مراتب عنایت کر کے اس کی معیت میں سیّد دلاور علی خاں کو راجہ گج سنگھ نروری وغیرہ کے ساتھ مُہم بوندی پر بھیج دیا تھا، اور اس کو یہ تاکید بھی کی تھی کہ اس مُہم سے فارغ ہونے کے بعد نواب مغفرت مآب کے حالات کی نگرانی کرے، اور اشارہ پاتے ہی فوراً آپ کے خلاف میدان میں آ جائے۔ چنانچہ سیّد دلاور علی خاں اور اس کے ہمراہی سرداروں نے اپنی فوجیں اکٹھی کر کے جو تعداد میں پندرہ ہزار ہوگئی تھیں، پہلے بوندی کا رُخ کیا، اور اس کو مسخر کر کے امیرالامرا کو اطلاع دے دی، اور پھر سرحد مالوہ پر پہنچ کر اس کے حکم کا انتظار کرنے لگے[1]

اب امیرالامرا نے اپنے چہرۂ مخالفت سے نقابِ دوستی کو الٹ دیا، اور مواخذے کے طور پر وہ سب باتیں لکھ کر نواب مغفرت مآب کے پاس بھیج دیں، جو اس کے نزدیک مخالفت کا سبب ہو سکتی تھیں، آپ نے ہر ایک بات کا صحیح و مدلّل جواب دیا، مگر امیرالامرا نے اس کو نظرانداز کر دیا، اور آپ کے وکیل کو بلوا کر علانیہ سخت سُست باتیں کہیں، پھر اس نے آپ کو لکھ بھیجا:۔

"میں چاہتا ہوں کہ دکن کے انتظام کے لئے خود مالوے میں قیام کروں، اس لئے آپ اکبرآباد، الہ آباد، برہان پور و ملتان میں سے کوئی ایک صوبہ اپنے لئے پسند

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۱۔

فرمالیں تو اسکی سند بھیج دی جائے گی"۔ [1]

آپ کو اس تحریر کے پڑھنے سے سخت تردّد ہوا، کیونکہ آپ فوج کے خرچ کثیر سے بہت زیر بار ہو گئے تھے، اس صورت میں مالوہ چھوڑ کر چلے جانے سے یہاں کی فصل ربیع کے محاصل، جن پر اس ملک کی آمدنی کا زیادہ تر دارومدار تھا، ہاتھ سے نکل جاتے تھے، جس سے لازمی طور پر آپ کی مالی مشکلات میں اور اضافہ ہو جاتا، اور پھر اب سیّد برادران کی علانیہ مخالفت کو دیکھتے ہوئے ان کی طرف سے کسی بھلائی کی توقع بھی نہیں ہو سکتی تھی، اور نہ اب ان کے عہد و پیمان پر اعتبار کرنے کا موقع ہی باقی رہا تھا، اس لئے کہ انہوں نے خلاف معاہدۂ دوستی سیّد دلاور علی خاں وغیرہ کو آپ کے مقابلے پر متعین کر دیا تھا، اور اب وہ ان کے اشارے سے مالوے کے علاقوں پر لشکر کشی کر کے ملک کی خرابی اور رعایا کے جانی و مالی نقصان کا باعث ہو رہے تھے۔ [2]

نواب مغفرت مآب کی سادات بارہہ کے خلاف دکن کی طرف پیش قدمی۔

ان حالات کے تحت نواب مغفرت مآب کو کامل یقین ہو گیا کہ سیّد برادران آپ کو حکومت مالوہ سے بے دخل کر کے بالکل ہی تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اور اب ان کی بدولت ترک منصب و گوشہ نشینی میں بھی اطمینان اور چین حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے آپ کے لئے اپنی حفاظت خود اختیاری کا بندوبست کرنا ضروری تھا۔ قطع نظر اس کے سیّد برادران کا تسلط تاج و تخت کے حق میں ایک مستقل خطرہ بن گیا تھا، جس کا دور کرنا بھی جب کہ بادشاہ وقت خود اس امر میں آپ کی مدد کا خواہاں تھا، آپ کے لئے آئین وفاشعاری و خیر خواہی کی رُو سے لازمی تھا۔ اب آپ کے سامنے عمل میں لانے کے لئے صرف وہی

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۲۔ [2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۹۔

صورتیں ہوسکتی تھیں، یا تو آپ دیدہ و دانستہ سیّد برادران کے قابوں میں آکر خود کو ہلاکت میں ڈالتے یا اپنی حفاظتِ خود اختیاری اور استقلال تاج و تخت کی خاطر ان کے خلاف تلوار نیام سے نکالتے۔ چونکہ پہلی صورت آپ کی دانشمند و غیور و شجیع طبیعت کے منافی تھی، اس لئے آپ نے دوسری صورت کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ سیّد برادران ساری سلطنت پر حاوی تھے، اس صورت میں تنِ تنہا ان کے مقابلے پر کھڑا ہونا وہ بھی بے سروسامانی کی حالت میں بہت مشکل تھا۔ اس معاملے میں راجہ جے سنگھ سے رفاقت و مدد حاصل ہونے کی کچھ امید تھی، مگر اس خصوص میں جب آپ نے اپنے صاحبزادے مغل علیخاں کو پیغام دیکر اس کے پاس بھیجا تو اس نے خلاف امید جواب دیدیا۔ تب آپ نے خدا کی ذات پر بھروسہ کرکے تنِ تنہا ہی سادات کے خلاف پیش قدمی کرنے کا تہیہ کرلیا۔ چونکہ شمالی ہند میں ان کو بہت زیادہ قوت حاصل تھی، اگرچہ وہاں آپ کے بیسیوں خیرخواہ موجود تھے مگر یہ سب کے سب ان کے زیر اقتدار ہونے کی وجہ مجبور تھے، اور ان میں سے کوئی بھی علانیہ آپ کی رفاقت و مدد نہیں کرسکتا تھا، اس لئے وہاں سادات کے مقابلے میں کامیابی کی بہت کم توقع تھی، برعکس اس کے دکن کے وسیع ملک میں ان کے خلاف کامیابی کے قوی امکانات تھے، کیونکہ یہاں ایک تو سادات کو زیادہ زور حاصل نہ تھا، دوسرے مبارز خاں (ناظم حیدرآباد)، رانی راجس بائی اور چندرسین جادو آپ کی رفاقت کا دم بھرتے اور آپ کو اس طرف بلاتے تھے۔ آپ کے بعض سرداروں کا مشورہ بھی یہی تھا کہ دکن ہی چلنا چاہیئے۔ تب آپ نے دکن میں کامیابی کے امکانات کے تحت یہ خیال کرکے کہ اگر اس ملک کو سادات کی دست برد سے نکال کر اپنی قوت میں اضافہ کرلیا جائے تو پھر ان کا زور توڑ دینا کچھ مشکل نہ ہوگا، بجائے شمالی ہند کے اس طرف پیش قدمی کرنیکا

قصد کرلیا، اور ادھر روانہ ہونے سے پیشتر امیر الامرا کی تحریر کا سخت جواب لکھ کر بھیج دیا، جس میں یہ شعر بھی لکھا تھا ؎

من بنے وفائیم بوفائی خورم قسم ؏ من چوں شمائیم بشمامی خورم قسم [۱]

نواب مغفرت مآب کا جواب پاکر سید برادران بہت برہم ہوئے، آپ کے وکیل کو خلوت میں بلواکر چشم نمائی کی، اور اس کے سامنے آپ کی شان میں ناشائستہ و نامناسب کلمات زبان سے نکالے۔ اسکے بعد ہی آپ کے وکیل وغیرہ نے پایہ تخت سے اطلاع دی کہ سید برادران نے اپنی شرارت سے گرز برداروں کو متعین کر دیا ہے کہ آپ کو دربار میں لے آئیں۔ ان کے پہنچنے سے پیشتر ہی بادشاہ اور دوسرے خیر خواہوں کے خطوط آپ پاس پہنچ گئے کہ "اب فرصت وقت نہیں رہی جو کچھ کر سکتے ہو، جلد کر گذرو" [۲]

اب نواب مغفرت مآب نے وقت ضائع کرنا مناسب خیال نہیں کیا، جو گرز بردار آپ کو لینے کے لئے آئے تھے، انہیں نامراد واپس بھیج دیا، اور وسط ماہ جمادی الآخر سنہ ۱۱۳۲ھ (سنہ ۲ جلوس محمد شاہی) میں نواح مندسور سے چل کر جہاں بندوبست کیے لئے گئے ہوئے تھے اجین پہنچے، اور وہاں سے جمیع کارخانجات کو لے کر عبدالرحیم خاں، مرحمت خاں، رعایت خاں، قادر داد خاں روشانی، محمد متوسل خاں (نبیرۂ سعد اللہ خاں) و محمد غیاث خاں وغیرہ سرداروں کی رفاقت میں پانچ چھ ہزار بقول بعض بارہ یا سولہ ہزار سواروں کے ساتھ سرونج کی طرف جانے کی شہرت دی، اور دو تین منزل طے کرکے موضع کا بیٹھہ میں داخل ہوئے، اور پھر یہاں سے یکایک دکن کی طرف باگ موڑ دی۔ ماہ مذکور کے آخر میں جب سید برادران کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سید دلاور علی خاں

[۱] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۱۵۔ [۲] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۲۔

وغیرہ کو آپ کا تعاقب کرنے کی تاکید کی، اور ان کی مدد کے لئے دوست محمد خاں افغان[1]
وغیرہ کو بھی متعین کر دیا[2]

غرۂ رجب ۱۱۳۲ھ کو نواب مغفرت مآب نے باوجود کثرتِ بارش کے دریائے نربدا کو عبور
کیا۔ اس زمانے میں رُستم بیگ خاں فوجدار سرکار بیجا گڈھ (کھرگاؤں) جو سابق میں امیر الامرا
کے رفیقوں میں تھا، مگر اب سادات کی نازیبا حرکات سے متنفر و مخالف ہو گیا تھا اپنی
شائستہ جمعیت لے کر رفاقت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے
اس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا، اور اس کو سرکار مذکور کی فوجداری ہی پر بحال رکھ کر اپنے
ساتھ لے لیا[3]۔ انہی دنوں میں فتح سنگھ زمیندار مکرائی نے بھی سعادت رفاقت حاصل کی[4]

قلعہ آسیر پر قبضہ | جس روز نواب مغفرت مآب نے دریائے نربدا کو عبور کیا تھا، اسی روز قلعۂ
آسیر کے ایک سردار عثمان خاں قادری نامی نے جو سادات کی بدعنوانیوں سے شاکی
تھا، اپنے قاصد کے ذریعہ اہل قلعہ کی خستہ حالی و پریشانی کا اظہار کر کے قلعۂ مذکور
کی تسخیر کا پیغام دیا تھا، اور استدعا کی تھی کہ بعد تسخیر خدمت قلعہ داری اس کو مرحمت
کی جائے۔ قلعۂ آسیر کا محل وقوع ایسا اہم تھا کہ اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا،
اس لئے آپ نے بھی اس کو مسخر کرنا ضروری خیال کیا۔ قبل اس کے کہ چڑھائی کی نوبت
آئے، آپ نے مصالحت سے کام نکالنا چاہا، اور خسرو نامی چیلہ کو قلعے کے لشکریوں اور
دوسرے سرداروں کے پاس بھیجا کہ ان کو الطاف و عنایات کا امیدوار کر کے مطیع
کر لے۔ اس خدمت کو خسرو نے نہایت عمدگی سے انجام دیا۔ اس نے بہت جلد

---

[1] یہ نوابان بھوپال کے مورث اعلیٰ ہیں۔ [2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۶۱۔
[3] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۲۔ [4] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۳۔

حسنِ تدبیر سے اہلِ قلعہ کو رام کرلیا، اور بعض سرداروں سے عہد و پیمان کرکے لوٹ آیا مگر اس سے آپ کا اطمینان نہیں ہوا، پھر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے غازی الدین خاں اور اپنے چچازاد بھائی حفیظ اللہ خاں کو خسرو کے ساتھ بھیجا کہ اہلِ قلعہ کی ہر طرح دلجمعی کرکے ان سے عہد و پیمان استوار کریں۔ یہ لوگ بھی حکم کی تعمیل کرکے واپس آگئے اطمینان کلّی حاصل ہونے کے بعد آپ نے پاندھار کے میدان میں اپنے خیمے نصب کروائے تب قلعۂ آسیر کے بعض سردار آکر آپ کے آدمیوں کو حوالگیٔ قلعہ کے لئے اپنے ساتھ لے گئے پہلے اہلِ سادات کے نو مامور کردہ قلعہ دار طالب خاں نے قلعے کا قبضہ دینے میں مزاحمت کی، مگر جب مرحمت خاں وغیرہ نے اس کو اچھی طرح نشیب و فراز سمجھادیا، اور خوف و طمع دلائی تو اس نے بھی اپنی عسرت حالی اور لشکریوں کی بد دلی کا بخوبی اندازہ کرکے مزاحمت کرنے میں کوئی مصلحت نہ دیکھی، اور مجبوراً قلعہ ان کے حوالے کردیا (۳ ازرجب ۱۱۳۲ھ)۔ اہلِ قلعہ ایک عرصے سے تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سخت پریشان تھے، نواب مغفرت مآب نے ان کو اپنے خزانے سے دو دو سال کی تنخواہیں دلوادیں۔[۱]

برہان پور کی تسخیر قلعۂ آسیر پر قبضہ ہوتے ہی نواب مغفرت مآب نے محمد غیاث خاں کو ایک مناسب فوج دیکر برہان پور کی تسخیر کے لئے روانہ کردیا، اس کے پیچھے خود بھی اپنے صاحبزادوں غازی الدین خاں فیروز جنگ و میر احمد ناصر جنگ کو قلعۂ مذکور میں چھوڑ کر اس طرف روانہ ہوگئے، اورنگ آباد میں جب سید عالم علیخاں نائب صوبہ دار دکن کو اس کی خبر ملی تو وہ بہت مضطرب ہوگیا اور شہر برہان پور کی حفاظت کے لئے فوراً وہاں کے ناظم محمد انور خاں کو بھیج دیا، جو اس وقت اسی کے ہاں

---

[۱] منتخب اللباب خافی خان جلد دوم ۸۶۵، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۳۔

ٹھیرا ہوا تھا۔ اس مہم میں مدد کے لئے اس نے راؤ رنبھا نمبالکر[1] کو قید سے نکال کر محمد انور خاں کے ساتھ کر دیا تھا۔ محمد غیاث خاں کی پیش قدمی سے واقف ہو کر محمد انوار اللہ خاں دیوان برہان پور نے برج و بارہ کا انتظام کر کے شہر کے دروازوں پر اپنے آدمی بٹھا دئے تھے۔ محمد غیاث خاں نے لعل باغ میں اتر کر مورچہ بندی شروع کر دی۔ محمد انور خاں و راؤ رنبھا نمبالکر بعجلت تمام اورنگ آباد سے چل کر عادل آباد پہنچے، جہاں سے برہان پور صرف بارہ کوس کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ محمد غیاث خاں نے جب ان لوگوں کی آمد کا حال سُنا تو ان کی روک تھام کے لئے دریائے تاپتی سے فوج کے ایک دستے کو اتار دیا، مگر انھوں نے ہوشیاری یہ کی کہ فوج کے دریا عبور کرنے سے پہلے ہی راتوں رات شہر میں داخل ہو گئے۔ سابق میں راؤ رنبھا نمبالکر نواب مغفرت مآب کی ماتحتی میں خوش حال اور مورد عنایت رہ چکا تھا، برخلاف اس کے امیر الامرا سید حسین علی خاں کی ماتحتی کر کے اس نے ذلت اٹھائی تھی، اس لئے وہ برہان پور آنے کے بعد آپ کی مخالفت پر آمادہ نہ ہوا، بلکہ سادات سے اپنی ذلت کا انتقام لینے کے لئے آپ کی رفاقت کا دم بھرنے لگا۔ محمد غیاث خاں کی تیاریوں کو دیکھ کر اہل شہر بہت پریشان ہو گئے، سب مل کر محمد انور خاں کے پاس پہنچے، اور کہنے لگے کہ "محمد غیاث خاں نے زینے تیار کر لئے ہیں، جن سے گمان ہوتا ہے کہ وہ آج ہی شہر پر قبضہ کر لے گا، اس سے لوگوں کی جو بربادی، جان و مال کا نقصان اور ناموس کی بے آبروئی ہو گی، اس کا گناہ تمہاری گردن پر رہے گا، بہتر

---

[1] ۔ نواب مغفرت مآب کے دورِ صوبہ داری دکن میں اس شخص نے مغلوں کی رفاقت میں اپنے ہم قوم حریفوں یعنی راجہ ساہو کے سرداروں سے مقابلہ کیا اور ان کو زک دی تھی، مگر امیر الامرا نے اس وا اپنے عہد صوبہ داری میں دکن سے ہندوستان جاتے ہوئے ان مرہٹہ سرداروں کے اشارے پر جن کو ساہو نے اس سفر میں اسکی رفاقت

(باقی آئندہ)

یہ ہے کہ تم شہر سے باہر نکل کر جنگ کرو ورنہ عنقریب بلوائے عام ہونے والا ہے، اور شہر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔" محمد انور خاں جو شجاعت و مردانگی کی صفات سے عاری تھا، عوام کو بدحواس دیکھ کر خود بھی بدحواس ہوگیا، اور الغیاث کہتا ہوا، محمد غیاث خاں کے پاس چلا گیا۔ اس کے بعد ہی محمد غیاث خاں شہر میں داخل ہوا، اور فوراً امن و امان کی منادی کروا دی۔ اس طرح شہر برہان پور پر بغیر لڑے بھڑے قبضہ ہوگیا، (۱۶ رجب ۱۱۳۲ھ)۔ دوسرے روز نواب مغفرت مآب نے فتح و نصرت کے ساتھ لعل باغ کے میدان میں رونق افروز ہو کر اپنے خیمہ نصب کرائے۔ تب محمد غیاث خاں کی وساطت سے محمد انور خاں و محمد انوار اللہ خاں اور دوسرے اہل خدمات بیم و امید کی حالت میں آپ پاس حاضر ہوئے، اور سعادت ملازمت حاصل کی۔ شرفا و نجبائے شہر بھی جوق در جوق آپ کی طرف رجوع ہونے لگے۔ آپ نے سب کی دلجوئی کی، اور علی روس الاشہاد فرمایا کہ:۔

"ہمارا مقصد صرف بادشاہ کو آزادی دلانا ہے، جو اپنے مقتدر نوکروں (سیّد برادران) کے ہاتھوں میں اس طرح گرفتار ہے کہ بغیر ان کی اجازت کے دوسرے امور میں دخل دینا تو درکنار بنماز جمعہ کو تک جا نہیں سکتا۔"[۱]

غرائب روزگار حسنِ اخلاق کا اظہار | تسخیر برہان پور کے دو تین روز پہلے سے سیّد سیف الدین علی خاں (برادر امیر الامرا سیّد حسین علی خاں) کے عیال و اطفال اور دوسرے متعلقین دار الخلافہ جانے کے خیال سے اورنگ آباد سے آ کر یہاں مقام کئے ہوئے تھے۔ جب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۶) کے لئے مقرر کیا تھا، قید کر دیا تھا۔

۱ ۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۷۳، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۴۔

برہان پور پر نواب مغفرت مآب کا قبضہ ہوگیا تو وہ بہت گھبرائے۔ بعض مصاحبوں نے عسرتِ خرچ کے مدنظر آپ سے عرض کی "اقتضائے مصلحت یہ ہے کہ سپاہ و لشکر کے مصارف کے لئے سید سیف الدین علی خاں کے متعلقین اور محمد انور خاں کا زر و مال ضبط کرلیا جائے"۔ عاجزوں کے ساتھ اس طرح سلوک کرنا آپ کی شانِ بہادری و نیک نفسی کے خلاف تھا، اس لئے آپ نے ان کی بات نہ سُنی اور اظہار ناراضی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہم نے باوجود عُسرت و تہیدستی کے محض توکل افضال الٰہی و توسل اقبال بادشاہی اس عزیمت پر کمر باندھی ہے، اگر کامیاب ہوئے تو تمام مُلک و مال ہمارا ہے، اور اگر خدانخواستہ اس کے برعکس ہوا تو کس لئے آخرت کا وبال اپنی گردن پر رکھیں۔ ان عاجزوں اور بچوں اور محمد انور خاں کے مال و اموال ہماری ہمت کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے، ہم کو تو بادشاہ کے استقلال کے سوا اور کوئی بات منظور نہیں ہے۔ اس صدق نیت سے انشاء اللہ تعالیٰ بے شمار خزانے ہمارے تصرف میں آئینگے۔ آیندہ ہمارے سامنے ایسی رکیک باتیں کوئی زبان سے نہ نکالے"۔[۱]

جان و آبرو کی حفاظت کے لئے خود سید سیف الدین علیخاں کی والدہ نے پریشان ہوکر اپنے قاصد محمد علی کے ہاتھ آپ پاس پیام بھیجا کہ "زر و جواہر سب آپ کی نظر ہیں، ہم کو عزت و آبرو کے ساتھ چلے جانے دیں"۔ آپ قاصد کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آئے، اور اس کو خلعت مرحمت کیا، اور سید سیف الدین علی خاں کے بچوں کیلئے

۱۔ منتخب اللباب خافی خان جلد دوم ۸۵۵، ۸۵۶۔

میوہ بھجوا کر اپنے ایک معتمد و فہمیدہ آدمی کے ذریعہ جان و مال اور عزت و ناموس کی حفاظت کا یقین دلاتے ہوئے خان مذکور کی والدہ کی ہر طرح تسلّی و تشفی کر دی، اور کہلایا کہ "یہ بچے ہمارے فرزندوں کی جگہ ہیں اگر یہاں رہیں تو ان کے لئے جمعیت و معاش کا انتظام کیا جائے گا، اور اگر چلے جانے ہی پر آمادہ ہیں تو ہمارے آدمی دریائے نربدا تک ان کو پہنچا دیں گے" چونکہ ان لوگوں کا ارادہ چلے جانے کا ہی تھا، اس لئے آپ سے روانگی کی اجازت طلب کی۔ آپ نے سید سیف الدین علی خاں کے عیال و اطفال کی بڑی خاطر و مدارات کی، اور ان کو دو سو سواروں کے بدرقے کے ساتھ نہایت عزّت و آبرو سے رخصت کر دیا[1] اس موقع پر جانی دشمن کے عیال و اطفال کے ساتھ آپ نے جس حسن اخلاق کا اظہار کیا ہے، وہ یقیناً عزائب روزگار میں شمار ہو سکتا ہے بُرہان پور کی تسخیر کے بعد نواب مغفرت مآب نے یہاں کے بعض حکام کار دو بدل شروع کیا۔ چنانچہ آپ نے محمد انور خاں کو معزول کر کے خدمتِ صوبہ داری میر اکبر علی خاں کے سپرد کر دی، اور بخشیگری کے عہدے پر محمد واسع خاں کی جگہ محتشم خاں کا تقرر کیا[2] اب بُرہان پور میں عوض خاں[3] بہادر صوبہ دار برار بھی جو نواب مغفرت مآب کے پھوپھا ہوتے تھے، ایک شائستہ جمعیت لے کر آپ کی مدد کو پہنچ گئے، اور اس علاقے کے متصدی اور اطراف و اکناف کے زمیندار بھی جوق درجوق آ کر آپ کی اطاعت کرنے لگے۔ غالباً اسی زمانے میں راجہ ساہو کے مرہٹہ مخالفین کی کمک بھی پہنچ گئی تھی، سید برادران نے قلعہ آسیر و شہر بُرہان پور پر آپ کا قبضہ ہو جانے سے اور اس طرح آپ کی قوت مستحکم ہوتے جو

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۶، ۸۷۴ - تاریخ مظفری۔

[2] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۴۔ [3] ان کا اصلی نام خواجہ کمال ہے، میر عوض کے فرزند ہوتے ہیں نواب مغفرت مآب سے قرابت ہم جدی بھی رکھتے تھے، شہنشاہ عالمگیر کے زمانے میں توران سے ہندوستان آئے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

دیکھا تو بہت ہراسان ہوئے' اور فوراً سیّد دلاور علی خاں وغیرہ کو لکھا کہ جلد سے جلد آپکے سر پہ پہنچ جائیں' اور نبرد آزما ہوں تاکہ آپ اور آگے بڑھنے نہ پائیں۔ اب امیر الامرا سیّد حسین علی خاں خود دکن جانے کے لئے سوچ میں پڑ گیا' اور سیّد دلاور علی خاں کی خبر کا سختی سے انتظار کرنے لگا۔ انجام کار پر نظر کرکے رتن چند نے اس کو مشورہ دیا کہ صوبجات دکن کو نواب مغفرت مآب کے حق میں واگذاشت کر دینا بہتر ہوگا تاکہ یہ فتنہ بہ صلح رفع ہوسکے مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا۔[1]

حسن پور کی لڑائی | سیّد عالم علی خاں اس فکر میں تھا کہ سیّد دلاور علی خاں وغیرہ کے نزدیک آنے تک خود بھی ایک زبردست فوج تیار کرکے اورنگ آباد سے حریف کے خلاف کوچ کرے' کیونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ ایک طرف سے خود اور دوسری طرف سے دلاور علی خاں وغیرہ بڑھ کر حریف کو گھیر لیں تو پھر اسکو تباہ و برباد کر دینا کچھ مشکل نہ ہوگا' چنانچہ وہ سیّد دلاور علی خاں وغیرہ کے نزدیک پہنچتے ہی اورنگ آباد سے ایک کثیر فوج لیکر نکل بھی گیا۔ جب نواب مغفرت مآب کو یہ خبر پہنچی تو آپنے بعض قبائل کو برہان پور کے

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۶۷۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۹) اور غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کی وساطت سے دربار میں باریابی کی عزت حاصل کی' اور منصب و خطاب (عوض خاں) پایا خان موصوف کے انتقال تک انہی کے ساتھ رہ کر خدمات بجالاتے رہے' بعد ازاں رکاب شاہی میں اپنے اوقات بسر کرنے لگے' محمد فرخ سیر کے عہد میں صوبہ داری برار مرحمت ہوئی' جب نواب مغفرت مآب نے سادات بارہہ کے مقابلے میں مالوے سے دکن کا رخ کیا تو برہان پور میں آکر نواب معز کی رفاقت اختیار کی' دکن کی لڑائیوں میں جو سیّد دلاور علیخاں سیّد عالم علی خاں و عماد الملک مبارز خاں سے پیش آئی تھیں' کارہائے نمایاں انجام دئے' اور صلے میں خطاب عضد الدولہ عوض خاں بہادر قسورہ جنگ حاصل کیا' اور اصالتاً و نیابتاً خدمات صوبہ داری برار و نظامت خجستہ بنیاد پر فائز ہوئے' نواب مغفرت مآب نے امور وزارت انجام دینے کے لئے شاہجہاں آباد جاتے ہوئے عوض خاں بہادر کو دکن میں اپنا نائب مقرر کیا تھا' خان موصوف

(باقی آئندہ)

قصد کرلیا، اور ادھر روانہ ہونے سے پیشتر امیر الامرا کی تحریر کا سخت جواب لکھ کر بھیج دیا جس میں یہ شعر بھی لکھا تھا ؎

من بے وفا نیم بوفائی خورم قسم ٭ من چوں شما نیم بشمائی خورم قسم

نواب مغفرت مآب کا جواب پاکر سید برادران بہت برہم ہوئے، آپکے وکیل کو خلوت میں بلوا کر چشم نمائی کی، اور اس کے سامنے آپ کی شان میں ناشائستہ و نامناسب کلمات زبان سے نکالے۔ اسکے بعد ہی آپکے وکیل وغیرہ نے پایہ تخت سے اطلاع دی کہ سید برادران نے اپنی شرارت سے گرزبرداروں کو متعین کردیا ہے کہ آپ کو دربار میں لے آئیں۔ ان کے پہنچنے سے پیشتر ہی بادشاہ اور دوسرے خیر خواہوں کے خطوط آپ پاس پہنچ گئے کہ "اب فرصت وقت نہیں رہی جو کچھ کرسکتے ہو، جلد کر گذرو"[۲]

اب نواب مغفرت مآب نے وقت ضائع کرنا مناسب خیال نہیں کیا، جو گرزبردار آپ کو لینے کے لئے آئے تھے، انہیں نامراد واپس بھیج دیا، اور وسط ماہ جمادی الآخر ۱۱۳۲ھ (سنہ ۲ جلوس محمد شاہی) میں نواح مندسور سے چل کر جہاں بندوبست کیے لئے گئے ہوئے تھے اجین پہنچے، اور وہاں سے جمیع کارخانجات کو لے کر عبد الرحیم خاں، مرحمت خاں، رعایت خاں، قادر داد خاں روشنائی، محمد متوسل خاں (نبیرۂ سعد اللہ خاں) و محمد غیاث خاں وغیرہ سرداروں کی رفاقت میں پانچ چھ ہزار بقول بعض بارہ یا سولہ ہزار سواروں کے ساتھ سرونج کی طرف جانے کی شہرت دی، اور دو تین منزل طے کرکے موضع کایتھ میں داخل ہوئے، اور پھر یہاں سے یکایک دکن کی طرف باگ موڑ دی۔ ماہ مذکور کے آخر میں جب سید برادران کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سید دلاور علی خاں

[۱] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۱۵۔ [۲] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۲۔

وغیرہ کو آپ کا تعاقب کرنے کی تاکید کی، اور ان کی مدد کے لئے دوست محمد خاں افغان[1]
وغیرہ کو بھی متعین کر دیا[2]

غرۂ رجب ۱۱۳۲ھ کو نواب مغفرت مآب نے باوجود کثرتِ بارش کے دریائے نربدا کو عبور
کیا۔ اس زمانے میں رستم بیگ خاں فوجدار سرکار بیجاگڈھ (کھرگاؤں) جو سابق میں امرالامرا
کے رفیقوں میں تھا، مگر اب سادات کی نازیبا حرکات سے متنفر و مخالف ہو گیا تھا اپنی
شائستہ جمعیت لے کر رفاقت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے
اس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا، اور اس کو سرکار مذکور کی فوجداری ہی پر بحال رکھ کر اپنے
ساتھ لے لیا[3]۔ انہی دنوں میں فتح سنگھ زمیندار مکرائی نے بھی سعادت رفاقت حاصل کی[4]

قلعہ آسیر پر قبضہ

جس روز نواب مغفرت مآب نے دریائے نربدا کو عبور کیا تھا، اسی روز قلعۂ
آسیر کے ایک سردار عثمان خاں قادری نامی نے جو سادات کی بدعنوانیوں سے نشاکی
تھا، اپنے قاصد کے ذریعہ اہل قلعہ کی خستہ حالی و پریشانی کا اظہار کر کے قلعۂ مذکور
کی تسخیر کا پیغام دیا تھا، اور استدعا کی تھی کہ بعد تسخیر خدمت قلعہ داری اس کو مرحمت
کی جائے۔ قلعۂ آسیر کا محل وقوع ایسا اہم تھا کہ اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا،
اس لئے آپ نے بھی اس کو مسخر کرنا ضروری خیال کیا۔ قبل اس کے کہ چڑھائی کی نوبت
آئے آپ نے مصالحت سے کام نکالنا چاہا، اور خسرو نامی چیلہ کو قلعے کے لشکریوں اور
دوسرے سرداروں کے پاس بھیجا کہ ان کو الطاف و عنایات کا امیدوار کر کے مطیع
کر لے۔ اس خدمت کو خسرو نے نہایت عمدگی سے انجام دیا۔ اس نے بہت جلد

---

[1] یہ نوابان بھوپال کے مورث اعلیٰ ہیں۔ [2] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۶۱۔
[3] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۵۲۔ [4] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۳۔

۶۹۵۹

حسنِ تدبیر سے اہلِ قلعہ کو رام کر لیا، اور بعض سرداروں سے عہد و پیمان کر کے لوٹ آیا، مگر اس سے آپ کا اطمینان نہیں ہوا، پھر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے غازی الدین خاں اور اپنے چچازاد بھائی حفیظ اللہ خاں کو خسرو کے ساتھ بھیجا کہ اہلِ قلعہ کی ہر طرح دلجمعی کر کے ان سے عہد و پیمان استوار کریں۔ یہ لوگ بھی حکم کی تعمیل کر کے واپس آگئے، اطمینان کلّی حاصل ہونے کے بعد آپ نے پاندھار کے میدان میں اپنے خیمے نصب کروائے، تب قلعۂ آسیر کے بعض سردار آ کر آپ کے آدمیوں کو حوالگیٔ قلعہ کے لئے اپنے ساتھ لے گئے، پہلے پہل سادات کے نو مامور کردہ قلعہ دار طالب خاں نے قلعے کا قبضہ دینے میں مزاحمت کی، مگر جب مرحمت خاں وغیرہ نے اس کو اچھی طرح نشیب و فراز سمجھا دیا، اور خوف و طمع دلائی تو اس نے بھی اپنی عسرت حالی اور لشکریوں کی بد دلی کا بخوبی اندازہ کر کے مزاحمت کرنے میں کوئی مصلحت نہ دیکھی، اور مجبوراً قلعہ ان کے حوالے کر دیا (۱۳ رجب ۱۱۳۲ھ)۔ اہلِ قلعہ ایک عرصے سے تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سخت پریشان تھے، نواب مغفرت مآب نے ان کو اپنے خزانے سے دو دو سال کی تنخواہیں دلوا دیں[1]

برہان پور کی تسخیر قلعۂ آسیر پر قبضہ ہوتے ہی نواب مغفرت مآب نے محمد غیاث خاں کو ایک مناسب فوج دیکر برہان پور کی تسخیر کے لئے روانہ کر دیا، اس کے پیچھے خود بھی اپنے صاحبزادوں غازی الدین خاں فیروز جنگ و میر احمد ناصر جنگ کو قلعۂ مذکور میں چھوڑ کر اس طرف روانہ ہو گئے، اور نگ آباد میں جب سیّد عالم علیخاں نائب صوبہ دار دکن کو اس کی خبر ملی تو وہ بہت مضطرب ہو گیا اور شہر برہان پور کی حفاظت کے لئے فوراً والی کے ناظم محمد انور خاں کو بھیج دیا، جو اس وقت اسی کے ہاں

[1] منتخب اللباب خافی خان جلد دوم ۸۶۵، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۳ ۔

ٹھیرا ہوا تھا۔ اس مہم میں مدد کے لئے اس نے راؤ رنبھا نمبالکر کو قید سے نکال کر محمد انور خاں کے ساتھ کر دیا تھا۔ محمد غیاث خاں کی پیش قدمی سے واقف ہو کر محمد انوار اللہ خاں دیوان برہان پور نے برج دبارہ کا انتظام کر کے شہر کے دروازوں پر اپنے آدمی بٹھادئے تھے۔ محمد غیاث خاں نے لعل باغ میں اُتر کر مورچہ بندی شروع کر دی۔ محمد انور خاں و راؤ رنبھا نمبالکر بعجلت تمام اورنگ آباد سے چل کر عادل آباد پہنچے، جہاں سے برہان پور صرف بارہ کوس کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ محمد غیاث خاں نے جب ان لوگوں کی آمد کا حال سُنا تو ان کی روک تھام کے لئے دریائے تاپتی سے فوج کے ایک دستے کو اتار دیا، مگر انہوں نے ہوشیاری یہ کی کہ فوج کے دریا عبور کرنے سے پہلے ہی راتوں رات شہر میں داخل ہو گئے۔ سابق میں راؤ رنبھا نمبالکر نواب مغفرت مآب کی ماتحتی میں خوش حال اور مورد عنایت رہ چکا تھا، برخلاف اس کے امیر الامرا سید حسین علی خاں کی ماتحتی کر کے اس نے ذلت اٹھائی تھی، اس لئے وہ برہان پور آنے کے بعد آپ کی مخالفت پر آمادہ نہ ہوا، بلکہ سادات سے اپنی ذلت کا انتقام لینے کے لئے آپ کی رفاقت کا دم بھرنے لگا۔ محمد غیاث خاں کی تیاریوں کو دیکھ کر اہل شہر بہت پریشان ہو گئے، سب مل کر محمد انور خاں کے پاس پہنچے، اور کہنے لگے کہ "محمد غیاث خاں نے زینے تیار کر لئے ہیں، جن سے گمان ہوتا ہے کہ وہ آج ہی شہر پر قبضہ کر لے گا، اس سے لوگوں کی جو بربادی، جان و مال کا نقصان اور ناموس کی بے آبروئی ہو گی، اس کا گناہ تمہاری گردن پر رہے گا، بہتر

لہ۔ نواب مغفرت مآب کے دور صوبہ داری دکن میں اس شخص نے مغلوں کی رفاقت میں اپنے ہم قوم حریفوں یعنی راجہ ساہو کے سرداروں سے مقابلہ کیا اور ان کو زک دی تھی، مگر امیر الامرا نے، اس نواب نے عہد صوبہ داری میں دکن سے ہندوستان جاتے ہوئے ان مرہٹہ سرداروں کے اشارے پر جن کو ساہو نے اس سفر میں اسکی رفاقت

(باقی آئندہ)

یہ ہے کہ تم شہر سے باہر نکل کر جنگ کرو ورنہ عنقریب بلوائے عام ہونے والا ہے، اور شہر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔" محمد انور خاں جو شجاعت و مردانگی کی صفات سے عاری تھا، عوام کو بدحواس دیکھ کر خود بھی بدحواس ہو گیا، اور الغیاث کہتا ہوا، محمد غیاث خاں کے پاس چلا گیا۔ اس کے بعد ہی محمد غیاث خاں شہر میں داخل ہوا، اور فوراً امن و امان کی منادی کروادی۔ اس طرح شہر برہان پور پر بغیر لڑے بھڑے قبضہ ہو گیا (۱۶؍ رجب ۱۱۳۲ھ)۔ دوسرے روز نواب مغفرت مآب نے فتح و نصرت کے ساتھ لعل باغ کے میدان میں رونق افروز ہو کر اپنے خیمہ نصب کرائے۔ تب محمد غیاث خاں کی وساطت سے محمد انور خاں و محمد انوار اللہ خاں اور دوسرے اہل خدمات بیم و امید کی حالت میں آپ پاس حاضر ہوئے، اور سعادت ملازمت حاصل کی۔ شرفا و نجبائے شہر بھی جوق در جوق آپ کی طرف رجوع ہونے لگے۔ آپ نے سب کی دلجوئی کی، اور علی روس الاشہاد فرمایا کہ:-

"ہمارا مقصد صرف بادشاہ کو آزادی دلانا ہے، جو اپنے مقتدر نوکروں (سید برادران) کے ہاتھوں میں اس طرح گرفتار ہے کہ بغیر ان کی اجازت کے دوسرے امور میں دخل دینا تو درکنار نماز جمعہ کو تک جا نہیں سکتا۔"[۱]

غرائب روزگار حسن اخلاق کا اظہار | تسخیر برہان پور کے دو تین روز پہلے سے سید سیف الدین علی خاں (برادر امیر الامرا سید حسین علی خاں) کے عیال و اطفال اور دوسرے متعلقین دار الخلافہ جانے کے خیال سے اورنگ آباد سے آکر یہاں مقام کئے ہوئے تھے۔ جب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۶) کے لئے مقرر کیا تھا، قید کر دیا تھا۔

[۱] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۷۳، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۴۔

برُہان پُور پر نواب مغفرت مآب کا قبضہ ہوگیا تو وہ بہت گھبرائے۔ بعض مصاحبوں نے عُسرتِ خرچ کے مدنظر آپ سے عرض کی "اقتضائے مصلحت یہ ہے کہ سپاہ و لشکر کے مصارف کے لئے سیّد سیف الدین علی خاں کے متعلقین اور محمد انور خاں کا زر و مال ضبط کرلیا جائے"۔ عاجزوں کے ساتھ اس طرح سلوک کرنا آپ کی شانِ بہادری و نیک نفسی کے خلاف تھا، اس لئے آپنے ان کی بات نہ سُنی اور اظہار ناراضی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہم نے باوجود عُسرت و تہیدستی کے محض توکل فضل الٰہی و توسل اقبال بادشاہی اس عزیمت پر کمر باندھی ہے، اگر کامیاب ہوئے تو تمام ملک و مال ہمارا ہے، اور اگر خدانخواستہ اس کے برعکس ہوا تو کس لئے آخرت کا وبال اپنی گردن پر رکھیں۔ ان عاجزوں اور بچوں اور محمد انور خاں کے مال و اموال ہماری ہمت کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے، ہم کو تو بادشاہ کے استقلال کے سوا اور کوئی بات منظور نہیں ہے۔ اس صدق نیت سے انشاء اللہ تعالیٰ بے شمار خزانے ہمارے تصرف میں آئینگے۔ آیندہ ہمارے سامنے ایسی رکیک باتیں کوئی زبان سے نہ نکالے"۔[1]

جان و آبرو کی حفاظت کے لئے خود سیّد سیف الدین علیخاں کی والدہ نے پریشان ہو کر اپنے قاصد محمد علی کے ہاتھ آپ پاس پیام بھیجا کہ "زر و جواہر سب آپ کی نظر ہیں، ہم کو عزت و آبرو کے ساتھ چلے جانے دیں"۔ آپ قاصد کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور اس کو خلعت مرحمت کیا، اور سیّد سیف الدین علی خاں کے بچوں کیلئے

---

[1] منتخب اللباب خافی خان جلد دوم ۸۵۵، ۸۵۶۔

میوہ بھجوا کر اپنے ایک معتمد و فہمیدہ آدمی کے ذریعہ جان و مال اور عزت و ناموس کی حفاظت کا یقین دلاتے ہوئے خان مذکور کی والدہ کی ہر طرح تسلّی و تشفی کر دی، اور کہلایا کہ "یہ بچے ہمارے فرزندوں کی جگہ ہیں اگر یہاں رہیں تو ان کے لئے جمعیت و معاش کا انتظام کیا جائے گا، اور اگر چلے جانے ہی پر آمادہ ہیں تو ہمارے آدمی دریائے نربدا تک ان کو پہنچا دیں گے"۔ چونکہ ان لوگوں کا ارادہ چلے جانے کا ہی تھا، اس لئے آپ سے روانگی کی اجازت طلب کی۔ آپ نے سید سیف الدین علی خاں کے عیال و اطفال کی بڑی خاطر و مدارات کی، اور ان کو دو سو سواروں کے بدرقے کے ساتھ نہایت عزت و آبرو سے رخصت کر دیا[1]۔ اس موقع پر جانی دشمن کے عیال و اطفال کے ساتھ آپ نے جس حسن اخلاق کا اظہار کیا ہے، وہ یقیناً عزائب روزگار میں شمار ہو سکتا ہے۔

برہان پور کی تسخیر کے بعد نواب مغفرت مآب نے یہاں کے بعض حکام کا ردو بدل شروع کیا۔ چنانچہ آپ نے محمد انور خاں کو معزول کر کے خدمت صوبہ داری میر اکبر علی خاں کے سپرد کر دی، اور بخشیگری کے عہدے پر محمد واسع خاں کی جگہ محتشم خان کا تقرر کیا[2]۔ اب برہان پور میں عوض خاں[3] بہادر صوبہ دار برار بھی جو نواب مغفرت مآب کے پھوپھا ہوتے تھے، ایک شائستہ جمعیت لے کر آپ کی مدد کو پہنچ گئے، اور اس علاقے کے متصدی اور اطراف و اکناف کے زمیندار بھی جوق در جوق آ کر آپ کی اطاعت کرنے لگے۔ غالباً اسی زمانے میں راجہ ساہو کے مرہٹہ مخالفین کی کمک بھی پہنچ گئی تھی، سید برادران نے قلعہ آسیر و شہر برہان پور پر آپ کا قبضہ اور اسطرح آپ کی قوت مستحکم ہوتے جو

[1] منتخب اللباب خافی خان جلد دوم صفحہ ۸۵۶، ۸۷۴ ـ تاریخ مظفری۔
[2] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۴۔ [3] ان کا اصلی نام خواجہ کمال ہے، میر عوض کے فرزند ہوتے ہیں، نواب مغفرت مآب سے قرابت ہم جدی بھی رکھتے تھے، شہنشاہ عالمگیر کے زمانے میں توران سے ہندوستان آئے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

دیکھا تو بہت ہراسان ہوئے، اور فوراً سیّد دلاور علی خاں وغیرہ کو لکھا کہ جلد سے جلد آپکے سر پہ پہنچ جائیں، اور نبرد آزما ہوں تاکہ آپ اور آگے بڑھنے نہ پائیں۔ اب امیر الامرا سیّد حسین علی خاں خود دکن جانے کے لئے سوچ میں پڑ گیا، اور سیّد دلاور علی خاں کی خبر کا سختی سے انتظار کرنے لگا۔ انجام کار پر نظر کر کے رتن چند نے اس کو مشورہ دیا کہ صوبجات دکن کو نواب مغفرت مآب کے حق میں واگذاشت کر دینا بہتر ہوگا تاکہ یہ فتنہ بہ صلح رفع ہو سکے مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا[1]

حسن پور کی لڑائی سیّد عالم علی خاں اس فکر میں تھا کہ سیّد دلاور علی خاں وغیرہ کے نزدیک آنے تک خود بھی ایک زبردست فوج تیار کر کے اورنگ آباد سے حریف کے خلاف کوچ کرے، کیونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ ایک طرف سے خود اور دوسری طرف سے دلاور علیخاں وغیرہ بڑھ کر حریف کو گھیر لیں تو پھر اسکو تباہ و برباد کر دینا کچھ مشکل نہ ہوگا، چنانچہ وہ سیّد دلاور علی خاں وغیرہ کے نزدیک پہنچتے ہی اورنگ آباد سے ایک کثیر فوج لیکر نکل بھی گیا۔ جب نواب مغفرت مآب کو یہ خبر پہنچی تو آپنے بعض قبائل کو برہان پور کے

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۶۷۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۹) اور غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کی وساطت سے دربار میں باریابی کی عزت حاصل کی، اور منصب و خطاب (عوض خاں) پایا۔ خانِ موصوف کے انتقال تک انہی کے ساتھ رہ کر خدمات بجالاتے رہے، بعد ازاں رکاب شاہی میں اپنے اوقات بسر کرنے لگے، محمد فرخ سیر کے عہد میں صوبہ داری برار مرحمت ہوئی، جب نواب مغفرت مآب نے سادات بارہہ کے مقابلے میں مالوے سے دکن کا رُخ کیا تو برہان پور میں آکر نواب معزکی رفاقت اختیار کی، دکن کی لڑائیوں میں جو سیّد دلاور علیخاں سیّد عالم علی خاں و عماد الملک مبارز خاں سے پیش آئی تھیں، کارہائے نمایاں انجام دئے، اور صلے میں خطاب عضد الدولہ عوض خاں بہادر قسورہ جنگ حاصل کیا، اور اصالتاً و نیابتاً خدمات صوبہ داری برار و نظامت خجستہ بنیاد پر فائز ہوئے، نواب مغفرت مآب نے امور وزارت انجام دینے کے لئے شاہجہاں آباد جاتے ہوئے عوض خاں بہادر کو دکن میں اپنا نائب مقرر کیا تھا، خان موصوف

(باقی آئندہ)

قلعے میں بھیج دیا، اور بعض کو فدوی خاں کی حویلی میں رکھا، اور دوسرے متعلقین کو اموال و اثقال کے ساتھ قلعۂ آسیر میں چھوڑ دیا اور خود لعل باغ سے روانہ ہو کر دریائے تاپتی کو عبور کر کے زین آباد کے نواح میں خیمہ زن ہوئے۔ اتنے میں خبر ملی کہ سید دلاور علی خاں وغیرہ دریائے نربدا سے عبور کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ کے مقابلے میں دو حریف دو مختلف سمتوں سے بعجلت تمام بڑھ رہے تھے، ایک شمال سے اور دوسرا جنوب سے۔ دونوں حریف اپنے ساتھ کثیر فوجیں اور عمدہ ساز و سامان رکھتے تھے، اور چاہتے تھے کہ ہر دو طرف سے حملہ کر کے آپ کو درمیان میں گھیر کر پامال کر دیں، مگر آپ نے اپنے فن حرب کے کمال سے ایسا موقع آنے ہی نہ دیا۔ قبل اس کے کہ دونوں حریف بیک وقت دو طرف سے حملہ کریں یا ایک دوسرے سے مل جائیں، آپ نے ایک ایک حریف سے علیحدہ علیحدہ نبٹ لینے کا فیصلہ کر لیا، اور سید عالم علی خاں سے پہلے سید دلاور علی خاں وغیرہ سے جو قریب تر ہو گئے تھے، مقابلہ کرنے کا ارادہ کر کے توپ خانہ محمد غیاث خاں، شیخ محمد شاہ فاروقی اور دوسرے بہادر سرداروں کی سرکردگی میں روانہ کر دیا، اور خود اس کے پیچھے عوض خاں بہادر اور دوسرے جاں نثاروں کی معیت میں فوج لیکر کوچ پر کوچ کرتے ہوئے چلے، اور برہان پور سے سولہ سترہ کوس کے فاصلے پر موضع حسن پور[1] (واقع سرکار ہانڈیہ) میں پہنچ کر قیام کیا، جہاں سے دو کوس کے فاصلے پر سید دلاور علی خاں وغیرہ آکر ٹھیرے ہوئے تھے۔

اپنی عادت مستمرہ کے مطابق پہلے آپ نے سید دلاور علی خاں کے پاس صلح آمیز پیغام بھیجا، اور فہمائش کی کہ وہ جدال و قتال کا ارادہ ترک کر دے، مگر آپ کی صلح جوئی و فہمائش کا اس پر

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۰) انہوں نے ۱۱۴۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ خان موصوف علوم و فنون، زہد و تقویٰ، شجاعت و بہادری، عدل و انصاف اور نظم و نسق سلطنت میں غیر معمولی امتیاز رکھتے تھے۔

[1] بعضوں نے موضع رتن پور تعلقہ راجہ مکرائی (سرکار ہانڈیہ) لکھا ہے۔

کچھ اثر نہ ہوا، اور اس نے یہ سمجھ کر کہ مقابل اپنی بے سروسامانی و قلت فوج کے سبب بہت آسانی سے زیر ہو جائے گا، سیّد عالم علی خاں کی آمد کا انتظار بھی نہیں کیا، اور مقابلے پر تیار ہو گیا۔ آخر الامر آپ نے بھی مجبور ہو کر جنگ پر آمادگی ظاہر کی اور اپنی فوج کی صفوں کو ترتیب و بنا شروع کیا (۱۳ شعبان ۱۱۳۳ھ)۔ آپ نے ہراول پر محمد غیاث خاں، شیخ محمد شاہ فاروقی (داروغہ توپ خانہ)، شیخ محمد نور اللہ فاروقی اور دوسرے بہادران کارزار کو مقرر کیا اور میمنے پر عوض خاں بہادر اور ان کے فرزند سیّد جلال خاں کے علاوہ انوار خاں، حکیم محمد مرتضیٰ اور چند دلاوران رزم کو اور میسرے پر رحمت خاں بہادر اور بعض نبرد آزما سرداروں کو متعین کیا۔ آپ کے چچا عبدالرحیم خاں بلتمش پر مقرر کئے گئے۔ قادر داد خاں روشانی اور عزیز بیگ خاں حارسی قلب کے داہنے اور بائیں جانب کے لشکروں پر متعین ہوئے۔ محمد متوسل خاں، اسمٰعیل خاں خویشگی، رستم بیگ، کامیاب خاں، و داراب خاں (پسران جان نثار خاں) سعد الدین خاں اور میر حسن خاں بخشی قلب میں مامور کئے گئے۔ رعایت خاں کو شہر برہان پور کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ رستم بیگ خاں چنداول پر اور فتح اللہ خاں خوستی اور راؤ رنبھا نمبالکر توقعے پر مقرر ہوئے۔[1]

سیّد دلاور علی خاں کی فوج میں بھی بہت سے نامی گرامی سردار مثل راجہ بھیم سنگھ، راجہ گج سنگھ نروری، دوست محمد خاں، فرحت خاں، ناہر خاں، بابر خاں و سیّد شیر خاں وغیرہ موجود تھے، جن کی ذات سے اس کو بڑی امیدیں تھیں، اور وہ اپنے ہمراہی راجپوتوں، افغانوں اور سیّدوں کی شجاعت و بہادری پر کامل بھروسہ رکھتا تھا۔ اس کو اپنی بڑھی ہوئی طاقت پر اس قدر گھمنڈ تھا کہ وہ اپنے آگے دشمن کو کچھ بھی نہیں سمجھتا تھا۔ آخر یہی گھمنڈ اس کی

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم ۸۷۶۔

تباہی و بربادی کا موجب ہوا۔ اس نے اپنی فوج کی صفیں درست کر کے مقابلے کے لئے
آگے بڑھا۔ تب حسن پور کے نواح میں بازار کارزار گرم ہوا۔ ابتدا میں سیّد ولا ور علیخاں
کی فوج کے حوصلے اپنی کثرتِ تعداد و مستحکم قوت کی وجہ بڑھے ہوئے تھے، اس لئے وہ
بڑھ بڑھ کر دشمن پر حملہ کرنے لگی۔ پہلے ہی حملے میں سادات بارہہ نے راجپوتوں اور
افغانوں کی حمایت پر اس طرح داد شجاعت دی کہ نواب مغفرت مآب کے میمنے کی طرف
عوض خاں بہادر کی فوج میں انتشار پیدا ہو گیا۔ وہ خود بھی زخمی ہو گئے، اور ان کے ہاتھی
نے توپوں کی آتش فشانی اور گولوں کے صدمات سے اپنا رُخ پھیر دیا، اس کے باوجود انہوں
نے استقامت و تدبیر کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ سرداران بارہہ خصوصاً بابر خاں و سیّد شیر خاں
نے یہ خیال کر کے کہ ہم نے حریف کے میمنے کو شکست دے دی ہے، نازاں و شاداں ہو کر
اس کا تعاقب کرنے لگے۔ قادر داد خاں روشانی نے آگے بڑھ کر ان کو روکا، اور زبردست
جنگ کی۔ اس دار و گیر میں اس کے آدمیوں کے بھی پیر اُکھڑ گئے، لیکن وہ خود باوجود
زخمی ہونے کے دشمن کے مقابلے پر ڈٹا رہا۔ عزیز بیگ خاں اور اس کا بھائی دونوں
بھی حریف سے جنگ کرتے کرتے زخمی ہو گئے، عظمت خاں (بھانجا عوض خاں) پیادہ
ہو کر بہادری سے لڑ رہا تھا کہ مارا گیا۔ اس اثنا میں محمد متوسل خاں بھی کمک لے کر پہنچ گئے
پھر عوض خاں بہادر وغیرہ نے جم کر مقابلہ کیا اور داد مردانگی دینے لگے۔ اب لڑائی
میں پہلے سے زیادہ شدّت پیدا ہو گئی۔ ہر ایک فریق یہ چاہتا تھا کہ اپنے مقابل کو
زیر کرے، اس لئے جان پر کھیل کر لڑنا شروع کیا۔ اس زد و کشت میں کبھی ایک فریق
کو غلبہ ہوتا تھا اور کبھی دوسرے فریق کو۔ آخر کار عوض خاں بہادر وغیرہ کے رستمانہ حملوں
سے سیّد دلاور علی خاں کی فوج ہراول پسپا ہونے لگی، اور اس کے نامی سردار بابر خاں

سیّد شیر خاں وغیرہ مارے گئے، مگر تازہ کمک کے پہنچتے ہی پھر بازارِ کارزار گرم ہو گیا۔ اس اثنا میں سیّد دلاور علی خاں، نواب مغفرت مآب کی فوجوں کو مصروف پیکار دیکھ کر اور یہ گمان کر کے کہ اب آپ کے ہمراہ قلب میں بہت ہی کم فوج رہ گئی ہے، ہاتھی پر سوار ہو کر آپ سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ حریف کی بندوق کی ایک گولی نے اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ دیکھ کر سردار ان بارہہ اور دوست محمّد خاں افغان نے اپنے آدمیوں کو لے کر راہِ فرار اختیار کی، لیکن راجہ بھیم سنگھ و راجہ گج سنگھ نے اس طرح راہِ فرار اختیار کرنے کو اپنے لئے عار سمجھا، اور وہ بدستور اپنے راجپوتوں کے ساتھ حریفوں کے مقابلے پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔ تب نواب مغفرت مآب نے اپنے لشکر میں فتح کا شادیانہ بجانے کا حکم دیا[1]۔

اس لڑائی میں سیّد دلاور علی خاں کے تقریباً پانچ ہزار سوار اور پیادے اور کئی بڑے سردار مارے گئے۔ برخلاف اس کے نواب مغفرت مآب کے بہت ہی کم آدمی کام آئے، اور آپ کے سرداروں میں سوائے بدخشی خاں، تبریز خاں و دلیر خاں کے اور کسی کو جانی نقصان نہ پہنچا، البتہ عوض خاں بہادر، محمّد غیاث خاں، عزیز بیگ خاں اور اس کا بھائی، اور قادر داد خاں روشنائی زخمی ہوئے۔ لڑائی ختم ہونے پر آپ نے مفرورین کا تعاقب نہیں کیا، بلکہ دشمن کے جو مجروحین جانے سے رہ گئے تھے، ان کی مرہم پٹی کے لئے اپنے جرّاح بھیجے، اور بڑی توجہ سے ان کا علاج کروایا۔ صحت یاب ہونے پر جب ان لوگوں نے آپ کی ملازمت قبول کرنے سے انکار کیا تو آپ نے انہیں زادِ راہ دے کر رخصت کر دیا۔ آپ نے دشمن کی طرف کے بھی مسلم مقتولین کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا، اور ہندو مقتولین کو ان کے

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم ۸۷۹، ۸۸۰۔

مذہبی طریق پر راجہ اندر سنگھ کے اہتمام سے جلوا دیا۔ ۲۲ رشعبان ۱۱۳۲ھ کو آپ نے میدان جنگ سے کوچ کر کے جسونت باغ میں قیام فرمایا۔ یہاں آپ نے اپنے جاں نثاروں کو عطائے انعامات و اکرامات سے فیض یاب کیا۔ لڑائی میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا، اس میں سے صرف توپ خانہ اور ہاتھی سرکار میں ضبط کر لئے گئے، اور بقیہ مال جس جس نے لوٹا تھا، وہ اسی کو بخش دیا گیا، پھر اس میں سے بیش قیمت چیزیں خرید کر کے امرا کو عنایت کی گئیں؛ لڑائی میں جن سپاہیوں کے گھوڑے مارے گئے تھے، ان کو حسب ضابطہ فی راس کلاں ایک سو پچاس روپے اور فی راس کوچک ایک سو روپے مرحمت ہوئے[1]

بالاپور (برار) کا معرکہ | اب سیّد عالم علیخاں بُرہان پور سے سولہ سترہ کوس کے فاصلے پر تالا ہرتالہ پر پہنچ گیا تھا۔ یہ سنتے ہی نواب مغفرت مآب نے محمد متوسل خاں کو تین ہزار سوار کے ساتھ رعایا و شہر کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ خان موصوف ایلغار کرتا ہوا ایک ہی روز میں چالیس کوس کا فاصلہ طے کر کے بُرہان پور جا پہنچا۔ یہ سُن کر سیّد عالم علی خاں کو بہت حیرت ہوئی، اور وہ جہاں تھا، وہیں رہا[2]

پایۂ تخت میں جب سیّد برادران کو سیّد دلاور علی خاں کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو وہ نہایت مغموم اور پریشان ہوئے۔ اب وہ خود دکن آنے کا ارادہ کرنے لگے، ہر روز ایک نیا منصوبہ باندھتے تھے، مگر ان کا کوئی منصوبہ پورا نہ ہوتا تھا، کبھی یہ ارادہ کرتے تھے کہ دونوں بھائی بادشاہ کو ساتھ لے کر دکن جائیں، کبھی یہ رائے ہوتی کہ سیّد حسین علیخاں بادشاہ کو ساتھ لیکر دکن جائے، اور سیّد عبداللہ خاں پایۂ تخت میں رہ کر امورِ سلطنت

---

[1] ۔ حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۸۷ ۔

[2] ۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۸۲ ۔

انجام دے، کبھی یہ مشورہ ہوتا کہ بادشاہ پایہ تخت ہی میں سیّد عبداللہ خاں کے ساتھ رہے اور سیّد حسین علیخاں کار آزمودہ اور بہادر لوگوں کو ساتھ لے کر دکن چلا جائے، اور کبھی یہ چاہتے کہ فی الحال صوبہ داری دکن نواب مغفرت مآب کو دے کر صلح کرلیں، اور پھر اپنے قبائل کو دکن سے طلب کر لینے کے بعد اس کی تلافی کریں، مگر پریشانی میں کسی رائے اور مشورے پر قرار نہ ہوتا تھا۔ اس زمانے میں اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر سے بھی سیّد برادران کے تعلقات خوش گوار نہیں رہے تھے، اور اکثر ان سے کھٹ پٹ چلتی رہتی تھی۔ اس صورت میں سیّد برادران کو نواب مغفرت مآب کے خلاف دکن جانے میں ان کی طرف سے اور بھی خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔

سیّد دلاور علی خاں کے مارے جانے کے بعد اس کے تمام لشکری منتشر ہو گئے۔ ان میں سے دو تین ہزار فرار ہو کر سیّد عالم علی خاں کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ سیّد دلاور علی خاں کی آمد کی خبر سنکر اپنی اور مرہٹہ فوجوں کے ساتھ جو تعداد میں تیس ہزار سے زیادہ نہیں، اورنگ آباد سے بڑھ کر فردا پور کی پہاڑی سے گذر رہا تھا۔ سیّد دلاور علی خاں کا سانحہ سن کر وہ بہت بے چین اور رنجیدہ ہوا۔ اسی زمانے میں محمد انور خاں نے نواب مغفرت مآب کے ساتھ غداری کر کے سیّد عالم علیخاں کو خط لکھا تھا کہ ابھی آپ کو جیسی طاقت حاصل ہونی چاہیئے حاصل نہیں ہوئی، اور پھر اب آپ اپنے ہی آدمیوں کے احوال میں مشغول ہیں، اس لئے فرصت وقت کو غنیمت جان کر جلد پہنچیئے، مگر اتفاقاً یہ خط آپ کے جاسوسوں کے ہاتھ آگیا، اور وہ غداری کرنے کی پاداش میں قید کر لیا گیا[1] اکثر مرہٹہ سرداروں اور دوسرے بہی خواہوں نے سیّد عالم علی خاں کو مشورہ دیا کہ آگے بڑھنے کی

---

[1] تاریخ مظفری، سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۳۰۔

بجائے بہتر ہوگا کہ یہاں سے واپس چل کر اورنگ آباد، یا احمد نگر میں سیّد حسین علی خاں کے پایۂ تخت سے آنے کا انتظار کریں، اور اطراف و اکناف سے مزید افواج کی فراہمی میں مصروف ہوں، پھر حریف کو چاروں طرف سے محصور کر کے عمدگی سے لڑنا اور مرہٹوں کا اپنی قزاقانہ جنگ سے اس کے لشکر کو غارت کرنا کچھ وقت طلب نہ ہوگا۔ مگر اس نوجوان سیّد زادے نے جس کی عمر اس وقت اکیس بائیس برس سے زیادہ نہ تھی، اور جوانی کے نشے میں چور اور اپنی آبائی دلاوری و شجاعت پر مغرور تھا، اس قیمتی رائے کی کچھ پروا نہ کی اور اپنے لوٹ جانے کو عار و ننگ خیال کیا۔ غرض کہ وہ تمام فوجیں اور توپ خانہ لے کر برہان پور کی طرف بڑھا، اور تالاب ہرتالہ کے پاس پہنچ کر مقام کیا[1]

بہت سوچ بچار کے بعد سیّد برادران نے یہی مناسب سمجھا کہ فی الحال صوبہ داری دکن دے کر نواب مغفرت مآب سے مصالحت کر لیں چنانچہ انہوں نے تفویض صوبہ داری مذکور سے متعلق آپ پاس فرمان شاہی بھی بھجوا دیا تھا[2] مگر اس سے ان کے حق میں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ سیّد عالم علی خاں کی آمد کی خبر سن کر پہلے ہی نواب مغفرت مآب نے محمد متوسل خاں کو تین ہزار سوار دے کر رعایا و شہر برہان پور کی حفاظت کے لئے روانہ کر دیا تھا، اس کے بعد خود بھی برہان پور آ گئے۔ پھر آپ نے سیّد دلاور علی خاں و سیّد شیر خاں (برادر زادہ سیّد برادران) کے جنازوں کے تابوت نہایت عزت و احترام کے ساتھ سیّد عالم علی خاں کے پاس بھیج دئے، اور ساتھ ہی یہ نصیحت آمیز پیغام بھی ارسال کیا کہ "مسلمانوں کا خون بہانے سے کوئی فائدہ نہیں، بہتر یہ ہے کہ تم اپنے قبائل کو لے کر چچاؤں کے پاس چلے جاؤ"۔ مگر اس نے اس نصیحت آمیز پیغام پر مطلق توجہ نہ کی۔

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم ۸۸۶ [2] IRVINE. VOl. II. P. 35-36

مجبوراً آپ نے اسباب جنگ فراہم کرکے سیّد عالم علی خاں کے مقابلے کے لئے برہان پور سے کوچ کیا، اور سولہ سترہ کوس چل کر مغربی سمت میں دریائے پورنا کے کنارے ڈیرے ڈال دئے۔ سیّد عالم علی خاں اپنی فوجیں لے کرتالاب ہرتالہ کے پاس پڑا ہوا تھا، جو دریائے پورنا کے دوسرے کنارے پر قریب ہی واقع تھا۔ چونکہ اس وقت کثرت بارش سے دریا کا پانی چڑھاؤ پر ہونے کی وجہ عبور و مرور ناممکن تھا، اس لئے ہردو حریف اپنی اپنی جگہ خاموش اور مناسب وقت کے منتظر تھے۔ جب کسی طرح بارش تھمتی اور دریا کا پانی اترتا نظر نہ آیا تو نواب مغفرت مآب نے دریا عبور کرنے کی غرض سے کسی پایاب مقام کی تلاش میں ہر روز ایک ایک دو دو کوس دریا کے کنارے کنارے برار کی طرف طے کرنا شروع کیا۔ آخرکار عوض خاں بہادر کی کوشش اور اس طرف کے زمینداروں کی رہبری سے چودہ پندرہ کوس کے فاصلے پر بالاپور (واقع برار) کی طرف ایک پایاب مقام کا پتہ لگا۔ آپ نے وسط ماہ رمضان ۱۱۳۲ھ میں فوج کے ساتھ دریائے پورنا کو عبور کرکے دوسرے کنارے پر بقیہ ملازمین و سامان کے پہنچنے کے انتظار میں ایک روز قیام کیا۔ سیّد عالم علی خاں نے حریف کے دریا عبور کرنے کی خبر سنی تو وہ بھی اپنی فرودگاہ سے کوچ کرکے لڑائی کے قصد سے قصبۂ پیپل گاؤں میں وارد ہوا۔ نواب مغفرت مآب ایک مناسب مقام کی جستجو میں نواح سیوگاؤں (واقع برار) میں فروکش ہوئے۔ اس زمانے میں بارش بہت زوروں پر تھی، جس کی وجہ یہاں کی ریگڑ کی سڑکیں عبور و مرور کے قابل نہیں رہی تھیں، اس لئے آپ کو چند روز تک یہیں ٹھیر جانا پڑا۔ ان دنوں میں آپ کو بڑی تکلیفیں پیش آئیں، کثرتِ بارش سے رسد ملنی محال ہوگئی، اور غلہ اس قدر گراں ہوگیا تھا کہ آٹا بمشکل روپیہ کو ایک دو سیر ملتا تھا،

دانہ اور گھاس نہ ملنے سے لشکر کے جانور علیحدہ تباہ ہونے لگے اس پر طرفہ یہ کہ حریف کے اشارے پر مرہٹوں نے لشکر کو اطراف سے تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا تھا، ان وجوہ سے آپ کے لشکریوں میں ہراسانی پھیل گئی، اور وہ نالہ و فریاد کرنے لگے، بلکہ بعض کم حوصلہ نے تو لشکر چھوڑ کر گھر کا راستہ لیا، مگر خدا کا فضل ہوا کہ چند روز کے اندر بارش تھم گئی۔ تب آپ نے یہاں سے کوچ کر کے بالاپور سے تین کوس کے فاصلے پر ایک ویران گاؤں کے پاس مقام کیا۔ مرہٹے ابھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے، اس لئے آپ نے ان کی تادیب کے لئے عوض خاں بہادر، محمد غیاث خاں و راؤ رنبھا نمبالکر کو ایک مختصر فوج دیکر روانہ کیا۔ ان سرداروں نے تھوڑی بہت لڑائی کے بعد مرہٹوں کو پسپا کر دیا، اور دو تین کوس تک تعاقب کر کے لوٹ آئے، اور مال غنیمت میں حریفوں کی بہت سی گھوڑیاں، چھتریاں اور برچھیاں ان کے ہاتھ لگیں۔ اسی مقام پر عید رمضان ہوئی، اور یہاں ضرورت کے موافق دانہ گھاس اور سامان رسد بہمرسد ہو گیا۔ پھر آپ نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا، چونکہ رستے کی خرابی اور بیلوں کی کمزوری کے سبب بڑی توپیں ہمراہ نہ لیجا سکتے تھے، اس لئے ان کو وہیں گڑوا دیا، اس کے بعد فوج کے ساتھ آگے بڑھ کر بالاپور کے قریب خیمہ زن ہوئے، جہاں گھاس اور دانہ بکثرت میسر آتا تھا۔ یہاں تین روز تک ٹھیر کر آپ نے فوج کو آرام دیا، پھر اسی مقام پر بھیر وغیرہ چھوڑ کر فوج کے ساتھ آگے روانہ ہوئے، اور دو تین کوس کے فاصلے پر جا کر ایک عمدہ مقام کا انتخاب کر کے فوج کی صف بندی شروع کی (۵ شوال ۱۱۳۲ھ) نواب مغفرت مآب نے ہراول کی کمان محمد غیاث خاں، شیخ محمد شاہ فاروقی، شیخ نور اللہ

۵۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۸۹۔

فاروقی، یلبرز خاں آغری اور دوسرے سرداروں کو دی اور میمنے پر جس کے مقابل مرہٹہ سرداران و فوج کی کثرت تھی عوض خاں بہادر، جمال خاں اور چند سرداروں کو متعین کیا، اور میسرے کی سرداری بعض جنگجو سرداروں کے تفویض کی، اور قلب و یلتمش پر رحمت خاں، عبدالرحیم خاں، محمد متوسل خان، قادار داد خاں روشانی داراب خاں، کامیاب خاں، دلیر خاں، اختصاص خاں (نبیرۂ خان عالم دکنی، جو اورنگ آباد سے چل کر آپ کی رفاقت میں آگیا تھا) و تہور خاں اور دوسرے نبرد آزما تورانی و ایرانی و افغان و راجپوت سرداروں کو مقرر کیا، اور چنداول کی سرداری و بنگاہ کی حفاظت کے لئے راؤ رنبھا نمبالکر و ابنوجی دیس مکھ پرگنہ سنیسر اور بعض بہادر سردار مامور کئے۔[1]

سید عالم علی خاں نے اپنی فوجوں کی صفیں اس طرح ترتیب دیں:۔

ہراول زیر کمان تہور خاں افغان، امیر خاں، محمد اشرف خاں بخشی، مٹھے خاں محمدی بیگ، رفاہیت طلب خاں، خواجہ رحمت اللہ خاں (داروغہ توپ خانہ) وغیرہ۔

میمنہ زیر کمان غالب خاں (پسر رستم خاں دکنی)، اپاجی پنڈت، و میرزا علی خاں وغیرہ

میسرہ زیر کمان عمر خاں پنی (برادر زادۂ داؤد خان پنی)، و امین خاں دکنی (برادر خان عالم دکنی)، ترکتاز خاں، تورانی، فدائی خاں، سنتاجی، نیماجی سندھیا کھنڈوجی دھپاڑیہ، شنکراجی ملہار وغیرہ۔

اسی طرح قلب، یلتمش و چنداول کے لشکر ترتیب دے جا کر ان کی کمان سرداران

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۸۹۔

بارہہ و مرہٹہ و بہادران دکنی کے ہاتھ میں دی گئی۔ امین خان دکنی، عمر خان ہنی،
ترکتاز خاں و فدائی خاں جو کبھی سادات بارہہ کے ہاتھ سے تکلیف و رنج اٹھا چکے
تھے، بادل ناخواستہ سید عالم علیخاں کا ساتھ دے رہے تھے، مگر یہ سب در پردہ
نواب مغفرت مآب کی رفاقت کا دم بھرتے تھے۔

غرض کہ ۶ر شوال ۱۱۳۲ھ کو لڑائی شروع ہوئی۔ پہلی مرتبہ سید عالم علیخاں کے
لشکر کی طرف سے توپ کے دو تین گولے نواب مغفرت مآب کے لشکر میں آکر گرے،
مگر ان سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا، پھر آپ کے لشکر سے بھی گولہ باری شروع
کی گئی، اور پہلے ہی گولے کی زد سے حریف کے ایک سردار لطیف خاں پنوار کے
ہاتھی کا حوضہ اُڑ گیا، اور حوضہ نشین زمین پہ آ رہا۔ اس گولہ باری نے سید عالم علی خاں
کے لشکر میں تزلزل پیدا کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس کے لشکر سے تہور خاں سترہ اٹھارہ جانباز
فیل سواروں، اور چودہ پندرہ ہزار بہادر اسپ سواروں کو ہمراہ لے کر تیزی سے
آگے بڑھا، اور قبل اس کے کہ دھوئیں کا غبار فرو ہوتا، جو توپوں کی آتش باری سے
پیدا ہو گیا تھا، نواب مغفرت مآب کے ہراول پر حملہ کر دیا اور اس شدت سے لڑائی لڑی کہ
آپ کی اس فوج کے آدمیوں کے پاؤں اپنی جائے استقامت سے ہٹ گئے،
ہر چند شیخ محمد شاہ، شیخ نور اللہ و محمد غیاث خاں نے فوج ہراول کو سنبھال کر بڑی
ہمت سے مقابلہ کیا، مگر حریف کے زبردست حملے کے سامنے ان کی کچھ
پیش نہ گئی، اور ان کی فوج میں پوری طرح خلل پڑ گیا۔ اس زد و خورد میں شیخ
نور اللہ مارا گیا، شیخ محمد شاہ کو کاری زخم لگے، محمد غیاث خاں پہلے ہی سے ایک آنکھ
سے محروم تھا، اب اس کی دوسری آنکھ میں ایسا زخم لگا کہ دنیا اس کی دونوں

آنکھوں میں بالکل تاریک ہوگئی، مبارز خاں آغر یہ اور بعض لوگ بھی زخمی ہوئے، اور کچھ آدمی مارے گئے، اور باقی فوج بھاگ نکلی۔ ہراول کو پسپا ہوتے دیکھ کر نواب مغفرت مآب کے میمنے اور میسرے نے حرکت کی اور دشمن پر ٹوٹ پڑے پھر تو خوب زور شور سے لڑائی ہونے لگی، طرفین کے سپاہی بڑی بے جگری سے مقابلہ کرتے اور داد شجاعت و مردانگی دیتے تھے۔ اتنے میں سیّد عالم علی خاں بھی جوش مردانگی سے اپنے لشکر قلب کو لے کر میدان میں آیا، اور بڑی جوانمردی سے نواب مغفرت مآب کے لشکر پر حملہ کرنے لگا۔ اِدھر سے بھی عوض خاں بہادر، مرحمت خاں و قادر داد خاں وغیرہ بڑی بہادری سے مقابلہ کر رہے تھے۔ اس وقت سیّد عالم علی خاں باوجود زخموں میں چور ہونے کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا۔ محمد متوسل خاں بھی جو سیّد عالم علیخاں کا ہم سن اور شجاعت و بہادری میں ہم سر تھا، اس کے حملوں کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہوا اس کے ہاتھی کے برابر ہو گیا، مگر اس کے ساتھیوں کی گولیوں اور تیروں سے زخموں میں چور ہو گیا۔ قادر داد خاں نے بھی جو متوسل خاں کی مدد کے لئے پہنچ گیا تھا، اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ نواب مغفرت مآب کے دوسرے سردار بھی جان پر کھیل کر لڑنے لگے۔ اس زد و کشت میں سیّد عالم علیخاں کے متعدد نامی سردار مثل غیاث الدینخاں داروغہ توپخانہ، غالب خاں، اباجی دیوان، شمشیر خاں و سیّد ولی و سیّد عالم بارہہ وغیرہ مارے گئے، اور وہ خود سخت زخمی ہو گیا۔ اس کے باوجود اس نے اپنے پائے استقامت کو ڈگمگانے نہ دیا، مگر اس کے ہاتھی نے تیر و تیغ و سنان کے صدمات کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے اپنا رُخ پھیر دیا۔ اس وقت سیّد عالم علی خاں، نواب مغفرت مآب کے لشکر کی طرف رُخ کر کے

چلا کر کہنے لگا کہ "ہاتھی میدانِ جنگ سے رُخ پھیرتا ہے مگر میں نہیں پھیرتا"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سیّد عالم علی خاں کے ترکش میں تیر نہ رہے تو وہ ان تیروں کو جو اس کے رخسار جسم اور حوضے میں آ کر لگتے تھے نکال نکال کے کمان میں جوڑ کر پھر آپ کے لشکر کی طرف چلاتا، اور اس طرح داد شجاعت و تہوری دیتا تھا، یہاں تک کہ پیاپے کاری زخموں سے اسکا کام تمام ہوگیا[۱]

حریف کا کام تمام ہونا تھا کہ نواب مغفرت مآب کے لشکر میں فتح و نصرت کے شادیانے بجنے لگے۔ اس جنگ میں سیّد عالم علی خاں کے ہزاروں آدمی اور کئی نامی گرامی سردار مارے گئے، اور بے شمار آدمی زخمی ہوئے۔ نواب مغفرت مآب کی طرف نامی سرداروں میں صرف سیّد سلیمان و شیخ نور اللہ ہی کام آئے، اور محمد متوسل خاں، محمد غیاث خاں، شیخ محمد شاہ، کامیاب خاں اور چند سردار زخمی ہوئے، اور غیر معروف لوگوں میں جو زخمی ہوئے اور مارے گئے، ان کی تعداد بھی کوئی قابل لحاظ نہ تھی۔ لڑائی کے ختم پر امین خاں، عمر خاں، ترکتاز خاں و فدائی خاں دیوان دکن کے علاوہ سیّد عالم علی خاں کے بعض دوسرے نامی امرا بھی نواب مغفرت مآب کے لشکر میں داخل ہوگئے، اور ملازمت حاصل کی۔ شنکراجی ملہار زخمی ہو کر گرفتار ہوگیا۔ فوج مخالف کے ہاتھیوں اور توپ خانے کو سرکار میں ضبط کر لیا گیا، اور باقی کارخانجات لوٹ لئے گئے[۲]

نواب مغفرت مآب کی حالیہ فتوحات کے بارے میں بعض مورخین کا خیال ہے کہ آپنے اثنائے جنگ میں حریفوں کو تعاقب کا موقع دیکر اس کمین گاہ کی زد میں لے آیا، جس میں توپ خانے کا ایک حصّہ پہلے سے چھپا کر رکھدیا گیا تھا، اور حالت

[۱] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۹۵ [۲] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم ۸۹۵، ۸۹۶۔

غفلت میں ان پر گولہ باری کی، اوران کو تباہ و برباد کردیا۔ اگرچہ جنگ میں دشمن کو زیر کرنے کے لئے ہر قسم کے ذرائع اختیار کرنے کو ناجائز سمجھا نہیں جاتا، تاہم نواب مغفرت مآب کی شجاعت و مردانگی کو دیکھتے ہوئے جس کا لوہا دوست دشمن سب ہی مانتے تھے، آپ کی ذات سے توقع نہیں کیجا سکتی کہ آپنے غفلت میں حریفوں پر وار کیا ہوگا۔ یہ کیسے باور ہو سکتا ہے کہ جب حسن پور کی لڑائی میں سید دلاور علیخاں کے خلاف یہ حربہ چلا گیا تھا تو سید عالم علی خاں بھی دیدہ دانستہ جیسا کہ کہا گیا ہے، اسی حربے کا شکار ہوگیا۔ نواب مغفرت مآب کی شان بہادری تو یہ تھی کہ آپنے قابو میں آئے ہوئے حریف کو بھی آزادی سے مقابلہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا، اوراس کو اپنی طرف سے ضروری وسائل ہم پہنچانے کی خواہش بھی ظاہر کی۔ اس کے ثبوت میں دوست محمد خاں افغان کی تنبیہہ کا واقعہ ملاحظہ فرمائے، جو آگے آئیگا۔

سید عالم علی خاں کے مارے جانے کی اطلاع جب اس کے اور سید حسین علیخاں کے قبائل و متوسلین کو اورنگ آباد میں پہنچی تو وہ اپنی عزت اور جان و مال کے خوف سے بے حد پریشان ہوگئے، اور قلعۂ دولت آباد میں پناہ دینے کے لئے وہاں کے قلعہ دار سے درخواست کی۔ قلعہ دولت آباد کا قلعہ دار سابق میں امیرالامرا سید حسین علی خاں کے ہاتھ سے نقصان اٹھا چکا تھا، اس کے باوجود اس نے اس کے قبائل و متوسلین کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا، اوران کو ان کے اموال و اثقال کے ساتھ اپنے ہاں پناہ دی، جب اس کے متعلق نواب مغفرت مآب سے عرض کیا گیا تو آپنے منشی رام سنگھ کو حکم دیا کہ قلعہ دار کے نام عنایت نامہ لکھے کہ:۔

"تم نے قبائل سادات بارہہ کو جو پناہ دی بہت اچھا کیا، تم سے یہی توقع تھی،

پکچھ درخواست ہو تو بیان کی جائے، انشاءاللہ پوری کردی جائیگی۔ بالفعل قبائل مذکور سے کہدو کہ مقدر ہی ایسے تھے، اب سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں، بجز سادات کے اس دنیا میں سب چیزیں میسر آسکتی ہیں، اگر ان کا ملک دکن ہی میں رہنے کا خیال ہو تو ان کے لئے سیر حاصل جاگیر جس صوبے میں وہ چاہیں، مقرر کردی جائے گی، اگر وہ اپنے وطن بارہہ کو جانے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں تو ان کو زادِ راہ دے کر ایک بدرقے کے ساتھ وہاں پہنچادیا جائے گا"

اب قبائل سادات دکن میں رہنا نہیں چاہتے تھے، اس لئے بارہہ جانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے ازراہِ ہمدردی و عنایت ان کو زادِ راہ کے لئے دس ہزار روپے نقد سرفراز کئے، اور دو سو سواروں کا بدرقہ ساتھ کردیا[1]

نواب مغفرت مآب نے اورنگ آباد پہنچ کر اپنے رفیق اور جان نثار سرداروں کی خدمات کی قدر کرتے ہوئے، انہیں مناصب، خطابات، خدمات و انعامات سے سرفراز کیا۔ اس ضمن میں جو تفصیل بیان کی گئی ہے، وہ درج ذیل ہے:۔

نام سردار	سرفرازی			
	منصب	خطاب	خدمت	دیگر عطایا
عوض خاں	پنجہزاری پنجہزار سوار	عضد الدولہ قسورہ جنگ	صوبہ داری برار	فیل و جواہر
عبدالرحیم خاں	پنجہزاری پنجہزار سوار	نصیر الدولہ	-	فیل و جواہر جاگیر

[1] - آثر نظامی -

رعایت خاں	پنجہزاری پنجہزار سوار	ظہیر الدولہ	حکومت اجین	فیل و جواہر
مرحمت خاں	پنجہزاری پنجہزار سوار	بہادر، غضنفر جنگ	صوبہ داری برہانپور	فیل و جواہر و جاگیر
متوسل خاں	سہ ہزاری دو ہزار سوار	بہادر	.	فیل و جواہر و اسپ و علم و نقارہ
عزیز بیگ خاں	سہ ہزاری دو ہزار سوار	بہادر	.	فیل و جواہر و اسپ و علم و نقارہ
سعدالدین خاں	سہ ہزاری دو ہزار سوار	بہادر	.	فیل و جواہر و اسپ و علم و نقارہ
جمال خاں	سہ ہزاری دو ہزار سوار	.	.	.
محتشم خاں	سہ ہزاری یکہزار سوار	.	بخشگری صوبجات دکن	علم و نقارہ
علی اکبر خاں	؟	.	حکومت آسیر	خلعت فاخرہ، جاگیر و انعام ایک لاکھ روپیہ
راؤ رنبھا	.	راجہ امرت راؤ	.	.

جو سردار لشکر مخالف سے آکر ملازمت میں داخل ہو گئے تھے، ان کو بھی عمدہ خدمات و مناصب عطا کئے گئے۔

سیّد دلاور علی خاں کے جانکاہ واقعہ کے بعد جب سیّد برادران کو سیّد عالم علی خاں اور اس کے لشکر کی تباہی و بربادی کی اطلاع ملی تو وہ غم و غصہ سے بالکل بدحواس ہو گئے، اور انہیں یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ ان دونوں معرکوں میں ان کے ہزاروں سپاہی اور بیسیوں چھوٹے بڑے سردار تو مارے گئے مگر نواب مغفرت مآب کی فوج قریب قریب محفوظ رہی۔ اب دکن کے ان کے ہاتھ سے نکل جانے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا تھا۔ اس صورت میں وہ اپنے قبائل و متوسلین کے لئے جو اورنگ آباد میں تھے، خطرات کا سامنا دیکھ کر سخت متردد ہوئے، مگر جب چند روز بعد انہیں خبر

پہنچی کہ وہ بحفاظت تمام قلعۂ دولت آباد میں پناہ گزیں ہیں تو قدرے اطمینان ہوا۔ اسی زمانے میں یہ اطلاع بھی آئی کہ مبارز خاں صوبہ دار حیدر آباد اور اس کے ہمراہ دلاور خاں نے چھ سات ہزار سوار کے ساتھ بظاہر سادات کی کمک کا بہانہ کر کے حیدر آباد سے نکل کر نواب مغفرت مآب کی رفاقت قبول کر لی ہے[1]

اب سیّد برادران نے نواب مغفرت مآب سے انتقام لینے کا تہیّہ کر لیا، اور تجویز یہ قرار پائی کہ سیّد عبداللہ خاں تو دارالخلافہ جا کر کاروبارِ سلطنت سنبھالے اور سیّد حسین علی خاں بادشاہ کو ساتھ لے کر دکن پر فوج کشی کرے، چنانچہ انہوں نے مہم دکن کے لئے سُرعت سے فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں، اور اس غرض کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہا دیا۔ اس کے باوجود ان کی خواہش کے مطابق ایک لاکھ سوار بھی فراہم نہ ہو سکے، کیونکہ اکثر لوگ ان کے زوال اور نواب مغفرت مآب کے اقبال کے آثار دیکھ کر دکن جانے پر راضی نہ ہوتے تھے۔

امیر الامراء سیّد حسین علی خاں کا نواب مغفرت مآب کے خلاف دکن کی طرف کوچ اور رستے میں اس کا قتل

بہ مشکل پچاس ساٹھ ہزار سوار کی فراہمی کا انتظام ہو سکا۔ مقررہ تجویز کے مطابق امیر الامراء سیّد حسین علی خاں نے بادشاہ کو ساتھ لے کر فراہم کردہ سوار اور کثیر توپ خانہ کے ساتھ اکبر آباد سے دکن کی طرف پیش قدمی کی، اور سیّد عبداللہ خاں شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس زمانے میں سوائے چند لوگوں کے ملک میں ہر شخص دولتِ سادات بارہہ کے زوال کا خواہاں تھا، حتیٰ کہ خود ان کے اکثر قدیم رفقا و متوسلین بھی ان کے تسلط و جبر و تشدّد اور ان کے نصب کردہ دیوان رتن چند کے امور سلطنت میں غیر معمولی [illegible]

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم ۸۹۷۔

اوراس کی بے راہ روی سے بے زار اور متنفر ہو گئے تھے' اور وہ اپنی بھلائی اور سلطنت کی فلاح و بہبود کی خاطر ان کا تباہ و برباد ہو جانا ہی بہتر سمجھتے اور اس کے لئے دل سے دُعا کرتے تھے۔ محمد شاہ بادشاہ بھی سادات کے تسلط کا جوا اپنی گردن سے اُتار پھینکنے کی فکر میں تھا' اس بارے میں اکثر اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر سے خفیہ مشورے کئے جاتے تھے' اور خود اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اگر اب سادات کا زور نہ توڑ دیا گیا' اور انہیں ذرا بھی قابو مل گیا تو وہ جمیع امرائے تورانی کے تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے' اس لئے وہ سادات کا زور توڑنے اور بادشاہ کو مطلق العنان بنانے میں زیادہ کوشاں رہتے تھے۔ سعادت خاں برہان الملک کے دل میں ہمیشہ سادات بارہہ کی طرف سے فرخ سیر بادشاہ کے خونِ ناحق کا بغض جوش مارتا تھا۔ غرض کہ خاص و عام کے دلوں میں سادات بارہہ کی طرف سے بد دلی' نفرت و غصّہ کے جذبات پیدا ہو گئے تھے' اور ایک گروہ تو بالکل ان کی مخالفت و استیصال کے درپے ہو گیا تھا۔ ان حالات سے سادات ناواقف نہ تھے بلکہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر بادشاہ اور منتسبہ امرا کو شمالی ہند ہی میں چھوڑ کر امیر الامرا مہم دکن پر روانہ ہو جائے تو اس کے غیاب میں ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی فتنہ ضرور کھڑا ہو گا۔ مہم دکن میں بادشاہ' اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر و سعادت خاں برہان الملک وغیرہ کو ساتھ رکھنے کا منشا یہی تھا کہ وہ اچھی طرح امیر الامرا کے قابو میں رہیں' اور وہ اس کے بھائی کے خلاف کچھ ہل چل نہ کر سکیں مگر اب سادات کے زوال کا وقت آپہنچا تھا' اس لئے ان کی تدبیر خود انہی کے حق میں تباہی و بربادی کا موجب بنی۔ امیر الامرا سید حسین علی خاں کے ہمراہی مخالف امیروں نے دونوں بھائیوں کی جدائی کو بہت غنیمت سمجھا' اور پہلے امیر الامرا کو دکن کے

رستے ہی میں ٹھکانے لگانے کی خفیہ سازش مرتب کی، جس میں اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر اور سعادت خاں بُرہان الملک نے خاص طور پر حصّہ لیا تھا، تیسرا شخص جس نے اس سازش کو کامیاب بنایا، وہ میر حیدر خاں کاشغری تھا۔ ان کے علاوہ اور کوئی شخص اس سازش سے واقف نہ تھا حتی کہ بادشاہ اور میر قمر الدین خاں (پسر اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر) کو بھی اس کا علم نہیں کرایا گیا، البتہ دو عورتیں اس راز سے ضرور واقف تھیں، ایک بادشاہ کی والدہ قدسیہ بیگم اور دوسری صدر النساء دست گرفتہ سیّد عبد اللہ خاں۔ تجویز کے مطابق میر حیدر خاں کاشغری کو امیر الامرا کا کام تمام کرنا تھا۔ ۶ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ کو دکن کی طرف کوچ کرتے ہوئے لشکر شاہی نے فتح پور کے قریب منزل تورہ پر قیام کیا۔ اسی روز جب کہ امیر الامرا، بادشاہ سے رخصت ہو کر پالکی میں اپنے خیمہ گاہ کو واپس آ رہا تھا، میر حیدر خاں کاشغری نے پالکی کے پاس پہنچ کر اس کے سامنے ایک عرضی پیش کی، جو بظاہر اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر کی شکایت میں لکھی تھی۔ جب امیر الامرا عرضی پڑھنے میں بالکل منہمک ہو گیا تو میر حیدر خاں کاشغری نے موقع پا کر اس کے پیٹ میں اپنا آبدار خنجر بھونک دیا، جس سے اسی وقت اس کی موت واقع ہو گئی۔ امیر الامرا کے ہمراہیوں نے اسی وقت قاتل کا بھی کام تمام کر ڈالا۔ امیر الامرا کے دفعتاً مارے جانے سے اس کے لشکر میں بڑی ہل چل پڑ گئی۔ اس کے اعزہ و اقارب و رفقا نے جمع ہو کر سازشیوں اور ان کے رفیقوں سے انتقام لینے کے لئے جنگ کرنی شروع کر دی۔ اس اثنا میں سعادت خاں بُرہان الملک بھرتی کر کے ان دشمنوں کو رستے سے ہٹاتے ہوئے جو دولت سرا پر ارادۂ فاسد سے جمع ہو گئے تھے بادشاہ کے پاس جا پہنچا، اور اس کو صورت حال سمجھا کر آمادہ کر لیا کہ اپنے خیر خواہوں کو

لے کر سادات کے آدمیوں سے علانیہ جنگ کریں۔ اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر
نے فوراً بادشاہ کو اپنے ہاتھی پر بٹھالیا، اور خود خواصی کی جگہ لی۔ حیدر قلی خاں میر آتش
نے توپخانے کے سپاہیوں کو مستعد کر کے امیر الامرا کے رفیقوں اور طرفداروں پر جو غیرت
خاں (ہمشیر زادہ امیر الامرا) کی سرکردگی میں جنگ کر رہے تھے، گولہ باری شروع کر دی
اس دار و گیر میں امیر الامرا کا سارا کیمپ لٹ گیا، اور غیرت خاں اور بعض سردار اور کئی آدمی
مارے گئے، یہ حالت دیکھ کر سادات کا گروہ تاب مقاومت نہ لا سکا، کچھ لوگوں نے
تو راہِ فرار اختیار کی، اور بقیہ نے ہتھیار ڈال دئے۔ جن لوگوں نے اس ہنگامے
میں کوئی حصّہ نہیں لیا تھا، انہوں نے بھی بادشاہ کے سامنے سر اطاعت خم کیا تب
بادشاہ نے اطمینان کی سانس لی، اور اپنے خیر خواہوں کو خدمات، مناصب و خطابات
سے سرفراز کرنا شروع کیا چنانچہ اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر کو عہدۂ وزارت
عظمیٰ سرفراز کر کے منصب اصل و اضافہ ہشت ہزاری ہشت ہزار سوار اور خطاب
وزیر الممالک ظفر جنگ عنایت کیا، اور ڈیڑھ کروڑ دام بطور انعام عطا کئے، اور ان کے
صاحبزادے میر قمر الدین خاں کو عہدۂ بخشیگری دوم کے ساتھ داروغگی غسل خانہ
اور دوسری خدمات تفویض کیں، اور اضافۂ منصب ہزاری ہزار سوار مرحمت کیا،
اور صمصام الدولہ خانِ دوراں کو خدمتِ میر بخشی کے علاوہ منصب ہشت ہزاری و
خطاب "امیر الامرا" سرفراز کیا، اسی طرح حیدر قلی خاں کو منصب شش ہزاری شش ہزار
سوار و خطاب "ناصر جنگ" اور سعادت خاں کو منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کے
ساتھ خطاب سعادت خاں بہادر عطا ہوا۔ ان کے علاوہ [illegible] ے عہدہ دار
و ملازمین بھی اپنے اپنے عہدہ و خد[illegible] کے موافق مورد عنایات ہوئے۔[1]

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۱۱

حالیہ کامیابی پر محمد شاہ بادشاہ نے ملک کے طول و عرض میں اپنے ہواخواہوں اور خیرخواہوں کے نام فرامین بھیجے۔ منجملہ ان کے ایک فرمان نواب مغفرت مآب کے نام دکن بھیجا گیا، جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

"شکر حضرت مالک الملوک جل شانہ بیامن تائیدات ازلی و توفیقات لم یزلی ہر تیرہ بختے کہ سر از طاعت حکم آفتاب شعاع واجب الاتباع ما پیچیدہ یا ملازمان درگاہ آسمان جاہ دم مخالفت زدہ دست تقدیر او را از جان و مال برانداخت و ہر برگشتہ بخت کہ قدر تربیت و عنایت نشناختہ طریق کفران نعمت اختیار کرد قہرمان مبدع کل او را بخاک برابر ساخت، تمہید ایں مقال آنکہ ششم ذیحجہ سنہ ۲ امیر الامرائے نمکحرام کہ وجود فتنہ آمودش خار گلشن سلطنت غبار ساحت ملک و ملت بود بسعی فدویان خیراندیش و خیر اندیشان عقیدت کیش بقتل رسید و ایں معنی موجب عبرت سرکشان نخوت مند و مسرت افزائے خاطر اولیائے دولت ابد پیوند گردید۔ عزت خاں و دیگر خون گرفتہا بعد انتشار ایں خبر از روئے جسارت کہ عین خسارت بودہ بہیئت مجموعی رو بر درِ دولت خانہ آوارہ شدہ بودند بیک شلک توپ خانہ مانند بنات النعش متفرق شدہ بزاویہ عدم شتافتند و بقیۃ السیف بتوسل مقربان اورنگ خلافت سعادت ملازمت دریافتہ عجز و الحاح و ندامت را شفیع جرائم ساختہ از سیاست سلطانی نجات یافتند، ظہور ایں لطیفہ غیبی بر جمیع بندہائے آستانِ کرامت نشان علی الخصوص برآں خانہ زاد باعتقاد مبارکباد لازم کہ سپاس حضرت خالق تبقدیم رسانیدہ گوش خلائق را بنوازش کوس شادمانی بلند آوازہ سازد"۔[1]

---

[1] مجمع الانشاء ... صفحہ ...

وزیر سید عبداللہ خاں کا استیصال | سید عبداللہ خاں کو بھائی کے کشتہ ہونے کی خبر ملی تو دنیا اس کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہوگئی، اور اب سے اپنی تباہی کا بھی بالکل یقین ہو گیا۔ اس پر بھی اس نے پھر ایک مرتبہ قسمت آزمائی کرنے کے لئے دہلی میں رفیع الشان کے بیٹے شہزادہ ابراہیم کو قلعۂ سلیم گڑھ کے قید خانے سے نکال کر تخت سلطنت پر بٹھا دیا (۱۱ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ)، اور تقریباً ایک لاکھ فوج لیکر جو بے دریغ روپیہ صرف کر کے بڑی کوشش سے فراہم کی گئی تھی، دہلی سے نکلا کہ بادشاہی لشکر سے مقابلہ کرے جو اب اس طرف روانہ ہوگیا تھا۔ آگرہ اور دہلی کے درمیان حسن پور کے مقام پر ایک زبردست معرکہ پیش آیا جس میں سید عبداللہ خاں کو کامل شکست ہوئی، اور وہ زخمی ہو کر حریفوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ سید حسین علیخاں کے قتل اور سید عبداللہ خاں کی گرفتاری پر دولت بارہہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا، اور محمد شاہ نے ان کے پنجۂ تسلط سے رستگاری حاصل کر کے حقیقی معنوں میں عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ کہتے ہیں کہ دوسرے سال سید عبداللہ خاں کو زہر بھی دلوا دیا گیا۔

سید عبداللہ خاں کی گرفتاری پر محمد شاہ بادشاہ نے نواب مغفرت مآب کے نام ایک فتح نامہ لکھ بھیجا، جس میں لڑائی پر اختصار کے ساتھ تبصرہ کرتے ہوئے اس فتح کو آپ کی بیش قدمی کے نتائج سے قرار دیا ہے اور آخر میں ہدایت کی ہے کہ اپنے متعلقہ صوبہ کے نظم و نسق سے غافل نہ رہیں۔ وہ فتح نامہ یہ ہے:۔

"عمدہ خانہ زاد با فرہنگ نظام الملک بہادر فتح جنگ بعنایت خاص بادشاہی مستظہر و مباہی بودہ بداند کہ بعد کشتہ شدن امیر الامرائے نمکحرام رایات نصرت آیات متوجہ دار الخلافت بود بعرض رسید کہ عبداللہ خاں شوریدہ بخت بمقتضائے کوتہ اندیشیہا

محمد ابراهیم را دست آویز او بار خود ساخته با جمع پریشان روزگار ارادهٔ پیکار با موکب اقبال
دارد از آنجا که مذلت پرورش یافتهائے درگاه مقدس هر چند مستحق سیاست و متوجب
عقوبت باشند به هیچ گونه در خاطر قدسی مظاهر منظور نیست استاده هائے پایه سریر
خلافت مصیر بانواع کلمات هدایت راهنمائے آن سرگشتهٔ وادی غوایت شدند. چون
قضا و قدر اسباب وبال آن روگردانیدهٔ اقبال مهیا ساخته بود گوش بر کلام هدایت انجام
نداشته و چشم دوربین بر قوم صفحات سعادت قرین نکشوده قدم جهالت در میدان
ضلالت افشرده ناچار رایت ظفر آیت به ترتیب شائسته بآن صوب نهضت نمود دوازدهم
محرم سنه ۳ جلوس معلی بیست کروهی از دار الخلافه (شاهجهان آباد) مضرب خیام فلک
احتشام شد آوارهٔ دشت خذلان با سپاه و توپخانه فراوان مقابل جنود مسعود بازار
ادبار کشود صباح آن شام که تیره روزی او بود به تسویه صفوف پرداخته بکام جرأت پیش
آمد. بهادران موکب منصور مشر دست بمحاربه کشادند چنانچه از صبح تا شام نائرهٔ جدال و
قتال بمرتبه تمام اشتعال داشت خرمن حیات بسیارے از تیره اختران بد سرانجام بآتش
قهر حضرت شدید الانتقام سوخت و تائید غیبی که همواره کارساز این دولت ابد طراز است
به چهرهٔ مراد فدویان عقیدت سرشت افروخت یعنی روز دوم وقت نصف النهار که
هنگام زوال ز مرتبهٔ اعتدال بود سپاه منصور بر اعادی مقهور حمله آور از اکثرے به تیغ
بدریغ کشته و آن اسیر سلسلهٔ تقدیر را دستگیر ساخت و محمد ابراهیم را که از معرکه کارزار
رو بفرار گذاشته بود گرفته آورد و بتائید حضرت ملک العلام نسیم فتح بر پرچم رایت نصرت
اعتصام وزید و صبح امید آرزومندان دمیده و عرصه روزگار از غبار فساد پاک گردید
مژده این فتح نمایان نصرت نشان که ظهور است از نتائج پیش قدمی آن زبده پیشوایان

معرکہ رزم وقدوۂ فدویان باعزم میدانیم مبارکباد لازم کہ سپاس حضرت قدیر برحق بجاآوردہ وکوس کامیابی بلندآوازہ گردانیدہ از نظم ونسق حدود متعلقہ خبردار باشند[1]

سیّد حسین علی خاں کے قتل اور سیّد عبداللہ خاں کے گرفتار ہوجانے کی خبر پاکر نواب مغفرت مآب نے بارگاہ رب العزت میں شکرانہ ادا کیا، شادیانے بجوائے، اور بہت سے آدمیوں کو کھانا کھلوایا۔ پھر آپ نے مبارز خاں کی معیت میں شاہجہاں آباد کا قصد کیا۔ بادشاہ کی خدمت میں اس کے مطلق العنانی حاصل کرنے پر اپنی پُرخلوص مبارکباد پیش کریں۔ سابق میں بادشاہ اور اس کی والدہ نے وعدہ کیا تھا کہ مطلق العنانی حاصل ہونے پر آپکو منصب وزارت سے سرفراز کیا جائیگا۔ اب شاہجہاں آباد کا قصد کرنے کی صورت میں آپ کو توقع پیدا ہوگئی تھی کہ وہ وعدہ وفا کیا جائے گا، مگر جب آپ فردا پور کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وزارت عظمیٰ پر اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر کا تقرر عمل میں آچکا ہے۔ تب آپ نے یہ خیال کرکے کہ "مبادا میرے وہاں پہنچنے سے باہم پُرخاش وناخوشی ہوجائے، اور پھر ادھر مُلک دکن میں ابھی خاطر خواہ انتظامات کرنے ہیں آپ نے شاہجہاں آباد کو روانگی ملتوی کردی اور یہیں سے اورنگ آباد کو واپس ہوگئے۔ رستے میں آپ نے مرحمت خاں بہادر کو صوبہ داری بُرہان پور سے معزول کردیا کیونکہ ان کے دور صوبہ داری میں ان کے کارپرداز مرزا عبداللہ اور شیخ ہدایت اللہ نے بُرہان پور میں رعایا پر ظلم اور زیادتیاں شروع کردی تھیں۔ اگرچہ آپ نے خان موصوف کی سابقہ خدمات کا لحاظ فرما کر ان کے نام چار لاکھ کی جاگیر بحال رکھتے ہوئے خدمت فوجداری بگلانہ مقرر کردی تھی، مگر انہوں نے شاہجہاں آباد جانے کے اشتیاق میں

[1] مجموعۃ الانشاء، تاریخ ظفرہ۔

اس خدمت کو قبول نہیں کیا، اور وہ شاہجہاں آباد چلے گئے [1]

نواب غفرانمآب اورنگ آباد پہنچ کر ملکی انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ مبارز خاں کو اس کے صوبہ حیدر آباد پر واپس بھیج دیا، عضدالدولہ عوض خاں بہادر کو اورنگ آباد کی نائب نظامت تفویض کی اور آپ خود بیجاپور روانہ ہوئے جہاں بعض افغان سرداروں اور زمینداروں نے شورش بپا کر رکھی تھی۔ آپ کے جاتے ہی ساری شورشیں دب گئیں۔ قصبۂ اندی پر تفاخر خاں (ابن عم امیر خاں) و روح اللہ خاں قلعہ دار بیجاپور نے بوساطت شیخ نظام الدینؒ جو اورنگ آباد کے اکابر مشائخ سے تھے، اور جن سے آپ عقیدت و ارادت رکھتے تھے، حاضر ہو کر شرف ملازمت حاصل کیا [2]۔ آپ وہ سے روانہ ہو کر تالیکوٹہ پہنچے تھے کہ اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر کے انتقال کر جانے کی خبر ملی۔ مراسم سوگ ادا کرکے آپ قصبہ ادھونی (امتیاز گڈھ) کی طرف روانہ ہوئے، اور ایک پروانہ شیخ سعد الدین خاں ناظم بیوتات کے نام پایہ تخت بھجوا دیا، جس میں منصب وزارت عظمیٰ کی نسبت اپنے حقوق اور بادشاہ کے عہود کا ذکر کرتے ہوئے حسن طلب کا اظہار کیا تھا [3]۔ ادھونی پر اطراف و اکناف کے فوجدار و زمیندار وغیرہ آ آ کر باریاب ہوئے، اور نذریں

[1] مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷۔ [2] مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۰۷۔ [3] منشات موسوی خاں۔ وہ پروانہ یہ ہے:۔ "تا حال بحول و قوۃ قادر لایزال یقین کہ آن شہامت پناہ قرین عافیت بحضور ساطع النور رسیدہ اند و در اوقات نیک مذکور معہود چنانچہ باید بوقوع آید ذہن نشین جناب قدس و اعلیٰ شدہ امید قبولیت کہ خطیر خوشنودی شغف و شگفتگی گردد و قضیہ ہائلہ نواب اعتماد الدولہ مرحوم مغفور بسر و رخاطر زیادہ از انچہ تواں نوشت ملال و متالم ساخت انا للہ و انا الیہ راجعون در خاطر خواہد بود کہ در زمان صوبہ داری مالوہ نوشتجات حضور متواتر رسید کہ خاطر اشرف خواہان استیصال معاندان فساد

(باقی آئندہ)

اور پیش کش گذرانسنے کی سعادت حاصل کی، جن میں سعادت اللہ خاں ناظم ارکاٹ
دلیر خاں فوجدار شاہ پور و بنکاپور، عبدالنبی خاں فوجدار کڑپہ و ابراہیم خاں فوجدار کرنول
بھی شامل تھے۔ آپ نے ان لوگوں کو خلعت دے کر رخصت کر دیا، اور پھر اورنگ آباد لوٹ
آئے [1]

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۵) پیشہ است و بارہا فرمودہ اند کہ در صورت التزام ایں امر وزارت را بخود مفوض تمنا سند چنانچہ دریں باب فرمان والاشان بخط خاص شرف صدور یافتہ الحمدللہ والمنہ بنظر مرضی مبارک ترک و ای جان و مال و صرفہ عیال و اطفال ننموده و دست از خانماں کشیده ہنگامیکہ ہیچ کس در اقدام باین امر خطیر رفاقت راہم قبول نمی کرد متوکلاً علی المستعان کمر ہمت و عزم بستہ شده و با اعادی کہ بکثرت و انبوہ تمام با توپہای کلاں و توپ خانہ فراواں معرکہ آرائی قتال و جدال شدند و داد جلادت و مردانگی داده محاربات عظیم روی داد بفضل الٰہی و اقبال بادشاہی فتوحات پی در پی نصیب شد التزام شدایدکہ دریں مہم اہم بعمل آمده زیاده از حوصلہ بشرہا ست بعد ازیں ہمہ تمردات و مجاولات رعب و صولت آنہا کہ در دلہا جا کرده بود برطرف شد و قرو وقع آنہا یک قلم از نظرہا رفتہ جمعیت مخالفان از ہم پاشید و تفرقہ کلی در آنہا راه یافتہ و بنات النعش شدند تا لکہ بسعی اعتماد الدولہ مرحوم قتل حسین علی خاں صورت بست و قطب الملک بی دست و پا گشتہ مثل مرغ بی پر و بال بر بستان کشید فی بدام آمد و عرصہ سلطنت صفای اتم پذیرفت منظور ازیں ہمہ جان بازیہا حصول تقربات و ایفای عہد بود امر وزارت ارثاً وفاءً للعہد حق ماست نظر بر ایفای میثاق مرقوم ضرور بود کہ اعتماد الدولہ مغفور اقدام بقبول وزارت نمی نمودند خوب باقتضای بشریت ہم وقتی و خلف و لمعده کہ نبایست از ایشان بفعل آمد اگرچہ این تخلف در آنوقت ہم مکروه طبع بود ولیکن نظر بر قرابت گویا بجا بود و ازیں جہت خاطر نیز بالجملہ اطمینان داشت الحال کہ ایشاں از میان رفتہ اند امر مرقوم کہ ارفع امور است اگر بدیگری منتقل گردد بر طبیعت زیاده ازانچہ در حوصلہ تحریر بگنجد گراں و ناگوار خواہد بود و اختیار نوکری ہم گوار نخواہد شد بالفعل برای تجدید نسق برہم خورده دکن بضرورت توقف روداده و برای انتظام مہام صوبہ دار الظفر فوج فیروزی قریب بہ ادھونی رسیده انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب فراغ حاصل نموده بحضور پر نور رسیده می شود تا آنوقت عنایت اللہ خاں یا شخص دیگر کہ بخاطر اقدس برسد نیابت ما سر انجام دہد۔"

[1] تاریخ فتحیہ۔



مُہر نواب نظام الملک فتح جنگ آصف جاہ

باب نہم

نواب نظام الملک آصفجاہ اوّل کا عہدِ وزارت

نواب مغفرت مآب کا وزارت عظمیٰ پر تقرر منصب وزارت عظمیٰ کے لئے معزالدولہ حیدر قلی خاں، برہان الملک سعادت خاں، صمصام الدولہ خان دوراں اور مبارز الملک سربلند خاں بھی دعویدار تھے، مگر محمد شاہ بادشاہ نے ان سب پر نواب مغفرت مآب کو آپ کی خدمات و حقوق کا لحاظ فرما کر ترجیح دی، اور صوبہ داریٔ دکن کو ضمیمۂ وزارت ہند قرار دیتے ہوئے آپ کی طلبی کے لئے فرمان صادر کیا، اور آپ کی خواہش کے مطابق عنایت اللہ خاں کو حکم دیا کہ آپ کے دکن سے آنے تک فرائض وزارت عظمیٰ انجام دیں [۱]۔ تب آپ نے عضدالدولہ عوض خاں بہادر کو دکن میں اپنا نائب مقرر کیا، دیوانی دکن کی خدمت فدائی خاں کے رخصت حج حاصل کرنے کی وجہ دیانت خاں خوافی کو عنایت کی، اسداللہ خاں (پسر عمدۃ الملک امیر خاں)، کو محتشم خاں کی جگہ میر بخشی دکن بنایا، اور دیگر ضروری انتظامات سے فارغ ہو کر شاہجہاں آباد کی راہ لی (ذیحجہ ۱۱۳۳ھ)۔ مالوے کے مقام پر دتیا، اورچھا اور چندیری کے زمیندار اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ آپ کے

[۱] مجمع الانشا۔

بہرہ کامیاب ہو گئے۔ جب بندیل کھنڈ کے علاقے میں رستے آگرے کی طرف کوچ ہوا تو راجہ
چتر سال بوندیلہ نے ان شاہی علاقوں سے جو غصب کر لئے تھے دست برداری کر کے
اظہار اطاعت کیا اور اپنے وکلا تحائف و ہدایا کے ساتھ آپ کی خدمت
میں بھیجے۔ راجہ چتر سنگھ نے بھی جس کے باپ گج سنگھ نے حسن پور کی لڑائی میں سید
دلاور علیخاں کے ساتھ آپ سے مقابلہ کیا تھا سر اطاعت خم کرتے ہوئے بیم و رجا کی حالت
میں حاضر خدمت ہوا، اور سعادت رفاقت حاصل کی۔ جب آپ آگرہ پہنچے تو
برہان الملک سعادت خاں صوبہ دار نے آپ کا استقبال کیا، آپ کے اعزاز میں پر تکلف
ضیافت ترتیب دی، اور خدمت میں ہاتھی گھوڑے، جواہر اور پشمینے کے تھان اور
پا انداز وغیرہ تحفۃً پیش کئے۔ آپ نے ان میں سے صرف ایک ترکی گھوڑا اور تھوڑا سا جامہ
قبول کیا۔ یہاں دو تین روز تک قیام رہا۔ رخصت سے قبل آپ نے بھی برہان الملک
سعادت خاں کو ہاتھی، گھوڑے اور جواہرات تحفۃً عنایت کئے، پھر شاہجہان آباد
کی طرف کوچ کیا اور دریائے جمنا کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے بارہ پولہ کے
مقام پر جا پہنچے، جو پایہ تخت سے چند ہی میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہاں پر قیام کر کے
آپ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و نظام الدین اولیا نور اللہ مرقدہما
کے مزارات کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ اور شام کو مراجعت عمل میں آئی۔
رستے میں محمد شاہ بادشاہ کے دو اشتیاق آمیز فرمان پہنچے کہ جلد حاضر ہوں اور ساتھ
ہی اس کے بھیجے ہوئے سوغات ولایتی فواکہات و پان بھی آ پہنچے۔ اس مقام پر آپ کو
لینے کے لئے بادشاہ نے اپنی طرف سے عظیم اللہ خاں (پسر ظہیر الدولہ رعایت خاں)
کو جو آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہوتے تھے، روانہ کیا تھا۔ بدر الدین خاں (پسر اعتماد الدولہ

قمر الدین خاں) بھی اپنے والد کی طرف سے فوج و سواری اور بعض امرا کو ساتھ لے کر آپ کے استقبال کے لئے نکل گئے تھے۔ جب سرِ راہ یہ لوگ ملے تو آپ نے گھوڑے سے اُتر کر بدر الدین خاں اور بعض دوسرے معززین سے معانقہ کیا۔ خیمے میں پہنچ کر آپ نے بدر الدین خاں کو رخصت کر دیا۔ بوقت رخصت انہوں نے اپنے والد کا زبانی پیغام پہنچایا کہ "میں اپنے والد کے انتقال کی وجہ حاضر نہ ہو سکا"۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "ان سے ہمارے سلام کے بعد کہیے کہ جب ہم بادشاہ سے رخصت ہو کر قیام گاہ کو لوٹیں گے تو تمہارے مکان پر تعزیت کو آئیں گے"۔[1]

نواب مغفرت مآب نے رات بارہ پولہ ہی میں بسر کی۔ دوسرے دن صبح کو حکومت کی طرف سے امیر الامرا صمصام الدولہ خان دوران بہادر دوسرے امرا کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے بھجوائے گئے۔ آپ نے یوسف محمد خاں داروغہ دیوان خانہ (مصنف تاریخ فتحیہ) کو حکم دیا کہ دیوان خانے کے دروازے کے باہر تک پیشوائی کر کے امیر الامرا صمصام الدولہ اور ان کے ساتھیوں کو لے آئے، اور چوبداروں کو بھی لوازم اہتمام کے تاکیدی احکام دئے۔ امیر الامرا صمصام الدولہ کے ہمراہ چھوٹے بڑے سردار اور امرا کی بہت کثرت تھی۔ ان میں سے ہر شخص آپ سے شرف نیاز حاصل کرنے کا بڑا آرزو مند تھا۔ جب امیر الامرا صمصام الدولہ دیوان خانے میں داخل ہونے لگے تو ایک کثیر مجمع ان کے ساتھ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت پریشان ہوئے، اور یوسف محمد خاں سے کہا کہ ان لوگوں کو روک دیں۔ خان موصوف نے عرض کی کہ "میرے آقا نے مجھے منع کیا ہے"۔ تب امیر الامرا صمصام الدولہ نے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا کہ "صاحبو خدا و مصطفیٰ و مرتضیٰ کے واسطے باہر ہی رک جاؤ، یہ مکان میرا نہیں، نواب

[1] تاریخ فتحیہ

نظام الملک کا ہے، کس لئے مجھے بدنام کرتے ہو" اور یوسف محمد خاں کی طرف متوجہ ہوکر کہا "اگرچہ نواب صاحب نے تم کو اہتمام کرنے سے منع کیا ہے، مگر میں کہتا ہوں کہ تم اہتمام کرو"۔ پھر امیر الامرا صمصام الدولہ ایک سو منتخب امرا کو ساتھ لے کر دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ آپ پیشوائی کے لئے زیر فرش تک آئے، امیر الامرا صمصام الدولہ سے معانقہ کیا، اور ان کو لے جاکر مسند پر اپنے پاس بٹھایا۔ تب امیر الامرا صمصام الدولہ کے ہمراہی امرا نے آپ کی خدمت میں نذریں پیش کیں[1]۔

نواب مغفرت مآب کی سواری بھی تیار رہی تھی۔ قہوہ اور عطر و پان کی رسم ادا ہونے کے بعد آپ اور امیر الامرا اپنے اپنے ہاتھیوں پر بیٹھ کر جلوس کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے، اور قلعے میں پہنچ کر باریابی کی عزت حاصل کی۔ آپ نے بادشاہ کی خدمت میں نذر گذرانی، اور موردِ الطاف و عنایات ہوئے۔ بادشاہ نے از راہ مراحم خسروانہ آپ کو خلعت شش پارچہ چارقبہ دوزی سرپیچ مرصع الماس قیمتی بتیس ہزار روپیہ، جس میں زمرد بھی نصب تھے، ایک ہاتھی مع ساز و سامان طلائی، اور دو گھوڑے جن میں ایک عربی اور دوسرا عراقی تھا، مرصع و میناکار ساز و سامان کے ساتھ عنایت کئے۔ بادشاہ سے رخصت حاصل کرکے آپ نے جامع مسجد شاہجہانی میں جو قلعے کے باہر واقع ہے، جاکر نماز ظہر ادا کی، اور پھر لباس تبدیل کرکے اعتماد الدولہ میر قمر الدین خاں کی ڈیوڑھی پر ان کے والد کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ اعتماد الدولہ میر قمر الدین خاں ڈیوڑھی سے نکل کر نقار خانے کے دروازے کے باہر تک پیادہ پا پیشوائی کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے پالکی سے

---

[1] تاریخ فتحیہ۔

اُترکران کو گلے سے لگا لیا، اور رسم تعزیت ادا کر کے اپنے خیمہ گاہ کو مراجعت کی۔ دوسرے دن بھی بارہ پولہ ہی میں قیام رہا۔ اس روز اعتماد الدولہ میر قمر الدین خاں ملاقات کی غرض سے آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے۔ بعد مسافت کی وجہ آپ نے بارہ پولہ سے اپنا کیمپ اُٹھوا اور شاہ گنج کے متصل باغ کلاں کے پاس قائم کروا کر رہنے لگے، اور یہیں سے دربار میں آتے جاتے رہے۔ اسی حالت میں چند روز گذر گئے مگر قلمدانِ وزارت ابھی تک آپ کے تفویض نہیں کیا گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بعض امرائے جو آپ کو منصب وزارت پر فائز ہوتے دیکھنا نہیں چاہتے تھے، اپنے حاسدانہ جذبات کے تحت آپ کی طرف سے بادشاہ کے دل میں طرح طرح کے نامناسب خیالات پیدا کر کے آپ کو منصب وزارت پر فائز کرنے کے لئے اس کو شش و پنج میں ڈال دیا تھا۔ آخر کار یہ بادشاہ نے ان کی نامحمود کوششوں اور فاسد ارادوں کو بھانپ کر سرفرازئی منصب وزارت کے لئے آپ کو امیر الامرا صمصام الدولہ کے ذریعہ طلب کیا، جب آپ حاضر ہوئے تو بادشاہ نے آپ کو برسرِ دربار عطایائے خلعتِ وزارت، خنجر و قلمدان مرصع، انگشتری الماس، سرپیچ و جیغہ سے سرفراز کیا (۵ رجمادی الاول ۱۱۳۴ھ) بعد ازاں آپ بارہ پولہ سے اپنا کیمپ برخاست کر کے شہر آ کر سعد اللہ خاں کی حویلی میں فروکش ہو گئے، جو خاص طور پر رہائش کے لئے آپ کو عنایت کی گئی تھی[1]

دربار میں نواب مغفرت مآب کے ساتھ مخالفت محمد شاہ بادشاہ سادات بارہہ کے پنجۂ تسلط سے رستگاری تو حاصل کر چکا تھا، مگر اس کو قابلیت و مستعدی سے حکومت کرنا

---

[1] - تاریخ فتحیہ، منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۴۰۔

نہ آیا۔ آزادی ملتے ہی وہ اپنی رنگین طبیعت اور بعض آوارہ منش و عیش پرست
امرا کی مصاحبت کی بدولت عیش و نشاط کا خوگر اور امورِ سلطنت سے بالکل بے
پروا ہو گیا، جس کا باعث تھا کہ اس کے دورِ مطلق العنانی میں امورِ سلطنت درہم برہم
ہونے لگے، اور جو خرابیاں پچھلے چند سال میں ملک و سلطنت کو لاحق ہو گئی تھیں
ان کا ارتفاع نہیں کیا گیا، اور اب وہ جڑ پکڑنے لگیں۔ جب نواب مغفرت مآب وزارت
عظمیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے تو آپ نے دربار و سلطنت کو سقیم حالت میں پایا، اور
اس سے آپ کے دل وفا شعار کو بہت ٹھیس لگی۔ آپ نے فوراً دربار و سلطنت کی اصلاح
و استحکام کا بیڑا اُٹھایا، اور کوشش شروع کر دی کہ اپنے حسنِ تدبیر و عمدہ انتظام سے
دربار و سلطنت کو تمام خرابیوں سے اس طرح پاک کر دیں کہ پھر سے شاہجہانی شان
و شوکت اور عالمگیری اقبال و حکومت کا نقشہ نظر آنے لگے، جس میں ملک و رعایا
کی فلاح و بہبود کے ساتھ ساتھ خود بادشاہ وقت کی نیک نامی بھی مضمر تھی۔ اس وقت
دربار خرافات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے اسی کی اصلاح کا کام ہاتھ میں لیا،
اور چاہا کہ بادشاہ کو راہِ راست پر لے آئیں۔ اس کا زیادہ وقت خرافات کے نذر
ہوتا تھا، اس سے ملک و سلطنت کے حق میں جو جو مضر اثرات مرتب ہو سکتے تھے،
آپ نے ان کو بادشاہ پر اچھی طرح واضح کر دیا، اور اُسے سمجھایا کہ اس کا عزیز و قیمتی وقت
اس طرح خرافات میں نہیں بلکہ امورِ سلطنت کی انجام دہی میں صرف ہونا چاہیے۔
غرض کہ دربار کو خرافات سے پاک کرنے اور بادشاہ کو راہِ راست پر لانے کی
کوشش میں آپ نے وہ سب تدبیریں اختیار اور وہ تمام تجویزیں پیش کیں، جو مناسبِ
وقت ہو سکتی تھیں، مگر، ع :-

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل

بادشاہ تن آسان اور عیش و عشرت کا دلدادہ ہوگیا تھا۔ اس حالت میں اسکو یہ گوارا نہ ہوسکتا تھا کہ وزیر کی اصلاحی تدابیر و تجاویز کے تحت خود امورِ سلطنت کی طرف متوجہ ہو، اور اپنی بزم عیش میں خلل ڈالے۔ اور پھر یہ باتیں اس کے ہم پیالہ درباریوں کو کب بھاتی تھیں۔ ان کی دلی تمنا تو یہ تھی کہ خواہ کچھ ہی ہو، امور سلطنت درہم برہم ہوجائیں یا ملک و رعایا پر تباہی و بربادی آجائے، ان کے رنگ میں بھنگ نہ پڑے اور درباران کے لئے ہمیشہ عشرت کدہ بنا رہے۔ چونکہ بادشاہ خود اس قسم کا رجحان رکھتا تھا، اس لئے ان کی یہ تمنا باسانی پوری ہوتی تھی، اس پر بھی حاشیہ نشین غافل و بے پروا بادشاہ سے اپنے حق میں دیگر جائز و ناجائز مراعات حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ جب انہوں نے نواب مغفرت مآب کو بادشاہ و دربار کی اصلاح کے لئے تدابیر اختیار و تجاویز پیش کرتے دیکھا تو بہت گھبرا گئے، کیونکہ یہ اصلاحی تحریکات اگر بار آور ہوں تو ان کی اغراض و مقاصد کی تکمیل میں مانع و مزاحم ہوسکتی تھیں۔ اب ان کے ناجائز مفادات کا تحفظ صرف اسی صورت میں ممکن ہوسکتا تھا کہ وہ آپ کی وزارت کو استقلال اور آپ کی تحریکات کو بارآور نہ ہونے دیں، اور وہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے چاہتے بھی یہی تھے۔ ان میں سے بعض لوگ تو شروع سے آپ کی طرف سے حسد رکھتے ہی تھے، اب سب نے متفقہ طور پر آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور تہیہ کرلیا کہ دربار میں اپنے بڑھے ہوئے اثر و رسوخ کو کام میں لاکر بادشاہ کو آپ سے منحرف و بدظن کرنے کی کوشش کریں، اور اس کو اس طرح بہکایا جائے کہ وہ آپ کی تحریکات پر توجہ ہی نہ کرسکے، چنانچہ انہوں نے

آپ کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے، اور آپ کی ہر ایک پیش کردہ اصلاحی تحریک کی مخالفت کرنے اور اس کے خلاف دور از قیاس باتیں بادشاہ کے ذہن میں جمانے لگے۔ آپ نے ہر چند کوشش کی کہ دربار کی اصلاح ہو اور بادشاہ راہِ راست پر آجائے، مگر ان خود غرض و مفسد امرا کے آگے آپ کی کچھ پیش نہ گئی۔ بادشاہ کان کا کچا تھا، اس لئے بہت جلد ان امرا کے کہنے میں آجاتا تھا۔ بعض لوگ بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہو گئے تھے۔ اور اس سے ان کی اتنی جرأت بڑھی کہ انہوں نے وزارت کے کاموں میں تک دخل درمعقولات دینا شروع کر دیا تھا، خصوصاً بادشاہ کی کوکی جو بڑی مکّار و پُرفن عورت تھی، خدمت گار خاں خواجہ سرا کو اپنا ہمدم و ہمراز بنا کر کفایت و فراہمی خزانہ کے اظہار سے بڑی بڑی رقمیں بادشاہ کے اور اپنے لئے بطریق پیش کش و حق سعی (رشوت) صاحبانِ غرض سے وصول کرتی، اور امورِ وزارت میں خلل ڈالتی تھی۔ اسی طرح روشن الدولہ بخشی سوّم نے بھی اپنے اثر و اقتدار اور تقرّب شاہی سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر لوگوں کی حاجت روائی کے بہانے حق سعی کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ معز الدولہ حیدر قلی خاں بھی جس نے خدمت میر آتشی پر کمال استقلال بہم پہنچایا تھا، اپنے تقرب اور چرب زبانی کی وجہ مُلکی و مالی معاملات میں خواہ مخواہ دخل دیا کرتا تھا۔ بادشاہ کو پہلے ہی سے امورِ سلطنت کی انجام دہی وبالِ جان معلوم ہوتی تھی، اس پر اب خود غرضوں اور حاسدوں نے اس کو کچھ ایسا بہکایا کہ وہ آپ کی اصلاحی تحریکات و تجاویز سے بے التفاتی اور آپ کے شائستہ چال چلن اور قدیم آئین و ضوابط سے بیزاری کا اظہار کرنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر آپ کو اپنی اصلاحی کوششوں میں کامیابی حاصل کرنے سے مایوسی

ہوگئی، مگر پھر بھی آپ نے ہمت نہ ہاری، اور بدستور دربار و سلطنت کی اصلاح و استحکام میں کوشاں رہے۔ اس میں کامیابی حاصل کرنا آپ کے لئے کچھ دشوار نہ ہوتا اگر مخالف جماعت کی بے راہ روی کی روک تھام کی جاتی، مگر ایسا کرنا کوئی آسان بات نہ تھی، کیونکہ اس جماعت کا اثر بادشاہ پر بہت زیادہ قائم تھا۔ حوصلہ شکن ماحول میں صبر آزما موانعات و مشکلات سے دوچار ہونے کے باوجود آپ نے اپنی اصلاحی کوششوں کو جاری رکھا، اور ان لوگوں کی خبر لینی شروع کی جن کی دست اندازی سے کارِ وزارت تتر بتر ہو رہا تھا۔

امور وزارت میں معز الدولہ حیدر قلی خاں کی دست اندازی ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی تھی۔ نواب مغفرت مآب نے اس بارے میں بادشاہ سے سختی سے شکایت کی۔ اس پر بادشاہ نے اسکو امورِ وزارت میں دخل دینے سے منع کر دیا، مگر وہ یہ برداشت نہ کرسکا، اس لئے اس نے دربار کو خیرباد کہہ کر صوبہ داری احمد آباد پر جو اس کے نام زد تھی، چلے جانے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اس کی یہ درخواست منظور کرلی۔ وسطِ جمادی الآخر ۱۱۳۴ھ میں معز الدولہ حیدر قلی خاں نے دربار میں اپنا نائب چھوڑ کر احمد آباد کی طرف کوچ کیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بغاوت پر کمر باندھی۔ اسی زمانے میں فارس خاں داروغہ اصطبل شاہی نے بندر سورت سے عمدہ نسل کے عربی گھوڑے براہِ احمد آباد پایہ تخت کو روانہ کئے تھے۔ معز الدولہ حیدر قلی خاں نے ان پر قبضہ کرکے چند گھوڑے اپنے اصطبل میں داخل کر لئے، اور بقیہ کو اپنے امرا میں تقسیم کر دیا۔ احمد آباد میں بادشاہی ملازمین و مقربین کی جو جاگیرات واقع تھیں، ان میں سے اکثر ضبط کرلیں، اور ان کے گماشتوں کو صاف جواب دے دیا۔ اس

زیادتی کی فریاد ہونے پر بادشاہ نے اس کے نام نصیحت آمیز فرمان صادر کیا کہ وہ ضبطیٔ جاگیرات سے باز رہے، مگر اس نے فرمان شاہی کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ اس نافرمانی کی پاداش میں اس کی وہ جاگیرات بحکم سرکار ضبط کرلی گئیں، جو شاہجہاں آباد کے اطراف واکناف میں واقع تھیں۔ اس واقعہ کی خبر جب معز الدولہ حیدر قلی خاں کو ہوئی تو اس نے بادشاہ کی خدمت میں گستاخانہ یہ عرض کرائی کہ "میری جاگیرات ضبط فرمائی گئی ہیں، اس صورت میں اب مجھ سے نوکری کی توقع نہ رکھیں"۔ اس کے بعد پھر فرمان شاہی بغرض فہمائش اس کے نام صادر ہوا، مگر بے سود۔ اب تو وہ علانیہ پایہ تخت میں بعض امرا کو لکھنے لگا کہ "میں نے ملک گجرات (احمد آباد) پر اپنے زور بازو سے قبضہ کیا ہے، اپنے سپاہیوں پر تقسیم کرکے کھا رہا ہوں گا، اگر کسی میں دم ہو تو آکر میرے ہاتھ سے نکال لے"۔ [1]

مہم گجرات | اس دوران میں امرائے دربار نے نواب مغفرت مآب کے ساتھ مخالفت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اس کے باوجود آپ کا اپنے نیک ارادوں میں ثابت قدم رہنا ان کے لئے تشویش واضطراب کا باعث تھا، کیونکہ یہ بات یقینی تھی کہ اگر آپ کو ان ارادوں میں کامیابی حاصل ہوجائے تو اس سے ان کے ناجائز مفادات کو ضرور صدمہ پہنچے گا، اس لئے وہ اس فکر میں پڑ گئے تھے کہ کسی نہ کسی طرح آپ سے پیچھا چھڑا لیا جائے۔ اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے جب انہیں کوئی اور موقع نہ ملا تو انہوں نے معز الدولہ حیدر قلی خاں کی بغاوت سے فائدہ اٹھا کر آپ کو خان دوران سے لڑا دینے کی ناکام کوشش کی، اور بادشاہ کو ورغلایا کہ حکومت گجرات آپ کے

[1] مرآت احمدی جلد دوم صفحہ ۴۵، ۴۶، ۴۷۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۴۰ تا ۹۴۶ -
[2] تاریخ فتحیہ -

تفویض کرکے آپ کو اس کی نایب پر مقرر کرے۔ چونکہ بادشاہ خود بھی آپ کے شائستہ
چال چلن سے بہت تنگ آگیا تھا، اور دل سے متمنی تھا کہ کسی طرح آپ سے اپنا پیچھا چھڑا
لے، اس لئے اس نے بخوشی حکومت گجرات کو آپ کی وزارت وصوبہ داری دکن کا
ضمیمہ قرار دیا، اور ساتھ ہی آپ کو خلعت خاص، فیل وجواہر وغیرہ عنایت کرکے یہ مہم
سپرد کی کہ گجرات جاکر معزالدولہ حیدر قلی خاں کو وہاں کی حکومت سے بے دخل کرکے
خود اس صوبے کا ضروری بندوبست کریں، اور اگر وہ اطاعت نہ کرے تو اس کی
تادیب کی جائے۔ اس مہم کے مصارف کے لئے آپ کو دس لاکھ روپے بھی دئے
گئے[1] بادشاہ اور اس کے امرا کو اچھی طرح یقین تھا کہ معزالدولہ حیدر قلی خاں کبھی اطاعت
نہیں کرے گا، اسی لئے انہوں نے آپ کو محض لڑوانے کی خاطر اس مہم پر بطور خاص
منتخب کیا تھا، اور وہ توقع کرتے تھے کہ معزالدولہ حیدر قلی خاں جیسے زبردست حریف
کے مقابلے میں آپ کو یا تو جان کی آخری بازی لگادینی ہوگی یا عرصۂ دراز تک اس
میں مصروف رہنا پڑے گا، اس طرح وہ صورتِ اول میں ہمیشہ کے لئے اور صورت
ثانی میں ایک مدت تک کے لئے آپ سے پیچھا چھڑانے کا خواب دیکھنے لگے تھے۔

جاٹوں کی بغاوت کے ارتفاع کے بعد نواب مغفرت مآب نے اپنے بڑے صاحبزادے
کو دربار میں اپنی نیابت کے لئے چھوڑا، اور ایک کثیر فوج اور سنگین توپ خانہ لیکر
احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے (اوائل ماہ صفر ۱۱۳۵ھ)۔ اس مہم میں عظیم اللہ خاں
متوسل خاں، شکر اللہ خاں، فتحیاب خاں، حرز اللہ خاں، حفیظ اللہ خاں، اور طالب
محی الدین خاں نے بھی جو سب کے سب آپ کے قریبی رشتہ دار تھے، ہمرکابی کی عزت

[1] تاریخ فتحیہ، منتخب اللباب خافی خان جلد دوم صفحہ ۹۴۶۔

حاصل کی[1] مہم پر روانہ ہوتے ہوئے آپ نے بنظر احتیاط دکنی سرداروں کو بھی ان کی فوجوں کے ساتھ طلب کیا تھا، چنانچہ رستے ہی میں عضد الدولہ عوض خاں بہادر اورنگ آباد سے اور نصیر الدولہ عبد الرحیم خاں برہان پور سے اپنی اپنی فوجیں لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ دکن سے دیانت خاں دیوان اور محتشم خاں بخشی بھی اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ آکر آپ کے لشکر سے ملحق ہوئے[2] اس موقع پر راجہ ساہو کے سردار باجی راؤ وغیرہ بھی حسب الطلب اپنی مرہٹہ افواج لے کر پہنچے، اور سعادت رفاقت حاصل کی[3] ان کے علاوہ مہر علی خاں، جوانمرد خاں و صلابت خاں (پسران صفدر خاں بابی) افغانوں نے جو معز الدولہ حیدر قلی خاں سے کبیدہ خاطر تھے، احمد آباد سے آکر ابو الخیر خاں کی وساطت سے شرف ملازمت حاصل کیا، اور آپ کے رفقا میں شامل

---

[1] تاریخ راحت افزا۔ [2] تاریخ فتحیہ، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۰۹۔
[3] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۴۶۔ نواب مغفرت مآب کے ایما پر عضد الدولہ عوض خاں بہادر نائب صوبہ دار دکن نے مرہٹوں کی طلبی کے لئے راجہ ساہو کے نام یہ پروانہ بھیجا تھا: "چوں شامت بخت برگشتہ افریدہ و انگیزہ پاداش اعمال می شود اول ثبات رائے و حسن تدبیر صائب ازو مسلوب می گردد و مردم بیدانش اقتادہ بسان حرکت مذبوحی سر بشقاوت برداشتہ عدم اطاعت اولی الامر را کہ عین طاعت است واسطۂ پامالی خود می سازد چنانچہ ایں معنی از بعضی نمک حراماں در ہر دو ماں بوقوع آمد احمد بیگ پیش نیرو بجز مذلت و ندامت نتیجہ نیافت دریں ولا بمقتضائے کم فطرتی و بے حوصلگی حیدر قلی خاں ناظم احمد آباد (گجرات)، باوی ایں فعل ناعاقبت اندیش گردیدہ سر از اطاعت پیچیدہ قدم در دائرہ زوال جان و مال خود گذاشتہ چنانچہ افواج قاہرہ بہ تنبیہہ و استیصال و قتیل اسیران خام خیال از ہر چہار طرف بہ پر لیغ قضا تبلیغ علم برافراشتہ و مقرر گردیدہ بہر طرف کہ بگذرد قتیل و اسیر نمودہ مجرائی نیکو خدمتی در تقدیم ایں امر بجا آرند۔ بنا برآں نواب صاحب مشفق مہربان نظام الملک بہادر بصوبہ داری احمد آباد معہ مالوہ بانضمام وزارت و صوبداری دکن از حضور پرنور مفوض گردیدہ با ہشتاد ہزار سوار و تمام توپخانہ شاہی مشمول نوازش تمام متوجہ شدند و بہ دوستدار نیز عنایت نامجات پیرایۂ ورود بخشیدہ کہ با فوج دکن و جمعیت متعینہ از امرایان و خوانین بلند مکان و راجہائے ذیشان و دیگر صغیر و کبیر منصبداران عقیدت نشان آمادہ تیار و گوش برآواز توجہ منتظر باید ماند بلکہ قدم پیش گذاشتہ (باقی آئندہ)

ہو گئے[1]۔ اگرچہ معز الدولہ حیدر قلی خاں شجاعت و بہادری کی صفات سے متصف تھا، اور نبرد آزما و جنگجو سرداروں میں نمایاں امتیاز رکھتا تھا، مگر جب اس نے اپنے مقابلے میں آپ کی احمد آباد کی طرف روانگی کا حال سنا تو وہ بجائے اس کے کہ آپ سے مقابلہ کرنے کا انتظام کرتا، آپ کی زبردست شخصیت و قوت سے مرعوب ہو کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا، اور دب کر آپ کو معذرت آمیز خطوط لکھے، جب کہ آپ اکبر آباد پہنچ چکے تھے، لیکن آپ نے ان پر کوئی لحاظ نہیں کیا، اور کوچ پر کوچ کرتے ہوئے مالوہ پہنچ گئے۔ یہاں پر آپ کو اعیانِ احمد آباد نے اطلاع دی کہ "آپ کے آنے کی خبر سُن کر مارے دہشت کے معز الدولہ حیدر قلی خاں بیمار ہو گیا، اور نوبت جنون تک پہنچ گئی ہے"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ معز الدولہ حیدر قلی خاں نے مصلحت وقت کے لحاظ سے محض جان بچانے کی خاطر بیماری و جنون کا

---

[1] ۔ مرأت احمدی جلد دوم صفحہ ۴۷، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۰۹۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۸) در حدود گجرات و دکن استقامت باید ورزید کہ ہرگاہ افواج منصورہ از اطراف دیگر بر سر باغی رسد بلا تاخیر تنبیہہ و تعاقب از یں طرف نیز بعمل آید بفضل الٰہی آں عمدہ راجہائے عالیشان را تقیدے کہ در متابعت امر خاقانی است دیگرے را نخواہد بود و ہمانا طریق سزاری آن است کہ اگر نوکرے از خداوند مجازی خود منحرف گردد سرزنش او را عین صواب و اصلاح متابعان خویش تصور نمایند کہ من بعد در ہیچ دودمان خلاف طاہرہ وقوع نیاید۔ باجی راؤ بردھان تاحال در آمدن تغافلی دارند و چنیں امور پیش آمد اکثر چیزہا بمصلحت و مشورت بملاقات یکدیگر متعلق گر بعون و عنایت ایزدی بروجہ اتم میسر است، دیگر سربراہی ایں مہم اہم کردہ می شود لبستم ماہ صفر سنہ ۶ جلوس معلی داخل پیشخانہ شدہ از ہر طرف افواج سرداران متعینہ دکن کہ بجہت تیاری لشکر و آسودگی ایام برسات بجاگیر اجازت گرفتہ رفتہ بودند ملحق بہ فوج فیروزی می شوند و روز بروز اجتماع مخلصان و ارادتمندان در ترقی و تزاید است بنا بر اطلاع نوشتہ شد۔ باجی راؤ موکد گردد کہ زود اینجا برسد و سرداران دیگر نیز جابجا مستعد و گوش بر آواز باشند کہ ہرگاہ از خجستہ بنیاد بسمت ما مورہ عزیمت نمودہ آید بمنہج استعجال ملحق فوج فیروزی شوند و داغ عدم ثبات قدم کہ در جنگ عالم علی خاں مقتول بر سینہ خود برداشتہ اند

(باقی آئندہ)

ڈھونگ مچایا تھا۔ یہ ایک حد تک صحیح بھی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس کی قریب قریب سب فوجیں نواب مغفرت مآب کے مقابلے میں اس کا ساتھ دینے پر تیار نہ تھیں، خصوصاً اس کے ہمراہی مغل تورانی سردار و سپاہ نے تو جو آپ کو اپنا مرشد زادہ مانتے، آپ کو نہایت عزیز رکھتے، اور آپ کا بے حد ادب کرتے تھے، آپ سے مقابلہ کرنے لئے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس صورت میں قرینہ کہتا ہے کہ وہ مایوس و پریشان ہو کر اپنے بچاؤ کے لئے وہی چارہ کار اختیار کیا ہوگا جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ الغرض معز الدولہ حیدر قلی خاں نے ایک معذرت نامہ اپنے بیٹے کاظم خاں کے ہاتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا، اس کے بعد خود بھی براہِ اجمیر شاہجہاں آباد چلا گیا۔ جب نواب مغفرت مآب کو اس کی اطلاع ملی تو آپنے اس کا تعاقب نہیں کیا، اور آپ مالوے ہی میں ٹھیر گئے، پھر آپ نے صوبہ داریٔ احمد آباد کی نیابت پر اپنے چچا حامد خاں کا تقرر کر کے تجویز بارگاہِ سلطانی کو روانہ کر دی، اور احمد آباد میں صفدر خاں بابی کو لکھ بھیجا کہ جدید نائب صوبہ دار کے پہنچنے تک وہاں کے کاروبار خود انجام دیں اور احمد آباد کے نظم و نسق سے متعلق جو اہم امور تھے، ان کو آپنے خود مالوے میں بیٹھے بیٹھے ہی طے کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے ان سرداروں کو خلعت، ہاتھی، گھوڑے اور تلواریں سرفراز کر کے واپس جانے کی اجازت دے دی، جو دکن سے طلب کئے گئے تھے، اور اسی طرح ان افغان سرداروں کو بھی جو معز الدولہ حیدر قلی خاں سے برگشتہ ہو کر آپ کے رفقا میں داخل ہو گئے تھے، خلعت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۹) اندوچہ قدر مزاج سامی کدورت ازاں کردہ باشند از دل بردارند ظہور ایں رسم ارادت و اخلاص در جناب حضرت خدیو گیہان و بحضور نواب صاحب نظام الملک بہادر موجب استرضا خواہد بود انشاء اللہ تعالیٰ شقاوتِ اندیش کہ خود را مرتکب کورنمکی ساختہ در طرفتہ العین پامال خواہد شد (تاریخ ظفرہ)۔

وغیرہ عنایت کر کے احمد آباد رخصت کر دیا۔ صوبہ گجرات کے ساتھ صوبہ مالوہ بھی آپ ہی سے متعلق کر دیا گیا تھا۔ آپ نے اس صوبے کے انتظامات پر بھی توجہ کی، اور یہاں اپنی نیابت پر عظیم اللہ خاں کو مقرر کیا[1]

دوست محمد خاں افغان کی تنبیہہ احمد آباد اور مالوے کے ضروری انتظامات سے فارغ ہو کر قبل اس کے کہ پایہ تخت کو مراجعت کریں، نواب مغفرت مآب نے دوست محمد خاں افغان کی تنبیہہ کا ارادہ کیا، کیونکہ خاں مذکور نے انہیں میں سرکار عالی اور بعض زمینداروں کے پرگنوں پر غاصبانہ قبضہ کر کے دو تین مقاموں پر قلعے بنا لئے تھے، اور قرب وجوار کے علاقوں میں دست درازی بھی شروع کر دی تھی۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ یہ وہی افغان سردار ہیں، جنہوں نے دکن میں حسن پور کے مقام پر سید دلاور علی خاں کے رفیق کی حیثیت سے نواب مغفرت مآب کا مقابلہ کیا تھا، اور آخر میں شکست کھا کر اپنی فوج کے ساتھ راہِ فرار اختیار کی تھی۔ جب آپ مہم گجرات پر روانہ ہو کر مالوے پہنچے تو یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے، اس سے شاید یہ مقصود تھا کہ اب مہم مذکور میں آپ کی رفاقت کر کے اپنی سابقہ مخالفت کی تلافی کر دیں۔

ابتدا میں نواب مغفرت مآب نے دوست محمد خاں کی فہمائش کی کہ "اپنی دست درازیوں سے باز آ کر اپنے بنائے ہوئے قلعے سرکاری آدمیوں کے حوالے کر دو، اور شاہی ملازمت میں داخل ہو جاؤ تو تمہارے لئے جاگیر و منصب کا انتظام کر دیا جائے گا"۔ مگر جب خاں موصوف نے یہ بات قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ بہت برہم ہوئے۔ وہ خود آپ پاس آ گئے تھے۔ ایسی صورت میں انہیں قید یا قتل کرنا آئین سرداری کے خلاف تھا، اسلئے آپ نے ان کے پاس کہلا بھجوا دیا کہ "وہ ہمارے لشکر سے چلے جاؤ اور اپنے جس قلعے کو

[1] تاریخ فتحیہ، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۰۹

مضبوط سمجھتے ہو، اس میں جاکر بیٹھ جاؤ، اگر تمہارے پاس سیسہ و بارود وغیرہ نہ ہو تو ہم تمہیں اپنی سرکار سے دئے دیتے ہیں۔" یوسف محمد خاں طرفین کی طرف سے سوال و جواب کر رہے تھے۔ اس حالت میں دو تین روز گذر گئے، ناگہاں سرکاری آدمیوں نے پہنچ کر دوست محمد خاں کو گھیر لیا۔ انہوں نے یوسف محمد خاں کو کہلا بھیجا کہ "مجھے ان آدمیوں کے ہاتھ سے بچایئے۔" چونکہ ان لوگوں نے اپنی خود رائی سے وہ حرکت کی تھی، اس لئے یوسف محمد خاں نے واقعۂ پیش آمدہ کا حال نواب مغفرت مآب کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ نے فوراً کوتوال کو حکم دیا کہ وہ خود جاکر ان لوگوں کو اس حرکت سے منع کر دے۔ جب ان لوگوں سے چھٹکارا ملا تو دوست محمد خاں بعجلت تمام اسلام نگر کے مستحکم قلعے میں جاکر پناہ گزین ہو گئے، جہاں کافی سامان حرب جمع تھا۔ چند روز کے بعد نواب مغفرت مآب نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ دو ماہ تک لڑائی جاری رہی، اور طرفین کے بہت سے آدمی نذر اجل ہوئے۔ آخر کار دوست محمد خاں نے تاب مقاومت نہ لاکر آپ سے صلح کر لی، اور قلعہ سرکاری ملازمین کے حوالے کر دیا۔ پھر یہ قلعہ آپ کے حکم سے خان چند کے تفویض کر دیا گیا، جو عالمگیری عہد سے اس طرف کا زمیندار تھا۔ آپ نے دوست محمد خاں کو عطائے منصب سہ ہزاری دو ہزار سوار سے سرفراز کیا، اور ان کے فرزند یار محمد خاں کے لئے بھی ایک عمدہ منصب کی تجویز کی، اور پایۂ تخت آتے ہوئے اس کو اپنے ساتھ لے لیا[1]

نواب مغفرت مآب کے ساتھ دربار کی مخالفت میں شدت اور آپ کے خلاف اس کی تباہ کن سازشیں	ماہِ جمادی الآخر ۱۱۳۵ھ میں نواب مغفرت مآب نے مالوے سے پایۂ تخت کو مراجعت کی، اور وہاں

[1] تاریخ فتحیہ۔

پہنچ کر پھر اصلاحات کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ خلاف توقع آپ کی اس طرح جلد و کامیاب مراجعت نے اہل دربار کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا، اور اب انہوں نے پہلے کی بہ نسبت زیادہ سختی سے مخالفت کرنی شروع کردی۔ آپ کی جو بھی تحریک پیش ہوتی، وہ لوگ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر اس کو بادشاہ سے مسترد کروا دیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امور مالی و ملکی بری طرح متاثر ہونے لگے، اور اس سے ملک سلطنت کو وہ نقصان پہنچا، جسکی تلافی پھر نہ ہو سکی۔ آپکے ساتھ مخالفت کرنے والوں میں بادشاہ کی کوکی سب سے پیش پیش تھی۔ وہ بادشاہ پر بہت حاوی تھی، اس لئے بے خوف ہو کر علی الاعلان غرضمندوں سے رشوت و پیش کش کی ناجائز خطیر رقمیں وصول کر کے بادشاہ کے نام کو بدنام کرتی، اور ان کی اغراض پوری کر کے امور وزارت میں خلل ڈالتی تھی، مگر بادشاہ کو ان باتوں کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ ہر چند آپنے کوکی کو تاکید کی کہ وہ اپنی نازیبا حرکات سے باز آجائے، مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا[1] کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں خود بادشاہ کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ وہ جس کسی شخص کو کسی خدمت پر بھیجتا تو اس سے ایک لاکھ روپے سے کم پیش کش وصول نہ کرتا تھا، اور پھر وہ لوگ جو درمیان میں ہوتے تھے، اپنا حق سعی علحدہ حاصل کرتے تھے، اور جب منصوب خدمت پر رجوع ہو جاتا تو وہ اس خسارے کی پابجائی اپنے ماتحتین کی جیبوں سے کر لیتا تھا[2] اس صورت میں اس کے ماتحتین اپنا گھاٹا پورا کرنے کے لئے یقیناً رعایا پر ظلم و ستم ڈھاتے ہوں گے۔ آپ کو اپنے ارادوں میں کامیابی حاصل کرنے کی جو تھوڑی بہت توقع تھی، وہ اب بادشاہی حاشیہ نشینوں کی بڑھی ہوئی مخالفت و خود غرضی و حسد

---

[1] منتخب اللباب خافی خان جلد دوم صفحہ ۷۹۴۔ [2] تاریخ فتحیہ۔

اور بادشاہ کی ناتجربہ کاری و عدم قابلیت اور اس کی بے توجہی و عدم تعاون سے بالکل جاتی رہی۔ ایک مرتبہ آپ نے حسب ذیل تجاویز پیش کی تھیں:-

(۱) محالات خالصہ کا اجارے پر دینے کا طریقہ مسدود کر دیا جائے جو ملک کی تباہی و بربادی کا باعث ہے۔

(۲) پیش کش کے نام سے رشوت لینے کا طریقہ جو رائج ہو گیا ہے، بادشاہوں کے لئے ناسزاوار اور رائے سلیم کے خلاف ہے، لہٰذا اس طریقے کو بند کر دیا جائے۔

(۳) کفار پر جزیہ شہنشاہ عالمگیر کے عہد کی طرح جاری ہونا چاہئے۔

(۴) سلطان حسین، شاہ ایران کی مجبوری و ضرورت کا لحاظ کرتے اسکی مدد کی جائے جو ان دنوں محمود خاں افغان کے ہاتھوں بالکل مغلوب ہو گیا ہے۔ اس وقت شاہ ایران کی مدد کرنا نہ صرف خاندان تیموریہ کی نیک نامی کا باعث ہو گا بلکہ اس احسان کا بدلہ ہو گا، جو دولت ایران نے ہمایون بادشاہ کے ساتھ کیا تھا جب کہ انہوں نے ہندوستان میں شیر شاہ کے ہاتھ سے جان بچا کر وہاں پناہ لی تھی[۱]

بادشاہ نے آخری تجویز کے جواب میں پوچھا "ایسا آدمی کون ہے جسکو اس مہم پر مامور کیا جا سکے" آپ نے عرض کی کہ "حضور کے خدام میں سے جس کسی کو بھی اس مہم پر مامور کیا جائے وہ حکم بجالائے گا، اور اگر کسی کو اس میں تامل ہو تو اس مہم پر خانہ زاد کا تقرر فرمایا جائے خانہ زاد تعمیل حکم میں بدل و جان کوشش کرے گا۔" اس بارے میں جب بادشاہ نے دوسرے امرائے دربار سے مشورہ کیا تو انہوں نے تجویز پیش کردہ کی پر زور تردید کر دی، صرف یہی نہیں کیا بلکہ آپ کی تخریب کے درپے ہو کر آپ کی طرف سے

---

[۱] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۴۸ تاریخ فتحیہ۔

بادشاہ کے دل میں ایسے وسوسے ڈال دیئے کہ وہ بدظن ہوگیا[1] اس کے بعد آپ کی پیش کردہ تجاویز کے عملی جامہ پہننے کی کیا توقع ہوسکتی تھی۔ بادشاہ اور اس کے درباری تو پہلے سے چاہتے ہی تھے کہ کسی نہ کسی طرح آپ سے اپنا پیچھا چھڑالیں، چنانچہ ان لوگوں نے ایک مرتبہ کچھ ہی عرصہ پیشتر اس امر کی کوشش بھی کی تھی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو انھوں نے سختی سے آپ کی مخالفت کرنی شروع کردی، اور دربار میں آپ کی تجاویز کا بلا وجہ استرداد کرنا اور آپ کی مخالفت میں طرح طرح کی رکیک حرکات کا ارتکاب کرنا اپنا شیوہ قرار دے لیا کہ آپ خود تنگ آکر دربار سے علٰحدہ گی اختیار کرلیں، اور اس طرح آپ سے اپنا پیچھا چھوٹے۔ دربار کی مخالف و دل آزار کارروائیوں کو دیکھ کر آپ کو بے حد صدمہ ہوا۔ اب آپ نے بھی بے لطف و ناموافق صحبت کے درمیان رنجدہ و اندیشہ ناک حالات کے تحت دربار میں زیادہ ٹھیرنا پسند نہیں کیا، بلکہ کسی مناسب موقع پر عہدۂ وزارت سے مستعفی ہوکر دربار سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی ٹھان لی۔ تھوڑے ہی دنوں میں حالات نے وہ ناگوار صورت اختیار کرلی کہ آپ کو دربار میں ٹھیرنا بہت بار خاطر گذرنے لگا، اور آپ قبل اس کے کہ اپنی آئندہ روش کی نسبت کوئی قطعی فیصلہ کریں، کچھ عرصے کے لئے دربار سے علٰحدگی اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے، چنانچہ آخر ماہ ربیع الآخر ۱۱۳۶ھ میں آپ نے بعذر سوء مزاجی تبدیل آب و ہوا و سیر و شکار کیلئے بادشاہ سے چند روز کی رخصت حاصل کی اور پایۂ تخت سے روانہ ہوکر مرادآباد کی طرف چلے گئے اور تیس چالیس کوس کا فاصلہ طے کرکے دریائے گنگا کے کنارے سورون کے مقام پر قیام کیا اور وہاں سیر و شکار میں مصروف ہوئے۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ احمد آباد اور مالوے میں

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۴۸۔

مرہٹوں اور دوسرے مفسدوں نے فتنہ و فساد مچا رکھا ہے۔ اس پر آپ نے بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ ضروری بندوبست کے لئے ان صوبوں کو جانے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے اجازت مطلوبہ دے دی، اور آپ سوروان سے مرہٹوں کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ آپ ابھی اجین پہنچے بھی نہیں تھے کہ مرہٹوں کو آپ کی روانگی کی اطلاع ہو گئی، اور وہ مرعوب ہو کر دریائے نربدا کو عبور کر کے دکن کی طرف چل دئے۔ اور دوسرے مفسدین بھی آپ کی روانگی سے واقف ہو کر اپنی شرارتوں سے باز آ گئے۔ آپ نے اجین کے نزدیک تک مرہٹوں کا تعاقب کیا، جب معلوم ہوا کہ وہ دریائے نربدا کو عبور کر چکے ہیں تو آپ نے معاودت کی، اور پرگنہ سہوہ میں آ کر جو مالوے کے مضاف میں بلدہ سرونج کے قریب واقع ہے، قیام کیا[1]

سہوہ پر پہنچ کر نواب مغفرت مآب چاہتے تھے کہ صوبہ مالوہ کا بندوبست کر کے پایہ تخت کو مراجعت کریں، اتنے میں دکن سے خبر آئی کہ وہاں کی صوبہ داری دربار سے مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے نام مقرر کر دی گئی ہے، اور اب وہ عبدالنبی خاں، دلیر خاں و بہادر خاں جیسے صاحب فوج بیجاپوری افغانوں اور اطراف و اکناف کے عمدہ فوجداروں کو اپنی مدد کے لئے طلب کر کے اورنگ آباد کا رخ کر رہا ہے، اور اس کی اطلاع دیتے ہوئے عضد الدولہ عوض خاں بہادر کو جو دکن میں آپ کے نائب تھے، لکھ بھیجا ہے کہ دارالامارت خالی کر دیں اور اسی مضمون کے مراسلے اور استمالت آمیز نوشتے اورنگ آباد کے دوسرے منصبداروں کے پاس بھی

---

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۵۰۔

پہنچ چکے ہیں، اور پایہ تخت سے یہ اطلاع ملی کہ آپ کے بڑے صاحبزادے غازی الدین خاں فیروز جنگ، جو آپ کے غیاب میں بہ حیثیت نائب وزارت کے فرائض انجام دے رہے تھے، خدمت نیابت وزارت سے بے دخل کر دئے گئے، اور منصب وزارت اعتماد الدولہ میر قمر الدین خاں کو عنایت ہوا ہے[1] ان انقلابات کا ظہور در اصل حاسد و مفسد درباریوں کی نامحمود کوششوں کا نتیجہ تھا۔ معزالدولہ حیدر قلی خاں کے مقابلے میں آپ کی عاجلانہ کامیابی نے ان کی توقعات پر پانی پھیر دیا تھا۔ اس کے بعد سے وہ آپ کو دربار سے ہٹانے اور آپ کو کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچانے کے درپے ہو گئے تھے۔ جب آپ بادشاہ سے تبدیل آب و ہوا و سیر و شکار کے لئے رخصت حاصل کر کے پایہ تخت سے باہر چلے گئے، اور اسی زمانے میں احمد آباد اور مالوے کے فسادات نے آپ کی توجہ اپنی طرف منعطف کر لی تو ان لوگوں نے پایہ تخت میں آپ کی غیر موجودگی کو غنیمت سمجھ کر آپ کو بے دست و پا کرنے کے لئے سازشیں کیں، اور بادشاہ کو بھی سمجھا بجھا کر اپنا ہم نوا بنا لیا۔ انہی کی سازشوں کا باعث تھا کہ ایک طرف صوبہ داری دکن آپ کے قبضے سے نکال لینے کے فرمان شاہی مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے نام بھجوا دیا گیا کہ آپ کے کارکنوں کو بے دخل کر کے خود اس پر قابض ہو جائے، دوسری طرف آپ کو منصب وزارت سے بھی محروم کرنے کی کوشش کی گئی، اور آپ کے چچازاد بھائی اعتماد الدولہ میر قمر الدین خاں کو مقابلے پر کھڑا کر کے یہ منصب ان کو دلوا دیا گیا، اور تیسری طرف آپ حکومت ہائے مالوہ و گجرات سے بھی معزول کر دئے گئے جیسا کہ خود آپ کی اس عرضداشت سے واضح ہوگا،

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۵۰، IRVINE. VOL. II. P 158.

جس کو آپ نے جنگ شکر کھیڑہ کے اختتام پر محمد شاہ بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ ان سازشی کارروائیوں کا اصل میں مقصد یہ تھا کہ آپ کو ہر طرف سے بے بس کر کے تباہ کر دیا جائے۔

جب مبارز خاں نے دربار مغلیہ کو نواب مغفرت مآب کی مخالفت پر آمادہ دیکھا تو اس نے بھی اپنے دوستانہ روابط کی پروانہ کر کے جو آپ کے ساتھ قائم تھے، محض حکومت و جاہ طلبی کی خاطر آپ کے خلاف اپنا ہر ممکن ذریعہ استعمال کرنے کا تہیہ کر لیا، اور سُرعت سے فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ اس غرض کے لئے اس کو پانچ لاکھ روپے خزانۂ شاہی سے دئے گئے، اور کئی لاکھ روپے محاصل دکن سے لینے کا حکم صادر ہوا، اور افاغنہ بیجاپور و کرناٹک اور دوسرے سردارانِ دکن کو بھی ہدایت کی گئی کہ وہ اس کی ہر طرح اعانت و مدد کریں[۱]

یہ امر بھی تصفیہ شدہ تھا کہ جیسے ہی مبارز خاں حکومت دکن پر قابض ہو جائے تو وہ نواب مغفرت مآب کے خلاف مالوے کی طرف لشکر کشی کرے گا، اور اس کے لئے پایۂ تخت سے بھی فوجی کمک مہیا کیجئے گی۔ محمد عنایت خاں نے پہلے ہی آپ کو اورنگ آباد سے اس خطرناک منصوبے کی اطلاع دے دی تھی، بعد میں مبارز خاں کے وکیل متعینۂ دربار کے ایک نوشتے نے جو اتفاقاً آپ کے ہاتھ لگ گیا تھا، اس کی تصدیق بھی کر دی[۲]

عرضداشت محولہ سے واضح ہوتا ہے کہ ابتداءً بادشاہ نے آپ کو صوبہ داریٔ دکن سے مستعفی ہو جانے کے لئے مجبور کیا تھا، جب کہ آپ رخصت حاصل کر کے مُراد آباد

[۱] تاریخ فتحیہ۔ [۲] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۸، ۲۹۔ IRVINE. Vol.II. P.137.

کیطرف چلے گئے تھے، اور آپ نے حکم شاہی کی تعمیل میں اپنا استعفا پیش کر دیا بھی، مگر جب آپ کو اس خطرے کا جو مبارز خاں کی طرف سے پیدا کر دیا گیا تھا، علم ہوا تو آپ نے اپنی جان و عزت کی حفاظت کی خاطر بادشاہ کی خدمت میں عاجزانہ درخواستیں پیش کروائیں، جس سے توقع تھی کہ آپ کے حال پر کرم کیا جائے گا، لیکن ان پر کوئی لحاظ نہیں کیا گیا، اور اُلٹے آپ منصب وزارت عظمیٰ و حکومت گجرات و مالوہ سے بھی معزول کر دئے گئے۔

بابِ دَہُم

دکن میں سلطنتِ آصفیہ کا قیام

نواب مغفرت مآب کی دکن کو واپسی دربار کی ریشہ دوانیوں کو دیکھ کر نواب مغفرت مآب فکر و تشویش میں پڑ گئے تھے کیونکہ اس وقت آپ کو نہ تو ذاتی وقعت و خودداری اور نہ تو دوراندیشی ہی اس امر کی اجازت دیتی تھی کہ پھر پایہ تخت کو مراجعت کریں، اور نہ اب اس کی ضرورت ہی باقی تھی۔ ایسی صورت میں اگر آپ دکن کا ارادہ کرتے ہیں تو یہاں بھی آپ کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا تھا، اس وجہ سے کہ اب مبارز خاں دربار کے ایما پر آپ کے حریف کی حیثیت میں اورنگ آباد کی طرف بڑھ رہا تھا، اور اگر مالوے اور گجرات کی حکومتوں کی پناہ لینی چاہیں تو اب یہ شکل بھی باقی نہیں رہی تھی اس لئے کہ آپ ان سے بھی معزول کر دیئے گئے تھے۔ ان حالات میں آپ کے سامنے خطرات کی ایک بھیانک صورت کھڑی ہوگئی تھی۔ یہ آپ کے لئے انتہائی نازک اور تشویش ناک وقت تھا۔

اس وقت خود سلطنت مغلیہ ایک نازک اور خطرناک دور سے گذر رہی تھی۔ عالمگیری دور کو ختم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ انقلاب زمانہ نے اس میں تنزل و ادبار کا

گھن لگا دیا، مگر اب تک ارباب سلطنت میں سے کسی نے بھی اس گھن کو نیست و نابود کرنے کی کوشش نہ کی، اور کسی مرد خدا نے اس کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کیا بھی تو دوسروں نے اپنی کوتہ اندیشی سے اس کی تکمیل میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کر دیں، اور اس کو کبھی پورا ہونے نہ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ سلطنت مغلیہ کی مضبوط جڑیں اندر سے کھوکھلی ہونی شروع ہوئیں۔ بحالت موجودہ کیفیت یہ تھی کہ اس کا سیاسی موقف قعر مذلت میں گر چکا تھا، حکومت برائے نام رہ گئی تھی، اور شاہی وقار بالکل گھٹ گیا تھا، ملک میں بدامنی اور بغاوت کے چرچے عام ہو گئے تھے، اور چوطرف طوائف الملوکی کی داغ بیل پڑ رہی تھی، غرض کہ یہ وہ آثار تھے، جو آئندہ معدومیٔ سلطنت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے تھے، اور ہوئے بھی۔ اس پُر آشوب زمانے میں ایک ایسے سیاس اور شجیع شخص کی ضرورت تھی، جو سلطنت سے ان بُرے آثار کو اپنی سیاست و شجاعت کے حربے سے مٹانے کی کافی قوت اور اہلیت رکھتا ہو۔ اس معیار پر اگر اس زمانے میں کوئی شخص پورا اتر سکتا تھا تو بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ سوائے نواب مغفرت مآب کے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ تواریخ شاہد ہیں کہ اس پُر آشوب زمانے میں اس امیر باتدبیر نے منصب وزارت پر فائز ہو کر سلطنت کی اصلاح و استحکام کا بیڑا اٹھایا بھی اور اس کو پھر ایک مرتبہ بام عروج و ترقی پر دیکھنے کی اُمید و کوشش میں اپنی تمام قوتیں اور ساری توانائیاں بھی صرف کر دیں، مگر افسوس کہ ناعاقبت اندیش بادشاہ اور اسکے حاشیہ نشین نااہل امرا نے اس کی ایک نہ چلنے دی؟ اور الٹے اس کے درپے نقصان ہو گئے۔ بادشاہ بُری سوسائٹی کی بدولت خرافات میں پڑ کر اپنا شاہی وقار، حکومت کرنے کی صلاحیت، وفاداری کی قدر کرنے کا مادّہ، اور نیک و بد میں تمیز پیدا کرنے کا

احساس غرض سب کچھ کھو چکا تھا، اور اب نواب مغفرت مآب کے لئے منصب وزارت سے سبکدوش کر دئے جانے کی صورت میں پایہ تخت جا کر دربار و مرکزی حکومت کی خدمت کرنے کا موقع بھی باقی نہیں رہا تھا، اور نہ اس وقت امرائے دربار میں کوئی ایسا شخص موجود تھا، جو آپ کے نقش قدم پر چل کر حقیقی معنوں میں تاج و تخت مغلیہ کی کچھ خدمت بجا لاتا۔ ان حالات میں آپ کو دربار و مرکزی حکومت کی اصلاح و استحکام کی طرف سے بالکل مایوسی ہو گئی، اور آپ نے پیش قیاسی سے معلوم کر لیا کہ سلطنت مغلیہ اپنے روزافزوں تنزل و ادبار کے سبب آخر ایک دن معدوم ہو کر ہی رہے گی۔ اندریں صورت ایک موروثی وفا شعار خادم کی حیثیت سے آپ کا فرض یہ تھا کہ اپنی زیر اثر صوبائی حکومتوں کو سلطنت مغلیہ کے قعر مذلت میں گرے ہوئے اقتدار و تفوق سے نجات دلا کر ان کو معدوم ہونے سے بچالیں تا کہ اس سلطنت کے انعدام کے بعد کم از کم یہاں تو مغل حکومت کا نام و نشان باقی رہ سکے۔ یہی وہ سب سے بڑھ کر وفادارانہ خدمت تھی، جو اُس پُر آشوب و نازک دور میں معدوم ہونے والی سلطنت مغلیہ کے لئے انجام دی جا سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ حالات موجودہ میں آپ کا یہ فرض بھی تھا کہ اپنی اور اپنے خاندان کی حفاظت و مفاد کا ضروری انتظام کریں، کیونکہ دربار کی ریشہ دوانیوں کو دیکھتے ہوئے اب اس سے بھلائی کی کچھ بھی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ برخلاف اس کے آئندہ اور نئے خطرات و مصائب کے پیدا ہونے کا ہی امکان تھا۔ ایک فرض شناس مدبر ہونے کے لحاظ سے نواب مغفرت مآب اپنے ان فرائض سے ناواقف نہ تھے۔ دکنی حکومت ابھی تک عملی طور پر مبارز خاں کے ہاتھوں میں منتقل نہیں ہوئی تھی اور ان فرائض کی تکمیل کے لئے ظاہر ہے دکن کے سوا اور

کوئی ٹلک موزوں بھی نہ ہو سکتا تھا۔ حالات حاضرہ میں آپ نے بہت غور و خوض کے بعد اسی کو اپنی منزلِ مقصود قرار دینے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ آپ نے سہور سے چل کر دریائے نربدا کو عبور کیا اور برہان پور سے ہوتے ہوئے اورنگ آباد جا پہنچے (آخر ماہ رمضان ۱۱۳۶ھ)

جنگ شکر کھیڑہ

نواب مغفرت مآب نے اورنگ آباد سے مبارز خاں[1] کو جو بڑی تیاریوں کے ساتھ آپ کے خلاف پیش قدمی کر رہا تھا، نصائح آمیز خطوط لکھے کہ ارادۂ فاسد کو دل سے دور کر کے صلح کرے تاکہ آپس میں جنگ و جدال ہونے سے بندگانِ خدا کا خون نہ بہے، مگر حکومت و جاہ کی حرص و آز نے اس پر ان خطوط کو اثر انداز ہونے نہ دیا۔ آپ نے اس کو

---

[1] نام خواجہ محمد ہے، آبا و اجداد بلخ کے رہنے والے تھے، خود اس کا بچپن بھی وہیں گذرا، عہد طفلی میں والدہ کے ساتھ ترک وطن کر کے ہندوستان آیا، عالم شباب میں داخل ہو کر شہنشاہ عالمگیر کے ایک باثر مصاحب میرزا یار علی سے توسل پیدا کر کے شاہی ملازمت حاصل کی، چندے بخشی سوم کی پیش دستی میں رہا، بعد ازاں سردار خاں کوتوال کی نیابت ملی، اسی زمانے میں عنایت اللہ خاں کشمیری کی دختر سے بیاہ کیا، کچھ دنوں کے بعد ترقی منصب کے ساتھ شہزادہ محمد کام بخش کی سرکار میں بخشیگری کی خدمت پر مامور ہوئی عمل میں آئی، قلعہ پرنالہ کے محاصرے میں شہزادے کے لشکر کی ہمراہی میں میر مور چال کی خدمات انجام دیں، پھر سنگمنیر کی فوجداری عنایت کی گئی، کارہائے نمایاں کے صلے میں خطاب "امانت خاں" سے عز افتخار حاصل کیا، ۵۱ جلوس عالمگیری میں فوجداری بیضاپور بھی اسکی سابقہ خدمت کا ضمیمہ قرار پائی، بہادر شاہی دور میں بندر سورت کی متصدی گری پر فائز ہوا، غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کی وفات پر خدمت صوبہ داری گجرات مرحمت ہوئی، جہاندار شاہ کے عہد میں صوبہ داری مالوہ پر متعین کیا گیا، انہی ایام میں اسلام خاں زمیندار رام پورہ سے لڑائی ٹھن گئی جس نے ملک کی بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر بعض شاہی محالات غصب کر لئے اور عوام پر دست درازیاں شروع کر دی تھیں، حریف کا استیصال کرنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی، اس خدمت کے اعتراف میں خطاب "شہامت خاں" سے مفتخر ہوا، محمد فرخ سیر کے ابتدائی زمانے میں دوبارہ صوبہ داری گجرات مرحمت ہوئی، مگر چند ہی روز بعد خطاب "مبارز خاں" کی سرفرازی کے ساتھ صوبہ حیدر آباد کا نظم و نسق تفویض کر دیا گیا، جہاں تقریباً بارہ سال تک اپنی خدمات نہایت عمدگی سے انجام دیتا رہا، بالاپور کی لڑائی کے بعد نواب مغفرت مآب کی رفاقت حاصل کی، اور آپ سے عہد و پیمان کیا کہ "تا کہ میان شما و پادشاہ عہد ابقائی قدر دانی است من ہم نوکرم و الامرا از جملہ رفیقان مطیع خود دانند" نواب معزکی ہی بدولت (باقی آئندہ)

اپنے حقوق اور اس کے عہود و مواثیق کی یاد دہی کرتے ہوئے بکر نصیحت آمیز خطوط لکھے اور دو مہینے تک اس اُمید میں دفع الوقتی کرتے رہے کہ شاید وہ صُلح پر آمادہ ہو جائے لیکن آپ کی فہمائش اور پند و نصائح کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا، اور وہ بدستور اورنگ آباد کیطرف آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنے لگا۔ دراصل اب اس کی اجل کا مقررہ وقت آپہنچا تھا، اور فرشتۂ اجل اس کو کشاں کشاں اس طرف لے آرہا تھا، ایسی صورت میں کب ممکن تھا کہ وہ کسی کے کہنے سُننے سے اجل کے پنجے سے چھوٹنے کی کوشش کرسکتا۔

دربار کے ایما پر مبارز خاں کی امداد کے لئے ابراہیم خاں الخاطب بہ بہادر خاں (برادر داؤد خاں پنی) فوجدار کرنول، عبدالفتاح خاں پسر عبدالنبی خاں فوجدار کڑپہ، سعادت اللہ خاں فوجدار کرناٹک کی طرف سے غالب خاں پسر امیر ابو طالب بدخشی، اور دلیر خاں فوجدار بنکاپور کی جانب سے رندولہ خاں و علی خاں وغیرہ شائستہ فوجیں لیکر پہنچ گئے تھے اور روز بروز اس کی فوجی طاقت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اورنگ آباد کے قریب پہنچتے پہنچتے اس کے ہاں سپاہ کی بہت کثرت ہوگئی۔ جب اسکے قریب آنے کی اطلاع ملی تو نواب مغفرت مآب نے اورنگ آباد سے نکل کر جسونت تالاب کے پاس جو شہر مذکور سے نزدیک ہی واقع تھا، اپنا کیمپ قائم کردیا (آخر ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۶ھ) یہاں سے بھی آپ مبارز خاں کے پاس لڑائی شروع ہونے کی تاریخ تک متواتر نوشتے بھیجتے رہے کہ باہم مصالحت ہو جائے تا مسلمانوں کی خونریزی کی نوبت نہ آسکے، مگر اس اجل رسیدہ نے ان پر مطلق توجہ نہ کی۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۱۳ -) عطائے "منصب شش ہزاری" و خطاب "عماد الملک مبارز خاں ہزبر جنگ" سے سرفرازی پائی اور اس کے فرزندان و رفقا بھی عمدہ خطابات و مناصب و جاگیرات سے سرفراز ہوئے۔ (تاریخ فتحیہ، ماثر الامرا جلد سوم، منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم)

مبارز خاں کے ہاں دکن کی صوبہ داری کا فرمان اسوقت پہنچا جب کہ وہ پھوپجری (واقع مضاف مچھلی بندر) میں اپا راؤ سے برسر پیکار تھا۔ تب اُس نے مصلحتاً حریف سے صُلح کرلی، اور اس کو اپنے ساتھ لیکر حیدرآباد لوٹ آیا، اور پھر وہاں سے اورنگ آباد کی طرف پیش قدمی کی تاکہ نواب مغفرت مآب کے کارکنوں کو بے دخل کرکے دکن کی مرکزی حکومت پر قابض ہو، اور اس کے بعد مالوے میں گھُس کر آپکے خلاف تخریبی کارروائی اختیار کرے، مگر قبل اس کے کہ وہ ایسا کرسکتا آپ کو اس کے خطرناک ارادے کی اطلاع ہوگئی، اور آپ تقاضائے وقت سے مجبور ہوکر مالوے سے اورنگ آباد آگئے۔

مبارز خاں کو پھوپجری سے اورنگ آباد پہنچتے پہنچتے بہت تاخیر ہوگئی، اور اس سے نواب مغفرت مآب کو کافی موقع مل گیا کہ اورنگ آباد پہنچ کر اپنی حفاظت و مدافعت کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرسکیں۔ دربار کی تو یہ کوشش تھی کہ آپ کو ہر طرف سے اس طرح بے بس کردیا جائے کہ آپ پھر سنبھل نہ سکیں اور اس صورت میں آپکو بآسانی تباہ کردینا ممکن ہو۔ اس کے باوجود آپ اورنگ آباد آکر اپنی حفاظت و مدافعت کے انتظامات میں مصروف ہوگئے تو دربار کو تشویش ہوئی، اور اسے یقین ہوگیا کہ ایسے شیر بیشۂ سلطنت کو زیر کرنا اپنے بس کی بات نہیں، اس لئے اب اس نے آپ کی مخالفت کرنے میں مصلحت نہ دیکھی، اور یہ فیصلہ کیا کہ ہر ممکن طریق سے آپ کی دلجوئی کیجائے چنانچہ آپ پاس فرمان شاہی بھیجا گیا کہ:۔

"عمدہ امرای با فرہنگ یار وفادار بی ریو ورنگ نظام الملک فتح جنگ بعنایت خاص عز اختصاص یافتہ بداند آن اعتضاد العظمی بسبب مخالفت آب و ہوای دار الخلافت برای شکار رخصت دو ماہ گرفتہ بجانب مراد آباد رفتہ ازانجا دام عزیمت بمالوہ واز مالوہ بہ خجستہ بنیاد

گسترد تفویض صوبۂ دکن به مبارزخان مطابق استعفائی آن رکن السلطنت بود که ویرانی وکم حاصلی آنجا همیشه ظاهر می کرد در صورتیکه این همه خواهش آن یار وفادار معلوم نمی شد چرا باو متفوض می گشت و امور وزارت را بخشی الممالک اعتماد الدوله ازین راه که غازی الدین خان بهادر را ز رفتن آن اعتضاد به خجسته بنیاد و گفتگوی حسّاد متوهم شده خود را ز تقدیم خدمت کناره کشید بطریق نیابت تا آمدن آن لائق الخدمت والامرحمت سرانجام مید هد خدا نخواسته عزل خدمت و عدم رعایت آن شایسته اقسام عنایت مرکوز ضمیر اشراق پذیر باشد و این معنی هیچ گاه در خیال نگذشته حقوق خدمت آن قابل الغایت نوعی مرتسم صفحۂ خاطر فیض مظاهر نیست که بکرنگ اظهار ارباب خلاف محو توانند شد از آنجا که جوهر استعداد و استحقاق سرانجام آن مهام از پیشگاه حضرت مالک الملوک تعالیٰ شانهٗ بهرکس نبید هند عنبر آن طراز آستین عقیدت که همه وقت در شاهراه خدمت دامن عبودیت بر کمر دارد کیست که تشریف شریف انتظام این امر عظیم القدر زیب قامت لیاقت او باشد وزارت و صوبه داری هردو بآن یکه تاز عرصه سپه سالاری و صدق ارادت و جان نثاری مسلّم است باطمینان خاطر مشغول نظم و نسق بوده تا خواهد در آن صوبه باشد هرگاه بخاطر رسد باستلام عتبه سپهر احتشام بیاید حاضر و غایب ظاهر و باطن خاطر ملکوت مناظر را متوجه داند صوبه پتنه بمبارزخان مفوض شده تعرض مشارالیه نباید شد"[۵]

فرمان متذکرہ صدر خود بادشاہ کی روش کا جو اس نے نواب مغفرت مآب کے خلاف اختیار کی تھی آئینہ دار ہے ورنہ اس کو اپنی طرف سے اس طرح صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی، جس طرح اس میں پیش کی گئی ہے۔ ایک دوسرا فرمان تو جو اسی زمانے میں مبارزخاں کے

[۵] مجمع الانشاء۔

نام ارسال کیا گیا تھا، بادشاہ کی آپ کے ساتھ اختیار کی ہوئی مخالفت کا پول اچھی طرح کھول کر رکھ دیتا ہے، ملاحظہ ہو:۔

"شجاعت و شہامت دستگاہ عمدۃ الملک مبارز خان بہادر بداند کہ صوبہ داری دکن وقتی بآن شجاعت دستگاہ مقرر شد کہ عرائض متضمن استدعای این کار و اظہار جرأت و اقتدار و اتفاق افاغنہ بآن عقیدت شعار کر بجناب خلافت مآب رسید و دریافت این معنی سبب تجویز بی توجہی بحال نظام الملک و اعیان او گردید ہنگام صدور منشور اول کہ نظام الملک در مرادآباد و عضد الدولہ طرف دیوگڈھ و خجستہ بنیاد خالی بود بتقریب مجاہدۂ بیحاصل قلعچہ نوجرا آنقدر توقف کرد کہ ہر دو در خجستہ بنیاد یکجا شدند و بعد از ینکہ بخرابی رخت عزیمت بآن صوب کشید بدست آویز باران کہ بہادران کارزار طلب را مانع نیست شست کروہی از شہر تعویق نمود و گرہے از رشتۂ کار نتوانست کشود بآنکہ حسب درخواست او فرامین کرامت آئین بنام بہادر خان وغیرہ اصدار یافت غیر از عدم جرأت و جسارت کہ نتیجۂ آن بجز برہم خوردگی انتظام ممالک و خرابی خود سران چہ تواند بود وجہ دیگر معلوم نشد و بمحض اعتمادی و اجتماع افواج و احراز او کہ فی الحقیقت نمود بی بود بود باوجود الحاح منظوران بارگاہ خلافت در بحالی نظام الملک چشم پوشی بعمل آمد اکنون چون متحقق شد کہ کاری پیش نمی رود و عزم ہمراہانش حکم پرواز طایر بی پرو بال دارد پیش ازین اغماض منافی مصلحت دانستہ صوبہ مسطور بنظام الملک بحال و عظیم آباد پٹنہ بآن شجاعت دستگاہ مقرر کردہ شد براہ برہان پور یا سیکاکول از ہر طرف کہ موافقت کند عازم صوبہ متعلقہ شود فرمان خدمت نیز میرسد بنظام الملک بہادر نوشتہ شد کہ معترض احوال او نشود"[1]

[1] مجمع الانشاء۔

مبارز خاں مرد میدان تھا' اور اسے کسی حالت میں یہ بات منظور نہ تھی کہ ایک مرتبہ حریف کے مقابلے پر اترنے کے بعد پیچھے ہٹ جائے' اور اس طرح اپنی بزدلی کا اظہار ہو اور پھر وہ صوبہ داری دکن کے پیش کش کو جو اس کے لئے غیر معمولی حکومت وجاہ کے حصول کا ذریعہ بن سکتا تھا' اس آسانی کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جانے دینا بھی نہیں چاہتا تھا' اس لئے وہ اپنے رفیقوں کو لے کر اورنگ آباد کی طرف بڑھا' اور قریب پہنچ کر ارادہ کیا کہ قبل اس کے کہ نواب مغفرت مآب سے مقابلہ کرے' آپ کی فوج کے سامنے سے پلٹ کر دوسری طرف سے شہر میں داخل ہو جائے' اور اس کو اپنے قبضہ و تصرف میں لے آئے' چنانچہ اس نے ایک نالے پر جو درمیان میں حائل تھا' ایک شائستہ جمعیت متعین کر دی تاکہ اگر حریف مقابلے کے لئے آگے بڑھے تو وہ اس کے سدراہ ہو سکے' اور خود اپنے بقیہ لشکر کے ساتھ شمال کی طرف ہٹ کر دریائے پورنا کو عبور بھی کر لیا۔

نواب مغفرت مآب کی فوج دشمن کو سر پہ دیکھ کر اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھی' اور پہلے اس جمعیت سے مقابلہ کیا' جس کو مبارز خاں نے نالے پر متعین کیا تھا۔ اس مقابلے میں مبارز خاں کی جمعیت کو پوری شکست ہوئی' اور اس کے بہت سے سردار و سپاہی مقتول ہوئے[1]۔ تب نواب مغفرت مآب کی فوج مظفر و منصور آگے روانہ ہوئی' اور دریائے پورنا کو عبور کر کے اورنگ آباد سے چالیس کوس کے فاصلے پر قصبۂ شکر کھیڑہ (واقع مضافات برار) میں پہنچ کر حریف کے مقابل پڑاؤ ڈالا۔ تب ہر دو طرف فوجوں کی صف بندیاں شروع ہوئیں۔

نواب مغفرت مآب کی طرف فوجِ ہراول کی سرداری قادر داد خاں پسر قادر داد خاں

ل۔ منتخب اللباب خافی خاں۔ جلد دوم صفحہ ۹۵۳ -

عالمگیری کو جو جدّ مادری کی طرف سے آپکے ساتھ رشتہ قرابت رکھتے تھے اور جنکو شجاعت و بہادری میں خاص امتیاز حاصل تھا، عنایت ہوئی، میمنے پر طالب محی الدین خاں نبیرۂ سعد اللہ خاں مرحوم کا تقرر ہوا، جو آپکے چچا اور خالہ زاد بھائی ہوتے تھے، میسرے پر اسمٰعیل خاں و مظفر خاں خویشگی کی تعیناتی عمل میں آئی، کنور چند پسر چھتر سال بندیلہ کو جنگجو بندیلوں کی ایک جوق دے کر برقنداز خاں میر آتش و عطا یار خاں داروغۂ احشام کے تحت شرربار توپ خانے کے ساتھ فوج ہراول کی پشت پناہی کے لئے مقرر کیا گیا، عضد الدولہ عوض خاں بہادر ایک شعلہ افروز توپ خانے کے ساتھ جو زمانۂ نیابت صوبہ داری دکن سے ان کے ساتھ تھا، اپنے فرزند سید جمال خاں کی معیت میں میمنے کی کمک کے لئے متعین کئے گئے، ان کی ہمراہی میں دوسرے سردار مقرب خاں، خان عالم دکنی، تہور خاں خویشگی و عزیز بیگ خاں حارسی بھی تھے، ظہیر الدولہ رعایت خاں (برادر اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر مرحوم) اور محمد غیاث خاں کو قول اور میمنے کے درمیان فوج کی سرداری مرحمت کی گئی، میسرے کی کمکی فوج کی سرداری پر نصیر الدولہ عبد الرحیم خاں مامور ہوئے، ان کی مدد کے لئے سید غضنفر علی خاں (بخشی سرکار غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ) کو اس کے رسالے کے ساتھ رہکلہائے شرربار جلوریز و جزائل ذوراندازدے کر متعین کیا گیا، حرز اللہ خاں نبیرۂ سعد اللہ خاں مرحوم کو اس فوج کی کمان تفویض ہوئی جو قول اور میسرے کے درمیان رکھی گئی تھی، اور اس کی مدد کے لئے بہادر دل خاں المخاطب بہ بلاچین بیگ قلماق جو ایک بہادر و جنگجو سردار تھا، مقرر کیا گیا، حفیظ الدین خاں بہادر و محمد سعید خاں بہادر نبیرگان سعد اللہ خاں مرحوم جو آپسے قرابت قریبہ رکھتے تھے، اور جن کی بہادری و جاں فشانی

پر آپ کو کامل بھروسہ تھا، قول سے دو جریب کے فاصلے پر جاگزیں ہوئے، فوج یلتمش کی سرداری ہوشدار خاں المخاطب بہ ارادت خاں کو سپرد کی گئی، اور اس کی امداد پر خواجم قلی خاں تورانی، گوپال سنگھ گوڑ، سلیم خاں افغان (جو عمدہ جماعہ داروں سے تھا، اور نیابت قراول بیگی کی خدمت رکھتا تھا) ورسول خاں افغان کو جو سب کے سب فیل سوار تھے، مامور کیا گیا، محتشم خاں (نبیرہ شیخ میر خوافی) اور دوسرے سرداروں کو کام تفویض ہوا کہ وقت ضرورت دست راست و دست چپ کی فوجوں کو کمک بہم پہنچائیں ترکتاز خاں ابتدا سے مرہٹہ فوجوں کی سرداری کرتے رہے تھے، اس لئے اس موقع پر بھی ان کو ان مرہٹہ فوجوں کی سرداری دی گئی، جو راجہ ساہو کی جانب سے باجی راؤ وغیرہ کی سرکردگی میں آپ کی رفاقت و مدد کے لئے آئی ہوئی تھیں، اور ان کے تحت سرکاری فوج کا ایک دستہ بھی دے دیا گیا تھا۔ اس طرح صفوف آرائی ہونے کے بعد خود نواب مغفرت مآب خدا پر بھروسہ کر کے خواجہ عبید اللہ خاں، اہتمام خاں (دیوان)، رستم بیگ خاں، نیک نظر خاں (بخشی سرکار نواب ناصر جنگ) ہمت یار خاں (جو آپ کے برادر نسبتی تھے) وغیرہ بہادر و جفاکش اور عقیدت مند و جاں نثار سرداروں کے ساتھ قول میں متمکن ہوئے[1]

مبارز خاں نے اپنے لشکر کی اس طرح صف بندی کی:۔

ہراول میں غالب خاں اور حسین منور خاں (پسر خان زماں المعروف بہ شیخ نظام دکنی) کو متعین کیا، ہراول کے عقب میں یلتمش کی کمان اپنے خالو محمد بیگ خاں کو جو تجربہ کار و نبرد آزما سردار تھا، دی، ابراہیم خاں پنی کو سیدھے ہاتھ کی طرف

---

[1] تاریخ فتحیہ، منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۵۴ و ۹۵۵۔

مقرر کیا، عبد الفتاح خاں جو شجاعان کرناٹک بیجاپور میں شہرت رکھتا تھا، رندولہ خاں پسر دلیر خاں اور اپنے چاروں بیٹوں خواجہ محمود خاں، خواجہ اسعد خاں، خواجہ مسعود خاں، خواجہ حامد اللہ خاں کو جن میں سے ہر ایک شجاعت و بہادری میں اپنے آپکو رستم وقت سمجھتا تھا قول کے پاس متعین کر کے خود خان زماں خاں (پسر خان خاناں بہادر شاہی) منور خاں قزلباش خاں، فائق خاں (دیوان صوبہ حیدرآباد) عرب بیگ خاں تورانی (جو بہادر اور جنگجو تھا) و میر یوسف خاں وغیرہ کے ساتھ قول میں جاگزین ہوا[1]

جب فوجوں کی صف بندیاں ہو چکیں تو دونوں حریف رزم گاہ میں قدم رکھے (۲۳ محرم ۱۱۳۷ھ)۔ نواب مغفرت مآب ہمیشہ بندگانِ خدا کی خونریزی کو ناپسند کیا کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ جنگ وجدل پر صلح کو ترجیح دیتے، اور اس کے جویاں رہتے تھے، اور بحالت مجبوری جنگ وجدل کا سامنا کرنا پڑتا تو آپ کبھی اپنی طرف سے پیش قدمی نہیں کرتے تھے۔ اس موقع پر بھی اپنے پسندیدہ اصول کے موافق آپ نے سبقت نہیں کی۔ مبارز خاں نے آگے بڑھ کر حملہ کردیا، پھر کیا تھا طرفین میں باہم آتش پیکار مشتعل ہوئی، ایسا زبردست معرکہ پیش آیا کہ کمتر دیکھنے اور سننے میں آیا ہو بتیس چالیس کے قریب فیل سوار نامی سردار جنگ کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھے اور ہزاروں کی تعداد میں سپاہیوں کی جانیں قربان ہوئیں۔ لڑائی کے دوران میں دونوں طرف کے دلاور بڑی بہادری سے لڑتے تھے خصوصاً نواب مغفرت مآب کی طرف عضد الدولہ عوض خاں بہادر، رعایت خاں، محمد غیاث خاں، سید غضنفر خاں، اور برنائے سعد اللہ خاں مرحوم یعنی حفیظ الدین خاں، حرز اللہ خاں، محمد سعید خاں و طالب

[1] ۔ تاریخ فتحیہ، منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۵۶۔

محی الدین خاں قابل تعریف شجاعت و تہور کا ثبوت دیتے تھے۔ مقرب خاں کو
اپنے باپ امین خاں دکنی سے جو مقرب خاں عرف خان زماں دکنی کے خاندان
سے تعلق رکھتا تھا، رنجش تھی۔ امین خاں لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی نواب مغفرت
مآب کے لشکر سے نکل کر مبارز خاں کی طرف چلا گیا تھا۔ لڑائی میں باپ بیٹے کا سامنا ہوا
اور ان دونوں میں تلوار چل گئی۔ اگرچہ امین خاں دکنی کسی اور کے ہاتھ سے مارا گیا،
مگر لوگوں میں یہی مشہور رہا کہ بیٹے نے باپ کو قتل کیا۔ غرض کہ میدان کارزار میں
زد و کشت کا بازار خوب گرم تھا۔ طرفین کے لوگ بڑی بے جگری سے اپنے حریفوں
کا مقابلہ کر رہے تھے، اور کوشاں تھے کہ اپنے زبردست حملوں سے ان کا منہ پھیر دیں
دکنیوں نے اپنی کوششوں سے لڑائی کی رفتار اور تیز کر دی، اور اس شدت سے حملہ
کرنا شروع کیا، جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اب فوج مخالف میں پورا خلل پڑ جائیگا،
مگر مخالفین بھی شجاعت و بہادری میں ان سے پیچھے نہ تھے۔ وہ جان پر کھیل کر مقابلہ
کرنے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے لگے۔ اس دار و گیر میں نواب مغفرت مآب کے
لشکر میں دشمن کی آتشباری و تیز زنی سے تیرہ چودہ یا کھر و نشان کے ہاتھیوں نے اپنا رخ
پھیر دیا، جس سے فوج بہیر کا پایۂ استقامت ڈگمگانے لگا تھا، مگر عین وقت پر
دیانت خاں دیوان دکن نے جو ان دنوں معتوب و مغضوب ہو چکا تھا، اور اس
روز ناسازئی مزاج کی وجہ تھوڑے سے سواروں کے ساتھ اس کے عقب میں
ٹھیرا ہوا تھا، اس کو سنبھال لیا۔ پھر نواب مغفرت مآب کے لشکریوں نے ایسے سخت حملے کئے
کہ حریفوں کے چھکے چھڑا دئیے، اور ان کی صفوں میں انتشار ڈال دیا۔ مبارز خاں کے
دو بیٹے مسعود خاں و اسعد خاں اور اس کے متعدد نامور فیل سوار سردار مارے گئے،

اور اسکے دو سرے دو بیٹے محمود خاں و حامد اللہ خاں ایک جماعت کیساتھ زخمی ہو کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ مبارز خاں کا فیلبان بھی مارا گیا اور وہ خود بھی زخمی ہو گیا تھا، اسکے باوجود وہ اپنے خون آلود کرتے کی کفنی گلے میں ڈال کر خود فیلبانی کرتے ہوئے دشمن سے مقابلہ کرتا رہا یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر اس دنیا سے چل بسا۔ تب نواب مغفرت مآب کے لشکر میں شادیانوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ دوسرے روز جب مقتولین کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ لڑائی میں مبارز خاں کے تین ہزار سے زیادہ سپاہی کام آئے، اور اسی قدر گھوڑے توپوں وغیرہ کے صدمات سے ضائع ہوئے۔ ان کے علاوہ کئی سردار مارے گئے، جن میں قابل ذکر غالب خاں، حسین منور خاں، کمال خاں دکنی، بہادر خاں پنی، عبد الفتاح خاں، خان زماں، احسن خاں (پسر علی مردان خاں)، میر یوسف خاں (پسر میر امام) فائق خاں و میر فخر اللہ تھے۔ نواب مغفرت مآب کے لشکر میں بہت ہی کم آدمی کام آئے۔ آپکے نامی سرداروں میں صرف رعایت خاں، سلیمان خاں خویشگی اور سید غضنفر خاں ہی کو جانی نقصان پہنچا، اور چند غیر معروف آدمی ہلاک ہوئے۔ لڑائی ختم ہوتے ہی نواب مغفرت مآب نے طرفین کے مقتولین کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ جو مجروحین اسیر ہوئے تھے، ان کی خاطر خواہ تیمار داری کی گئی۔ مبارز خاں کے دونوں بیٹوں محمود خاں و حامد اللہ خاں کے ساتھ اس کا ہم زلف دلاور خاں اور اس کا خالو محمد بیگ خاں بھی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا تھا۔ ان چاروں آدمیوں کے علاج و معالجہ کا خاص طور پر انتظام کیا گیا۔ اسیر شدہ سرداروں میں جو زخمی نہیں تھے مثلاً حکیم عزت طلب خاں، قزلباش خاں، میر ابو الفضل خاں، رضا محمد خاں (دیوان قمر نگر) آقا ابو الحسن (سوانح نگار مچھلی بندر) وغیرہ ان کے ساتھ عنایت و مہربانی کا سلوک کیا گیا۔ ان تمام زخمیوں اور قیدیوں کیلئے

اگرچہ سرکاری جانب سے ادویہ و اغذیہ کا انتظام کیا جاتا تھا، مگر نواب مغفرت مآب کے بعض سردار ایسے رحم دل اور طالب خیر واقع ہوئے تھے کہ وہ بھی اس کار خیر میں بخوشی حصّہ لیتے تھے، خصوصاً آپ کے دیوان و خانساماں اہتمام خاں نے جو ایک مخیّر اور فیض رساں سردار تھا، قیدیوں اور زخمیوں کی ایک کثیر جماعت کی غذا و دوا کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا، اسی طرح دیانت خاں دیوان دکن نے بھی ایسے بہت سے لوگوں کی امداد زر نقد اور خوراک سے کی، جو اسباب وغیرہ تاراج ہو جانے کی وجہ مفلس و قلاش ہو گئے تھے۔ نواب مغفرت مآب نے اپنی جبلی فیاضی و سخاوت سے مبارز خاں کے بیٹوں اور اس کے سرداروں کا جو کچھ اسباب از قسم جواہر و اقمشہ ضبطی میں آیا تھا، پھر انہی لوگوں کو مسترد کر دیا[1]

جنگ ختم ہونے کے تین چار روز بعد نواب مغفرت مآب فتح و نصرت کے ساتھ بلدۂ اورنگ آباد میں داخل ہوئے، اور یہاں سے ایک عرضداشت دربار مغلیہ کو ارسال کی، جس میں آپ نے پہلے اپنے فرمانبردارانہ و وفادارانہ جذبات و خیالات کی ترجمانی کی ہے، پھر اپنی عمدہ کارگذاریوں کے مقابلے میں دربار کی ناقدردانیوں اور اس کی بے انصافیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جنگ شکر کھیڑہ کے واقع ہونے اور اس میں فتح حاصل کرنے کا اجمالاً ذکر کیا ہے، اور آخر میں اپنی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں تہنیت پیش کرتے ہوئے آئندہ اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا کامل یقین دلایا ہے۔ اس عرضداشت کے پڑھنے سے دربار کی آپ کے خلاف اختیار کی ہوئی خطرناک پالیسی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ اس اہم اور تاریخی عرضداشت کو ہم

[1] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۵ تا ۹۶۔

بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ تاریخ کی کسوٹی پر اس کے حق و صداقت کا امتحان کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں ذرہ برابر کھوٹ موجود نہیں ہے۔ تب یہ کہنا بے انصافی میں داخل نہ ہوگا کہ آپ نے دربار کے پیدا کردہ مخدوش حالات میں جو روش اختیار کی ہے، وہ بالکل حق بجانب ہے، اور وہ کسی طرح معقولیت و جواز کے دائرے سے خارج نہیں ہو سکتی۔

"بحضور معلی سالک مسالک ارادت از زمان دمیدن صبح شعور کہ قدم در نشاہ راہ اطاعت گذاشتہ بعون اللہ و توفیقہ سر از خط انقیاد برنداشتہ۔ و از فرمان خدائی اعظم و اوامر و نواہی حضرت رسول اکرم صلواۃ اللہ علیہ وسلم بیرون نرفتہ بی بقائی دنیائی نا پائدار و عدم ثبات متعار چنانچہ باید دریافتہ با چنین حال از حکم پیر و مرشد حقیقی کہ ہر آئینہ صلاح عالم و نظام بنی آدم است چگونہ چشم پوشی می تواند کرد بل موافق کلام ہدایت انجام اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول اولی الامر منکم غبار آستان فیض نشان را سرمۂ چشم بصیرت میداند و ببرکت نیت خیر طویت ہر جا کہ رو آوردہ کارہائی دشوار بآسانی سرانجام یافتہ چنانچہ مقدمہ سید دلاور علیخان و عالم علی خان با کثرت افواج و قلت جمعیت و بے سامانی عقیدت شعار مرسیت روشن تر از آفتاب اعیان بارگاہ خلافت و جہانبانی کہ ہمیشہ در تدابیر این امر خطیر می بودند از دیدا یمعنی قوی دل شدہ دست جرأت کشادند و سلطنت ہمیشہ بہار و گلزار بیخار شد از ان بعد مطابق حکم گیتی منقاد بہ احمد آباد رفت حیدر قلی خان کہ دود غرور حجاب دیدۂ شعور شدہ انواع بیحکمی بظہور آوردہ بود بعد خبر وصول خانہ زاد طاقت صف آرائی در خود ندیدہ و چشم از عار فرار پوشیدہ از بیم ستیزہ راہ گریز پیش گرفت با این ہمہ تردد و جانفشانی کہ محل انصاف و قدر دانی بود مقربان

پایۂ سریر خلافت مصیر نوعیکه سلوک مرعی داشتند اظهر است غرض خانه زاد در انتظام امور غیر از
تنبیه عدوان و ترویج حکم حضرت خلیفة الرحمان امر دیگر نبود و نیست و اینمعنی بر خبیریت
حال و مآل فدوی گواه است صادق - آنفرقه سرا پا تفرقه که در لباس بندگی سامان
یغی سرانجام می دهند غیر از رواج کار و رواتق بازار خود منظور ندارند و مقدمات مذکور
را که عین دولت خواهی و محض کار آگاهی است برنگ دیگر از نظر انور جهان پرور
جلوه داده باعث شورش مزاج مقدس شدند و کار بجائے رسانیدند که خاکسار
زندگی خود در بودن حضور دشوار دیده به مُراد آباد رفت و بدین اکتفا نه کرده احکام
والا و مناشیر معلی صوبه داری دکن بنام مبارز خان فرستادند و او را بر اجتماع فوج
و تحریک سلسله فساد و تحریص کردند اگرچه خانه زاد موافق امر کرامت مواد استعفا کرده
برای آمدن خان مسطور نجسته بنیاد مکرر نوشته بود اما چون آخر آن معلوم نمود که آمدن
خان مسطور به ارادۀ دیگر است و از نسق سلطنت که کار پردازان بارگاهِ خلافت ساخته
و پرداخته ذهن نشین کرده اند اصلی ندارد و بعد بهم رسیدن سر و برگ استقلال استیصال
او بسی اشکال خواهد بود و در اثبات این امر با اشتباه اتفاق افاغنه و روسائی آن
مرز بوم محتاج بدلیل و گواه نیست نظر بحفظ جان و عزت که آیات بینات بر آن ناطق
در احتیاط کوشید و مکرر عرائض انکسار بدرگاه سپهر اشتباه فرستاده متوقع بود که شاید
پیر و مرشد بحال عقیدت سرشت کرم خواهند فرمود چون جواب اصلا پرتو ورود نه بخشید و
برغم آن عزل وزارت و صوبۀ احمد آباد و مالوه شائع گردید و مبارز خان که منتظر این
معنی بود باستظهار سپاه بسیار که عدد آن از بیست هزار افزون و مقابله با چنان فوج
خونخوار و گروه انبوه عرصۀ کارزار از حوصلۀ اندیشه بیرون میدان مبارزت بقدم

جرأت وجسارت نمود - خانہ زاد بنا بر ضرور از بلدہ بیرون آمدہ پنجشنبہ بست وسیوم محرم سنہ محمد شاہی در ساحت شنکر کھیڑہ بفاصلہ پنجاہ کروہی بلدہ نائرۂ جدال وقتال اشتعال یافت - مبارز خان مع پسران و بہادر خان وغالب خان وامین خان ومحمد خان وامین خان ودیگر ہمراہیانش بمقتضائے نیت باطن وخبث بواطن ہدف ناوک قضا شدہ قالب تہی کرد وقریب چہار ہزار افغان وغیران علف صمصام خون آشام شد وگروہی اسیر ودستگیر گردید خانہ زاد تسلیمات مبارکباد وفتح خداداد کہ فی الحقیقت انتظام وانتساق امور ممالکت است بجا آوردہ امیدوار است الحال بفضل متعال عرصۂ دکن از خاشاک وجود جمیع اہل فتن پاک شدہ ہر بندہ کہ قابل تفویض این خدمت باشد دستوری یابد وبندہ فرمان بردار بہرچہ امر شود تقدیم آن را افضل عبادت میداند - مہر سپہر سلطنت وجہانداری از افق ابہت وکامگاری ساطع و لامع باد بحق رب العباد"۔[1]

نواب مغفرت مآب نے دکن کے بعض سرداروں کے نام بھی فتحنامے روانہ کئے ہیں جن میں جنگ کی پوری تفصیل درج ہے۔ منجملہ ان کے ایک ایک فتحنامہ عبدالنبی خاں حاکم کرپہ اور راجہ ساہو کے نام بھی ارسال کیا گیا ہے۔

عبدالنبی خاں کے موسومہ فتحنامے میں جنگ کی تفصیل درج کرنے کے بعد لکھا گیا ہے کہ خان موصوف کا بیٹا عبدالفتاح خاں باجود افہام وتفہیم کے جنگ میں فریق مخالف کے ساتھ حصہ لیا تھا، اور وہ مارا گیا، پھر اس واقعہ پر رنج وملال کا اظہار کرتے ہوئے خان موصوف کو دلاسا دیا گیا ہے کہ مشیت ایزدی ہی ایسی تھی، اس پر راضی و

[1] - منشات موسوی خاں جرأت مملوکہ مولوی محمد عمر یافعی صاحب۔

وصابر رہنا چاہئے' نیز اس کی دلجوئی کی گئی ہے کہ اس کی طرف سے کوئی شکایت نہیں ہے' اس لئے آپس کے دوستانہ تعلقات بدستور برقرار رہیں گے' اور ان میں کسی قسم کا فرق نہ آئے گا۔ اس فتحنامے کی نقل یہ ہے :۔

"بعنایات الٰہی و تفقدات شاہنشاہی قریب دل فرخندہ مآل امارت و ایالت مرتبت شہامت و بسالت منزلت منیع الشان رفیع المکان باد' مبارز خان را از فساد طینت و برگشتگی طالع در پیرانہ سری باغوائی بکلمغزی چند ہوائی ریاست دکن در سر افتادہ و بر سر رشتہ پاس حقوق و احسانہا کہ وضیع و شریف را علم تفصیلی بآن حاصل است از دست داد و پا از پایہ حق شناسی و سخن شنوی و انسانیت فراتر گذاشت یعنی کارش از مرتبہ بہائم و سباع درگذشت اولئک کالانعام بل ہم اضل ہر چند بمقتضائی...

... شنی فساد ارادہ اش بدلائل ساطعہ و حجج قاطعہ در قالب تحریر و تقریر و تفسیر آمد و ابواب مراسلات موعظت آیات مفتوح گشت اما بمقتضائی بیت مشہور کہ :۔

گلیم بخت کسی را کہ بافتند سیاہ ٭ بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

آں ارذل سہل و پیرو ابو جہل اصلاً و قطعاً بسخنان مفید و موثر اثر پذیر و نصیحت نیوش ناگشتہ پائی شقاوت را بر جادۂ مخالفت افشردہ بادیہ پیمائی جہالت و شرارت گردید از کثرت نخوت و وفور غرور باوصف تکرار نصائح و تنبیہات از وبال و نکال خونریزی و قتال مسلمین مطلق نیندیشیدہ با سوار و پیادۂ بے شمار و توپ و جزائل و بان و گجنال و رہکلہ بسیار بند و قچیان منتخب و تفنگچیان کرناٹک زیادہ از حد و عد و سرداران ممتحن کار دیدہ و جرار کہ بر طمع و تذویر از اطراف و جوانب آنہا را فراہم آوردہ رفیق جنگ و پرخاش ساختہ قطع مراحل و طی منازل نمودہ بترتیب

لشکر و تسویه صفوف پرداخت بهادر خان را مع پسر و برادران شهامت پناه دلیر خان و جمع افاغنه را دست راست و دلاور خان را با دو پسر خود دست چپ و غالب خان و سید عبدالوهاب خان و قزلباش خان و عرب بیگ خان و مرزا محمد بیگ خان و فائق خان جم غفیری از نوکران خود هراول و سه پسر دیگر را با فوجهای گران ملتمش و طرح فوج گران بسته پنجشنبه بیست و سیوم محرم سنه ۶ (محمد شاهی) در سواد شکر کهیره چهل کروهی خجسته بنیاد معرکه آرائی بنز گردید سرداران متحن مذکور با سائر سپاه و کرناتکی برقنداز با بهادران نصرت قرین مانند خنازیرکه با شیران و هژبران در آویختند یک پهر و دو گهڑی کامل بکار فرمائی آتشخانه و حملهای رستمانه داد تهور و جلادت دادند دقیقه از دقائق کوشش فرو نگذاشته از شدت گرمی هنگامه کارزار ابواب حیرت را بر روی تماشائیان ملاء اعلی کشادند آخر کار باقتضائی الحق یعلو و لا یعلی نسیم فتح و ظفر از مهب عنایت ازلی بر پرچم اقبال اهل حق وزیدن گرفت و خاشاک وجود شرارت آمود آن سرگروه اشرار مع پسران و بهادر خان و امین خان و غالب خان و پسر دلیر خان و خان زمان خان و عرب بیگ خان و سید عبدالوهاب خان با جمع کثیر بباد فنا رفت ان الباطل کان زهوقا در یک موضع چهار هزار که اکثری ازین پیاده شده بجنگ کوته یراق مبادرت نموده بودند بقتل رسیدند و از کشته ها پشته ها شد و دو هزار و هفتصد اسپ و دو زنجیر فیل کشته شدند و بقیه غنیمت گشت و زیاده از دو هزار سوار بها بجا زخمی افتادند و تتمه در اطراف و اکناف رزمگاه قتیل و جریح گشتند حاصل که کم از آنها جان بر شدند از احوال پیاده ها که مقتول گشتند چه توان نوشت که از حیز شمار خارج بودند عبدالفتاح خان را هرچند کلمات نصائح آمیز نوشتم و بوساطت شهامت

وبسالت تہور خان بہادر پیام نمودم مراتب دوستیہا فیمابین متحقق است بقلم آوردم وخطوط آن رفیع المکان فرستادم کہ بچشم خود معاینہ نماید چو موعودش رسید بود مطلق فائدہ نہ بخشید وقضا نگذاشت کہ نصائح اثر کند جف القلم باہو کائن خلاصہ کلام این کہ در پاس مراتب دوستیہا این جانب در سخن ناشنوی عبد الفتاح خان وغیرہ قصورنشد فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئی . . . . . والیہ ترجعون ازین معنی ملال خاطر بسیار لاکن ناچاری را چارہ نیست بحمد اللہ در دوستیہا فیمابین قصوری راہ نیافتہ ازین رو خاطر مطمئن دارند کہ حق جل وعلا می فرماید ماشاء کان مارا بآن رفیع المکان کلمہ نیست وآن شہامت منزلت بفضل حق راضی وصابر باشند بہیچ وجہ از دوستیہای این جانب تفاوت ندانند گفتہ ونوشتہ بحول وقوۃ الہٰی درآن تفاوت نخواہد شد واللہ علیٰ مانقول شہیدا واوفی بعہد اللہ اذا عاہد والامفوضوا الایمان بعد توکیدہ‘‘ [1]

فتحنامۂ بالا میں جنگ شکر کھیڑہ کی جو تفصیل بتلائی گئی ہے، وہ من وعن راجہ ساہو کے موسومہ فتحنامے میں بھی درج ہے، اور اس کے آخر میں سرداران مرہٹہ کی عمدہ خدمات کا جو انہوں نے میدان جنگ میں انجام دی تھیں، اعتراف اور ان پر خوشنودی کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے:-

’’شہامت پناہ باجی راؤ وتہور دستگاہ سلطان جی وجلادت انتباہ پیلاجی در استیصال مخالف ترددات شایان بتقدیم رسانیدند مساعی جمیلہ این مردم کہ فی الحقیقۃ پرتو اخلاص

[1] ۔ نشانات موسوی خاں جرأت مملوکہ مولوی محمد عمر یافعی صاحب ۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب نے اس نامے کو بادشاہ کی موسومہ عرضداشت کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ (نظام الملک آصفجاہ اول صفحہ ۱۶۰ و ۱۶۱) جو صحیح نہیں ہے۔

آں منیع الشان است بیش از بیش باعث خورسندی و خورمی خاطر دوستی مآثر شدہ او

سبحانہ، دوستان یکدل را ہمیشہ دوست کام داراد"۔ [1]

فاتح سرداروں کی قدر افزائی | نواب مغفرت مآب نے اپنے سرداروں کی جان نثارانہ خدمات کی قدر کرتے ہوئے جو انھوں نے جنگ شکرکھیڑہ کے موقع پر بجالائی تھیں، انہیں اعلیٰ مناصب اور عمدہ عطایا سے سرفراز کیا۔ اس کی تفصیل تاریخ فتحیہ میں بیان کیگئی ہے، جس کو ہم ذیل کے تختے میں ظاہر کرتے ہیں:۔

نام سردار	منصب	دیگر عطایا	کیفیات
عضدالدولہ عوض خاں بہادر		جواہر خلعت خاص و فیل	یہ سابق میں ہفت ہزاری منصب تک پہنچ چکے تھے جس پر اب اضافہ نہیں کیا گیا۔
نصیرالدولہ عبدالرحیم خاں	ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار	جواہر خلعت و فیل	منصب اصل و اضافہ۔
باجی راؤ	ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار	جواہر خلعت و فیل	
راؤ رنبھا نمبالکر	ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار	جواہر خلعت و فیل	
مان سنگھ ہاکیا	ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار	جواہر خلعت و فیل	
جمال خاں	پنجہزاری پنجہزار سوار	.	منصب اصل و اضافہ
محمد غیاث خاں	پنجہزاری پنجہزار سوار	.	منصب اصل اضافہ

[1] انشای موسوی خاں (مخزونہ کتب خانہ آصفیہ) آثر نظامی۔

تہور خاں خویشگی	پنجہزاری پنجہزار سوار	.	منصب اصل و اضافہ
ترکتاز خاں	پنجہزاری پنجہزار سوار	.	منصب اصل و اضافہ
قادر داد خاں	پنجہزاری چہار ہزار سوار	.	منصب اصل و اضافہ
مقرّب خاں	چہار ہزاری چہار ہزار سوار	.	منصب اصل و اضافہ
خان عالم	چہار ہزاری چہار ہزار سوار	.	منصب اصل و اضافہ
عزیز بیگ خاں حارثی	چہار ہزاری چہار ہزار سوار	.	منصب اصل و اضافہ
اراوت خاں	چہار ہزاری دو ہزار سوار	خطاب "بہادر" علم و نقارہ	منصب اصل و اضافہ
محتشم خاں بہادر	؟	خلاع فاخرہ، و خدمت دیوانی صوبہ جات دکن۔	ان پر سابقہ خدمت بخشیگری بھی بحال رکھی گئی۔
حرز اللہ خاں	سہ ہزاری دو ہزار سوار	خلعت فاخرہ، سرپیچ مرصّع، علم و نقارہ۔	منصب اصل و اضافہ
طالب محی الدین خاں	سہ ہزاری دو ہزار سوار	خلعت فاخرہ، سرپیچ مرصّع، علم و نقارہ۔	منصب اصل و اضافہ
حفیظ الدین خاں	سہ ہزاری دو ہزار سوار	خلعت فاخرہ، سرپیچ مرصّع، علم و نقارہ۔	منصب اصل و اضافہ
محمد سعید خاں	سہ ہزاری دو ہزار سوار	خلعت فاخرہ، سرپیچ مرصّع، علم و نقارہ۔	منصب اصل و اضافہ
جگپت رائو دیلمہ [illegible] سنگھ گوڑ	سہ ہزاری دو ہزار سوار	خلعت و جاگیر پرگنہ وکلور، خدمت قلعداری قندھار	

یوسف محمد خاں		خلعت سہ پارچہ، وخدمت داروغگی خواصان وسلاح خانہ	

نواب مغفرت مآب کے ساتھ بعض امرا کی غداری

مبارز خاں کے اموال مقبوضہ میں نواب مغفرت مآب کو اس کا ایک قلمدان بھی دستیاب ہوا تھا، جس میں سے دو خط برآمد ہوئے۔ ان میں سے ایک خط محمد انور خاں کا اور دوسرا خط دیانت خاں کا مُہری و دستخطی تھا۔ یہ دونوں خط جنگ سے پیشتر مبارز خاں کے نام تحریر کئے گئے تھے ان میں ان کے محرروں نے اس کو اپنی اعانت و مدد کا یقین دلاتے ہوئے ترغیب دی تھی کہ نواب مغفرت مآب کے ساتھ جنگ کرے۔ آپ نے یُوسف محمد خاں کو خلوت میں طلب کر کے وہ دونوں خط اس کے حوالے کر دئیے کہ ان کو مجمع عام میں پڑھ کر سُنا دے تاکہ عوام ان لوگوں کی غداری سے واقف ہوں۔ یُوسف محمد خاں نے حکم کی تعمیل کی۔ بعد ازاں دونوں غداروں کو خدمات سے معزول کر دیا گیا[1]

علی اکبر خاں دیوان بُرہان پُور کی سازش یا غفلت سے بعض مخالفین نے جنگ سے پہلے مبارز خاں کے پاس شہر مذکور سے کثیر مقدار میں بارود وسیسہ کا ذخیرہ بیلوں پر لدوا کر بھجوا دیا تھا، جس کی پاداش میں خانِ موصوف بھی معتوب اور اپنی خدمت سے معزول ہوا، اور اس کی جگہ دیوانی بُرہان پُور پر عاقل خاں کا تقرر کیا گیا[2]

دکن میں جدید حکومت کا قیام

جنگ شکر کھیڑہ سے کچھ ہی عرصہ پیشتر صوبہ داری دکن نواب مغفرت مآب پر بحال کر دی گئی تھی، اس کے باوجود آپ نے جنگ مذکور میں کامیابی

[1] تاریخ فتحیہ۔ [2] تاریخ فتحیہ۔

حاصل کرنے کے بعد دربار کی ریشہ دوانیوں کا خیال نہ کرکے محض اپنی نیک نیتی سے بادشاہ کو لکھ بھیجا تھا کہ:-

"الحال بفضل تفضل متعال عرصہ دکن از خاشاک وجود جمیع اہل فتن پاک شدہ
ہر بندہ کہ قابل تفویض این خدمت باشد وسنوری یابد و بندہ فرمان بردار
بہر چہ امر شود تقدیم آن را افضل عبادت میداند"[1]

بادشاہ نے سابق میں آپ کی مخالفت کرکے کیا پھل پایا تھا، جواب پاتا۔ اس نے اس بارے میں بالکل سکوت اختیار کیا، جس کا منشا کچھ نہ تھا بجز اس کے کہ دکن کی صوبہ داری آپ ہی پر بحال رکھ کر آپ کی دلجوئی کی جائے۔ اب آپ کی بڑی خواہش یہ تھی کہ صوبہ جات دکن "برار، خاندیس، بیدر، حیدرآباد، اورنگ آباد، بیجاپور" کو سلطنت مغلیہ کے قعر مذلت میں گرے ہوئے اقتدار و تفوق سے نجات دلا دیا جائے تاکہ کم از کم یہ صوبے تو اپنے مقتدر اعلیٰ کے زوال پذیر اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔ حالات موجودہ میں اس کے امکان کی صرف یہی ایک صورت ہو سکتی تھی کہ یہاں کے سیاسی تعلقات گمراہ و کمزور مرکزی حکومت سے منقطع کرکے ان کی بنیاد اپنے درست و مضبوط اصولوں پر رکھیں، اور پھر آپ کے لئے دربار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہنے کا بھی یہی ایک عمدہ طریقہ تھا۔ اس لئے آپ نے خود مختاری اختیار کر لی۔ یہی وہ زمانہ ہے جبکہ دکن میں ایک نئی آزاد و خود مختار اسلامی حکومت یعنی "سلطنت آصفیہ" کی بنا پڑتی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض تنگ نظر و متعصب لوگ اس کارنامے پر نکتہ چینی کرتے ہوئے اس کو مغلیہ تاج و تخت کے ساتھ بغاوت و غداری پر محمول کریں، لیکن حقائق و

[1] ملاحظہ ہو عرضداشت مندرجہ صفحہ (۲۲۵ تا ۲۲۷) کتاب ہذا۔

واقعات پر از روئے انصاف سنجیدگی سے غور کیا جائے تو ان کے اس خیال کی خود بخود تردید ہو جائے گی۔ اگرچہ اب نواب مغفرت مآب دکن میں ایک آزاد اور خود مختار حکمران ہو چکے تھے، مگر اس کے بعد آپ نے مرکزی حکومت مغلیہ سے کبھی اپنے دوستانہ تعلقات منقطع نہیں کئے، اور نہ خاندان تیموریہ و سلطنت مغلیہ کے ساتھ آپ کی وفاداری و خیر خواہی میں ذرہ برابر فرق آیا۔ تادم زیست آپ ویسے ہی وفادار و خیر خواہ اور خدمت گذار رہے جیسے کہ ابتدا سے آپ کا آبائی شعار رہا ہے، اور بوقت رحلت خاص طور پر اپنے جانشین نواب ناصر جنگ کو بھی تاج و تخت مغلیہ کے ساتھ اظہار وفاداری و اطاعت کے بارے میں سخت تاکید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو وصایا)

خاندان و سلطنت تیموریہ کا ادب و احترام اس قدر ملحوظ خاطر تھا کہ آپ نے باوجود ایک آزاد اور خود مختار حکمران ہونے کے کبھی چتر شاہی استعمال اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری نہیں کیا۔ ایک مرتبہ نجومیوں نے توجہ دلائی کہ ساعت مبارک و مسعود ہے، چاہیں تو تخت شہریاری پر قدم رنجہ فرما سکتے ہیں مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔ خود مختاری کے بعد آپ کی محمد شاہ بادشاہ سے جو مراسلت ہوتی تھی اس میں بھی ادب و احترام کا پورا پورا لحاظ کیا جاتا تھا، اور جب کبھی سلطنت مغلیہ کو آپ کی خدمات کی ضرورت پڑتی تو آپ بلا دریغ اپنی خدمات پیش کر دیا کرتے تھے۔ انتہائی نازک اور خطرناک حالت میں بھی آپ نے کبھی تاج و تخت مغلیہ کی خدمت و مدد کرنے سے منہ نہیں موڑا جس کی تصدیق بعد کے واقعات سے بخوبی ہو سکے گی کیا کسی تاج و تخت کے ساتھ اسکے ایک باغی و غدار امیر کی ذات سے اس قدر ادب و احترام وفاداری و خیر خواہی اور خدمت و اعانت کی توقع کی جا سکتی ہے؟ ہمیں یقین ہے اس کا جواب نفی ہی میں دیا جائے گا، تو پھر وہ امیر اس سلطنت کے حق میں سچا وفادار و خدمت گذار کہلائے گا نہ کہ باغی و غدار۔ اس صورت میں اس امیر کو باغی و غدار

کہنے اور لکھنے والے یقیناً "تنگ نظر" یا "متعصب" کا لقب پانے کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ خود مختاری سے پیشتر اور بعد کے حالات و واقعات پر اچھی طرح نظر ڈالی جائے تو نواب مغفرت مآب اپنی موروثی وفا شعاری کے مرکز سے کبھی ہٹے ہوئے پائے نہیں جاتے۔ اس سے بڑھ کر وفاداری اور کیا ہوگی کہ ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت "سلطنت مغلیہ" کو صفحہ دہر سے مٹے ہوئے ایک مدت گذر گئی، مگر اسکی زندہ یادگار آپ کے طفیل میں آج تک ایک دوسری آزاد و خود مختار اسلامی مغل حکومت "سلطنت آصفیہ" کی شکل میں دکن کے وسیع خطے پر موجود ہے، اور بفضل ایزدی آئندہ بھی ایک لامتناہی عرصے تک موجود رہے گی۔ اگر آپ سلطنت مغلیہ کے ساتھ دکن میں اعلان خود مختاری کرکے اس طرح حق وفاداری ادا نہ کرتے تو یہ علاقہ بھی کبھی کے اپنے مقتدر اعلیٰ کے تنزل و ادبار کا شکار ہوکر تباہ و برباد ہو جاتا، اور آج یہاں بجائے اسلامی مغل سلطنت کے اغیار کی حکومت نظر آتی۔ چودھری نبی احمد سندیلوی نے بہت صحیح لکھا ہے کہ اگر عالمگیر کے بعد نواب مغفرت مآب کا قدم دکن میں نہ ہوتا تو دکن میں آج حیدرآباد کی سلطنت نہ ہوتی۔

حیدرآباد میں نواب مغفرت مآب کے خلاف مقابلے کی تیاریاں

مبارز خاں نے اپنی ناکام مہم پر روانہ ہوتے وقت اپنے ایک بیٹے خواجہ احمد خاں کو صوبہ حیدرآباد میں اپنا نائب بناکر چھوڑ دیا تھا۔ جب احمد خاں کو اپنے باپ کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے قلعہ محمد نگر (گولکنڈہ) کو صندل خاں خواجہ سرا کے قبضے سے جو مبارز خاں کے دوسرے بیٹے کی طرف سے یہاں کا محافظ تھا، نکال لیا، اور اس میں تمام مال و متاع اور قبائل کے ساتھ متحصن ہوکر نواب مغفرت مآب سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں

کرنے لگا، نیز اس نے اطراف و اکناف کے قلعداروں اور زمینداروں کے پاس پیغامات بھیجے کہ وہ بھی آپ کے خلاف علم بغاوت بلند کریں اور اس کی مدد پر آمادہ ہوں قلعے میں جو مفسد لوگ مدت دراز سے مقید تھے، اس نے ان کو بھی چھوڑ دیا کہ فتنہ و فساد برپا کر کے حریف کو پریشان کریں۔ نواب مغفرت مآب کو اورنگ آباد میں ان تمام واقعات کی خبر ہو چکی تھی۔ آپ نے چند روز اورنگ آباد ہی میں گذارے اور اس مدت میں ضروری انتظامات سے فراغت حاصل کر لی۔ من بعد آپ ۵ ا صفر ۱۱۳۷ھ کو صوبہ حیدرآباد کی طرف روانہ ہوئے بیدر کے مقام پر وہاں کے قلعدار میر کلاں تورانی نے آپ کے استقبال کی عزت حاصل کی آپ نے اس کو خلعت سے سرفراز کیا، اور بیدر کی قلعداری اسی پر بحال رکھی۔ قلعہ دار مذکور ترکی زبان اچھی طرح جانتا تھا، چونکہ آپ کو بھی اس زبان سے خوب واقفیت تھی، اس لئے ہمیشہ آپ اسی زبان میں اس سے تکلم فرمایا کرتے تھے[1]

بھونگیر و نوجر کی تسخیر بیدر سے آگے بڑھنے کے بعد جب نواب مغفرت مآب قصبۂ کوہیر میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کاظم علی خاں (پسر حاجی منصور) فوجدار بھونگیر خواجہ احمد خاں کے اغوا سے مقابلے پر آمادہ ہو گیا ہے، اسی طرح تلنگانے کے زبردست زمیندار اپارا‌ؤ نے بھی قلعۂ نوجر (اسلام آباد) میں لڑائی کے ارادے سے مورچے قائم کر لئے ہیں تب آپ نے ایک فوج اہتدا خاں دیوان و خانساماں کی کمان میں کاظم علیخاں کی سرکوبی کے لئے اور دوسری فوج سیف علی خاں بخشی دوم کی سرکردگی میں اپارا‌ؤ کی تنبیہ کے لئے بھیج دی۔ اہتدا خاں کے غیاب میں فرائض دیوانی و خانسامانی انجام

[1] تاریخ فتحیہ۔

دینے کے لئے شریف محمد خاں بخشی شاگرد پیشہ کو اور سیف علی خاں کی غیر موجودگی میں فرائض بخشی دوم بجا لانے کے لئے یوسف محمد خاں کو حکم دیا گیا۔[1]

اہتدا خاں کے مقابلے میں کاظم علی خاں کو شکست اٹھانی پڑی، اور وہ لڑائی میں کام آگیا۔ اس کے بعد قلعۂ بھونگیر پر قبضہ کرکے اہتدا خاں مظفر و منصور نواب مغفرت مآب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔[2]

اپا راؤ کے ہاں قلعہ نوجر میں کافی اسباب جنگ فراہم تھا۔ وہ متحصّن ہو کر آمادۂ پیکار رہا۔ اگرچہ یہ قلعہ خام تھا، مگر اس کی دیواریں بہت عریض تھیں اور اس کے اطراف خندق بھی کھدی ہوئی تھی۔ نواب مغفرت مآب کی فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ لڑائی کو شروع ہوئے دو تین مہینے گذر چکے تھے، مگر فتح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ تب محاصرین نے قلعے کے اطراف حصار اور دمدمے تیار کئے، اور ان پر بڑی توپیں چڑھا کر سخت گولہ باری شروع کردی، جس سے محصورین کو سخت نقصان پہنچا، اور وہ بدحواس ہو گئے۔ آخر کار اپا راؤ نے عاجز ہو کر معافی کی درخواست کی، اور قلعہ تمام نقد و جنس کے ساتھ محاصرین کے حوالے کرکے دست بستہ نواب مغفرت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے قدموں پہ گر گیا۔ آپ نے اس کی خطا بخش دی، اور خلعت مرحمت کرکے پرگنۂ نوجر اس کو جاگیر میں عنایت کیا۔[3]

بعض سرکارات کا انتظام حیدرآباد کی طرف نواب مغفرت مآب کی پیش قدمی اور آپ کی فتوحات سے اطراف و اکناف کے اکثر سرکارات خود بخود آپ کے قبضہ و تصرف میں آگئے۔ ان میں سے بعض سرکارات کے نظم و نسق کی باگ ڈور آپ نے اپنے

---

[1] و [2] تاریخ فتحیہ۔ [3] تاریخ فتحیہ

منتخب و معتمد سرداروں کے ہاتھ میں دے دی، اور بقیہ کا انتظام حسب سابق بحال رکھا۔ چنانچہ سرکار سیکاکول کی فوجداری حفیظ الدین خاں و محمد سعید خاں کو عنایت ہوئی اور سرکارات فیروز نگر (راچور) و بیجاپور کی فوجداری طالب محی الدین خاں کے تفویض ہوئی، اور ان کی معیت میں مرزا علی بہ حیثیت مشیر بھیجا گیا کیونکہ وہ ان علاقوں کے حالات سے بخوبی واقف تھا۔ مسولی پٹم (مچھلی بندر) پر جو ایک عمدہ سرکار اور ایک عمدہ بندر ہونے کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا تھا، اور جہاں یورپی تاجر بستے تھے، اہتدا خاں کو بھیج دیا گیا۔ خواجہ رحمت اللہ خاں اور خواجہ عبداللہ خاں نے جو مبارز خاں کے زمانے سے سرکارات سیکاکول و راجمندری کی دیوانی پر مامور تھے، نواب مغفرت مآب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت کا اظہار کیا تھا، اس لئے ان کو ان کی خدمات ہی پر بحال رکھا گیا، آخرالذکر کو خدمت خانسامانی بھی سپرد ہوئی۔ خواجہ عبید اللہ خاں بھی اظہار فرمانبرداری کے سبب اپنی خدمت فوجداری سرکار مرتضیٰ نگر (گنٹور) پر بحال رہا، جہاں وہ سابق سے مبارز خاں کی طرف سے مامور تھا، اور اس کو خطاب "ابوالوفا خاں" بھی مرحمت ہوا۔ فوجداری سرکار ایلور پر فیض اللہ اور فوجداری سرکار مصطفیٰ نگر پر آغا معین کا تقرر عمل میں آیا، اور یہ دونوں خطاب خانی سے سرفراز ہوئے [۱]

خواجہ محمود خاں، خواجہ حامد اللہ خاں (پسران مبارز خاں) دلاور خاں و قزلباش خاں، جو میدان کارزار میں گرفتار ہوئے تھے، اب تک نظر بند تھے۔ نواب مغفرت مآب نے ان سب کو رہا کر کے حسب مراتب خلاع، مناصب و جاگیرات سے

[۱] تاریخ فتحیہ۔

سرفراز کیا۔[1]

قلعہ محمد نگر پر قبضہ سرکارات کے انتظامات سے فارغ ہو کر نواب مغفرت مآب نے قلعہ محمد نگر کی تسخیر کا ارادہ کیا، اور حیدرآباد پہنچ کر باغ گوشہ محل میں رونق افروز ہوئے۔ قبل اس کے کہ خواجہ احمد خاں کے خلاف کوئی سخت کارروائی اختیار کریں، آپ نے دلاور خاں کو قلعہ محمد نگر میں بھیج دیا تاکہ اس کو تفہیم کردے کہ "اگر وہ اطاعت کر کے قلعہ ہمارے آدمیوں کے سپرد کرے اور ہمارے پاس آجائے تو ہم قلعے میں اندوختہ مال و متاع سے کچھ تعرض نہ کریں گے اور وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح منصب و جاگیر سے سرفراز ہوگا، اور اگر وہ راہِ راست پر نہ آیا تو نقصان اٹھائے گا۔" دلاور خاں ایک جہاندیدہ اور تجربہ کار شخص تھا۔ وہ خواجہ احمد خاں کا خالو بھی ہوتا تھا، اور خسر بھی۔ اس نے قلعے میں جا کر احمد خاں کو اچھی طرح نشیب و فراز سمجھا دیا، اور اس کو اطاعت قبول کر لینے ہی کی صلاح دی۔ انجام کار پر نظر کر کے خواجہ احمد خاں نے بھی اس کی صلاح مان لی، اور اظہار اطاعت کر کے قلعے کی کنجیاں نواب مغفرت مآب کے ملازمین کے حوالے کر دیں۔ آپ نے اس کے ساتھ حسب وعدہ عمدہ سلوک کیا، چنانچہ اس کو منصب پنجہزاری و پنجہزار سوار و خطاب "شہامت جنگ" سرفراز کر کے نواح حیدرآباد میں چند لاکھ کی جاگیر عنایت کی، اور مبارز خاں کا تمام مال و اسباب اور زرِ نقد جو قلعے میں مدت سے جمع تھا معاف کر دیا کہ فرائض شرعی کے موافق سب بھائی آپس میں تقسیم کر لیں، نیز اس کے دوسرے بھائیوں اور بعض رشتہ داروں کو مناسب مناصب اور خطابات عطا کئے۔[2]

---

[1] تاریخ فتحیہ۔

[2] تاریخ فتحیہ۔

صوبۂ حیدرآباد کا بندوبست قلعۂ محمد نگر پر قبضہ ہونے کے بعد نواب مغفرت مآب صوبہ حیدرآباد کے انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے یہاں کی نظامت خیر اللہ خاں کے سپرد کی، اور قلعہ محمد نگر کی قلعداری پر ہمت یار خاں کو مقرر کیا۔ حیدرآباد اور اس کے اطراف واکناف کا بخوبی بندوبست کرکے آپ کرناٹک کی طرف روانہ ہوئے[1]۔

کرناٹک پر قبضہ اور اس کا انتظام نواب مغفرت مآب کا کرناٹک کے علاقے میں قدم رکھنا تھا کہ وہاں کے فوجدار و قلعہ دار وغیرہ آآکر حلقہ بگوش ہونے لگے۔ عام حالات میں آپ کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ جو سردار خود آپ کے سامنے سر اطاعت خم کر دیتے تو آپ ان لوگوں کو ان کی خدمات سے علیحدہ نہیں کرتے بلکہ ان کو انہی کی خدمات پر بحال رکھتے تھے، اور اکثر ان کو خلعت و خطاب و اضافہ منصب وغیرہ سے سرفراز کرتے تھے۔ اس عمدہ حکمت عملی کا باعث تھا کہ آپ بہت جلد مقبوضہ علاقوں کے قدیم سرداروں میں ہردلعزیزی پیدا اور ان کا تعاون حاصل کر لیتے تھے، جس سے استحکام اقتدار و تسلط اور تنظیم و تنسیق ملک میں آپ کو بڑی مدد ملتی تھی۔ اسی حکمت عملی کے تحت آپ نے عبدالنبی خاں فوجدار کڑپہ اور رندولہ خاں فوجدار کرنول کو انہی کی سابقہ خدمات پر بحال رکھا۔ فوجداری محال ادھونی (امتیاز گڈھ) بھی رندولہ خاں سے متعلق تھی۔ یہ خدمت اس سے لے لی گئی، اور اس پر مبارز خاں کے داماد ثناء اللہ خاں (ذمیرۂ عنایت اللہ خاں) کا تقرر عمل میں آیا، مگر قلعۂ ادھونی کی قلعہ داری حسب سابق سلطان علی خاں پر بحال رکھی گئی، اور اس کو خلعت بھی مرحمت ہوا۔ طاہر خاں فوجدار

---

[1] تاریخ فتحیہ۔

کرناٹک اور سعادت اللہ خاں ناظم ارکاٹ بھی مورد عنایات ہو کر بدستور اپنی اپنی خدمات پر فائز رہے۔ سرینگ پٹن و مدنپور کے زمینداروں نے حاضر خدمت ہو کر ازراہ اطاعت پیش کش گذراننے کی سعادت حاصل کی، اسی طرح بیجاپور و کرناٹک کے بڑے بڑے زمیندار بھی اظہار اطاعت کی غرض سے خدمت میں حاضر ہوئے اور پیش کش اور نذریں گذرانیں[1]

کرناٹک میں خاطر خواہ انتظامات کر کے نواب مغفرت مآب گلبرگہ آئے، جہاں آپ نے درگاہ حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کی زیارت کی، پھر یہاں سے چل کر فتح آباد (دھارور) پہنچے، چونکہ برسات کا موسم تھا، اس لئے چندے یہیں قیام کیا۔ اسی زمانے میں سلطان جی نمبالکر جو راجہ ساہو کا سر لشکر تھا، اس کی ملازمت ترک کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سعادت ملازمت حاصل کی۔ آپ نے ازراہ عنایت اس کو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار سرفراز کر کے محال پاتھری (واقع صوبہ برار) بطور جاگیر عطا کیا[2]

احمد آباد میں ہنگامہ آرائی

ہم باب گذشتہ میں معز الدولہ حیدر قلی خاں صوبہ دار احمد آباد کے علم بغاوت بلند کرنے اور پھر نواب مغفرت مآب کے مقابلے میں مرعوب ہو کر اسکے شاہجہاں آباد کی طرف مراجعت کرنے کا حال بیان کر آئے ہیں۔ خان موصوف جاتے جاتے صوبہ احمد آباد کی حکومت کی باگ ڈور تین بھائیوں یعنی شجاعت خاں، رستم علی خاں وابراہیم قلی خاں کے ہاتھوں میں سونپ گیا تھا، جو اسی کے پیش آوردہ تھے[3]۔ بعد میں نواب مغفرت مآب کے مقرر کردہ نائب یعنی آپکے چچا حامد خاں نے اس حکومت کا

---

[1] تاریخ فتحیہ۔ [2] تاریخ فتحیہ۔ [3] منتخب اللباب خافی خاں جلد دوم صفحہ ۹۶۵۔

جائزہ حاصل کیا اور وہ اپنے منشا کے مطابق ضروری انتظامات عمل میں لانے لگے۔ اس وقت بعض مفسدوں نے ان تینوں بھائیوں اور جدید نائب صوبہ دار کے درمیان جذبات مخالفت پیدا کر کے ان کو آپس میں لڑا دینے کی کوشش کی، چنانچہ وہ تینوں بھائی اپنی فوجیں لے کر لڑائی پر بالکل آمادہ بھی ہو گئے تھے، مگر جدید نائب صوبہ دار کی دور اندیشی سے کوئی لڑائی واقع نہ ہونے پائی اور باہم صلح ہو گئی[1] لیکن اس سے طرفین کے جذبات مخالفت پوری طرح زائل نہ ہو سکے۔ دربار کی ریشہ دوانیوں کے تحت جب نواب مغفرت مآب صوبہ داری احمد آباد سے بے دخل کر دیئے گئے اور اس خدمت پر مبارز الملک سربلند خاں کا تقرر عمل میں آیا تو سند نیابت شجاعت خاں کے نام ارسال کر دی گئی کہ منصوبے غیاب میں وہ خدمت انجام دے۔ سند نیابت کے پہنچتے ہی شجاعت خاں نے صوبہ احمد آباد کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا اور حامد خاں سے کہا کہ قلعہ بھدر جس میں وہ فروکش تھے، خالی کر کے چلے جائیں۔ اس وقت شدت بارش کی وجہ دور دراز کا سفر اختیار نہیں کیا جا سکتا تھا، اس لئے حامد خاں نے شجاعت خاں سے چند روز کی مہلت طلب کی، مگر اس نے مہلت دینے سے صاف انکار کر دیا، اور ساتھ ہی فوجی تیاریاں بھی شروع کر دیں تاکہ اگر وہ قلعہ چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوں تو ان پر جبر و تشدد کیا جا سکے۔ جب حامد خاں کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو انہوں نے بھی اپنی جگہ مقابلے کا انتظام کر لیا۔ آخر کار ان دونوں کے درمیان ایک زبردست لڑائی شروع ہوئی، جس میں طرفین کے بہت سے آدمی ضائع ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر علی محمد خاں (پدر محمد علی خاں مصنف مرآت احمدی) کو خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں

---

[1] ۔ مرآت احمدی جلد دوم صفحہ ۵۱ ۔

لڑائی رفتہ رفتہ طول کھینچ کر ملک و رعایا کی تباہی و بربادی کا باعث نہ ہو، اس لئے وہ صفدر خان بابی کے پاس گئے، اور صلابت خاں و جوانمرد خاں کی موجودگی میں اس سے کہا کہ "اصل منصوب تو دوسرا شخص ہے جو آرہا ہے۔ یہ لوگ بلا وجہ آپس میں لڑ رہے ہیں، جس سے ملک و رعایا کی تباہی و بربادی ہو رہی ہے، اگر ان دونوں میں صلح کرا دی جائے تو اولیٰ و انسب ہے، اور یہ منصوب کی خوشنودی کا بھی باعث ہوگا" صفدر خاں بابی نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر علی محمد خاں اور صفدر خاں بابی وغیرہ مل کر ان دونوں کے پاس پہنچے اور لڑائی کے ملک و رعایا کے حق میں تباہ کن اثرات پر توجہ دلاتے ہوئے ان کی فہمائش کی کہ لڑائی سے باز آکر آپس میں صلح کر لیں جس کا اثر یہ ہوا کہ ہر دو مخالف لڑائی سے باز آکر صلح کر لینے پر آمادہ ہو گئے، چنانچہ ان دونوں میں صلح ہو گئی، اور حامد خاں حسب قرار داد موسم باراں گذارنے کے لئے دوحد چلے گئے۔ دوحد پہنچ کر انہوں نے واقعات پیش آمدہ سے متعلق ایک تفصیلی رپورٹ لکھ کر نواب مغفرت مآب کی خدمت میں بھیج دی، صلح ہو جانے کے بعد شجاعت خاں بندوبست ملک و حصول پیش کش کے لئے سات آٹھ ہزار سوار و پیادہ ساتھ لیکر ضلع دریائے سانبر کی طرف چلا گیا۔ جاتے ہوئے اس نے بلدۂ احمد آباد میں اپنے [illegible] ابراہیم قلی خاں کو چھوڑ دیا، اور رام رائے کو موندے کی فوجداری پر مقرر کرکے اس کو ایک مختصر جمعیت سپرد کی کہ اگر حامد خاں دار الحکومت کی طرف پھر رخ کریں تو ان کے سد راہ ہو[1]

پیلاجی گائیکواڑ سابق سے ضلع بندر سورت میں فتنہ و فساد مچا رکھا تھا۔

---

[1] مرأت احمدی جلد دوم صفحہ ۵۵۔

مومن خان متصدی نے عزت محمد خاں کی سرکردگی میں اس کی سرکوبی کے لئے فوج بھی بھیجی تھی، مگر اس کو اپنے ارادے میں کامیابی نہ ہوسکی، اور اس کی فرستادہ فوج کو بری طرح شکست ہوئی۔ اس سے پیلاجی گائیکواڑ کو بندر سورت میں کافی اقتدار حاصل ہوگیا، اور اس نے کئی پرگنوں پر قبضہ کرکے وہاں قلعے بنوا لئے۔ کنٹھاجی مرہٹہ بھی دوحد کی طرف گودھرہ کے علاقے میں پہنچ کر لوٹ مار اور قتل و غارت کرنے لگا تھا۔ جب مومن خاں کی جگہ شجاعت خاں کا بھائی رستم علی خاں خدمت متصدی گری پر مامور ہوا تو اس نے پیلاجی گائیکواڑ کی تنبیہ کا ارادہ کیا، اور دو تین مرتبہ مقابلہ کرکے اس کو شکست بھی دی۔ شجاعت خاں کو حامد خاں کے مقابلے میں اور رستم علی خاں کو پیلاجی کے مقابلے میں عارضی کامیابی حاصل ہونے سے خاص و عام میں ان کی بہادری کی شہرت ہوگئی۔ ان عارضی کامیابیوں سے خود شجاعت خاں کی اتنی جرأت بڑھ گئی تھی کہ وہ دربار مغلیہ کو نواب مغفرت مآب کے ساتھ مخالفت پر آمادہ دیکھ بعض امرا کی وساطت سے بادشاہ سے درخواست کر بیٹھا کہ "اگر پرداخت ماہر دو برادران شود و رسالہ مرحمت گردد قریب بیست ہزار کہ موجود است، جمعیت دیگر فراہم آوردہ ہر گاہ فرمان شود بمقابلہ و منازلہ آصف جاہ حاضریم۔"

دکن میں نواب مغفرت مآب کی حالیہ فتوحات اور خود مختارانہ حرکات کو دیکھ کر آپ کے مخالفین نے محمد شاہ بادشاہ کو یقیناً برہم کرا دیا ہوگا۔ اس صورت میں کوئی وجہ نہ تھی کہ شجاعت خاں کی درخواست رد کر دی جاتی۔ بادشاہ نے اس کی درخواست بخوشی منظور کرلی، اور مہم کے اہتمام کے لئے تین لاکھ روپیے علی الحساب خزانہ بندر سورت سے منظور کئے۔ شجاعت خاں نے اپنے فرزند احمد قلی خاں کو رسالہ دار مقرر کرکے

رُستم علی خاں کے پاس بندر سورت بھیج دیا کہ وہ اس کے اتفاق و مشورہ سے فوج کی فراہمی کا انتظام کرے [1]

اب نواب مغفرت مآب کے خلاف احمد آباد سے ایک نیا فتنہ کھڑا کرنے کی شدّ و مد سے تیاریاں کی جارہی تھیں۔ اس صورت میں وہاں حامد خاں کی موجودگی بھی خطرے سے خالی نہ تھی۔ نواب مغفرت مآب کو ان تمام کارروائیوں کی اطلاع برابر مل رہی تھی۔ چونکہ اس وقت آپ کا سکوت اختیار کرنا مصلحت کے خلاف تھا، اس لئے آپ نے حامد خاں کو لکھ بھیجا کہ کنٹھاجی اور پیلاجی کو اپنی رفاقت پر آمادہ کر کے شجاعت خاں کو اس کی فتنہ پردازی کا مزہ چکھائیں۔ اس پر حامد خاں نے شجاعت خاں کے خلاف مہم کی تیاریاں شروع کر دیں۔ انھوں نے احمد آباد کے ان سربرآوردہ لوگوں کو جو ان سے موافقت اور شجاعت خاں سے مخالفت رکھتے تھے، اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کیا، اور مالوے کے روہیلہ جماعہ داروں میر نتھو و محمد صلابت خاں کے پاس پیامات بھیجے کہ شجاعت خاں کے خلاف اختیار کی جانے والی مُہم میں اپنی خدمات پیش کریں، اور نیز کنٹھاجی سے عہد و پیمان کیا کہ اس مُہم میں اگر وہ ان کی اعانت و رفاقت کرتے تو اس کے صلے میں اس کو حصول چوتھ کے کامل اختیارات عطا کئے جائیں گے۔ حسب معاہدہ کنٹھاجی ایک کثیر فوج لے کر حامد خاں کے پاس پہنچ گیا، پھر ان دونوں نے اپنی متحدہ فوجوں کے ساتھ بلدۂ احمد آباد کی طرف جو صوبے کا دار الحکومت تھا، رُخ کیا۔ اس وقت شجاعت خاں اضلاع کے دورے پر گیا ہوا تھا۔ متحدین چاہتے تھے کہ اس کے غیاب ہی میں

[1] ۔ مرآت احمدی جلد دوم صفحہ ۵۶ ۔

اچانک طور پر دارالحکومت کو اپنے قبضہ و تصرف میں کر لیں۔ جب ابراہیم قلی خاں کو احمد آباد کی طرف متحدین کی نقل و حرکت کا علم ہوا تو اس نے شجاعت خاں کے پاس کہلا بھیجا کہ جلد سے جلد مستقر کو لوٹ جائیں۔ حقیقت حال سے واقف ہو کر شجاعت خاں بعجلت تمام مستقر کی طرف لوٹا۔ بلدہ احمد آباد کے نواح میں پہنچا تھا کہ اس کو متحدین کی فوجوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک زبردست معرکہ پیش آیا، جس میں شجاعت خاں کو بُری طرح شکست ہوئی اور وہ کام آیا۔ نیز اس کے بہت سے آدمی ہلاک ہوئے۔ جو لوگ بچ رہے تھے، ان میں سے اکثروں نے راہِ فرار اختیار کی، اور بقیہ مخالفین کے ہتھے چڑھ گئے، جن میں اس کے دو بیٹے حسین قلی خاں اور مصطفیٰ قلی خاں بھی تھے (۱۱۳۷ھ)۔[1]

ابراہیم قلی خاں میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ مخالفین کا مقابلہ کر سکتا، اس لئے اس نے دب کر صفدر خاں بابی کی وساطت سے حامد خاں سے صلح کر لی، اور دارالحکومت ان کے حوالے کر دیا! اس فتح سے حامد خاں کو اپنا کھویا ہوا اقتدار پھر حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے کنٹھاجی کو اس کی اعانت و رفاقت کے صلے میں حسب معاہدہ چوتھ کے اختیارات تفویض کر دئے۔

ابراہیم قلی خاں، حامد خاں سے صلح کر چکا تھا، اور حامد خاں نے بھی اپنی طرف سے اس کی ہر طرح تشفی و تسلی کر دی تھی۔ اس کے باوجود ابراہیم قلی خاں کو گمان پیدا ہوا کہ وہ اس کی اور اس کے خاندان و متوسلین کی تخریب کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر وہ حامد خاں سے انتقام لینے پر آمادہ ہو گیا، اور فیصلہ کیا کہ دغا و فریب سے

---

[1] مرآت احمدی جلد دوم صفحہ ۶۱۔

ان کو انہی کے محل میں ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اس غرض کے لئے اس نے محمد علی و فرید خاں افغان جماعہ داروں سے ساز باز بھی کر لی تھی، جو حامد خاں کے ہمراہیوں میں سے تھے۔ بموجب قرارداد جب ابراہیم قلی خاں چند رفیقوں کو ساتھ لے کر حامد خاں کو ٹھکانے لگا دینے کے ارادے سے محل میں داخل ہوا تو محل کے محافظوں کو عین وقت پر اس کی اطلاع ہوگئی اور وہ ہجوم کر کے ابراہیم قلی خاں اور اس کے رفیقوں پر تلواریں سونت کر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی بہت کشمکش کے بعد ابراہیم قلی خاں تلوار کے گھاٹ اترا، اور اس کے رفقا بھاگ کھڑے ہوئے من بعد محمد علی اور فرید خاں افغان بھی اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ شجاعت خاں و ابراہیم قلی خاں وغیرہ کی تمام جائدادیں ضبط کر لی گئیں اور ان کے متوسلین اور ملازمین سب قید ہوئے[1]

رستم علی خاں کو اپنے بھائیوں کے مارے جانے کی اطلاع اس وقت ملی جب کہ وہ پیلاجی کے تعاقب میں کتل خانہ پور کی طرف گیا ہوا تھا۔ اس اطلاع کے ملنے سے دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہوگئی، اور وہ پیلاجی کا تعاقب چھوڑ بعجلت ممکنہ اپنے مستقر سورت کو واپس ہوا کہ حامد خاں سے اپنے بھائیوں کے خون کا انتقام لینے کے لئے جنگ کی تیاری کرے۔ سورت پہنچ کر اس نے جنگ کے انتظامات مکمل کر لئے، مگر اس وقت احمد آباد کی طرف کوچ کرنے میں بڑی دقت یہ درپیش تھی کہ رستے میں اس کا قدیم دشمن پیلاجی حائل تھا۔ رستم علی خاں نے مصلحت وقت کے لحاظ سے اپنے اس دشمن سے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی اور

[1] مرأت احمدی جلد دوم صفحہ ۶۶ و ۶۷۔

ان دونوں میں باہم دوستی کے عہود و مواثیق بھی طے پا گئے۔ رستم علی خاں کی درخواست پر پیلاجی نے خاص مراعات کی توقع میں اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی حمایت پر آمادہ ہوگیا، اور وہ دونوں اپنی فوجیں لے کر احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حامد خاں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے صفدر خاں بابی کو اپنی نیابت کرنے کے لئے دارالحکومت میں چھوڑ دیا، اور خود حریفوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ قبل اس کے کہ لڑائی کا آغاز ہو حامد خاں نے پیلاجی کے پاس نواب مغفرت مآب کے شقے بھیج کر جو اس کی رفاقت و مدد حاصل کرنے کے بارے میں تحریر کئے گئے تھے اسکو رستم علی خاں سے توڑ لینے کی کوشش کی۔ پیلاجی ان شقوں کو دیکھتے ہی رستم علیخاں کی حمایت کرنے کا ارادہ ترک کر دیا، اور ایک رات چپکے سے خان مذکور کے کیمپ سے نکل کر حامد خاں کے پاس آیا، اور باہم عہد و پیمان کر کے پھر واپس چلا گیا۔ دریائے مہی کے کنارے فریقین کا سامنا ہوا۔ پہلے ہی مقابلے میں حامد خاں کے آدمیوں کے پیر اکھڑ گئے تھے۔ اس کے بعد ہی پیلاجی موقع پا کر رستم علی خاں کی بہیر کو تاخت و تاراج کر کے حامد خاں سے آملا۔ جب دوسری مرتبہ مقابلہ ہوا تو اس میں رستم علیخاں کو کامل شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ بعد ازاں حامد خاں فتح و نصرت کے ساتھ دارالحکومت میں داخل ہوئے[1]

پیلاجی کو بھی اس کی رفاقت کے صلے میں حامد خاں نے حصول چوتھ کے بارے میں وہی مراعات دئے، جو سابق میں کنٹھاجی کو دئے تھے، مگر وصول و تقسیم چوتھ کے لئے وہ دونوں ہم قوم سردار آپس میں جھگڑ بیٹھے۔ آخر کار حامد خاں کی مداخلت سے

---

[1] مرأت احمدی جلد دوم صفحہ ۷۶، ۷۷۔ ۲۴۹۔

سمجھوتہ ہوگیا کہ دریائے مہی کے مشرقی علاقوں میں پیلاجی اور مغربی علاقوں میں کنٹھاجی اپنی اپنی صوابدید سے وصول چوتھ کا انتظام کریں۔ اسکے بعد پیلاجی اور کنٹھاجی اپنے اپنے علاقوں کو واپس ہو گئے۔

شجاعت خاں اور اس کے بھائیوں کے مارے جانے کی خبر جب پایہ تخت کو پہنچی تو بادشاہ نے مبارز الملک سربلند خاں کو حکم دیا کہ فوراً ایک جرار لشکر لے کر احمد آباد [illegible] حامد خاں کو وہاں سے بے دخل کر دے۔ اس مہم کے انتظامات کے [illegible] روپے منظور ہوئے۔ رقم منظورہ کے منجملہ پچاس لاکھ روپے تو [illegible] خاں کو [illegible] سے نقد دئے گئے، اور بقیہ پچاس لاکھ روپے باقساط [illegible] روپے ادا کرنے کا تصفیہ ہوا۔ خان موصوف کی درخواست پر سیف الدین علی خاں، نجم الدین علی خاں و نجابت علی خاں وغیرہ سادات بارہہ کو جو قلعے میں قید تھے، رہا کر دیا گیا، اور وہ مناصب، خدمات و جاگیرات سے سرفراز ہو کر اس کی کمک پر مامور ہوئے۔ ان کے علاوہ مہاراجہ ابھی سنگھ (راجہ مارواڑ) بخت سنگھ (راجہ ناگور) و کندوپ سنگھ وغیرہ بھی سربلند خاں کی کمک پر متعین کئے گئے۔

سربلند خاں مہم کے انتظامات مکمل کر کے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا، اور اپنے بخشی نجم [illegible] کو بعد فوج اور توپ خانے کے ساتھ بطریق منقلا آگے بھیج کر سردار محمد خاں غوری کو [illegible] تھا، لکھا کہ موقع پا کر دار الحکومت کو اپنے زیر تصرف کر کے اس کی نیابت [illegible]

[illegible] حامد خاں نے سربلند خاں کی روانگی کا حال سن کر مرہٹوں کو اپنی مدد کے لئے طلب [illegible] جب مرہٹوں کے پہنچنے میں [illegible] تاخیر ہونے لگی تو وہ [illegible] سنگھ کو اپنا نائب [illegible] کی اعانت و مدد [illegible]

مامور کرکے محمود آباد کی طرف چلے گئے۔ تب سردار محمد خاں غورنی نے سربلند خاں کے ارشاد کی تعمیل میں دغا و فریب سے بلدۂ احمد آباد کو اپنے زیر تصرف کرلیا، اس کے بعد شیخ الہ یار بھی جو قریب ہی آکر پڑا ہوا تھا، اپنا لشکر غلام علی بیگ، خواجہ محمد امان و رائے زادہ ہرکرن کے تفویض کرکے ایک ہزار سواروں کے ساتھ بلدہ میں داخل ہوگیا۔ اس اثنا میں کنٹھاجی اپنی فوجیں لے کر حامد خاں کی مدد کو پہنچ گیا تھا، پھر یہ دونوں مل کر بلدۂ احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے، اور اس کے نواح میں پہنچ کر اداایچ کے مقام پر سربلند خاں کی فوج منقلا سے مقابلہ کیا۔ اس مقابلے میں سربلند خاں کو [illegible] فتح نصیب ہوئی اور اس کے دو نامی سردار خواجہ محمد امان و رائے زادہ ہرکرن مارے گئے۔ بعدازاں حامد خاں اداایچ سے آکر شاہی باغ میں فروکش ہوئے[1]

اب سربلند خاں احمد آباد کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ پہلے ہی نواب مغفرت مآب نے خان موصوف کی احمد آباد کی طرف روانگی کا حال سُنکر حامد خاں کو لکھ بھیجا تھا کہ دکن چلے آجائیں، مگر شروع میں انہوں نے اس بات کو مانا نہیں تھا۔ اب انہیں سربلند خاں کے مقابلے میں کھڑا ہونا بہت دوبھر ہوگیا تھا، کیونکہ اس وقت وہ عسرت خرچ کے سبب اپنی فوجوں کے مطالبات پورے کرنے کے قابل نہ تھے، اور پھر ان کے رفقا میں خان موصوف کی زبردست تیاریوں کے ساتھ آمد کا حال سُننے سے انتشار پیدا ہونے لگا تھا۔ ان حالات کے تحت بعض ہواخواہوں نے بھی مشورہ دیا کہ ان کو اب دکن چلا جانا چاہئے۔ حامد خاں نے بھی اپنی مجبوریوں کا بخوبی اندازہ کرکے دکن کو نواب مغفرت کے پاس چلے آگئے (۱۱۳۸ھ)۔ کچھ عرصے کے بعد آپ نے ان کا تقرر

---

[1] مرآت احمدی جلد دوم صفحہ ۸۵ و ۸۶۔

صوبہ داری ناندیڑ پر کردیا[1]

محمد شاہ کا "حکومت دکن" خطاب آصف جاہ" وغیرہ سرفراز کرکے نواب مغفرت مآب کی استمالت کرنا

جب محمد شاہ بادشاہ نے دیکھا کہ کن حالات کے تحت نواب مغفرت مآب دکن پر اپنا دوبارہ مگر کامل تسلط قائم کرکے وہاں خود مختارانہ حیثیت سے حکومت کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں تو اس کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹ گیا" اور اس کو اپنی اور اپنے درباریوں کی بے راہ روی کا بخوبی احساس ہوا۔ اب اس نے "گذشتہ راصلواۃ آئندہ را احتیاط" پر کاربند ہونے کا فیصلہ کرلیا" اور کوشش کی کہ اپنے گوناگوں الطاف وعنایات سے اس بہی خواہ و وفادار خادم تاج وتخت کی استمالت کرے' چنانچہ اس نے تفویض 'حکومت دکن" کی توثیق کرتے ہوئے آپ کو عطایا خطاب "آصف جاہ" خلعت فاخرہ' فیل سواری خاص وجواہر بیش بہا وغیرہ سے سرفراز کیا' اور شمالی ہند میں آپ کی جاگیرات جو ضبط کرلی گئی تھیں' بحال کردیں' اس موقع پر جو فرامین آپ پاس ارسال کئے گئے تھے' آپ نے ان کے جواب میں دو عرضداشتیں بادشاہ کی خدمت میں بھیجی ہیں۔ ہم ان عرضداشتوں کو ذیل میں نقل کرتے ہیں' جن سے واضح ہوگا کہ تاج وتخت مغلیہ کے ساتھ آپکو کس درجہ خلوص ومحبت و عقیدت وارادت تھی' اور آپ کی وفاداری وخیر خواہی کا کیا عالم تھا۔

عرضداشت اول:۔ جبین نیاز رابنور عقیدت و بندگی افروختہ و بہ ادائی کور نشات سعادت ابدی اندوختہ بعز عرض استادہائی پایہ سریر خلافت مصیر میرساند کہ طلوع نیر اقبال یعنی ورود مسعود فرمان والاشان وحی تمثال مزین بدستخط خاص

---

[1] تاریخ راحت افزا۔

سراپا اختصاص کہ خطش از خطوط شعاعی روشن تر و پُر نور و بیاضش مانند صبح عید سراسر فیض و سرور متضمن عنایات و تفضلات و عطائے خطاب آصف جاہ و اضافہ یک ہزاری ذات و یکہزار سوار و طومان وطوغ و بحالی جاگیرات و دیگر عطیات ساحت اُمید و آرزو را مطلع انوار افتخار ساخت بہ ادائی آداب شکر و سپاس و تسلیمات عنایات مباہات انتما و تفضلات قدر افزا پرداخت خامہ مقطوع اللسان راچہ طاقت کہ یکی از ہزاران الطاف جناب اقدس اعلیٰ را تواند شمرد و زبان ناقص البیان راکجا قدرت کہ بادائی شکر و سپاس اعطاف بے پایان تواند برد ؎

از دست و زبان کہ برآید ؎ کز عہدۂ شکرش بدر آید

حضرت حق سبحانہٗ جل شانہٗ ذات مقدس معلی را ابدالدہر برمفارق بندہ ہائی راسخ الاعتقاد و فدویان ارادت بنیاد سایہ گستر و بندہ پرور دارا د آفتاب عالمتاب سلطنت و جہانبانی و نیر جہان افروز خلافت و عالم ستانی از افق دولت و اقبال و مطلع جاہ و جلال تابان و درخشان باد بحرمت النبی و آلہ الامجاد"[1]

عرضداشت دوم :۔ پیشانی ارادت را بنور بندگی افروختہ بعزّ عرض پایان محفل قدس منزل زیب بخش تخت صاحبقرانی و رونق افزائی افسر جہانبانی بادشاہ سلیمان مکان کشور گیر خاقان عالم ستان عدالت تخمیر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی میرساند کہ ورود مسعود فرمان والاشان مرحمت بنیان مشتمل بر وفور عنایت و تفضل والا و عطائے خطاب و اضافہ ذات و سواران و دام ہائی انعام و بحالی جاگیرات ہندوستان و شرف صدر یافتن دیگر عطیات فرق عقیدت را بفرقدین ہمسر ساخت بہ ادائی آداب تسلیمات

---

[1] ۔ گلشن عجائب ۔

عبودیت اساس تقدیم مراسم شکر و سپاس پرداخت خلعت ملبوس خاص در
عالم عالمیان پیرایهٔ مباهات کرامت نمود و قامت بندگی را مظهر انوار افتخار فرمود شمشیر
آبدار که در قتل اعدائی دین و دولت دلیلی است قاطع برائے رفع ظلمت حجتی است
ساطع مفتاح ابواب فتوحات گردید و قبضه مرصّع آتش دست فدویت را قدرت قبض کشور
بحر و کان و در تسخیر اقالیم سبعه اقتدار بر کشورستان بخشید برحمت طومان و طوغ علم امتیاز
در عرصه عالم برافراخت و کوس شادی و شادمانی بلند آوازه ساخت بعطای اسپان
عربی و عراقی با ساز مینا عنان ابلق ایام را بدست مراد وزید و تارک افتخار بآسمان مینا
رنگ رسانید طرفه عجب اسپان سربلند صبا رفتار صاحب جمال خوشخرام عدیم المثال
سویدائی دل حاسدان سپند با شفق در آتش افروزی آرزوست که بجای حنا بدست و
پایش بندد و هلال دل ریش ناخن حسرتست که نعل صفت بشرف قدمبوسش پیوند پروین
در اندیشه که مانند میخ خود را نعلش دراز و کهکشان در بند آن که چون بیک طرفی از زین
چهرهٔ نشاط افروز دخانه زینش مطلع آفتاب فتوحات بلند و صید دل اعدای بسته فتراک
و تسمه تسکار بند برق حاشیه رفتار گرش بر دوش میکند و نسیم صبح بگرد قدمش نمیرسد
صراحی گردن پیمانه چشمانیکه بگردش چشم و نشاء جولان تماشای رامست نگاه می ساخت
و شوخی چشمان سرمه سائی آن دریائی غزالان ختن دام الفت می انداخت بخدنزادی محبوب
عالم خوبی و دلربائی و مرمر نهادی جلوه بهارستان دلبری و رعنائی پیچ و تاب کاکل مایهٔ
دلفریبی ار باب فطرت و هوش شکنج بال فرخ فال برای صید دل ها دام بر دوش ساخت
ماضی و مستقبل عرصه گاه میدانش طومار امتداد ابد و ازل در هم پیچیده جولان و خورشید
آفاق گرد اگرد بشوق پابوسش سایه دار و فرش راه گردد بجاست و ماه به آرزوی

بوسهٔ رکاب دست منت بر جبین گذارد سر قلم بدایع رقم قدرت کاملهٔ صنایع بر کمال نقش زیبا تر ازین بر تختهٔ ایجاد صورت نه بسته و خامه ندرت طراز حکمت بالغه اش صورتی با زین خط و خال بر صفحهٔ وجود ننوشته یکیت قلم در میدان تعریفش اگر صحرا صحرا قدم بیان کشاید بسر منزل مقصود نمی تواند رسید و گلگون خامه در تحریر شکر این عنایت اگر بسر پویه آغاز نماید بسر اسر مدعا نمی تواند دوید ناچار عنان سپاس گذاری را بر دوش انداخت و با دائی آداب تسلیمات دست بندگی بر افراخت و تفضل فیل بالا تر پایهٔ اعتبار بدرجهٔ اعلی رسانید سبحان الله زهی فیل کوه شکوه که فیل تند خرام میخ از سایهٔ صلابتش دریا دریا عرق ریز پیشانی است جبال ابر تمثال از تصور و خیال صولتش صحرا صحرا پابند مقام عجز و حیرانی ماه نو کجلیت که بر سیاهی سیمائی تافته و کواکب منوره و ستاره های ثوابت و سیاره حمائلیست که در بروج قامت و رفعتش فروغ زینت یافته در میدان رزم اگر قدم توجه گذارد آثار قیامت بر پاست و بر فوج مخالف اگر رو نماید تزلزل رستخیز هویدا اولیای دولت را معراج عروج و رتبه بلند کامرانی و فدویان عتبه سپهر مرتبه را پایه کمال برتری و دستگاه اعزاز و شادمانیست خامهٔ دو زبان اگر بهزار زبان سخن سرایید چه طاقت که یکی از فراوان الطاف جناب اقدس اعلی تواند شمرد و لسان عجز بیان را کجا قدرت که با دائی شکر و سپاس تفضلات بی پایان تواند پرداخت

از دست و زبان که بر آید ❊ کز عهدهٔ شکرش بدر آید

انشاء الله المستعان در انتظام مهام [illegible] ... پیشه از دریای نربدا سعی و تلاش بسیار بتقدیم میرساند بتفضل [illegible] بادشاهی امید واثق است که ساعی فدویانه در کارهای جناب ولی نعمت [illegible] مرضیات مقدس و معلی بشمر

نتائج دین و دنیا و باعث رفاہ و امنیت کافۂ اسلام خصوصاً و جمہور رعایا عموماً
گردد تا نیر اعظم فروغ بخش انجمن انجم است بیشگاہ خلافت و جہانبانی بجلوہ شاہدان
فتح و ظفر رشک افزائی محفل بزم جم و حسرت پیرائی گلشن باغ ارم باد[1]

---

[1] گلشن عجائب۔

[illegible]

عطاے خدمت فوجداری و تنقداری پرگنه سری نگه سرکار مظفرنگر صوبه محمد اباد

باب یازدہم

نواب نظام الملک آصفجاہ اوّل اور مرہٹے

دربار ستارا میں کُل ہند مرہٹہ راج قائم کرنے کے منصوبے

یہ صحیح ہے کہ راجہ ساہو کی عیش پسندی کے باعث تارا کی مرہٹہ ریاست کی باگ ڈور اس کے ایک برہمن وزیر بالاجی وشوناتھ کے ہاتھ میں آگئی تھی، جس کا لقب پیشوا تھا۔ بعد میں یہی لقب اس کی اولاد کے لئے موروثی بن گیا۔ بالاجی وشوناتھ اور اس کے جانشینوں نے اپنی علمی خدمات کے سبب مرہٹہ دربار و حکومت میں غیر معمولی رُسوخ و اقتدار حاصل کرلیا، اور اپنی انتظامی قابلیت و اولوالعزمی کی بدولت مرہٹوں میں ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ اگر راجہ ساہو کو بالاجی وشوناتھ جیسا قابل سردار ہاتھ نہ آگیا ہوتا تو پھر اس کا کولاپور کی حکومت کے سامنے اُبھرنا بہت مشکل تھا۔ اس سردار کے بعد اس کے حوصلہ مند بیٹے باجی راؤ نے تو راجہ ساہو کی ریاست کو بامِ ترقّی و عروج پر پہنچانے کے لئے وہ عملی قدم اٹھایا تھا کہ اگر اس کے اپنے مُلک میں طاقتور دشمن نہ ہوتے اور ہمسایہ مُلک میں نواب مغفرت مآب جیسے زبردست حریف کا قدم نہ ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ مغلوں کو اسی دَور میں ہندوستان میں اپنی حکومت سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھولینا پڑتا، اور مرہٹے اس پر قابض و متصرف ہو جاتے۔ اصل میں باجی راؤ کو سلطنت مغلیہ میں سید

شدہ بڑھی ہوئی کمزوریوں سے پوری پوری آگاہی تھی، اور وہ چاہتا یہ تھا کہ ان کمزوریوں سے فائدہ اُٹھا کر ہندوستان کے وسطی و شمالی مغلیہ علاقوں پر دھاوے کر کے ان کو اپنے قبضہ و تصرف میں کر لے، کیونکہ ابتدا ہی سے اس کی دلی تمنا یہ تھی کہ سلطنت مغلیہ کا تختہ الٹ کر سارے ہندوستان میں مرہٹہ راج قائم کر دے، چنانچہ اس نے اپنے باپ کے بعد منصب پیشوائی پر فائز ہوتے ہی راجہ ساہو کو مغلوں کے خلاف اُبھارنے اور اس کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے انتھک کوشش بھی شروع کر دی تھی پہلے پہل تو اس کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ملکی سرداروں کی ایک جماعت خاندان پیشوا کے دربار و حکومت میں بڑھے ہوئے رسوخ و اقتدار کو دیکھ کر اس سے بغض و حسد کرنے لگی تھی۔ اس جماعت کا سرغنہ سری پت راؤ پرتی ندھی (نائب السلطنت) باجی راؤ کا سخت مخالف تھا، اور وہ اپنے مخالفانہ جذبات کے تحت اس کے مقصد کی تکمیل میں روڑے اٹکاتا تھا۔ ایک روز جب کہ باجی راؤ نے دربار میں راجہ ساہو کے سامنے ملک گیری و وسعتِ راج سے متعلق اپنی تجاویز پیش کیں تو سری پت راؤ نے کہا کہ:۔

"ہمارا خزانہ اس قابل نہیں ہے کہ اس قسم کی تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جائے اور پھر ملک کی اندرونی بدنظمیاں اور ہماری خانہ جنگیاں بھی تو اس امر کی اجازت نہیں دیتیں، ایسی صورت میں شاہ دہلی یا فاتح دکن نظام الملک آصفجاہ سے بگاڑ لینا مناسب نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ صلح و آشتی سے رہتے ہوئے اپنے ملک کو تمام بدنظمیوں سے پاک کر کے مستحکم کر لینا چاہیئے، پھر وسطی ہند یا شمالی ہند کی دُور دراز مہمات اختیار کرنے کی بجائے بہتر ہوگا کہ قرب و جوار کے

ان علاقوں کو جو سیواجی نے فتح کئے تھے اور جن پر اب مغلوں کا قبضہ ہے دوبارہ فتح کر کے اپنے راج میں شامل کر لیں، جب اس طرح ملکی حدود وسیع ہوں اور راج استحکام حاصل کرلے تو پھر ان تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے"

اس پر باجی راؤ نے جواب دیا کہ:-

"دکن کے بنجر اور ویران علاقوں میں قسمت آزمائی کرنا گویا اپنی طاقت اور روپیہ ضائع کرنا ہے، اس کے مقابلے میں ہم کو بے شمار مالی فوائد تو صرف ہندوستان کے زرخیز و دولتمند صوبوں ہی میں لوٹ کھسوٹ سے حاصل ہو سکتے ہیں، رہیں ملکی بدنظمیاں اور ہماری خانہ جنگیاں تو ان سے بعد میں بھی نبٹ لے سکتے ہیں"

پھر اس نے مغلیہ سلطنت کی ابتری کا خاکہ کھینچتے ہوئے راجہ ساہو سے مخاطب ہو کر کہا کہ:-

"مغل شہنشاہیت کا شجر جڑ تک پژمردہ اور خشک ہو گیا ہے اس کی جڑ کاٹ ڈالو تو اس کی شاخیں اپنی آپ گر جائیں گی، اب ہمارے لئے بہترین موقع ہے کہ اغیار کو بھارت ورشا کی مقدّس سرزمین سے نکال باہر کریں، اور اس میں ہماری غیر فانی نیک نامی مضمر ہے، اس لئے تجاویز پیش کردہ کو شرف قبولیت بخشا جائے تاکہ ہم اپنی کوششوں سے اس دورِ ہمایونی میں مرہٹہ حکومت کا پرچم کرشنا سے لے کر اٹک تک لہرا سکیں"۔

باجی راؤ کی اس تقریر سے اکثر حاضرین دربار بہت متاثر ہوئے، اور خود راجہ ساہو پر اس قدر اثر مرتب ہوا کہ وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ "مجھے یقین ہے کہ تم اس (پرچم) کو ہمالیہ پر بھی لہرا

دوگے، کیوں نہ ہو آخر تم لایق باپ کے لایق بیٹے ہی تو ہو"۔[1] دوسرے الفاظ میں اسکا یہ مطلب ہوا کہ راجہ ساہو نے باجی راؤ کی پیش کردہ تجاویز سے اتفاق کرلیا، اور ان کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اپنی رضامندی ظاہر کردی۔

مالوے پر مرہٹوں کی چڑھائی | سری پت راؤ پرتی ینِدھی کی سخت مخالفت کے باوجود جب باجی راؤ ملک گیری و وسعت راج سے متعلق اپنی پیش کردہ تجاویز کے بارے میں راجہ ساہو کی تائید و منظوری حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اس نے فوراً مہم کی تیاریاں شروع کردیں، اور راجہ جے سنگھ سوائے اور چودھری نند لال مانڈلوئی کو لکھ بھیجا کہ مغلیہ حکومت کا تختہ الٹ دینے میں اس کی مدد کریں۔ مہم کی ساری تیاریاں مکمل ہو چکنے کے بعد یہ طے پایا کہ سب سے پہلے مالوے کے صوبے کو تاخت و تاراج کا نشانہ بنایا جائے۔ چنانچہ باجی راؤ ایک کثیر فوج لیکر مالوے پر چڑھ آیا (۱۱۳۶ھ)۔ اس وقت عظیم اللہ خاں نواب مغفرت مآب کے نائب کی حیثیت سے وہاں حکمران تھے انہوں نے اپنی موجودہ مگر قلیل فوج کے ساتھ حملہ آور کا بہادری سے مقابلہ کیا، لیکن آخر میں ان کو شکست ہوئی، اور حریف نے صوبے کے صدر مقام "اجین" کو بری طرح لوٹ لیا۔ مالوے میں چند روز رہ کر جب باجی راؤ اپنے ملک کی طرف واپس ہونے لگا تو اس وقت اس نے اپنے تین منتخب سرداروں کو وہاں چھوڑدیا کہ ستارا کی حکومت کی طرف سے محاصل چوتھ و سردیس مکھی کے وصول و اجتماع کا انتظام کریں۔ وہ سردار اوداجی پوار، ملہار راؤ ہلکر اور رانوجی سندھیا تھے۔ ان تینوں نے رفتہ رفتہ وہ اقتدار حاصل کیا کہ بالآخر ان میں سے ہر ایک نے ایک مستقل حکمران خاندان

[1] KINCAID & PARASNIS. VOl. II. P. 184., GRANT DUFF. VOl. I. P. 401.

کی بُنیاد ڈالی، مگر اوّل الذکر سردار کے خاندان کو اس قدر عروج حاصل نہیں ہوا جسقدر کہ آخر الذکر دونوں سردار کے خاندانوں کو حاصل ہوا ہے۔

مرہٹہ سرداروں میں جوش رقابت | جنگ شکرکھیڑہ سے پیشتر نواب مغفرت مآب اور راجہ ساہو کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ یہی باعث تھا کہ راجہ ساہو نے جنگ مذکور کے موقع پر اپنی طرف سے باجی راؤ وغیرہ کی سرکردگی میں آپکے پاس فوجی کمک بھیجی تھی۔ بلاشبہ باجی راؤ نے اس جنگ میں بڑی کارہائے نمایاں انجام دئے تھے، اور انکے صلے میں قدردان فاتح دکن نے بھی اسکو عمدہ عطایا یعنی منصب ہفت ہزاری، خلعت فیل وجواہر سے سرفراز کیا تھا، مگر بعد میں مفسد اور خطرناک رادوں نے فاتح دکن اور راجہ ساہو کے مابین خوشگوار تعلقات کو برقرار رہنے نہ دیا، اور دونوں کے درمیان مخالفت کی بنا ڈال دی، اس کے باوجود بعض مرہٹہ سردار باجی راؤ کی مخالفت کی وجہ یا اپنی صُلح کُل پالیسی کے سبب فاتح دکن سے ربط واتحاد رکھتے تھے۔

جب مالوے کی پہلی ہی مُہم میں باجی راؤ نے عارضی کامیابی حاصل کر لی تو اس سے راجہ ساہو پر اس کی پیش کردہ مُہمی تجاویز کا اور بھی اچھا اثر مرتب ہوا، اور راجہ کے دل میں اس کے لئے خاص جگہ پیدا ہو گئی۔ اب دربار میں باجی راؤ کا اثر و رسُوخ اور اقتدار وتسلط سب سرداروں سے بڑھ گیا تھا، مگر یہ چیز اس کے مخالفین کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی، اس لئے وہ اس فکر میں پڑ گئے کہ کسی نہ کسی طرح اس کو بے اثر وغیر مقتدر بنا کر چھوڑ دیں۔ انتہائی کوشش کے بعد بھی جب ان لوگوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی تو پھر انہوں نے نواب مغفرت مآب کی طرف رجوع کی اور آپکو اُبھارا کہ باجی راؤ کے مُلک گیری و وسعت راج سے متعلق مفسد وخطرناک رادوں سے

مد نظر ان کی روک تھام کی غرض سے اپنے اثر کو کام میں لا کر اس کو راجہ ساہو کے نظروں
سے گرانے کی کوشش کریں۔ آپ بھی باجی راؤ کے ان ارادوں کو اچھی نظر سے نہیں
دیکھتے تھے، اور آپ کو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر اب ان کی روک تھام نہ کی جائے
تو ان سے آئندہ نہ صرف آپس کے تعلقات میں تفرقہ پڑ جائے گا بلکہ ہندوستان
کے طول و عرض میں طرح طرح کی خرابیاں اور بدامنیاں پیدا ہو جائیں گی اس لئے
آپ نے اپنی طرف سے بھی راجہ ساہو پر دباؤ ڈالا کہ پیشوا کے مفسدہ و خطرناک ارادوں
کی تکمیل میں اس کو محتاط رہنا چاہئیے، یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ وہ اپنے آپکو
اس کے پنجۂ تسلط سے آزاد رکھے۔ اس کارروائی کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا، مگر اس سے
اتنا ضرور ہوا کہ مرہٹہ سرداروں کی آپس میں رقابت بہت ترقی کر گئی۔

کرناٹک میں مرہٹوں کی ناکامیاں شکر کھیڑہ کی جنگ کے بعد نواب مغفرت مآب نے عضد الدولہ
عوض خاں بہادر کو کرناٹک کی طرف روانہ کر دیا تھا کہ وہاں سے مرہٹہ عمال کو بے
دخل کر دیں۔ خان موصوف نے ملک کرناٹک سے مرہٹہ عمال کو بے دخل کرنے میں
خاطر خواہ کامیابی حاصل کر لی، اور ان کی جگہ ملک میں جا بجا اپنے عمال مقرر کر دئے۔
اسی زمانے میں انہوں نے ترچناپلی کو بھی شرفوجی (پسر ونکوجی برادر سیواجی) کے قبضہ
اقتدار سے نکال لیا تھا۔ غالباً یہ ۱۱۳۷ھ اور ۱۱۳۹ھ کے درمیان کا واقعہ ہے۔ اس
پر شرفوجی نے دربار ستارا سے مدد کی درخواست کی فتح سنگھ بھونسلہ نے راجہ ساہو
کو مشورہ دیا کہ اپنے فرقے کی عزت و وقار اور مفاد کے نظر کرتے اس کی مدد کی جائے۔
راجہ ساہو نے بھی اس مشورہ کو قبول کر لیا، اور فتح سنگھ بھونسلہ کی ہی سرکردگی میں ایک
کثیر فوج شرفوجی کی حمایت و مدد کے لئے بھیج دی۔ اس مہم میں پرتی نیدھی اور پیشوا

بھی شریک تھے۔ مگر مرہٹوں کو نواب مغفرت مآب کے بھیجے ہوئے لشکر کے مقابلے میں بُری طرح شکست اُٹھانی پڑی اور وہ عظیم نقصانات برداشت کر کے اپنے مُلک کو لوٹ گئے [1] دوسرے سال پھر راجہ ساہو نے فتح سنگھ بھونسلہ کی کمان میں ایک بڑی فوج کرناٹک پر چڑھائی کرنے کے لئے بھیجی، مگر اس مرتبہ بھی اس کی فوج کو ناکامی کی صورت دیکھنی پڑی [2]۔ تب راجہ ساہو کو احساس ہوا کہ نواب مغفرت مآب جیسے طاقتور ہمسایہ حکمران سے بگاڑ لینے کی صورت میں اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بعض لوگ ان ناکامیوں کو مرہٹہ سرداروں کی باہمی رقابت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اب باجی راؤ کو اپنے مخالفین کے خلاف زہر اگلنے کا اچھا موقع مل گیا۔ اسنے حالیہ ناکامیوں کا باعث ان کی نا اہلی کو قرار دیا، اور پھر دکن کی ناکام و بے سود مُہمات کی مذمت کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اسکی تجاویز کے تحت آئندہ دکن کی بجائے ہندوستان ہی میں مُہمات اختیار کی جانی چاہئیں، اور اپنا یہ ایقان ظاہر کیا کہ ہندوستانی مُہمات دکنی مُہمات کے مقابلے میں ہر طرح کامیاب و منفعت بخش ثابت ہوں گی۔ باجی راؤ کا خیال ایک حد تک صحیح بھی تھا۔ کیونکہ اس وقت دکن میں مغلیہ حکومت کی باگ ڈور ایک ایسے حکمران کے ہاتھ میں تھی، جو تدبیر و سیاست اور تہوّر و شجاعت میں غیر معمولی شخصیت کا حامل تھا، اور جس کی اس شخصیت کا دوست و دشمن سب ہی اعتراف کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے حکمران کے مقابلے میں مرہٹوں کا اپنی دکنی مُہمات میں کامیابی حاصل کرنا ایک امرِ محال تھا۔ برخلاف اس کے وہ اپنی

[1] KINCAID & PARASNIS. VOl. II. P. 187.

[2] SINHA'S RISE OF THE PESHWAS. P. 76.

ہندوستانی مُہمات میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کرنے کی توقع کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ اب ہندوستان میں سلطنت مغلیہ روبہ زوال تھی، اور اس کے صوبے زیادہ تر کمزور اور نا اہل صوبہ داروں کے زیر حکومت تھے۔

نواح حیدرآباد میں محاصل چوتھ و سردیس مُکھی کی موقوفی

راجہ ساہو کو دربار دہلی سے محاصل چوتھ و سردیس مُکھی کے حقوق جن شرائط کے تحت عطا کئے گئے تھے۔ منجملہ ان کے ایک شرط یہ تھی کہ وہ دکن میں امن وامان برقرار رکھنے کے لئے اپنے فرقے کی دست درازیوں کا انسداد کرے گا، مگر اس نے شرطِ مذکورہ کی تکمیل کی طرف کبھی توجہ نہ کی، اور مرہٹے بدستور اپنی دست درازیوں سے دکنی علاقوں کے امن وامان میں خلل ڈالے چلے جاتے تھے۔ یہی باعث تھا کہ مبارز خاں اپنے دورِ نظامت میں مرہٹوں کو صوبہ حیدرآباد سے چوتھ و سردیس مُکھی کے محاصل لینے نہیں دیتا تھا، تاہم وہ جہاں کہیں قابو پاتے، لوٹ مار کرکے ان محاصل سے کہیں زیادہ وصول کر لے جاتے تھے،[۱] جس کی وجہ سے رعایا کو طرح طرح کی تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ قلعہ محمد نگر کی تسخیر کے بعد نواب مغفرت مآب نے بجائے اورنگ آباد کے حیدرآباد کو اپنی حکومت کا صدر مقام قرار دے لیا تھا۔ اگرچہ آپ محاصل چوتھ و سردیس مُکھی کے بارے میں مرہٹوں کے حقوق تسلیم بھی کر چکے تھے، مگر جب آپ نے دیکھا کہ مرہٹوں کی دست درازیاں بدستور جاری ہیں، اور ان کے سبب رعایا کو آئے دن تکالیف و مصائب میں مبتلا ہونا پڑتا ہے تو ارادہ کیا کہ اپنی قوت استعمال کرکے ان کا انسداد کر دیں، تاکہ رعایا کو ان سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل ہو، چنانچہ آپ نے مرہٹوں کا پیچھا اُٹھانا شروع کیا، اور بڑی حد تک اُن کی سرکوبی کی

(۱؎ حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۲۱)

لیکن مرہٹے ملک میں جابجا پھیلے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کی دست درازیوں کی روک تھام جیسی ہونی چاہئے تھی نہ ہوسکی۔ اب آپنے ملک و رعایا کی فلاح و بہبود کی خاطر اپنے نزدیک یہ فیصلہ کرلیا کہ مرہٹہ حکومت سے چوتھ و سردیس مکھی کے عوض کچھ جاگیر یا نقد روپیہ کا وعدہ کرکے مرہٹہ عمال کو اپنے علاقوں سے برخاست کردینا چاہئے۔ سب سے پہلے آپنے اپنے نئے دارالحکومت یعنے صوبہ حیدرآباد سے مرہٹہ عمال کو برخاست کردینے کی کوشش کی تاکہ اس میں کامیابی ہوجائے تو پھر دوسرے تمام صوبوں سے بھی ان کو برخاست کردیا جاسکے، چنانچہ آپنے راجہ ساہو کے پاس لکھ بھیجا کہ آئندہ صوبۂ حیدرآباد سے محاصل چوتھ و سردیس مکھی وصول کرنے کی بجائے ان کے معاوضے میں کوئی جاگیر یا نقد روپیہ مقرر کرالیا جائے۔ پرتی ینِدھی نے راجہ ساہو کو مشورہ دیا کہ اس تحریک کے قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ چونکہ راجہ ساہو اب نواب مغفرت مآب سے بگاڑ لینا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اسنے اس مشورے کو بخوشی قبول کرلیا۔ چنانچہ پرتی ینِدھی کی وساطت سے ایک معاہدہ طے پایا، جس کی رُو سے راجہ ساہو صوبہ حیدرآباد میں محاصل چوتھ و سردیس مکھی سے دست بردار ہوگیا، اور اس کو محصول سردیس مکھی کے عوض اندا پور کے قریب جس کا وہ موروثی دیس مُکھ بھی تھا ایک جاگیر عطا ہوئی، اور چوتھ کی نسبت یہ تصفیہ ہوا کہ اتنی ہی رقم اس کو خزانہ حیدرآباد سے نقد دی جایا کرے گی۔ پرتی ینِدھی کو اس خدمت کے صلے میں نواب مغفرت مآبنے برار کے علاقے میں ایک جاگیر عنایت کی[۱] اس معاہدے کے طے پاجانے کے بعد ان تمام ناجائز مفادات کا انسداد ہوگیا، جو

---

[۱] GRANT DUFF. Vol. 1. P. 411.

مرہٹوں کو وصول چوتھ و سردیس مکھی کے ضمن میں حاصل ہوتے تھے، مگر یہ معاہدہ باجی راؤ کے ناگوار خاطر ہوا، کیونکہ وہ ان مفادات کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔ ہرچند اس نے کوشش کی تھی کہ وہ معاہدہ طے نہ ہو، لیکن چونکہ راجہ ساہو آئندہ اپنے ہمسایہ حکمران سے صلح و آشتی کے ساتھ رہنا چاہتا تھا، اس لئے اس کی کوشش بار آور نہ ہوئی، اور وہ معاہدہ اس کی مرضی کے خلاف پرتی نیدھی کی کوشش اور راجہ کی خواہش سے طے پا گیا۔ اس واقعہ سے پیشوا اور پرتی نیدھی کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے جوش رقابت اور بڑھ گیا۔

دکن میں مرہٹوں اور مغلوں کے درمیان جنگ | اس معاہدے کو جس کا ہم نے ابھی ابھی اوپر ذکر کیا ہے، طے پاکر زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ دکن میں مرہٹوں اور مغلوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی، جس کی نسبت ضروری تفصیلات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

کولاپور کا راجہ سنبھا مہاراشٹر کے ان تمام علاقوں کا دعویدار تھا، جو اس کے چچازاد بھائی راجہ ساہو کے قبضہ و اختیار میں تھے، اور اس کی بنا پر اس نے راجہ ساہو کے مقابلے میں دکن کے محاصل چوتھ و سردیس مکھی پر بھی اپنا استحقاق ظاہر کرتے ہوئے ان کی نسبت نواب مغفرت مآب کے پاس اپنے مطالبات پیش کئے تھے۔ باجی راؤ نے منصب پیشوائی پر فائز ہوتے ہی اپنے آقا راجہ ساہو کے دماغ میں ممالک اسلامیہ ہند کی تسخیر کا خیال بٹھانے کی کوشش شروع کردی تھی۔ بالآخر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو بھی گیا۔ اسی خیال کے تحت کچھ ہی عرصہ پیشتر مرہٹوں نے پہلی مرتبہ مالوے پر حملہ کیا تھا۔ اس مہم میں انہیں ایک حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد سے مرہٹوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور راجہ ساہو روز افزوں ترقی کرنے لگا۔ اب

نواب مغفرت مآب نے اس لحاظ سے کہ کہیں یہ ترقی کرتے کرتے باجی راؤ کے بڑھائے ہوئے خیال کے تحت ہندوستان میں ملت و ممالک اسلامیہ کے لئے بلائے بے درماں ثابت نہ ہوجائے، ارادہ کیا کہ اپنی حکمت عملی سے راجہ سنبھا کے پیش کردہ مطالبات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس (ساہو) کو خانہ جنگی میں مبتلا کردیں، تاکہ اس کی قوت ٹوٹ جائے، اور پھر وہ ممالک اسلامیہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کرسکے، چنانچہ آپ نے راجہ ساہو کے ان حقوق کو جو اسے محاصل چوتھ و سردیس مکھی کے بارے میں بموجب فرمان شاہی حاصل تھے، عمداً نظر انداز کردیا، اور پھر حکمران وقت ہونے کی حیثیت سے دونوں فریق کے پاس فہمائش نامے بھیجے کہ تاوقتیکہ وہ اپنے اپنے حقوق و دعاوی کو بوجوہ و دلائل ثابت نہ کریں ان میں سے کوئی فریق بھی ان محاصل کا مستحق قرار نہیں دیا جائے گا۔

نواب مغفرت مآب کے بھیجے ہوئے فہمائش نامے کے مطابق راجہ سنبھا اپنے حقوق و دعاوی کو ثابت کرنے کے لئے چندر سین جادو کی وساطت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا، مگر راجہ ساہو نے اپنے پیشوا باجی راؤ کے مشورے پر آپ کے بھیجے ہوئے فہمائش نامے کی چنداں پروا نہ کی۔ ہر چند پرتی نیدھی نے اس بات پر زور دیا کہ راجہ سنبھا کے مقابلے میں اپنے حقوق و دعاوی ثابت کرکے اس خاندانی جھگڑے کو ہمیشہ کے لئے ختم کردینا چاہئے، مگر باجی راؤ نے اس کی پُرزور مخالفت کی، اور نواب مغفرت مآب کی مداخلت کو مرہٹہ قوم و حکومت کے حق میں خطرناک اور مہلک قرار دیتے ہوئے راجہ ساہو کے دل میں آپ کی طرف سے مخالفت کے ایسے جذبات پیدا کردیئے کہ وہ پرتی نیدھی کے منشا کے خلاف آپ کے مقابلے میں اعلان جنگ کرنے پر

آمادہ ہوگیا، اور پیشوا کو پورے اختیارات دے دئیے کہ جلد از جلد آپ کے خلاف جنگی کارروائی عمل میں لائے۔ چونکہ یہ زمانہ برسات کا تھا، اس لئے مرہٹوں نے فوراً میدان جنگ میں اترنے کا ارادہ نہیں کیا۔ جب آپ کو دربار ستارا کے حالات کا علم ہوا تو آپنے راجہ سنبھا کو محاصل چوتھ و سردیس مکھی کی سند دے دی، اور اپنے علاقوں سے راجہ ساہو کے عمال کو برطرف کرکے ان کی جگہ راجہ سنبھا کے عمال مقرر کروا دئیے [1]

موسم باراں کے اختتام پر باجی راؤ نے ایک کثیر فوج لیکر اورنگ آباد پر چڑھائی کی اور جالنہ کو لوٹ لیا (اوائل ۱۱۴۰ھ) نواب مغفرت مآب اس کی سرکوبی کی غرض سے آگے بڑھے، اور عضد الدولہ عوض خاں بہادر کو بطریق ہراول مقابلہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اس مہم میں راجہ سنبھا نے بھی خوشی سے اپنی فوج لے کر آپکے ساتھ شرکت کی۔ ۲ ربیع الاول ۱۱۴۱ھ کو باجی راؤ اور عضد الدولہ عوض خاں بہادر کے درمیان مقابلہ شروع ہوا۔ بالآخر باجی راؤ نے مقابلے کی تاب نہ لاکر راہِ فرار اختیار کی تب آپنے عضد الدولہ عوض خاں بہادر کو حکم دیا کہ مغرور حریف کا تعاقب کریں۔ چنانچہ خان موصوف نے اس کا تعاقب شروع کیا، اور ان کے پیچھے خود آپ بھی چلے۔ باجی راؤ بھاگتا ہوا گجرات کی طرف نکل گیا اور وہاں پہنچ کر تاخت و تاراج کرنے لگا۔ آپنے برہان پور سے بجانب شمال کئی کوس تک باجی راؤ کا تعاقب کیا، مگر جب معلوم ہوا کہ وہ گجرات کی طرف نکل گیا ہے تو آپ پھر برہان پور واپس آگئے، اور یہاں چندے قیام کیا کہ فوج کو آرام و استراحت ملے، اور بعض ضروری انتظامات سے فراغت حاصل ہو۔ اس اثنا میں بعض عہدہ داروں

[1] تاریخ راحت افزا، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳۔

تغیر و تبدل عمل میں آیا۔ چنانچہ عاقل خاں کا تبادلہ دیوانی برہان پور سے نیابت دیوانی دکن پر اور علی اکبر خاں کا تبادلہ نیابت دیوانی دکن سے دیوانی برہان پور پر کر دیا گیا اور برہان پور کی بیوتاتی کی خدمت پر جو حاجی تفقد علیخاں کے تفویض تھی، شرف الدین خاں کا تقرر کیا گیا۔ برہان پور میں ضروری انتظامات سے فراغت حاصل اور اسباب مہم فراہم کرکے آپ نے پھر باجی راؤ کے تعاقب کا ارادہ کیا، اور لمبے لمبے کوچ کرکے سورت پہنچ گئے۔ آپ کے اس طرف پہنچنے سے سربلند خاں ناظم گجرات کو گمان ہوا کہ آپ بھی باجی راؤ کی موافقت میں اس ملک کی تسخیر کا ارادہ رکھتے ہیں، اس لئے وہ بہت پریشان ہو گیا۔ مگر آپ نے سورت پہنچنے کے بعد محض سربلند خاں کی بدگمانی و پریشانی رفع کرنے کی خاطر حریف کا تعاقب ترک کر دیا، اور پھر اس کے دارالامارۃ "پونا" کے تاخت و تاراج کا ارادہ کرکے اس طرف روانہ ہو گئے۔ جب باجی راؤ کو آپ کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے گجرات میں اپنی جارحانہ کارروائیوں سے ہاتھ روک بعجلت تمام اورنگ آباد کی طرف پیش قدمی کی کہ جس طرح آپ نے اس کے دارالامارۃ کو تاخت و تاراج کرنے کا ارادہ کیا ہے، اسی طرح خود بھی آپ کے ملک کو تاخت و تاراج کر دینے کی کارروائی اختیار کرے۔ نواب مغفرت مآب احمد نگر تک پہنچے تھے کہ آپ کو باجی راؤ کے اورنگ آباد کی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی، اور آپ فوراً اپنے ملک کو بچانے کے لئے اورنگ آباد کی طرف لوٹ گئے۔ باجی راؤ نے کتل کساری سے ہوتا ہوا گانڈاپور و بیضاپور کے مضافات میں پہنچ کر ملک کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد آپ بھی دریائے گوداوری کو عبور کرکے اس کے سر پر پہنچ گئے، اور آمادۂ پیکار ہوئے، آپ کے پاس توپ خانہ بہت زبردست تھا۔ اس کو دیکھکر

باجی راؤ ایسا مرعوب ہوگیا کہ اس نے کبھی آپ سے جم کر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کی سوائے اس کے کہ آپ کے لشکر کے اطراف لوٹ مار کرے۔ وہ ایک عرصے تک اسی طرح قزاقی لڑائی لڑتا رہا۔ اس اثنا میں اس نے اپنی کوششوں سے آپ کے لشکر کے لئے رسد وآب بالکل بند کر رکھا تھا۔ جس کی وجہ آپ کا لشکر ناقابل برداشت تکالیف و مصائب میں مبتلا ہونے لگا۔ باجی راؤ نے قرب وجوار کے دیہات وقصبات اجاڑ دئے تھے کہ ان سے دشمن کو رسد ہی نہ مل سکے، اور پھر دشمن کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر رکھا تھا کہ اس تک کہیں سے رسد بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ایک مرتبہ نواب مغفرت مآب کے لشکر کے لئے بنجارے رسد لے آرہے تھے، مگر جب وہ قریب پہنچے تو باجی راؤ نے دھاوا کرکے ان سے تمام رسد چھین لی۔ اس مہم میں حریف نے آپکے لشکر کو غلہ تو غلہ ندی یا نالے کے پانی سے تک محروم رکھنے کی کوشش کی تھی جب کبھی رستے میں ندی یا نالہ دکھائی دیتا تو حریف آپ کے لشکریوں کو اس سے پانی لینے نہیں دیتا تھا۔ غرض کہ رسد وآب کی نایابی سے آپکے لشکر کو بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آنے لگیں۔ اس کے باجود آپنے ہمت نہ ہاری، اور حریف کو اپنے شرربار توپ خانے سے ڈھکیلتے ڈھکیلتے بتال گڈہ پہنچ گئے، جہاں آپ کو کافی مقدار میں رسد اور پانی میسر آگیا۔ باجی راؤ تو آپ کو بزور شمشیر زیر نہیں کرسکتا تھا، مگر اس کو اپنے حریف کے لئے رسد وآب بند کردینے سے یہ توقع ضرور پیدا ہوگئی تھی کہ وہ عاجز ہوکر ہتھیار ڈال دے گا۔ اس وقت جبکہ حریف کو کافی مقدار میں رسد اور آب میسر آگیا تو اس کی یہ توقع بھی جاتی رہی۔ چونکہ اب وہ قزاقی لڑائی لڑتے لڑتے عاجز آگیا تھا، اس لئے اس نے عضد الدولہ عوض خاں بہادر کی

وساطت سے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ آپ بھی اس بے سود لڑائی سے تنگ آ گئے تھے، اس لئے صلح پر آمادگی ظاہر کی، چنانچہ آپکے اور باجی راؤ کے مابین بعض شرائط پر ایک صلح نامہ مرتب ہوا۔ اس صلح نامہ کی رو سے محال چوتھ و سردیس مکھی کے بارے میں راجہ ساہو کے حقوق تسلیم کر لئے گئے۔ اور راجہ سنبھا کے عمال کو برخاست کر دیا گیا۔ باجی راؤ نے راجہ سنبھا کی حوالگی کا بھی مطالبہ کیا تھا، مگر چونکہ وہ آپ کا حلیف تھا، اور اپنے حلیف کو اس طرح اس کے دشمن کے حوالے کرنا شیوۂ انسانیت کے خلاف تھا، اس لئے آپنے باجی راؤ کا یہ مطالبہ پورا نہیں کیا، اور راجہ سنبھا کو اپنے آدمیوں کی حفاظت میں اس کی راجدھانی کو بھجوا دیا[1]۔ اس کے بعد آپ اپنے دارالحکومت حیدرآباد کو چلے گئے اور باجی راؤ نے گجرات کا قصد کیا کہ وہاں اس کی جانب سے چوتھ و سردیس مکھی کے بارے میں حصول اختیارات کے لئے اس کا بھائی چمناجی اپا، سربلند خاں سے جو گفت و شنید کر رہا تھا، اسکو پایہ تکمیل کو پہنچائے۔

نواب مغفرت مآب کے خلاف ایک پروپگنڈا کہا جاتا ہے کہ جب باجی راؤ نے دکن کی مغلیہ فوجوں کے مقابلے میں شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی، اور سیدھے گجرات پہنچ کر وہاں تاخت و تاراج کرنے لگا تو اس نے سربلند خاں ناظم کو یہ باور کرایا تھا کہ وہ اس مہم کو نواب مغفرت مآب کے ایما پر اپنے ہاتھ میں لیا ہے[2]۔ مگر اس بیان کے اخذ کرنے والوں نے اپنے ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے جسکی وجہ نہ صرف اس بیان کی اہمیت گھٹ جاتی ہے بلکہ ہم یہ جاننے کے لئے تذبذب میں پڑ جاتے ہیں کہ آیا باجی راؤ نے واقعی سربلند خاں کو

---

[1] تاریخ راحت افزا، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴۔ GRANT DUFF. KINCAID & PARASNIS. VOL. II. P. 188-190.; VOL. I. P. 412-415.

[2] KINCAID & PARASNIS. VOL. II. P. 189., GRANT DUFF. VOL. I. P. 414

اس طرح باور کرایا تھا یا ان لوگوں نے محض اپنے تعصّب سے یا کسی مصالح کی بنا پر نواب مغفرت مآب کے خلاف اس قسم کا پروپگنڈا پھیلا رکھا ہے۔ بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ بیان فی الحقیقت باجی راؤ کا اپنا ہی تھا، تو حقائق و واقعات پر ذرا غور و فکر کرنے سے خود بخود اس بیان کی قلعی کھل جاتی ہے، اور ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ محض باجی راؤ کی جانب سے نواب مغفرت مآب کے خلاف ایک پروپگنڈا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ نواب مغفرت مآب نے دکن میں اپنی خود مختار حکومت قائم کرنے کے بعد بھی اپنے دوستانہ تعلقات کو تاج و تخت مغلیہ سے برابر برقرار رکھا، تا دم زیست خاندان تیموریہ و سلطنت مغلیہ کے بہی خواہ اور وفادار رہے، اور آڑے وقتوں پر اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر ان کی ممکنہ خدمت کی۔ یہ وہ حقائق ہیں، جن سے ہر وہ شخص جس کو اس دور کی تاریخ سے بخوبی واقفیت ہو، کبھی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی مورّخ یا تاریخ داں محض اپنے مذہبی تعصّب یا کسی مصلحت کی بنا پر دیدہ دانستہ ان سے انکار کر بیٹھے، ان حقائق کو پیش نظر رکھنے سے کسی حالت میں یہ یقین نہیں ہوتا کہ نواب مغفرت مآب جیسا وفا شعار باجی راؤ کو سلطنت مغلیہ کے صوبہ گجرات پر حملہ کرنے کی ترغیب دے کر اس طرح اپنے ماتھے پر بیوفائی کا ٹیکہ لگانا پسند کیا ہو۔ برخلاف اس کے جب ہم دیکھتے ہیں کہ محمد شاہ بادشاہ اپنی سابقہ مخالف کوششوں پر نادم ہو کر تفویض ودِ حکومت دکن، وسرفرازی خطاب "آصف جاہ" وغیرہ سے نواب مغفرت مآب کی دلجوئی کرتے ہوئے آپ سے خوشگوار تعلقات قائم کر چکا تھا، اور آپ نے سلطنت مغلیہ کے روز افزوں تنزل و ادبار کا مشاہدہ کرتے ہوئے اس کی فلاح و بہبود کی خاطر اس کے خوفناک دشمن "مرہٹوں" کو جو اسے نیست و نابود کر دینے کا تہیّہ اور اس قسم کی کوشش کا آغاز کر چکے تھے

مبتلائے خانہ جنگی کرنے اور اس کے ذریعہ ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو توڑ دینے کے لئے ابھی ابھی سعی کی تھی، اور یہ تمام واقعات باجی راؤ سے مخفی نہ تھے تو یہ بات قیاس کی حد سے گذر کر یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہے کہ باجی راؤ نے محض اس کارروائی کے جواب میں جو اس کے ہمسایہ طاقتور حریف (نواب مغفرت مآب) نے مرہٹوں کو کمزور وضعیف بنا دینے کی غرض سے انہیں آپس میں متصادم کرنے کے واسطے عمل میں لائی تھی، بادشاہ اور اپنے اس طاقتور حریف کے مابین قائم شدہ خوشگوار تعلقات قطع کرنے اور اس طرح ان کے درمیان خلیج مخالفت حائل کرنے کے ارادے سے اور اس توقع میں کہ اگر یہ ارادہ پورا اور بادشاہ اس حریف کے استیصال کے درپے ہو جائے تو یقیناً وہ پریشان ہوگا، اور اس صورت میں اپنی طرف سے بھی اس پر دباؤ ڈالنا اور اس کو بآسانی مغلوب کر لینا ممکن ہو سکے گا، وہ طریقہ کار اختیار کیا ہے جس کی تنقید میں ہم کو اس قدر طول طویل بحث کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

سر جادو ناتھ سرکار نے رسالہ اسلامک کلچر (جلد ۱۵، شمارہ ۳، بابتہ ۱۹۴۱ء) میں نواب مغفرت مآب کے ایک تاریخی رقعے کو جو راجہ جے سنگھ سوائی کے نام تحریر کیا گیا تھا، پیش کیا ہے، جو تاج و تخت مغلیہ کے ساتھ آپ کے وفادارانہ جذبات کی بخوبی ترجمانی کرتا ہے۔ اس رقعے کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اور مخالفین نے بھی آپ کے خلاف اسی قسم کا پروپگنڈہ پھیلا رکھا تھا، اور آپ نے محض بادشاہ کے پاس خاطر اور ان لوگوں کی زبان بندی کی غرض سے مرہٹوں کے خلاف مہم اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ ہم اس رقعے کو بجنسہ ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

"سابق مکرر رتبہ افزائی دولت مہاراجا جیو و آن منیع الشان بلند مکان وانتشار مرہٹہ

درحدود دو تاخت و تاراج نمودن ملک رامپوره وخاوده ورسیدن آنها بسرحد بوندی وکوٹہ که از آنجا سرحد ملک آن سمو المکان قریب است نوشته بودند. جماعه ضاله در صوبه مالوه و گجرات آواره شده است. آسیب و اذیت که بحال رعایا می رسانیدند از غایت اشتهار احتیاج بنوشتن نیست. ذهن نشین مردم حضور پُر نور شده بود که این جماعه باشاره و ایمای این جانب در گجرات و مالوه انتشار می نمایند. فرامین و احکام مطاعه درین باب متواتر شرف صدور یافت. و آنچه لازمه سعی و کوشش بود درین باب بتقدیم رسانید. و بساهو مکرر به نمط نصیحت نوشته شد که رفتن مرهٹه برای نهب و غارت نمودن ملک مالوه و گجرات خوب نیست، خلاف مرضی مقدس است، با فواج خود تاکید نماید که دریای نربدا عبور نکنند. هرچند تاکید و تهدید کرده شد اصلا بعمل نیامد. و افواج ساهو که در گفته او و در اختیار هیچ کس نیستند ممنوع نشدند.

بنا بر اطاعت حکم والا و پاس خاطر محبت ماثر و پایه افزائی شوکت مهارانا و آن رفیع الشان بعون عنایت الهی راجه سنبھاجی را که مدعی ساهوست باستمالت پیش خود طلب داشته به تنبیه و استیصال ساهو پرداخته شد. سلطان جی راؤ که سرلشکر فوج مخالف بود آمده ملاقات نمود. بر لشکر راجه سنبها مقرر نموده شد. بعنایت الهی امید است که رفقائی دیگر ساهو جدا شده بیایند و سلک جمعیتش گسیخته شود و بفضل الهی کار حسب دلخواه صورت یابد.

بعد جنگ مبارز خان که بتقریب ب ولیست صوبه حیدرآباد فوج ظفر موج بسمت شیکاکول عازم شده بود و از آنجا بنگاله نزدیک و قریب بود. مردم همه یقین شده بودند که مخالفان برائی غرض و گرمی بازار خود سخنان دروغ بعرض بادشاه رسانیده

اند ۔ قابوئی خوبست زود بہ بنگالہ رسیدہ بضبط آن پرداختہ شود ۔ وہمچنیں مقامات بسیار در میان آمدہ از آنجا کہ ہمت نیت مصروف بر دو تنخواہی و فدویت جناب والا بود این خطرہ بخاطر خطور نکردہ تا بوقوع چہ رسد ؟

بنا برایں کہ درین ایام متواتر فرامین بدستخط خاص در باب تنبیہ ساہو و عہد و پیمان قسم کہ در ہمہ باب امداد و اعانت لشکر ظفر اثر خواہد شد و کارشکنی و اغوائی مردم بہیچ وجہ بعمل نخواہد آمد، محض بپاس خاطر مرضی مبارک و بند ساختن زبان مخالفان و تر مندہ ساختن آنہا، این قسم مہم عمدہ را التزام نمودہ شد کہ بالاتر ازین وکیل بر صدق اخلاص و فدویت این جانب در خیال والائی باشد، والّا در ہیچ اوقات با مرہٹہ برہم زدن بصلاح مناسب نبود ۔ با وصف این کہ در عہد خلد مکان و عہود سابقہ این قدر قوت و استقلال و کثرت نداشت ۔ چہ قدر خزاین صرف بکار ہائی این جانبین و راجہ ہای عمدہ از منصبداران نقدی و جاگیر دار مصلح در خود کار تعین بودہ اند ۔ الحال مرہٹہ رگ و ریشہ فساد در ہمہ ملک قائم نمودہ زور و قوت آنہا از حد افزودہ بود محض بر افضال الٰہی و عنایات و اعانت بادشاہی است"

مرہٹوں کی آپس میں لڑائیاں

نواب مغفرت مآب کی جگہ صوبہ داری گجرات پر سربلند خاں کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ مگر اس نے صوبۂ مذکور کو فوراً روانہ ہونے کی بجائے نیابت صوبہ داری کی سند شجاعت خاں کے نام بھجوا دی تھی ۔ جب شجاعت خاں اور اس کے دونوں بھائی ابراہیم قلی خاں و رستم علی خاں سابق نائب صوبہ دار حامد خاں اور ان کے حلیف مرہٹوں کے مقابلے میں لڑ کر مارے گئے تو محمد شاہ بادشاہ نے سربلند خاں کو حکم دیا کہ فوری اپنے صوبے کو روانہ ہو جائے، اور حامد خاں کو وہاں سے بے دخل کر کے مرہٹوں کی

دست درازیوں کی روک تھام کرے۔ اس مہم کی تیاری کے لئے ایک کروڑ روپے منظور کئے گئے تھے، جن میں سے پچاس لاکھ روپے تو سربلند خاں کو خزانہ شاہی سے نقد ادا کر دیئے گئے تھے، اور پچاس لاکھ روپے بالاقساط ماہانہ تین لاکھ روپے اس کے پاس بھجوانے کا وعدہ کیا گیا تھا، نیز اس کو اجازت دیدی گئی تھی کہ گجرات میں کامل اقتدار حاصل اور وہاں پورا امن و امان قائم ہونے تک اس صوبہ کی کل آمدنی اپنی فوجوں اور وہاں کے نظم و نسق ہی پر صرف کرے۔ اس پر سربلند خاں نے کثیر تعداد میں فوجیں فراہم کرکے صوبۂ گجرات کا قصد کیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد اس کو حامد خاں کے بے دخل کرنے میں زیادہ تکلیف اٹھانی نہیں پڑی، اور وہ اپنی مجبوریوں کا لحاظ کرکے گجرات کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر نواب مغفرت مآب کے پاس دکن چلے گئے۔ اس کے بعد سربلند خاں نے مرہٹوں کا تعاقب کیا، اور بڑی حد تک ان کی سرکوبی کی، اور ملک و رعایا کو ان کی خطرناک و جارحانہ کارروائیوں سے نجات دلادیا۔ جب پایۂ تخت کو اس کی کامیاب کوششوں کی خبریں پہنچیں تو بادشاہ نے امیرالامرا صمصام الدولہ خان دوراں کے مشورے پر اس کے پاس مالی امداد بھجوانی بند کر دی، اور یہ لکھ بھیجا کہ مہم کے لئے جو زائد فوجیں فراہم کی گئی تھیں، ان کو اب برطرف کر دیا جائے۔ اس پر سربلند خاں کو بہت تردد ہوا کیونکہ اس وقت وہ اپنی فوجوں میں تخفیف نہیں کرسکتا تھا، اس لئے کہ ابھی مرہٹوں کا قلع قمع جیسا کہ ہونا چاہیئے، نہیں ہوا تھا، اور وہ وقتاً فوقتاً ملک کے امن و امان میں خلل اور نظم و نسق میں ہرج ڈالتے تھے۔ اب بڑی مشکل یہ آپڑی تھی کہ اگر وہ فوجوں میں تخفیف کر دیتا ہے تو ملک میں امن و امان بحال اور نظم نسق برقرار رکھ نہیں سکتا، اور اگر فوجوں میں تخفیف نہیں کر دیتا ہے تو اس کو آئندہ اس قدر روپیہ فراہم ہونیکی

توقع نہ تھی کہ وہ ان کے مطالبات پورے کر سکتا، کیونکہ اب پایہ تخت سے اس کی مالی امداد بالکل بند کر دی گئی تھی، اور صوبے سے جو محاصل وغیرہ وصول ہوتے تھے۔ وہ بھی اس غرض کے لئے کافی نہیں ہو سکتے تھے۔ ان وجوہ سے وہ بہت پریشان ہو گیا۔ ہر چند اس نے اپنی مشکلات اور مجبوریات کا اظہار کرتے ہوئے دربار سے استدعا کی کہ ان کے مدنظر اس کی مالی امداد موقوف نہ کی جائے، مگر اس کی اس استدعا پر کچھ لحاظ نہیں کیا گیا۔ اس کے باوجود اس نے اپنی فوجوں میں تخفیف کرنا پسند نہ کیا، مگر جب اس کی فوجوں کو تنخواہیں برابر ملنی نہیں لگیں تو انہوں نے مجبور ہو کر ملک میں لوٹ مار شروع کر دی۔ اس پر مرہٹوں کو بھی لوٹ مار کرنے کا اور اچھا موقع مل گیا۔ پھر کیا تھا ملک میں چاروں طرف لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا، جس کی وجہ بُری طرح مُلک تاراج اور رعایا برباد ہونے لگی۔ سربلند خاں نے پیلاجی و کنٹھاجی کو چوتھ و سردیس مکھی کے اختیارات بھی دے دئے تھے کہ مرہٹے ملک کے امن وامان میں مخل نہ ہوں، اور وہ اپنی دست درازیاں چھوڑ دیں، مگر وہ لوگ ان اختیارات کے مل جانے کے بعد بھی اپنی نامحمود کوششوں سے باز نہ رہ سکے۔ ایسے زمانے میں جب کہ صوبہ گجرات کا امن وامان مفقود ہو چکا تھا، اور ابتری اس کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی تھی، باجی راؤ نے اپنے بھائی چمناجی اپا کو ایک کثیر فوج دے کر بھیج دیا کہ وہ بھی وہاں پہنچ کر تاخت و تاراج کرنا شروع کر دے، چنانچہ چمناجی اپا نے گجرات پر چڑھائی کر دی، اور دھولقہ کو لوٹ لیا۔ تب سربلند خاں نے چمناجی اپا کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر وہ اپنے تاخت و تاراج کی کارروائی سے ہاتھ روک لے، اور دوسرے مرہٹہ سرداروں کی دست درازیوں کی روک تھام کا یقین دلائے تو اس کو صوبہ گجرات کے

چوتھ و سردیس مُکھی کے حقوق دے دئے جائیں گے۔ چمناجی اپا نے اس بارے اپنے بھائی باجی راؤ کو اطلاع دی۔ باجی راؤ نے تحریک پیش کردہ سے اتفاق کرلیا، چنانچہ اس کے اور سربلند خاں کے مابین ایک عہدنامہ مرتب ہوگیا (۱۱۴۱ھ)۔

باجی راؤ اور سربلند خاں کے مابین حالیہ عہدنامے کے مرتب ہونے سے ترمبک راؤ دھباڑیہ سیناپتی کے مفادات پر بہت بُرا اثر پڑا، کیونکہ وہ سابق سے صوبہ گجرات میں یک حصّے کے محاصل چوتھ و سردیس مکھی اپنے نائب پیلاجی گائیکواڑ کی وساطت سے وصول و جمع کرنے اور ان کو مرہٹہ حکومت کے مرکزی خزانے میں داخل کرنے کا مجاز تھا اور اس ضمن میں اس کو بھی بہت کچھ مالی فوائد حاصل ہو جاتے تھے۔ پیشتر اسکے باپ کھنڈے راؤ دھباڑیہ اور اس کے نائب پیلاجی گائیکواڑ نے صوبہ گجرات میں مرہٹہ اقتدار کے قائم کرنے کے لئے بڑی بڑی جانفشانیاں کی تھیں، مگر اب اسکے حقوق اور خدمات پر کچھ لحاظ نہیں کیا گیا، اور راجہ ساہو نے باجی راؤ کے اس کے صوبہ گجرات کے معاملات میں مداخلت کرنے اور وہاں کے ناظم سربلند خاں سے چوتھ و سردیس مکھی کے اختیارات حاصل کرنے کی وجہ ان محاصل کے وصول و جمع و ادخال کا انتظام بھی اسی کے تفویض کردیا، علاوہ اس کے راجہ ساہو نے باجی راؤ کی خواہش پر ترمبک راؤ کو ممانعت کردی کہ وہ آئندہ صوبہ مالوہ کی مہمات اور وہاں کے دوسرے معاملات میں بھی کوئی حصّہ نہ لیا کرے۔ ہر چند ترمبک راؤ نے اپنے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے دربار ستارا میں بہت کچھ کوشش کی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس پر وہ بہت دل برداشتہ ہوگیا، اور اب باجی راؤ کو تباہ و برباد کردینے کی ٹھان لی۔ اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے اس نے

(KINCAID & PARASNIS. VOL. II. P. 190., GRANT DUFF VOL. I. P. 416.)[1]

نواب مغفرت مآب اور راجہ سنبھاجی سے بھی امداد طلب کی۔ نواب مغفرت مآب کے لئے باجی راؤ کو بے دست و پا کرنے کا اس خانہ جنگی سے بہتر اور کوئی موقع نہیں ہو سکتا تھا، اسلئے آپنے اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہا، چنانچہ آپ ترمبک راؤ کی حمایت و مدد پر آمادہ ہو گئے، اور پھر ان دونوں میں یہ طے پایا کہ احمد نگر کے نواح میں اپنے اپنے لشکر لیکر ایک دوسرے سے آملیں۔ باجی راؤ کو کسی طرح سے ترمبک راؤ کی خطرناک سازش کا پتہ لگ گیا۔ اس پر باجی راؤ نے ترمبک راؤ کو باغی قرار دیتے ہوئے فوراً اسکی سازش کی اطلاع دربار ستارا کو کردی اور حکم کا خواستگار ہوا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس سازش کی اطلاع ملنے پر راجہ ساہو کے دل میں ترمبک راؤ کی طرف سے بہت میل آگیا۔ ہرچند ترمبک راؤ کے طرفداروں نے راجہ ساہو کو اس کی نیک نیتی اور وفاداری کا یقین دلانے کی کوشش کی، اور کہا کہ جو کچھ خرابی پیدا ہو رہی ہے، اس کا بانی مبانی وہ نہیں بلکہ باجی راؤ کا بھائی چمناجی اپا ہے، مگر راجہ ساہو کے دل میں ترمبک راؤ کی طرف سے جو میل آگیا تھا، وہ پھر دور نہ ہو۔ بلکہ اسنے باجی راؤ کو صاف اجازت دے دی کہ وہ فوری ترمبک راؤ کے خلاف تادیبی کارروائی اختیار کرے۔ اس بنا پر باجی راؤ نے بہ عجلت تمام پچیس تیس ہزار فوج ساتھ لے کر ترمبک راؤ کے خلاف پیش قدمی کی جب کہ وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ احمد نگر کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا تاکہ قرارداد کے بموجب اپنے حلیف یعنے نواب مغفرت مآب سے ملحق ہو، مگر باجی راؤ نے بڑی چالاکی یہ کی کہ ایسا موقع آنے ہی نہ دیا، اور رستے ہی میں حائل ہو کر بڑودہ کے نواح میں حریف سے لڑائی کی۔ اگرچہ ترمبک راؤ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا، مگر آخر میں اسکو شکست ہوئی

اور وہ مارا گیا (۱۱۴۳ھ) ۔ اس خانہ جنگی میں بہت سی سپاہ نذر اجل ہوئی، اور متعدد سردار کام آئے، جس پر راجہ ساہو کو بہت افسوس اور رنج ہوا ۔ اس طرح آپس میں کُشت و خون ہونے کے بعد آخر راجہ ساہو کو خاندان دھپاڑیہ کے حقوق تسلیم کرنے ہی پڑے اب اس نے یہ تصفیہ کر دیا کہ آئندہ گجرات اور مالوے کے دونوں صوبوں سے نصف نصف محاصل بوساطت باجی راؤ داخل خزانہ ہوں، اور گجرات کے نصف محاصل خاندان دھپاڑیہ اور مالوے کے نصف محاصل باجی راؤ اپنی اپنی صوابدید سے اپنی فوجوں وغیرہ پر صرف کریں۔[1]

اس خانہ جنگی سے جس کا ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے، کچھ ہی عرصہ پیشتر کا واقعہ ہے کہ جنوب میں ستارا اور کولاپور کی مرہٹہ فوجوں میں بھی تلوار چل گئی تھی ۔ اس کی تفصیل یہ ہے :-

نواب مغفرت مآب اور باجی راؤ کے مابین صُلح ہو جانے کے بعد راجہ سنبھا ناکام و نامراد اپنی راجدھانی کو واپس آچکا تھا، مگر وہ راجہ ساہو کے مقابلے میں اپنے قدیم دعوے سے دست بردار نہ ہوا ۔ راجدھانی کو واپس آنے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس کے پاس ترمبک راؤ دھپاڑیہ اور نواب مغفرت مآب کی جانب سے تحریکات وصول ہوئی تھیں کہ باجی راؤ کے خلاف ان سے رشتۂ اتحاد قائم کرنے اور اس کو تباہ و برباد کر دینے کی مُہم میں ان کے ساتھ حصّہ لینے پر آمادہ ہو ۔ مگر یہ ظاہر نہ ہو سکا کہ اس نے اپنی طرف سے کیا جواب دیا، البتہ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی رانی جی جا بائی اور اس کے سیناپتی اوداجی چوہان کو ان تحریکات سے

---

[1] GRANT DUFF. VOl. I. P. 422, KINCAID & PARASNIS. Vol. II. P. 194.

اختلاف نہ تھا۔ باجی راؤ کو شمال کی طرف وہاں کے معاملات میں مصروف دیکھ
کر اوداجی چوہان نے راجہ ساہو کے ملک پر چڑھائی کرنے کے لئے راجہ سنبھاجی سے
اجازت حاصل کرلی۔ چنانچہ وہ فوج لیکر دریائے وارنا کو عبور کر کے راجہ ساہو کے
ملکی حدود میں داخل ہوگیا، اور شیرول کے مقام پر اپنا کیمپ قائم کر کے اطراف
واکناف کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کردیا۔ جب اس کی اطلاع راجہ
ساہو کو جو کہیں قریب ہی سیر و شکار میں مصروف تھا، ملی تو اس نے اوداجی چوہان
کو جان کی امان کا یقین دلا کر اپنے پاس طلب کیا، اور اس کی روش کی نسبت بہت
کچھ چشم نمائی کی، اوداجی چوہان نے اس وقت تو کچھ نہیں کہا، مگر اس بات سے
اس کو اس قدر کوفت و صدمہ ہوا کہ اس نے اپنے کیمپ کو واپس جاکر راجہ
ساہو کی جان لینے کی سازش کی۔ چنانچہ ایک رات کو اس نے اپنے چار منتخب آدمی
بھیجے کہ چپکے سے راجہ کے خیمے میں داخل ہو کر اس کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں۔
اس ارادے سے جب وہ لوگ راجہ ساہو کے خیمے میں داخل ہوئے، اور اس کو
دیکھا تو وہ مارے رعب کے کانپنے لگے، اور ہتھیار ان کے ہاتھ سے گر پڑے۔ راجہ ساہو
کو اپنے خیمے میں ان لوگوں کی موجودگی کا علم ہوا تو اس نے بہت تعجب کیا، اور ان کی
آمد کا سبب پوچھا۔ ان لوگوں نے راجہ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا، اور اس کے
قدموں پر گر کر رحم کے خواستگار ہوئے۔ راجہ ساہو نے ان کی جان بخشی کر کے انہیں
واپس چلے جانے کی اجازت دے دی، مگر اس واقعہ سے وہ اس قدر متاثر ہوا
کہ اس نے اپنے حریفوں کی گوشمالی کرنے کے لئے سری پت راؤ پرتی نیدھی کی
کمان میں ایک کثیر فوج وارنا کی طرف بھیج دی۔ اس موقع پر راجہ نے ایک تجربہ کار

سردار یعنی شمبھو سنگھ جادو[1] کو بھی پرتی نیدھی کے ساتھ کر دیا تھا۔

فی الوقت راجہ سنبھا کی رائے نہ تھی کہ حریف کی بڑھی ہوئی قوت کو دیکھتے ہوئے اس سے مقابلہ کریں، مگر اودا جی چوہان نے اپنی فتح کا یقین دلاتے ہوئے اس کو سمجھا منا کر میدان جنگ میں اترنے پر آمادہ کر ہی لیا، چنانچہ راجہ سنبھا کافی مقدار میں اسباب حرب فراہم کر کے اودا جی چوہان کے لشکر سے ملحق ہو گیا۔ اس اثنا میں پرتی نیدھی اور شمبھو سنگھ بھی اپنی فوجیں لے کران کے کیمپ کے قریب پہنچ گئے تھے، تب ہر دو جانب کی فوجیں آمادۂ پیکار ہوئیں، اور ان کے درمیان ایک زبردست معرکہ پیش آیا۔ راجہ سنبھا کی فوجیں زیادہ دیر تک حریفوں کے مقابلے کی تاب نہ لا سکیں، اور ان میں پورا خلل پڑ گیا۔ یہ دیکھ کر راجہ سنبھا چند رفیقوں کی معیت میں اس عجلت سے میدان کارزار چھوڑ پنالہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا کہ وہ اپنے ساتھ محلات کو بھی نہ لیجا سکا، اس کو بھاگتے دیکھ کر اس کی فوجیں بھی ادھر ادھر منتشر ہو گئیں۔ اس کے بہت سے آدمی مارے گئے، اور کئی ایک حریفوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے، جن میں اس کے محلات کے لوگ تارا بائی، راجس بائی اور جی جا بائی وغیرہ بھی تھے۔ پرتی نیدھی نے سب قیدیوں کو راجہ ساہو کے پاس بھجوا دیا۔ راجہ ساہو نے راجس بائی اور جی جا بائی کو عزت و احترام کے ساتھ راجہ سنبھا کے پاس پنالہ واپس بھیج دیا، اور تارا بائی کو جو وہاں جانا نہیں چاہتی تھی، اپنے ہی پاس قلعہ ستارا میں رکھا[2]۔

---

[1] یہ سردار دھنا جی جادو کا دوسرا بیٹا اور چندرسین جادو کا چھوٹا بھائی تھا۔ سابق میں اس نے اپنے بھائی کے ساتھ نواب مغفرت مآب کی ملازمت اختیار کر لی تھی مگر بعد میں اپنے بھائی سے لڑ جھگڑ کر پھر راجہ ساہو کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔

[2] KINCAID & PARASNIS.V01.II.P.196,197.

پرتی نیدھی اور شمبھو سنگھ جادو، راجہ سنبھا کو بالکل ہی بے دست و پا کر دینا چاہتے تھے اسلئے وہ شیرول پر فتح حاصل کرنے کے بعد بھی اس کا تعاقب کرنے لگے۔ اس پر راجہ سنبھا اور راو دا جی چوہان نے فوجیں جمع کر کے پھر ایک مرتبہ وشال گڈھ کے مقام پر حریفوں سے مقابلہ کیا، مگر یہاں بھی ان کو ناکامی کی صورت دیکھنی پڑی، اور وشال گڈھ پر حریفوں کا قبضہ ہو گیا۔ تب راجہ سنبھا نے مجبور ہو کر مخالفین سے صُلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی، بالآخر تارا بائی کے بیچ میں پڑنے سے راجہ سنبھا اور راجہ ساہو کے درمیان صُلح ہو گئی، اور ان کے مابین ایک عہدنامہ ترتیب پایا۔ اس عہدنامے کی رو سے بہت سا ملک راجہ سنبھا کے قبضے سے نکل گیا۔ اب اس کی حکومت کوکن کے صرف اس خطے تک محدود ہو کر رہ گئی جو سالسی سے انکولہ تک پھیلا ہوا تھا اور مہاراشٹر کے بقیہ تمام ملک پر راجہ ساہو کا اقتدار راجگی تسلیم کر لیا گیا[1]

مالوے اور گجرات میں مرہٹوں کا غلبہ مالوے کی صوبائی حکومت سے نواب مغفرت مآب کو بے دخل اور آپکے نائب عظیم اللہ خاں کو علیحدہ کر کے وہ حکومت راجہ گردھر بہادر کے تفویض کر دی گئی تھی۔ راجہ گردھر بہادر نے مالوے میں آکر اپنے اور اپنے خاندان کے لئے ایک علیحدہ مستقل حکومت کی داغ بیل ڈالنی چاہی، مگر وہ خوب جانتا تھا کہ جب تک مرہٹوں کو اس ملک سے نکال باہر نہ کر دیا جائے گا، اس وقت تک اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں، اور تنہا اس کام کو انجام دینا اس کے اپنے بس کی بات نہ تھی، اس لئے اس نے مرہٹوں کے خلاف دربار مغلیہ سے مدد چاہی

[1] GRANT DUFF. VOL.I. P. 418.

طلب کی، لیکن وہاں سے اس کو کچھ بھی مدد نہیں ملی۔ اس کے باوجود اس نے
مرہٹہ اقتدار کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود،
آخر میں وہ خود چمناجی اپا اور اوداجی پوار کے مقابلے میں شکست کھا کر مارا گیا
(۱۱۴۱ھ) [1]

راجہ گردھر کے مارے جانے کے بعد مالوے کی حکومت کی باگ ڈور
چند مہینوں کے لئے اس کے بیٹے بھوانی رام کے ہاتھ میں آگئی، مگر وہ بھی عسرتِ
خرچ اور قلتِ سپاہ کے سبب مرہٹوں کی بخوبی مدافعت نہ کر سکا۔ اس وقت مالوے
میں مرہٹوں کی بڑی قوت جمع ہوگئی تھی۔ اس کے علاوہ راجہ جے سنگھ سوائی اور
نندلال مانڈلوئی ان کی حمایت پر تھے۔ مرہٹے رفتہ رفتہ سارے صوبے پر چھا گئے
اور عام طور پر ملک میں لوٹ مار شروع کردی۔ اب بھوانی رام طرح طرح کی مشکلات
میں گھر گیا تھا، اس سبب سے وہ مالوے کے معاملات سنبھالنے کے قابل نہ رہا۔ تب
محمد شاہ بادشاہ نے راجہ گردھر کے چچازاد بھائی دیا بہادر کو صوبہ داری مالوہ پر مقرر کردیا۔
اس کو بھی مالی مشکلات نے ستایا۔ اس نے مجبور ہو کر دربارِ مغلیہ سے مدد کے لئے
درخواست کی، اور اس پر زور دیا کہ "تا من زندہ ام سدِّ راہ عبورِ جنود مرہٹہ در ملک
ہندوستانم، بعد از من فتنہ انتہا در تمام سلطنت سرائت خواہد نمود" [2] مگر اس کی درخواست
پر کچھ بھی لحاظ نہیں کیا گیا۔ ہرچند اس نے کوشش کی کہ کم از کم چودھری نندلال مانڈلوئی
ہی کو مرہٹوں سے توڑ لے تاکہ اس سے اپنی قوت میں قدرے اضافہ ہو، لیکن اس کی

---

[1]۔ سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۶۳ ۔ IRVINE VOl. II. P.243.

[2]۔ سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۶۴ ۔

یہ کوشش بھی بار آور نہ ہو سکی، اور چودھری مذکور راجہ جے سنگھ سوائی کے ایما پر بدستور مرہٹوں کی حمایت پر ہی اڑا رہا[1]

چند برسوں سے راجہ جے سنگھ سوائی کی پالیسی منافقانہ رنگ اختیار کی ہوئی تھی۔ وہ ظاہر میں تو سلطنت مغلیہ سے اچھے تعلقات رکھتا تھا، مگر باطن میں اسکے دشمن "مرہٹوں" سے ملا ہوا تھا۔ اس بارے میں وہ باجی راؤ پیشوا کا بالکل ہم خیال بلکہ اس کا ممد و معاون تھا کہ ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر اسکی جگہ ہندو راج قائم کیا جائے۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ خود بھی خفیہ طور پر مرہٹوں کی حمایت کرتا رہا، اور وسط ہند کے دوسرے ہندو سرداروں کو بھی ابھارا کہ وہ بھی ہر طرح ان کی حمایت کریں۔ چنانچہ چودھری نند لال مانڈلوی وغیرہ اسی کی تحریک پر مرہٹوں کی حمایت پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اگرچہ چودھری مذکور حکومت مغلیہ کی طرف سے دریائے نربدا کے گھاٹوں کی حفاظت و نگرانی کے کام پر متعین تھا، مگر جب کبھی مرہٹے دکن سے ہندوستان کا رخ کرتے تو وہ سلطنت مغلیہ کے ان دشمنوں سے ساز باز کرنے کی وجہ اس کے ساتھ غداری کر کے انہیں نربدا کے گھاٹوں سے اتار لیتا، اور علانیہ ان کی فوج وغیرہ سے مدد کرتا تھا۔ تاریخی نقطہ نظر سے راجہ جے سنگھ سوائی اور نند لال مانڈلوئی جیسے غدار ہی ہندوستان کے مغلیہ صوبوں پر مرہٹہ تاخت کے ذمہ دار قرار دئے جا سکتے ہیں، مگر حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مورخین ان لوگوں کی غداریوں سے واقف ہونے اور ان کا اعتراف کرنے کے باوجود ہندوستان پر مرہٹہ تاخت کی ذمہ داری نواب مغفرت مآب پر عائد کرتے ہیں۔[2]

[1] IRVINE. VOl. II. P. 247. – [2] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۶۳؛ IRVINE. KINCAID. etc. VOl. II. P. 212; GRANT DUFF. VOl. I. P. 421; VOl. II. P. 242.

اور اس کے ثبوت میں ایک بھی ایسا تاریخی واقعہ جو روایت و درایت کی رُو سے صحیح تسلیم کیا جا سکے، پیش نہیں کرتے۔

اب تک دربارِ مغلیہ نے مرہٹوں کی سرکوبی کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ یہ اسی کی غفلت کا نتیجہ تھا کہ مرہٹے بہت سر چڑھ گئے، یہاں تک کہ انہوں نے چاروں طرف سے ہجوم کر کے مالوے کے حال صوبہ دار گِردھر بہادر کو بھی دھار کے نواح میں گھیر کر شکست دے دی، اور اس کا بھی کام تمام کر ڈالا (۱۱۴۳ھ) [1] اس کے بعد تو وہ پورے صوبے پر قابض و متصرف ہو گئے۔

گجرات میں سربلند خاں کا باجی راؤ سے چوتھ و سر دیس مکھی کی شرائط پر معاہدہ کرنا بادشاہ کے ناگوارِ خاطر ہوا، اس لئے بادشاہ نے سربلند خاں کو صوبہ داری گجرات سے معزول کر کے اس کی جگہ راجہ ابھی سنگھ (مہاراجہ جودھپور) کو مقرر کر دیا۔ یہ کارروائی خان مذکور پر بہت گراں گذری، اس لئے اس نے راجہ ابھی سنگھ کو صوبہ داری کا جائزہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر راجہ ابھی سنگھ نے سربلند خاں کو بزورِ شمشیر بے دخل کرنا چاہا۔ جب مقابلہ شروع ہوا تو سربلند خاں نے پہلے پہل راجہ کو شکست بھی دیدی، مگر خان مذکور خوب جانتا تھا کہ وہ اپنی بڑھی ہوئی مالی مشکلات کے سبب زیادہ عرصے تک راجہ کے مقابلے میں کھڑا نہ رہ سکے گا، اور اس وجہ سے آخر میں کامیابی حریف ہی کو حاصل ہو گی، اس لئے اس نے ابھی سنگھ سے صلح کر لی، اور حکومت گجرات اس کے تفویض کر کے پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

سربلند خاں کے روانہ ہو جانے کے بعد راجہ ابھی سنگھ مرہٹوں کو گجرات سے

---

[1] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۶۳، KINCAID & IRVINE. VOL. II. P. 248. & PARASNIS. VOL. II. P. 214.

نکال باہر کرنے میں مصروف ہوا۔ اس نے مرہٹوں کے مقابلے کے لئے اپنے راجپوت
سرداروں کی کمان میں فوجیں بھیجیں، اور ان فوجوں نے مرہٹوں کو جا بجا شکستیں دیں
اور بڑودہ وغیرہ متعدد مقامات ان کے قبضے سے نکال لئے، مگر یہ سب عارضی
کامیابیاں تھیں، اس وقت گجرات میں سوائے پیلاجی گائیکواڑ کے اور کوئی بڑا مرہٹہ
سردار موجود نہ تھا۔ باجی راؤ و کنٹھاجی مالوے کے معاملات میں مصروف تھے، اور
چمناجی اپا ستارا کو گیا ہوا تھا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر راجہ ابھی سنگھ نے پیلاجی
گائیکواڑ کا پیچھا کرنا شروع کیا۔ سابقہ خانہ جنگی میں پیلاجی کی قوت بہت کچھ گھٹ چکی
تھی، اس کے باوجود اس نے تن تنہا ہی اپنی قلیل فوج کو لیکر راجپوتوں سے مقابلے
کئے، مگر شروع شروع میں اسے کامیابی نہیں ہوئی، اور متعدد مقامات اس کے ہاتھ
سے نکل گئے۔ تب اس نے گجرات کی پہاڑی قوموں کو اپنی حمایت پر ابھار کر راجپوتوں
کے مقابلے میں لا کھڑا کیا، کئی مرتبہ انکو شکست دی، اور کھوئے ہوئے اکثر مقامات پھر
حاصل کر لئے۔ اب راجہ ابھی سنگھ نے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے مصلحت اسی
میں دیکھی کہ دغا و فریب سے پیلاجی کو ٹھکانے لگا دیا جائے، چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں
کو صلح کی تحریک پیش کرنے کے بہانے پیلاجی کے پاس بھجوا کر اس کو دھوکے سے قتل
کروا دیا، مگر اس واقعے سے حکومت گجرات کو بجائے فائدہ پہنچنے کے وہ نقصان پہنچا
جس کی تلافی پھر نہ ہو سکی۔ پیلاجی کا قتل کیا جانا تھا کہ راجہ ابھی سنگھ کے خلاف ایک بڑا فتنہ
کھڑا ہو گیا۔ گجرات کی وہ تمام پہاڑی قومیں جو پیلاجی کی طرفدار تھیں، بہت غضبناک
ہو گئیں، اور صوبے میں چاروں طرف قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ پیلاجی کے بھائی
ماہد جی نے جمبوسر سے بڑھ کر بڑودہ پر چڑھائی کر دی، اور اس کو فتح کر لیا۔ اسی طرح

اس کا بیٹا دماجی گائیکواڑ سون گڑھ سے مشرقی گجرات پر چڑھ آیا، اور کئی بڑے مقامات اپنے قبضہ میں کر لئے' اور پھر آگے بڑھ کر راجہ ابھی سنگھ کی موروثی راجدھانی "جودھپور" پر بھی دھاوا بول دیا۔ اب گجرات میں پہاڑی قوموں کی لوٹ مار اور مرہٹوں کی تاخت و تاراج سے راجہ ابھی سنگھ بہت پریشان ہو گیا تھا۔ وہ ان لوگوں کی کچھ بھی مدافعت نہ کر سکا۔ جب اس کو جودھپور پر دماجی کے چڑھ آنے کی اطلاع ملی تو وہ گجرات میں اپنا نائب چھوڑ کر بہ عجلت تمام اپنی راجدھانی کو بچانے کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد راجہ نے پھر گجرات کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا' اور یہاں کے کاروبار بد سے بدتر ہونے لگے۔ مرہٹہ قوم نے موقع پاکر رفتہ رفتہ سارے صوبے پر اپنا قبضہ جما لیا۔

دیا بہادر کے مارے جانے کے بعد بادشاہ نے مالوے کی حکومت محمد خاں بنگش صوبہ دار الٰہ آباد کے سپرد کر دی' اور خان مذکور دس گیارہ ہزار فوج ساتھ لے کر اپنی نئی حکومت کی دیکھ بھال کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس سردار نے سابق میں بندیل کھنڈ کے بوندیلوں سے کئی لڑائیاں لڑی تھیں۔ اگرچہ ان لڑائیوں کے موقع پر شروع شروع میں فتح اسی کو حاصل رہی' اور اس نے متعدد مغلیہ علاقے بوندیلوں سے چھین بھی لئے تھے۔ جن پر انہوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا، مگر آخر میں اُن لوگوں نے باجی راؤ کو اپنی مدد پر آمادہ کر کے اس کو بُری طرح زک دی تھی۔

مالوے پر محمد خاں بنگش کی ماموری اسوقت عمل میں آئی جبکہ یہاں مرہٹوں کے قدم اچھی طرح جم چکے تھے۔ اس زمانے میں ترمبک راؤ سیناپتی اپنی

مخالفت کے سبب باجی راؤ کو تباہ و برباد کر دینے کے لئے نواب مغفرت مآب سے رشتۂ اتحاد قائم کر چکا تھا، اور آپ چاہتے تھے کہ اس رشتے میں محمد خاں بنگش کو بھی منسلک کر لیں، چنانچہ آپ نے اس کے پاس ایک پیغام بھی روانہ کر دیا کہ اس بارے میں ضروری مشورہ کرنے کے لئے بہ عجلت ممکنہ دریائے نربدا کے کنارے آ کر ملاقات کرے۔ یہ پیغام محمد خاں بنگش کو اس وقت ملا جب کہ وہ سدھورہ کے مقام پر پہنچ چکا تھا[1]۔ گذشتہ واقعات پر روشنی ڈالنے سے ظاہر ہوگا کہ باجی راؤ نے اپنی قیادت میں مرہٹوں کی طرف سے سلطنت مغلیہ کے لئے بڑے خطرات پیدا کر دئے تھے، اور اب وہی حقیقی معنی میں مالوے پر اپنے کارکنوں کے ذریعہ حکومت کر رہا تھا اور پھر سابق میں اس کے ہاتھوں ایک مرتبہ خان مذکور کو زک بھی پہنچی تھی۔ ان حالات میں کوئی وجہ نہ تھی کہ خان مذکور باجی راؤ کو تباہ و برباد کر دینے کی کسی تحریک میں حصّہ نہ لیتا۔ اس نے مذکورہ حالات کے تحت نواب مغفرت مآب کے روانہ کئے ہوئے پیغام پر بخوشی لبّیک کہا۔

محمد خاں بنگش اپنے لشکر کے ساتھ سدھورہ سے روانہ ہو کر جب سارنگ پور میں داخل ہونے لگا تو ہلکر نے اپنی فوج کو لے کر اس پر حملہ کر دیا، لیکن بہت جلد خود ہی پسپا ہو گیا، اس کے بعد خان مذکور نے آگے بڑھ کر شاہجہاں پور اور اجین جیسے اہم مقامات مرہٹوں کے قبضے سے نکال لئے۔ کچھ دنوں کے وقفے سے پھر وہ مرہٹوں کے خلاف میدان جنگ میں اُترا، اور دھار کے نواح میں ان کو بُری طرح شکست دی۔ پہلے ہی سال کے اندر اس نے اجین، مانڈو، مہیشور، دھار، دیپالپور سے مرہٹوں کو

---

[1] IRVINE. VOl II. P. 250.

نکال باہر کیا، اور نربدا پران کے نئے قلعے مسمار کر دیئے۔[۸]

مرہٹوں کو شکست دینے کے بعد محمد خان بنگش دھار ہی میں ٹھیرا ہوا تھا کہ اس کو نواب مغفرت مآب نے برہان پور سے نربدا کی طرف اپنی روانگی کی اطلاع دی۔ تب خان مذکور بھی دھار سے اس طرف روانہ ہوگیا، اور بموجب قرارداد دریائے نربدا کے کنارے اکبر پور پہنچ کر آپ سے ملاقات کی اور بارہ روز تک آپ کے یہاں مہمان رہا۔ اس عرصۂ تمام میں ان دونوں کے مابین اہم گفت وشنید ہوتی رہی۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس گفت وشنید کی تفصیلات کیا تھیں مگر اس بارے میں کچھ بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے ملک و ملت اسلامیہ کی فلاح وبہبود کی خاطر باجی راؤ کو تباہ و برباد اور مرہٹوں کی بڑھی ہوئی قوت کو کمزور و ضعیف کرنے کے لئے ہی باہم رشتہ اتحاد [illegible] کیا ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب صوبہ داری مالوہ پر محمد خان بنگش کا تقرر عمل میں آیا تو اس کو ابھارا گیا تھا کہ جوں ہی مرہٹے مغلوب [illegible] تو وہ نواب مغفرت [illegible] بھی جنگی کارروائی اختیار کرے گا۔ ایسا کرنے کے لئے غالباً آپ کے ان مخالفین نے جو دربار مغلیہ میں موجود تھے، خان مذکور کو ابھارا ہوگا۔ شدہ شدہ یہ بات آپ کے لشکر میں بھی پھیل گئی۔ جب آپ نے برہان پور سے نربدا کی طرف کوچ کیا تو اہل لشکر یہ یقین کر چکے تھے کہ آپ کے اور خان مذکور کے مابین ضرور مناقشہ پیدا ہوگا، مگر ان کی حیرت کی انتہا نہیں رہی جب انھوں نے دیکھا کہ ان دونوں کے مابین بجائے مناقشہ کے اتحاد پیدا ہوگیا۔[۹]

الغرض محمد خان بنگش مرہٹوں اور ان کے اولوالعزم سردار باجی راؤ کے خلاف

IRVINE. Vol. II. P. 251. ۹؎

نواب مغفرت مآب سے رشتۂ اتحاد قائم کرکے اپنے علاقے کو واپس ہوگیا۔ باجی راؤ کو اس کا
علم ہوا تو اس نے اتحادیین کو ایک ایک کرکے مغلوب کرلینے کی ٹھان لی۔ سب سے پہلے
اس نے اپنے گھر کے دشمن ترمبک راؤ دھباڑے سینا پتی کی گوشمالی کرنے کا ارادہ کیا جس
نے اولاً اس کو تباہ و برباد کردینے کے لئے نواب مغفرت مآب کی طرف دست اتحاد
بڑھایا تھا، چنانچہ اس نے راجہ ساہو سے اجازت لے کر ترمبک راؤ کے خلاف
فوج کشی کی۔ بڑودہ کے نواح میں ان دونوں کے درمیان ایک زبردست معرکہ
پیش آیا، جس میں ترمبک راؤ کو شکست ہوئی، اور وہ دلیری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس
معرکے کے موقع پر نواب مغفرت مآب نے بھی باجی راؤ کے خلاف پیش قدمی کرنی چاہی،
مگر اس سے پہلے کہ آپ ایسا کرتے معرکے کا فیصلہ ہوچکا تھا۔

ترمبک راؤ کو ٹھکانے لگا دینے کے بعد باجی راؤ نے جنوب کی طرف پیش قدمی
کی اس پر نواب مغفرت مآب اکبرپور سے اس کے تعاقب میں روانہ ہوگئے، اور ر
دمن کے نواح میں پہنچ کر اس سے مقابلہ کیا۔ اس مرتبہ بھی باجی راؤ کو شکست ہوئی
اور وہ بھاگ نکلا۔ اس واقعہ سے متعلق خود آپ نے محمد شاہ بادشاہ کی خدمت میں
ایک عرضداشت کے ذریعہ جس کو ہم آگے نقل کرتے ہیں، تفصیلی حالات کا اظہار
کیا تھا، اور آخر میں بادشاہ سے درخواست کی تھی کہ آئندہ سلطنت مغلیہ کی حفاظت
و سلامتی کی خاطر مرہٹوں کی خاطر خواہ سرکوبی کے لئے آپ کی فوج سے مدد کی جائے۔

نواب مغفرت مآب کے متعلق ایک غلط بیانی

یہاں حقائق پر پردہ ڈالتے ہوئے بعض مورخین نے
نواب مغفرت مآب کے دامن کردار کو داغدار بنانے کی کوشش کی ہے، اور ایسا کرنا
لازمی طور پر ان کی تنگ نظری اور تعصب کا نتیجہ سمجھا جائے گا۔ لکھا گیا ہے کہ اس دفعہ

آپ نے باجی راؤ سے ایک خفیہ معاہدہ کیا تھا، وہ یہ کہ اگر وہ آپ کے دکنی معاملات میں مخل نہ ہو تو آپ بھی سلطنت مغلیہ کے مقابلے میں اس کی مہمات پر کچھ تعرض نہ کریں گے[1] بلکہ لکھنے والوں نے یہاں تک بھی لکھ مارا ہے کہ اگر وہ ہندوستان پر چڑھائی کرے تو اس معاہدے کی رُو سے آپ اس کے ممد و معاون رہیں گے۔[2] یہ روایات حقیقت و واقعیت سے کوسوں دور ہیں، جن کو تاریخی نقطۂ نظر سے کچھ بھی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ ان کی تردید میں ہم اپنی طرف سے زیادہ لکھنا نہیں چاہتے، صرف اس عرضداشت کو یہاں پیش کر دیتے ہیں، جو نواب مغفرت مآب نے حالیہ لڑائی کے بعد محمد شاہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی تھی۔ گذشتہ حالات و واقعات کی روشنی میں اس عرضداشت کو اچھی طرح پڑھیں تو خود بخود ان روایات کی غلط بیانی روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔

"بعد ادائی آداب عبودیت .... میرساند کہ خیرہ سری مرہٹہ تیرہ روزگار و ریشہ دوانی فتنہ و فساد این روباہ طغیان نا ہنجار از حد گذشتہ باجی راؤ شقی کہ راس و رئیس تیرہ بختان و سب لنوع ادبار نصیبان است مدتہا است کہ از شقاوت ازلی و شرارت جبلی و رتالیف تبعۂ ابلیس و گرد آوری مواد شر و شور خاش غریق بحر بی پایان سعی و تلاش است و در تدبیر ہیجان مواد فتنہ کہ عین ادبار اوست باجی بہ پیران و یسہ عمرولیس بنی دہد فدوی درین دو سہ سال این مراتب را با تدبیرات سود مند جہاد و تمہیدات ہدم مبانی فساد مرۃً بعد اولیٰ و کرۃً بعد اخریٰ بتوضیح و تنقیح معروضداشتہ

---

[1] GRANT DUFF. VOl. I. P. 421. IRVINE. VOl. II. P. 252.

[2] KINCAID & PARASNIS. VOl. II. P. 212. ELPHINSTONE. P. 704.

بر نہج استعانت واستمداد کہ از کمال فدویت و دولتخواہی است باقتضائی آیۂ کریمہ ما علینا الا البلاغ غیر از برائت ذمہ فائدہ مترتب نگشتہ و عدم ترتب آثار در انظار قاصرہ سیہ درونان تیرہ روزگار محمل ہای باطل ایجاد کردہ و اذہان بلادت توامان تلامذہ شیطان را بطرف ہای بدکیشی اصل محض است پریشان ساختہ و زیادہ سری اد بار نصیبان را باوج کثرت رسانیدہ و بدین سبب مواد فتنہ ترقی عجبی کردہ و شرارت باجی راو شقی از دکن بصوبۂ گجرات و مالوہ سرایت کردہ و برگردھر و نہگش انچہ گذشتہ غرور مدبر را از یکی بہزار رسانید و علاوہ آن ماجرائی فرقۂ موذیہ و آن شقی است کہ تبازگی صورت وقوع یافتہ و فرق نخوت مدبر مذبور را مماس سطح فلک ساختہ مقہور عرصۂ صوبہ گجرات را خالی یافتہ بڑودہ را کہ در قبضہ تصرف فرقہ موذیہ است محاصرہ کردہ بود نظر براین کہ خدا نکردہ اگر بڑودہ بتصرف آن مدبر در آید اشد و اقبح و کار ضائع میشود و ریشۂ فساد او در آن صوبہ محکم میگردد و غیرت دین و حمیت اسلام و پاس حق نمک کہ اعظم حقوق است عزیمت فدوی را مصمم ساختہ بود کہ از نربدا عبور نمودہ جلوریز باستیصال آن ظلمت سرشت پردازد و باقتضائی حدیث نبوی انما الاعمال بالنیات بمحض نیت اصلاح کار سرکار ولی نعمت مراسم جہاد و لوازم قلع ریشۂ فساد را بتقدیم رساند کہ مدبر باستماع ہای ای لشکر اسلام از راہ اِلی موہان سر رشتہ استقلال را یک قلم از کف دادہ دست از محاصرہ کشیدہ از غلبۂ رعب بسمت سورت باین نیت کہ از لشکر اسلام تا انبوہ مدبران فصل بعید بمیان آید باستعجال میل نمود یعنی با وصف اصراری کہ مدبر مقہور در تسخیر بڑودہ و استحکام تھانہ مسطور داشت و این معنی را بموجب استیعاب و انضباط اکثر اماکن ملک گجرات می پنداشت از ہول و ہراس عزیمت جنود محمدی دست و پا گم کردہ بسرعت از نربدا گذشتہ بحدود دکن در آمد و لشکر اسلام

را از کوته اندیشی دور دیده در پرگنه اکلیسر (انکلیسر) رایت فساد برافراشت نائره جور و ستم را مشتعل ساخته تر و خشک را بآتش بیدادی می سوخت لهذا فدوی از گذر اکبرپور که متصل قلعه مانڈو است بهیر و بنگاه را با توپهای کلان به برهان پور فرستاده بحول و قوة الهی با سپاه تمام در مدت قلیل خود را به بندر بار رسانیده اشیای زیادتی دیگر لوازم آتش خانه را نیز که باوصف ضرورة مخل و مانع طے مراحل بود ثانیاً در آنجا گذاشته بطریق ایلغار در اندک فرصتی بحوالی بندر مبارک سورت رسیده کمترین از وفور اصراری که در ایلغار داشت تتمه توپخانه سبک را نیز که مانع سرعت سیر بود ثالثاً بالتمام با اشیای دیگر در موضع پاپور (کاتور) گذاشته بجد و جهد و تحمل انواع متاعب و محن و گرسنگی و تشنگی و از کار رفتن مراکب و بار بردار لابدی که دو سه روز قوت لایموت کم دست بهم می داد و اکثر اوقات از دشت و بیابان کم آب و جبال و عقبات دشوار گذار عبور و مرور اتفاق می افتاد لشکر اسلام جریده و سبک بعد قطع مراحل نزدیک بانبوه مدبران رسیده تیره بختان از سرعت سیر مجاهدان در عین بیخبری بغتةً آشوب قیامت کلمح البصر او هو اقرب دیده و فعتةً از خواب مرگ عجلت جسته مانند اموات بنفخ صور خبر دهشت اثر ای عساکر اسلام افتان و خیزان من بعثنا من مرقدنا گویان رو بعرصات هزیمت و فرار آوردند و ندائی جانگداز هذا ما وعدنا الرحمان وصدق المرسلون" از عالم غیب شنیدند۔ ع

شد شورشی که شور قیامت بیاد رفت

بصولت و سطوت مجاهدان از شدت سرعت و اضطرابی که در حین فرار لیلاً و نهاراً ازین طائفه تیره روزگار ظهور می نمود بعینه آثارات ساعت و علامات حشر و قیامت در انبوه آن حشرات الارض معائنه می شد از فرط دواد و گرمی هنگامه فرار مادیانهای آبستن

بچه می انداختند و در اثنای تعاقب بچه های تازه از شکم های مادیان برآمده سوده بسیار و بی شمار بمشاهده آمد اِنَّ زَلزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیمٌ یَومَ تَرَونَهَا تَذهَلُ کُلُّ مُرضِعَةٍ عَمَّا اَرضَعَت وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَملٍ حَملَهَا وَتَرَی النَّاسَ سُکَارَیٰ وَمَا هُم بِسُکَارَیٰ وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیدٌ پیش قدمان عرصه نبرد تیز جلوی کرده بانها رسیده اخذ غنایم می کردند و آنها از بسکه مغلوب قهر الٰهی بودند رو باین طرف نمی کردند و عار فرار را موجب نجات خود میدانستند در تشویش فرار کولیان و بهیلیان در جنگل و بهیر آنها در آمده دست برد نمایان کردند خصوصاً شبها که گمراهان میرفتند و راه گم می کردند غنایم متکاثره بدست آنها افتاد و خسارت های کلی بمدبران عاید شد اولٰئِکَ هُمُ الخَاسِرُونَ جهنمیان از بیم ستیزه آویز در اثنای گریز بشعاب دریای شور رسیده از شدت هول و هراس دم اژدهای شمشیر غازیان که مثل عصای موسوی باطل السحر کید سامری نژادانست ماند فرعون و فرعونیان خود را بآب می زدند و غریق بحر فنا می گشتند و برخی اسپان را در غرقاب هلاک گذاشته بهزار خرابی نیم جانی بسلامت می بردند در حین ورود آنها در شب تار بر کنار شعاب مذبوره حالت عجیبی رو میداد که از پیش روی آنها امواج لجه مرگ بود و از پی سر افواج قاهره مستعد طعن و ضرب ملخص اینکه لشکر اسلام از گذر اکبرپور و نواح مانده و بطریق ایلغار دشت و صحرائی خاندیس و سورت و کوکن که از تراکم اشجار راه مرور کمتر داشت تعاقب کنان در نواح بندر سورت بسرعت وقت مدبران رسیده کفار تیره درونانرا پیش انداخته بسواد دمن که از مضافات فرنگ و بلاد کوکن که منتهای حدود غربی دکن است رسانیده و آن بهایم سیرتان مانند مور و مار و سائر حشرات الارض از تراکم اشجار و ضیق طرق در تنگناها که مجال جولان خیال نبود خزیدند لهذا عنان عزیمت بجانب بسیار

بسمت فرار آن فرقۂ تیرہ روزگار منعطف گردید کہ از طرق وسیعہ ہنگامی کہ از ملکوکن
بہ بالاگھاٹ برآید بحول و قوۃ قوی مطلق و اقبال عدو مال حضرت خلیفہ برحق بسروقت
آنہا رسیدہ بہ تنبیہہ پرداز د الحمد اللہ صوبہ گجرات از جوا دفتنۂ باجی راؤ تہی گشتہ و صوبہ
مالوہ نیز از شر شقی مذکور امسال مصئون ماند و از بندر مبارک کہ باب بیت اللہ و
معبر زائران حرمین الشریفین است دست تسخیر و تصرف مفسد مذکور کوتاہ شد
و الا تفاقانہ او متصل دیوار شہرپناہ سورت قائم شدہ بود کہ قریب بود کہ بندر مبارک را تصرف
شود و باب بیت اللہ مسدود گشتہ محمدیان از زیارت خانہ خدا محروم مانند و
خسارت کلی سال بسال بخالصہ شریفہ راہ یابد مفاسد زیادہ سری مدبر بہ برکات
مساعی غازیان زائل شد و اماکن مرقومہ از آسیب دست برد مفسدان محفوظ
ماند و شقی در کمال مذلت و خواری و خفت و نگونساری گریخت و آیندہ فکر
بر اصل واجب و تمشیت این امر منوط است بمصالح انبوہ اشقیا از مور و ملخ است
امید وار است کہ دو ہزار سوار مغل کہ قابض ارواح مرہٹہ اند و یکہزار سوار
برقنداز کہ جمعی از آنہا عرب باشند مرحمت شوند رسیدن این سواران عنایات
باطنی حضرت ولی نعمت را ذہن نشین خاص و عام میکند و در تمشیت امور اثر
کامل و دخل کلی دارد خدا نکردہ اگر توقفی در ترتیب اسباب دفع فساد کہ التماس
نمودہ رو دہد و باجی راؤ قوی تر شود او حدود گجرات و مالوہ نیز تجاوز خواہد کرد
و کار ناظمان بصعوبت خواہد کشید در آن وقت ضرور خواہد شد کہ افواج بسیار
از حضور پرنور بر سرحد ہا تعین شود و خزائن بصرف آید ؎

سر چشمہ شاید گرفتن بہ میل ⁂ چو پر گشت نتوان گذشتن بہ پیل

آفتاب عالمتاب خلافت و سلطنت از مطلع اقبال و عظمت بر مفارق بندہای فدوی ابدالدہر نور افشان و فیروزان باد برب العباد"[۱]

سرجادو ناتھ سرکار نے رسالہ اسلامک کلچر (جلد ۱۵، شمارہ ۳ بابتہ ۱۹۴۱ء) میں نواب مغفرت مآب کا ایک رقعہ نقل کیا ہے، جو عبدالنبی خاں (حاکم کڑپہ) کا موسومہ ہے۔ عرضداشت محولہ میں مرہٹوں کے خلاف مہم سے متعلق جو حالات تحریر کئے گئے ہیں، وہ من وعن رقعہ مذکور میں بھی تحریر ہیں۔

شمالی ہند پر مرہٹہ تاخت | دربار مغلیہ کے ان امرا نے جو نواب مغفرت مآب سے بغض وحسد رکھتے تھے، جب دیکھا کہ محمد خاں بنگش نے آپ کے خلاف بجائے جنگی کارروائی اختیار کرنے کے، جس کے لئے اس کو خاص طور پر ابھارا گیا تھا، آپ سے رشتۂ اتحاد قائم کرلیا ہے تو وہ اس کے مخالف ہوگئے، اور اپنی نامحمود کوششوں سے بادشاہ کو بھی اس سے برگشتہ کردیا۔ یہ انہی لوگوں کی مخالفانہ کوشش کا نتیجہ تھا کہ بادشاہ نے اس کو ایسے زمانے میں مالوے کی صوبہ داری سے بے دخل کردیا جب کہ اس نے مالوے میں بڑی حد تک مرہٹوں کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرلی تھی، اور وہ کوشاں تھا کہ دکن سے کچھ مدد حاصل کرکے ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو اچھی طرح کچل کر رکھ دے۔

محمد خاں بنگش کے بعد دربار مغلیہ نے مالوے کی حکومت ایک ایسے شخص کے تفویض کردی، جو ملک و ملت اسلامیہ کا بدخواہ تھا۔ اس شخص سے ہماری مراد راجہ جے سنگھ سوائی سے ہے۔ یہ راجہ سابق سے سلطنت مغلیہ کے خلاف مرہٹوں سے سازباز کرتا چلا آرہا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی دربار مغلیہ نے اس کا تقرر مالوے کی

---

[۱] منشات موسوی خاں، انشائے میر محمد ہاشم۔

صوبہ داری پر کر دیا۔ اس انتظام سے شاید یہ مقصود تھا کہ وہ اپنے دوستانہ روابط کے مدنظر صلح و آشتی سے کام لیتے ہوئے مرہٹوں کی تاخت و تاراج کا انسداد کریگا، مگر حالات موجودہ میں دربار مغلیہ کا اس طرح انتظام کرنا احتیاط اور عاقبت اندیشی کے خلاف تھا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ سلطنت مغلیہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں مزید تباہ کاریوں کا نشانہ بن گئی۔ مالوے میں راجہ جے سنگھ کی آمد سے حقیقی معنی میں مرہٹوں کو اور تقویت حاصل ہوئی۔ اسی کا باعث تھا کہ ان کی تاخت و تاراج کی حدود رفتہ رفتہ مالوے سے گذر کر اجمیر سے قریب پایہ تخت تک پہنچ گئیں۔ راجہ جے سنگھ نے باوجود کافی قوت رکھنے کے مرہٹوں کی کچھ بھی مزاحمت نہیں کی، اور وہ مزاحمت کرتا بھی کیسے جب کہ وہ خود ان لوگوں سے ملا ہوا تھا۔ برخلاف اس کے اس نے اپنے اختیار سے ان کو طرح طرح کے مراعات دے دئے، یہاں تک کہ اس نے مالوے میں اپنی نیابت کا منصب بھی باجی راؤ کے حوالے کر دیا، اور اس سے وعدہ کیا کہ دربار مغلیہ سے بھی اس کی توثیق کروا دے گا، چنانچہ اس بارے میں اس نے دربار مغلیہ سے درخواست بھی کر دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی واقعہ نے محمد شاہ بادشاہ کو خواب غفلت سے چونکا دیا، یہی وجہ تھی کہ اس نے اس درخواست کو منظور کرنے کی بجائے مرہٹوں کا قلع قمع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس غرض کے لئے اس نے مظفر خاں میر آتش (برادر صمصام الدولہ) کو کافی فوج دیکر بھیج دیا، اور متعدد امیر اس کے ہمراہ کر دئے (رمضان ۱۱۴۶ھ) مظفر خاں دہلی سے نکل کر سرونج تک بڑھتا چلا آیا، مگر رستے میں کہیں بھی مرہٹے اس سے دوچار نہیں ہوئے، البتہ جب وہ سرونج میں آکر ٹھیر گیا تو مرہٹوں نے اس کو

محصور کر لیا، اور قزاقانہ طریق پر اس سے جنگ کرنی شروع کی اسی حالت میں کچھ دن گذر گئے، مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ آخر کار دربار مغلیہ نے مظفر خاں کو واپس بلوا لیا (محرم ۱۱۴۷ھ) [1] اس طرح شاہی لشکر کے ناکام و نامراد واپس ہو جانے سے مرہٹوں کے حوصلے اور بڑھ گئے، اور انہوں نے پہلے سے زیادہ تاخت و تاراج شروع کر دی۔

مظفر خاں کے واپس آجانے کے بعد دربار مغلیہ نے مرہٹوں کے مقابلے میں دوسری کمزوری یہ دکھائی کہ اس نے یادگار خاں کشمیری کو راجہ جے سنگھ کے ذریعہ باجی راؤ سے صلح کی گفت و شنید کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ باجی راؤ نے مغل شہنشاہیت کو عاجز دیکھ کر اس موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، اور اس نے صلح کے لئے اپنی طرف سے حسب ذیل مطالبات پیش کئے۔

(۱) صوبہ داری مالوہ عنایت ہو۔

(۲) الہ آباد، بنارس، گیا و متھرا کے شہر حوالے کئے جائیں۔

(۳) مانڈو، دھار اور رائے سین کے قلعوں سے دست برداری کر لی جائے۔

(۴) پچاس لاکھ روپے نقد مرحمت کئے جائیں یا ان کے معاوضے میں بنگال میں کوئی جائداد عطا ہو۔

(۵) دکن کے صوبوں میں دیسپانڈیہ گری کا موروثی حق تسلیم کیا جائے [2]

باجی راؤ کے مطالبات ایسے نہ تھے جو قبول کر لئے جا سکتے، تاہم امیر الامرا صمصام الدولہ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ آخری شرط کو تسلیم کرنے کے علاوہ مرہٹوں کیلئے

[1] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۶۷ — GRANT DUFF. VOl. I. P. 439.,
[2] KINCAID & PARASNIS. VOl. II. P. 221.

چنبل کے جنوبی اضلاع سے تیرہ لاکھ کی معاش جاری کی جائے، اور ان کو راجپوت ریاستوں بوندی و کوٹہ سے دس لاکھ ساٹھ ہزار روپے کی حد تک خراج وصول کرنے کے اختیارات دے دیئے جائیں[1]

اس کا منشا یہ تھا کہ نواب مغفرت مآب اور راجپوت سردار مرہٹوں سے الجھ جائیں تو خود بخود مرہٹوں کی توجہ سلطنت مغلیہ کی طرف سے ہٹ جائے گی، بادشاہ نے صمصام الدولہ کے مشورے کو قبول بھی کر لیا تھا، مگر باجی راؤ نے اس پیشکش پر صلح کرنے کے لئے آمادگی ظاہر نہیں کی۔

جب صلح کی گفت و شنید ناکام اختتام کو پہنچی تو مرہٹوں نے شمال کی طرف بڑھنا شروع کیا، حتیٰ کہ انہوں نے قصبہ سانبھر پر جو شاہجہاں آباد سے سو کوس کے فاصلے پر تھا، چڑھائی کر دی، اور اس کو بری طرح تاراج کر ڈالا۔ وہاں کے فوجدار فخرو نے چاہا کہ تین چار ہاتھی اور تین لاکھ روپے دے کر ان لوگوں سے اپنا پیچھا چھڑائے، مگر انہوں نے اس پر قناعت نہ کی، اور اس کو ایسا لوٹا کہ صرف اس کے بدن پر کپڑے چھوڑ دیئے[2] اس کے بعد مرہٹوں نے آس پاس کے شہروں کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا۔ تب بادشاہ نے ان کی سرکوبی کے لئے پایہ تخت سے ایک لشکر وزیر اعتماد الدولہ قمر الدین خاں کی سرکردگی میں جنوب مشرق کی طرف، اور دوسرا لشکر امیر الامراء صمصام الدولہ کی کمان میں جنوب مغرب کی طرف روانہ کیا، اور ساتھ ہی اودھ کو برہان الملک کے پاس اور فرخ آباد کو محمد خاں بنگش کے ہاں احکامات بھیج

---

[1] GRANT DUFF. VOl. 1. P. 438.

[2] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۶۷ -

دئے کہ وہ بھی اپنے اپنے مقام سے فوجیں لے کر مرہٹوں کے خلاف پیش قدمی کریں۔[1]

بھیجے ہوئے شاہی سرداروں میں سے صرف برہان الملک کو مرہٹوں کے مقابلے میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ احکام پہنچنے کی دیر تھی کہ اس نے مرہٹوں کے خلاف پیش قدمی شروع کر دی، اور سعد آباد و جالیسر کے نواح میں پہنچ کر ملہار راؤ ہلکر کی فوجوں سے مقابلہ کیا، جو اس طرف لوٹ مار کرتی پھر رہی تھیں۔ اس مقابلے میں ہلکر کے بہت سے آدمی مارے گئے، اور کئی ایک حریف کے ہاتھ گرفتار ہوئے۔ آخر میں وہ خود زخمی ہو کر اپنے بچے کھچے آدمیوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ برہان الملک نے مفرورین کا اعتماد پور تک تعاقب کیا۔ بھاگتے میں بیسیوں مرہٹے دریائے جمنا کو عبور کرتے ہوئے ڈوب مرے۔ ہلکر نے بہ دقت تمام خود کو باجی راؤ کے پاس پہنچایا جب کہ وہ گوالیار کے قریب کوٹلہ میں ٹھیرا ہوا تھا۔[2] برہان الملک فتح کے نقارے بجواتا ہوا متھرا جا پہنچا۔ یہاں امیر الامرا صمصام الدولہ اور محمد خان بنگش بھی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ آ کر اس سے مل گئے۔ پھر سب نے مل کر فتح کی خوشیاں منانی شروع کیں، اور اس میں کچھ ایسے کھو گئے کہ ان کو دشمن کا مطلق خیال نہ رہا۔

باجی راؤ کو حالیہ شکست سے بہت ندامت ہوئی، اور اب وہ چاہتا تھا کہ اس کا خاطر خواہ بدلہ لے۔ اس وقت تقریباً تمام مغلیہ فوجیں پایۂ تخت سے باہر تھیں، اور متھرا میں مغل سردار صمصام الدولہ و برہان الملک وغیرہ اپنے فرائض سے غافل پڑے ہوئے تھے۔ اس موقع کو غنیمت جان کر باجی راؤ نے پایۂ تخت

---

[1] - IRVINE. VOL. II. P. 281.
[2] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۷۵، IRWINE. VOL. II. P. 287.

پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے زبردست تیاری کے ساتھ براہِ فتح پور سیکری بڑی بڑی منزلیں طے کرتا ہوا تغلق آباد جا پہنچا (۸ ذی الحجہ ۱۱۴۹ھ)۔ اس دن وہاں کالکا کی پوجا کی تقریب میں ایک بڑا میلہ لگا تھا، جس میں ہزاروں ہندو مسلم شریک تھے۔ باجی راؤ نے اس بھرے میلے کو نہایت خاطر جمعی سے لوٹنا شروع کیا۔ اس لوٹ مار میں تماشائی اور سوداگر نقصانات اٹھاکر پایۂ تخت کی طرف بھاگ نکلے اور بہت سا مال و اسباب اس کے ہاتھ لگا۔ اس کے بعد وہ خواجہ قطب الدینؒ کے مزار کے قریب آکر ٹھیر گیا، اور رات وہیں بسر کی دوسرے روز جو عرفے کا تھا، صبح صبح مینا بازار پہنچ کر اس کو آگ لگادی اور دوپہر کے قریب قصبۂ پالم میں داخل ہوکر اسکو تباہ و تاراج کردیا۔ کالکا کے ستم رسیدہ جب بلدۂ شاہجہاں آباد پہنچے تو وہاں ان کی زبانی حقیقت حال کا انکشاف ہوا، جس سے سارے شہر میں ایک ہراسانی پھیل گئی۔ بادشاہ نے فوراً پایۂ تخت کی بچی کھچی فوج جمع کرکے امیر خاں، میر حسن خاں کوکلتاش، راجہ بخت مل، اعز خاں، امنور خاں، راجہ شیو سنگھ و راجہ اجمیری سنگھ وغیرہ کی سرکردگی میں مرہٹوں سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیج دی۔ تال کٹورہ کے مقام پر جو بلدۂ شاہجہاں آباد سے بالکل قریب تھا، طرفین میں مقابلہ ہوا، مگر شاہی فوج تھوڑے بہت نقصان کے ساتھ پسپا ہوگئی[۱] اس کے بعد ہی باجی راؤ پایۂ تخت پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ترک کرکے فوراً دکن کی طرف واپس ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو مغل سردار تعاقب میں آگرہ گئے ہوئے تھے، وہ اب مرہٹوں کی تاخت و تاراج کی خبر پاکر بہ سرعت تمام پایۂ تخت کی طرف لوٹ رہے تھے۔ باجی راؤ واپس ہو رہا تھا کہ رستے ہی میں بادشاہ کے

---

[۱] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۶۷۔ IRVINE. Vol. II. P. 293, 294.

مقام پر اس کی وزیر اعتماد الدولہ قمر الدین خاں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ ان دونوں کے درمیان ایک معرکہ بھی پیش آیا۔ آخر کار باجی راؤ نے تاب مقاومت نہ لاکر راہِ فرار اختیار کی، اور براہِ ریواڑی گوالیار جا پہنچا، اور پھر وہاں سے دکن کی طرف چل دیا۔ دکن پہنچ کر اس نے دربار مغلیہ کی پیش کردہ سابقہ شرائط پر ہی صُلح کی سلسلۂ جنبانی شروع کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں بادشاہ نے صمصام الدولہ و راجہ جے سنگھ کے زور دینے پر آئندہ سلطنت کو مرہٹوں کی تاخت و تاراج سے محفوظ رکھنے کی خاطر باجی راؤ کو دیگر مراعات کے علاوہ مالوے کی صوبہ داری بھی عنایت کردی تھی۔

دربار مغلیہ کا نواب مغفرت مآب کو مرہٹوں کے مقابلے میں مدد کے لئے دکن سے طلب کرنا

جس زمانے میں مرہٹہ تاخت و تاراج کا سیلاب پایۂ تخت کی طرف سُرعت سے بڑھنے لگا تو محمد شاہ بادشاہ بہت متردد ہوگیا تھا۔ ایسی حالت میں امرائے دربار پر نظر پڑی تو ان میں کوئی ایسا امیر نظر نہ آیا جو سلطنت کو اس خطرے سے نجات دلا سکتا۔ جو امرا پایہ تخت کے باہر صوبوں پر حکمران تھے، ان کا جائزہ لیا گیا تو ان میں بھی سوائے نواب مغفرت مآب کے اور کوئی امیر اس کام کا اہل دکھائی نہ دیا۔ اس لئے بادشاہ نے اپنی مدد کے لئے آپ کو دکن سے طلب کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا، اور اکثر امرائے دربار کا مشورہ بھی یہی تھا۔ چنانچہ اس نے متواتر فرامین بھیج کر آپ کو باصرار دکن سے طلب کیا، مگر یہ کارروائی امیرالامرا صمصام الدولہ پر جو دربار میں آپ کی مخالف جماعت کا سب سے بڑا رکن تھا، بہت شاق گذری۔

بادشاہ کی باصرار طلبی پر نواب مغفرت مآب نے دکن میں ضروری انتظامات سے فراغت حاصل کرلی، اور اپنے دوسرے صاحبزادے نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کو نائب

مقرر کرکے پایہ تخت شاہجہاں آباد کا عزم کیا (۲ ذیحجہ ۱۱۴۹ھ) - کوچ پر کوچ کرتے ہوئے جب آپ قریب پہنچے تو شاہی حکم سے امیر الامرا صمصام الدولہ و وزیر اعتماد الدولہ وغیرہ نے پایہ تخت سے نکل کر آپ کا استقبال کیا، آخر آپ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ پایہ تخت میں وارد ہوئے، اور بادشاہ کی ملازمت حاصل کی (آخر ماہ ربیع الاول ۱۱۵۰ھ) - آپ کے ورود کی تقریب میں فضل علی خاں شاعر نے حسب ذیل قطعہ تاریخ پیش کیا، جس کو دیکھ کر آپ بہت محظوظ ہوئے، اور صلے میں شاعر کو ایک ہزار روپے نقد اور ایک گھوڑا نقرئی ساز و سامان کے ساتھ مرحمت کیا:-

صد شکر کہ ذاتِ دیں پناہی آمد ☆ رونق دہِ ملک بادشاہی آمد
تاریخ رسید نش بگوشم ہاتف ☆ گفت آیتِ رحمتِ الٰہی آمد

نواب مغفرت مآب کی آمد سے محمد شاہ بادشاہ کو ڈھارس بندھی، اور وہ خوش ہو کر آپ کا تقرر "وکالت مطلق" کے منصب پر کر دیا - یہ منصب سلطنت کے اعلیٰ و اہم ترین مناصب میں شمار کیا جاتا تھا - وزیر و بخشی وغیرہ سب وکیل مطلق کے ماتحت ہوتے تھے، اور وہ اس کے اجلاس پر حاضر ہو کر کاغذات پیش کرتے اور ان پر اس کے دستخط کراتے تھے، البتہ امیر الامرا کا مرتبہ اس سے اونچا تھا - سابق میں سوائے تین چار امیروں کے اور کوئی منصب وکالت پر فائز نہیں ہوا - تھوڑے ہی عرصے کے بعد بادشاہ نے راجہ جے سنگھ کو صوبہ داری اکبرآباد سے بے دخل اور باجی راؤ کو صوبہ داری مالوہ سے معزول کر کے یہ دونوں صوبہ داریاں بھی آپ کے تفویض کر دیں [1]

[1] تاریخ راحت افزا، مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۷۹، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۲۸ -

کچھ دن پایہ تخت میں گذار کر نواب مغفرت مآب اکبرآباد اور مالوے کے انتظامات کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے آپ اکبرآباد پہنچے، اور وہاں چندے قیام کیا، اور محی الدین قلی خاں (نبیرۂ لطف اللہ خاں پسر سعد اللہ خاں) کو جو حفیظ الدین خاں کے علاتی بھائی تھے، وہاں اپنی نیابت میں چھوڑ کر دریائے جمنا کو عبور کیا، اور اٹاوے میں داخل ہوئے۔ اس ملک کا بندوبست کر کے آپ کالپی پہنچے، اور پھر یہاں سے دھامونی کا رخ کیا۔ اس مقام پر چند روز تک قیام رہا۔ تب آپ بوندیلہ کے راجپوتوں کو اپنی رفاقت میں لے کر بھوپال آئے [1]

بھوپال کی لڑائی نواب مغفرت مآب کے بھوپال آنے کا منشا یہ تھا کہ ملہار راؤ ملکر کو جو اس طرف لوٹ مار کرتا پھر رہا تھا، سزا دی جائے۔ جب باجی راؤ نے آپ کی نقل و حرکت کی خبر سنی تو اس نے بہ عجلت تمام اسی ہزار فوج لیکر بھوپال کی طرف رخ کیا، اور قریب پہنچ کر رسد بند کر دی، اور اپنے قدیمی شعار کے مطابق قزاقانہ طریق پر آپ کے لشکر کے اطراف لوٹ مار کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت آپ کے ہاں پینتیس ہزار سے زیادہ فوج نہ تھی۔ اس کے باوجود آپ نے اپنی فوج کی صفیں درست کر کے بہت کوشش کی کہ حریف سے مقابلے کی لڑائی لڑیں، مگر آپ کے ہمراہی زبردست توپخانے اسکو ایسا مرعوب کر دیا تھا کہ وہ ایسی جرأت نہ کر سکا، البتہ ملہار راؤ ملکر نے صفدر جنگ (برادر زادہ برہان الملک) پر جسکو چنداول کی کمک کے لئے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا، اچانک حملہ کر کے اس کو شکست دے دی، اس کے علاوہ حریف نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ آپ کے لشکر میں کسی قسم کی رسد پہنچ ہی نہ سکتی تھی اور اس پر جب کبھی موقع ملتا تو

---

[1] تاریخ راحت افزا، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۳۸، ۱۲۹۔

وہ لشکر کے اطراف لوٹ مار کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں مغلیہ لشکر کے لئے غلہ بالکل کمیاب ہو گیا، اور گرانی اسقدر بڑھی کہ فی روپیہ ایک سیر گیہوں بلکہ ایک سیر جوار بمشکل میسر آتی تھی، اور چارے کی نایابی سے لشکر کے جانور علی۔ہ تباہ ہونے لگے۔ ایسے وقت میں راجپوت حلیف نہ معلوم غداری سے یا مصائب کی تاب نہ لاکر ترک رفاقت پر آمادہ ہو گئے تھے، بایں ہمہ مغلوں کی ہمت و استقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آیا، اور اپنے سے دوگنی تعداد رکھنے والے حریفوں سے برابر لڑنے مرنے پر تیار رہے۔ ان لوگوں کو مبتلائے مصائب دیکھ کر بھی حریفوں کو ان کے مقابلے پر آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی سوائے اس کے کہ دُور ہی سے توپ و تفنگ کی لڑائی لڑیں یا موقع پاکر چھاپے ماریں۔ اس طرح بے سود لڑائی تین چار مہینے تک جاری رہی مگر چونکہ اس اثنا میں ہندوستان پر والیٔ ایران کے حملے کا خطرہ بہت بڑھ گیا تھا، اس لئے آپ نے بمقتضائے مصلحت وقت اول اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے باجی راؤ سے صلح کر لی[1] اور اس سے وعدہ کیا کہ دربار مغلیہ سے حسب ذیل مراعات اس کو دلوا دیئے جائیں گے:۔

(۱) سرفرازی صوبہ داری مالوہ۔

(۲) حوالگی علاقہ مابین نربدا و چنبل۔

(۳) عطیۂ نقد پچاس لاکھ روپیہ۔[2]

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ باجی راؤ نے خود اپنی طرف سے صلح کے لئے پہل

---

[1] ۔ مآثر نظامی، تاریخ مظفری، ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۲۵، سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۷۷۴، مآثر الکرام سرو آزاد صفحہ ۱۷۸۔

[2] GRANT DUFF. VOl. I. P. 448., IRVINE. VOl. II. P. 305.

کی تھی۔[1] غرض کہ صلح ہو جانے کے بعد آپ فوراً پایہ تخت دہلی کو واپس ہو گئے (ذیحجہ ۱۱۵۰ھ)۔

جب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کو نواب مغفرت مآب اور باجی راؤ کے درمیان لڑائی چھڑ جانے کی اطلاع ملی تو وہ فوجیں لے کر والد ماجد کی مدد کے لئے اورنگ آباد سے چل کھڑے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں چمنا جی اپا نے اپنے بھائی باجی راؤ کے ایماء پر برہان پور کے نواح میں ہنگامہ آرائی شروع کر دی تھی کہ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کی توجہ اس طرف معطوف ہو، اور اس صورت میں وہ والد ماجد کے پاس مدد نہ لے جا سکیں۔ جب نواب ناصر جنگ کتل فردا پور تک پہنچے تو انہیں نواب مغفرت مآب اور باجی راؤ کے مابین صلح ہو جانے کا علم ہوا، اور وہ اسی مقام سے لوٹ کر اورنگ آباد آ گئے۔[2]

---

[1] تاریخ راحت افزا۔

[2] ۔ تاریخ راحت افزا، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۳۰۔

باب دوازدہم

ہندوستان پر نادر شاہ والیٔ ایران کا حملہ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ نواب مغفرت مآب نے اپنے عہد وزارت میں محمد شاہ بادشاہ کے سامنے منجملہ دیگر تجاویز کے ایک تجویز یہ بھی پیش کی تھی کہ سلطان حسین شاہ صفوی والیٔ ایران کی مجبوری و ضرورت کا لحاظ کرتے اس کی مدد کی جائے، جو ان دنوں افغانیوں کے ہاتھوں مغلوب ہوگیا تھا، اور آپ نے اس بات پر زور دیا کہ سلطان موصوف کی مدد کرنا نہ صرف خاندان تیموریہ کی نیک نامی و عزت کا باعث ہوگا بلکہ اس احسان کا بدلہ ہوگا جو سابق میں دولت ایران نے ہمایوں بادشاہ پر کیا تھا، مگر محمد شاہ بادشاہ نے آپ کے مخالفین کی غلط رہبری سے اس تجویز پر کچھ اعتنا نہ کی۔ کاش اسی زمانے میں سلطان حسین شاہ صفوی کی مدد کی جاتی تو بہت ممکن تھا کہ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آجاتا، اور پھر دولت ایران میں نہ تباہ کن انقلاب رونما ہوتے اور نہ انکا مضر اثر سلطنت مغلیہ پر پڑتا۔ اس اجمال کی توضیح واقعات مابعد سے ہوسکے گی۔

نادر شاہ کا عروج، اس کی قندھار پر فتح اور ہندوستان کی طرف پیش قدمی

نادر شاہ جس کا نام نادر قلی تھا، ایک کم مایہ شخص ہونے کے باوجود محض اپنی دلیری اور مردانگی کے باعث بادشاہ

کے درجے پر پہنچ گیا تھا۔ ابتدا میں وہ ڈاکوؤں کے ایک سردار کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ خاندان صفوی کے زوال پر جب مغربی افغانستان کے قبائل نے اپنی پیہم یورشوں سے دولتِ ایران کو اپنے زیر نگیں کرلیا تو نادر قلی شاہ ایران کی طرف سے ان قبائل کے مقابلے میں اترا، ان کو جگہ جگہ شکستیں دیں، اور اپنے ملک کو ان کی غلامی سے آزاد کرالیا مگر بعد میں یہ خود دولت ایران کو دبا بیٹھا۔ پھر اس نے اپنے افغان دشمنوں کے ملک میں گھس کر ان کے اہم ترین مرکز "قندھار" پر چڑھائی کردی، اور اسکو مسخر کرلیا (محرم ۱۱۵۱ھ)۔ اس کے بعد نادر شاہ نے سلطنت مغلیہ کی اندرونی کمزوریوں سے واقف ہوکر ہندوستان کی طرف پیش قدمی کی۔

ہندوستان پر نادر شاہ کے حملے کے اسباب بیان کیا جاتا ہے کہ نادر شاہ نے قندھار پر چڑھائی کرنے سے پیشتر دو مرتبہ سفارت بھیج کر دربار مغلیہ سے خواہش ظاہر کی تھی کہ کابل وغیرہ کے صوبہ داروں کے نام تاکیدی احکام صادر کئے جائیں کہ اگر افاغنۂ قندھار فرار ہوکر اس طرف رخ کریں تو وہ ان لوگوں کے سدراہ ہوں، اور انہیں اپنے علاقوں میں پناہ لینے نہ دیں۔ دربار مغلیہ سے ہر مرتبہ اس کا جواب اثبات میں دیا گیا۔ جب نادر شاہ نے قندھار پر چڑھائی کردی تو بعض افغان وہاں سے فرار ہوکر کابل اور اس کے نواح میں پناہ گزیں ہوگئے، مگر کسی نے بھی حکومت مغلیہ کی طرف سے ان کی مزاحمت نہ کی۔ نادر شاہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے تیسری مرتبہ سفارت بھیج کر اس کا سبب دریافت کیا۔ اس پر بھی دربار مغلیہ نے بالکل سکوت اختیار کیا، اور سفارت کو اپنے ہی ہاں روک رکھا۔ جب کامل ایک سال گذر گیا، اور سفارت ابھی تک واپس نہیں ہوئی حالانکہ اس کو ہدایت کردی گئی تھی کہ چالیس روز کے اندر

جواب مطلوبہ حاصل کرکے لوٹ جائیے تو نادر شاہ نے اس کے پاس حکم بھجوا دیا کہ دربار مغلیہ سے جو بھی جواب ملے، وہ لے کر فی الفور لوٹ جائے۔ اس پر سفارت کا موصوفہ پہنچا کہ "دربار مغلیہ سے نہ تو کچھ جواب ہی دیا جاتا ہے، اور نہ تو وہاں سے واپسی کی اجازت ہی ملتی ہے"۔ تب نادر شاہ نے دربار مغلیہ کو اس کی روش پر احتجاج کرتے ہوئے ایک نامہ لکھا۔ جس وقت اس کے آدمی یہ نامہ لئے ہوئے جلال آباد سے گذر رہے تھے تو وہاں کے حاکم نے ان کی مزاحمت کی، اور انہیں پشاور لوٹ جانے پر مجبور کیا، مگر رستے ہی میں بعض افغانیوں نے یورش کرکے ان کا کام تمام کر ڈالا۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہی واقعات نادر شاہ کے ہندوستان پر حملہ کرنے کا باعث ہوئے، مگر جب ہم زیادہ جستجو اور تلاش سے کام لیتے ہیں تو اس کا اصلی سبب کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ نادر شاہ سلطنت مغلیہ کے ضعف و کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی گذشتہ مہمات کے مالی خسارے کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ اس غرض کے لئے اس نے دربار مغلیہ میں بڑے رقمی مطالبات بھی پیش کر دئے تھے، اور ان کے پورے نہ کئے جانے کی صورت میں حملے کی دھمکی بھی دی تھی۔ اس کا ثبوت خود نادر شاہ کے ایک نامے سے مل سکتا ہے، جو اس نے محمد شاہ بادشاہ کو لکھ بھیجا تھا۔ ملاحظہ ہو:-

"درین ایام بادشاہ ملک توران وغیرہ سلاطین جوانب و اطراف از راہ باطل سر بشورش بر داشتہ از جادہ امر و انقیاد منحرف شدہ بودند و ہر چند بنامہ و پیام از راہ نصائح فہمانیدہ شد کہ غرور باطل کہ در دماغ شما جا گرفتہ و شیوۂ مردم آزاری اختیار کردہ اند خوب نیست تا اجل گرفتہ کہ از راہ غرور و استکبار تمام پنبۂ غفلت در گوش

کردہ وخواب خرگوش را اختیار نمودہ اند سخن شنوی نکردند از انجا کہ ہمین ہمت والا نہمت این نیازمند درگاہ الٰہی ہمیشہ برفاہ خلائق کہ ودایع بدایع درگاہ ایزدی اند مصروف تمارک ظلم وتعدی ومردم آزاری ازانہا برخواستہ برخود لازم وواجب انست واز معسکر ظفر طراز جماعۂ غازیان تہور پیشہ وبہادران جنگ آزمودہ را برائے گوشمالی آنہا تعین فرمودیم کہ اگر بخود درپیش می آیند بہتر والا معدوم سازند چون غرور باطل در سر داشتند براہِ راست نیامدند آخرش بفضل عنایت ایزدی از تیغ بیدریغ بہادرانِ شجاع ومبارزان رستم زمان بدار البقا شتافتند وتمام ممالک محروسہ آنہا بخاک برابر شد۔ برین مہم زرہائی بسیار بخرچ آمدہ لہذا بقلم می آید کہ مبلغ خطیر از ایام پیشین بطرف بزرگانِ شما بطریق قرض ذمہ شما واجب الطلب است وسیوائی آن زرِ سالیانہ از مدت ارسال نداشتند بہتر آنست کہ این ہمہ زرہا وسیوائی آن دوکروڑ زرِ نقد دیگر برائی این جانب بزودی وبسرعت ہرچہ تمام تر بفرستند اولی والا مانند سلاطین دیگر غرورِ باطل در سر داشتہ باشند ما بدولت واقبال را بلاتحاشا رسیدہ دانند"[۱]

کہتے ہیں کہ یہ نامہ جب دربار مغلیہ میں پہنچا تو دربار میں نواب مغفرت مآب کے ساتھ بیجا مخالفتیں محمد شاہ بادشاہ کے ہوش اڑ گئے۔ اس بارے میں اس نے ارکان دولت سے مشورہ کیا، اور خاص طور پر نواب مغفرت مآب کی رائے طلب کی۔ آپ نے عرض کی۔

"فدوئی جان نثار ہنگام بودن در دکن مدت ہاست کہ بدرگاہ ثریا جاہ حضرت بعرض رسانیدہ بود کہ والئ ایران ارادۂ فاسد دارد وقصدِ سلطنت ہند کردہ افواج برائے محاصرۂ قلعہ قندھار کہ سرحد سلطنت ہنداست فرستادہ ہنوز کہ مدعی رو بنگرفتہ

---

[۱] واقعہ خرابی دہلی (مخزونہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

باشد بمدافعت آن سعی ضرور، یکی از بندہ ہای بادشاہی را بنابر تنبیہہ آن گروہِ شقاوت اندیش تعین باید فرمود کہ بکمک فوج اسلام رسیدہ آنہا کہ این طرف بارادۂ فاسد رُخ کردہ اند تہ تیغ نمایند . . . . . غرض کہ امرایان آرام طلب حضور پرنور ہرگز نخواستند کہ از دارالخلافہ حرکت بکنند و قدم بیرون بگذارند و از آن روزی کہ فدوی جان نثار بہ حضور اقدس رسیدہ است مکرر درین مادّہ بعرض رسانیدہ کہ مدّعی روز بروز غالب بہ ایلغار و بہ اسپ و قیچی میر سد الحال بدون متوجہ شدن خود بدولت واقبال این آتش افروختہ فرو نمی شود و نمی نشیند۔"[1]

مگر امرایان حضور اب بھی اپنی بڑھی ہوئی آرام طلبی کے سبب نہیں چاہتے تھے کہ نادرشاہ جیسے حریف کے مقابلے میں پیش قدمی کریں، اور یہ بات یقینی تھی کہ اگر بادشاہ آپ کی اس رائے پر عمل پیرا ہو تو پھر ان لوگوں کو بھی لامحالہ اس کا ساتھ دینا پڑیگا، اس لئے انھوں نے بادشاہ کو باور کرانے کی کوشش کی کہ آپ نے جس خطرے کا اظہار کیا ہے اس کی کچھ اصلیت ہی نہیں ہے، بلکہ ان میں جو مخالفین تھے، انہوں نے آپکے خلاف بہت زہر اگلا کہ بادشاہ آپ سے برگشتہ ہو جائے ۔ اس قسم کی نامحمود کوشش کرنے والوں میں امیرالامرا صمصام الدولہ سب سے پیش پیش تھا، جس نے اس طرح بادشاہ کے کان بھرے :۔

"آصف جاہ وغیرہ مردم تورانیان بہ سبب این کہ فدوی دولت خواہ مغرز عنایت حضرت است از راہِ حسد و عناد میخواہند کہ باین تقریب بندگان حضرت را از دارالخلافہ بیرون برآرند و باتفاق یکدیگر قصد کشتن فدوی دارند و از بندگان

---

[1] واقعۂ خرابی دھلی۔

حضرت بجہ سلوک درپیش آیند ہرگز صلح وقت و قرین مصلحت نیست کہ خود بدولت واقبال متوجہ این مہم شوند بصورت برآمدن از دارالخلافت صریح دغا بنظر می آید"[1]

امیرالامراکو اپنا دلسوز و دولتخواہ سمجھ کر بادشاہ نے اس کی باتوں پر یقین کرلیا، اس لئے وہ خود تو پایۂ تخت سے پیش قدمی کرنے پر راضی نہ ہوا البتہ نواب مغفرت مآب وزیر عماد الدولہ قمرالدین خاں وغیرہ کو اجازت دے دی کہ فوج و توپ خانہ لے کر حریف کے مقابلے پر جا سکتے ہیں، اور صمصام الدولہ کی نسبت کہا کہ وہ رکاب شاہی ہی میں رہیں۔ ابھی یہ مباحث ہی ہو رہے تھے کہ اطلاع آئی کہ نادر شاہ نے قندھار سے بڑھ کر قلعۂ کابل کا محاصرہ کرلیا ہے، اور قریب ہے کہ وہ مفتوح ہو جائے اس پر محمد شاہ بادشاہ کو سخت تردد ہوا، مگراب وہ کرہی کیا سکتا تھا جب کہ مشاغل عیش و عشرت نے اسکو اس درجہ ناکارہ کردیا تھا کہ وہ سیاست و کیاست میں بیگمات شاہی کی برابری بھی نہیں کرسکتا تھا۔ محمد شاہ بادشاہ کو حد سے زیادہ متردد دیکھ کر اس کی دادی مہرپرور ملکۂ شاہ عالم بہادر شاہ کو بہت قلق ہوتا ہے جب وہ دیکھتی ہے کہ اس نازک موقع پر صرف نواب مغفرت مآب ہی سلطنت کے کام آسکتے ہیں، مگر مخالفین نے آپ کی طرف سے بادشاہ کے دل میں اس طرح وسوسہ ڈال دیا ہے کہ وہ آپ کی صائب رائے پر کچھ توجہ ہی نہیں دیتا تو سلطنت کی فلاح و بہبود کی خاطر ناصحانہ انداز میں اس کو راہِ راست پر لانے اور اس کے دل سے آپ کے خلاف پیدا کردہ وسوسے کو دور کرنے کی اس طرح کوشش کرتی ہے:-

"از راہ نادانی و بیخبری از دستِ خود مقدمات سلطنت را برہم دادہ اند و از ابتدائی

[1] - واقعۂ خرابی دہلی۔

جلوس لغایتہ حال ہمیشہ اوقات خود را در صحبت ہائی او باش بسر بردند شخصی کہ از ایام
طفولیت عمر در صحبت زنان بسر بردہ باشد از و در میدان نبرد چہ دلیری می تواند شد
و صریح میدانند کہ جمیع امرایان بنا بر بیخبری و سستی عمل شما ملک بادشاہی را متصرف
شدہ خزانہ و جواہر بے شمار جمع کردہ اند و ہیچ کس تابع حکم و الا نیست شما ہمین چار
دیواری قلعہ ارک را سلطنت خود تصور فرمودہ سیر باغات و صحبت او باش غنیمت
شمردہ از ممالک محروسہ مطلق بے خبر اند الحال کار بر ہمت و شجاعت باید فرمود و برائے
دفع مفسد خود متوجہ باید شد و از ارکان سلطنت خود شخصی کہ دولتخواہ است او را
مخالف خود تصور می کنند و آنہا کہ تملق و چاپلوسی و شیوہ ہائی قرم ساقی بازار گرم
کردہ اند دوست خود میدارند غرض حضرت عالمگیر بادشاہ باوصف ضعف و کبر سن
تا دم زندگی در ملک گیری و تنبیہہ و تادیب مفسدان بسر بردند و تا این مدت در
بندگی و دولتخواہی از آصف جاہ چہ قصوری بعمل آمدہ کہ از وسواس بخاطر راہ یافتہ وا و را
خاطر آزردہ نمودہ اند درین وقت در سلطنت شما سوائی ذات آصفجاہ خانہ زاد موروثی
کدام صاحب تدبیر و صاحب دستور و دانا است و در معرکہ جنگ آزمودہ کار کہ
باعتبار و اعتماد او بانتظام نظم و نسق مقدمات سلطنت خواہند پرداخت
امرایان حضور شما کہ بر آنہا اعتبار تمام است و دولتخواہ خود میدانند نقیمیکہ شما
بودن قلعہ ارک و سیر دریائے جمنا و صحبت زنان فوز عظیم و نعمت عظمٰی تصور فرمودہ اند
ہمین قسم امرایان حضور خود پذیر سایۂ خسخانہ شدہ اند کہ الناس علی دین ملوکہم بادشاہ
محمد فرخ سیر مردم سادات چہ قسم کار بہ نمکخوارگی فرمودہ بودند و از دبدبۂ تسلط آنہا
امرایان دیگر چون بید میلرزیدند مگر ذات آصفجاہ بود کہ تدبیر و شجاعت آنہا را

معدوم ساختہ ملک دکن را در تصرف اولیای دولت قاہرہ داشت نتیجہ آن اینست
کہ بگفتہ غرض گویان او را مخالف خود تصور نمودہ اند و صمصام الدولہ را دوست خود
قرار دادہ اند و واقعی کہ در دوستی و دولتخواہی صمصام الدولہ قصوری نیست از جان
و مال فدوی حضرت است امّا مردی نو دولت و نا آزمودہ کار از مقدمات سلطنت
چہ خبر دارد دوست نادان بدتر از دشمن دانا است تا نا شاہ بادشاہ دار الجہاد حیدرآباد
کہ با مردم نا آزمودہ کار صحبت میداشت و مصاحبت او باش ہمیشہ مرغوب طبع
خود می پنداشت در طرفۃ العین سلطنت را از دست دادہ چنانچہ از دوستی صمصام
الدولہ بہادر نقل کہ بیاد آمدہ بشما یاد میدہم چنانچہ بادشاہی بود کہ با بوزینہ یعنی میمون اخلاص
تمام داشت و مصاحب و ہم جلیس خود کردہ بود و میمون نیز اخلاص دلی و اعتقاد تمام
بجناب بادشاہ میداشت ہرگاہ بادشاہ استراحت می فرمود میمون مذکور از یک دست
مگس را میراند و می پرانید روزی درین ہنگامہ کہ بادشاہ بر بستر آرام میکرد و میمون در خواب
مستعد خدمت بود درین ضمن دزدی در محلسرائی بادشاہ رسیدہ معائنہ نمودہ کہ بادشاہ
را خواب غفلت ربودہ و یک مگس بر سینۂ بادشاہ ہر مرتبہ می نشست و میمون آنرا
میراند و دفع مینمود و چون میمون از مدت مدافعت مگس مذکور عاجز گشتہ آخر لاعلاج
شدہ شمشیری کہ بر پلنگ پہلوی بادشاہ بود آنرا علم نمودہ خواست کہ مگس را از ضرب
شمشیر دو پارہ کند مگس مذکور کہ بر سینہ بادشاہ نشستہ بود از راہ نادانی بخاطر نیاوردہ
کہ ضرب شمشیر بہ آقائی خود خواہد رسید درین ضمن دزد مذکور کہ دشمن دانا بود ہراس
جان خود نکردہ تصور نمود کہ بادشاہ زمان از دست این دوست نادان مفت ہلاک
می شود اگر من عیوض بادشاہ کشتہ شوم مضائقہ ندارد و تصدق شوم درین ضمن شمشیر علم

کردۂ میمون را دزد مذکور انتزاع نمودہ گرفت میمون از وقوع این معنی باو درجنگ آمدہ غوغا نمود درین ہنگامہ بادشاہ یک بیک از خواب بیدار شدہ دید کہ شخصی نامحرم با شمشیر برہنہ در محلسرا آمدہ و میمون باو درجنگ و شور و فغان است از وقوع این ہنگامہ ہمہ مردم از ہر چہار طرف دویدند و دزد مذکور را از ریسمان بستہ بحضور بادشاہ استادہ نمودند بادشاہ از دزد استفسار فرمود کہ تو کیستی کہ بہراس جان خود نکردہ در محلسرای پادشاہان رسیدی دزد بعرض رسانید کہ من بارادۂ دزدی آمدہ بودم دیدم کہ دوست نادان با بندگان حضرت کار بدشمنی میفرماید ترس جان خود نکردہ عیوض ذات مقدس بندگان حضرت مرگ برخود قبول نمودہ بیدریغ شمشیر علم کردہ را از دست میمون گرفتم الحال درباب این [illegible] مبارک برسد بعمل باید آورد و بسزا باید رسانید بادشاہ ہمان [illegible] میمون را دور [illegible] زری بسیار بدزد دادہ خلاص نمود۔ این چنین دوستی خان دوران (صمصام الدولہ) بنظر می آید صلاح دولت آنست کہ تمام اعتماد و اعتبار سلطنت بادشاہی بر آصف جاہ سپہ سالار بگذاشتہ بمشورت و مصلحت او شان کار باید کرد۔"[1]

ملکہ مہر پرور کی ان باتوں سے محمد شاہ بادشاہ کی آنکھیں کھول دیں، اور اب اس نے اپنی بے راہ روی، سلطنت کی بدنظمی اور آنیوالے خطرے کا احساس کرکے سلطنت کی ساری مہمات نواب مغفرت آب کی ہی صوابدید پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کرلیا، چنانچہ آپ کو خلوت میں بلوا کر کہا کہ :۔

"من شمارا بزرگ خود میدانم و ہمہ سلطنت از شماست و من از شما ذرا نچہ صلاح

۱۔ واقعۂ خرابی دہلی۔

دولت باشد بعمل باید آورد"[1]

اگرچہ نواب مغفرت مآب بادشاہ کے طرز عمل سے رنجیدہ اور اس کی اوباش صحبت سے متنفر تھے، اور اس کے اس ارشاد کو خود غرضی پر محمول کرتے تھے، مگر آپ نے محض اس خیال سے کہ "مقدمۂ سلطنت برہم میخورد دریں وقت تغافل نمودن شرط نمکخوارگی نیست" پچھلی تمام باتوں کو بھلا دیا، اور عرض کی کہ:-

"غلام از راہِ خانہ زادی و دولتخواہی و خیر اندیشی بعرض حضور رسانیدہ بود، والحال نیز ظاہر می نماید کہ مدعی روز بروز غالب است و قوت زیادہ ترمیگیرد۔ تا آنکہ بندگان حضرت خود بدولت و اقبال متوجہ این مُہم نمی شوند ہیچ کس از دارالخلافہ شاہجہاں آباد ہرگز بیرون پا نخواہد گذاشت"[2]

آخر کار یہی طے پایا کہ بادشاہ بھی اس مُہم میں شرکت کرے گا، چنانچہ شاہی پیش خانہ لاہور کی طرف بھجوا دیا گیا، اور جمیع اُمرا کو حکم ہوا کہ شالامار باغ اور بادلی کے متصل علم اور خیمے نصب کئے جائیں (۱۷ ربیع الاول ۱۱۵۱ھ)۔ ابھی بادشاہ دارالخلافہ سے اس طرف کوچ کرنے نہ پایا تھا کہ صمصام الدولہ نے پھر ایک مرتبہ نواب مغفرت مآب کی طرف سے اس کے دل میں وسوسہ ڈالنے کی کوشش کی، اور اس کو مُہم پر جانے سے باز رکھنا چاہا، چنانچہ اس نے عرض کی:-

"والئ ایران در مُلک خود است ہرگز ارادۂ فاسد ندارد و این ہمہ طوفان زدۂ آصف جاہ است برآمدن بندگانِ حضرت زنہار و بہیچ وجہ من الوجوہ قریب مصلحت نیست۔ اگر این خبر تحقیق باشد و ہست گذشتن از درۂ خیبر محال سابق کہ چندین ہزار بادشاہان

---

[1] و [2] واقعۂ خرابی دہلی۔

مثل والی ایران و توران وغیرہ با افواج ہائی بے شمار در درۂ مذکور غارت شدہ اند و متنفسی از آن درہ جان برنشد الحال چہ قسم مردم افاغنہ راہ خواہند داد کہ بسلامت خواہند گذشت ہر گاہ خبر تحقیق منتشر شدن او خواہد رسید در آنوقت فہمیدہ خواہد شد"[1]

اس کا اثر یہ ہوا کہ بادشاہ تذبذب میں پڑ گیا، اور فی الحال اس کی روانگی ملتوی ہو گئی، چار پانچ مہینے تک شالامار باغ و بادلی کے پاس علم اور خیمے جوں کے توں نصب رہے، اور اس اثنا میں نادر شاہ ایلغار کرتے ہوئے لاہور پہنچ گیا، اور وہاں تاخت و تاراج شروع کر دی۔ تمام شہری اپنی جان اور آبرو بچانے کی خاطر قرب و جوار کے علاقوں میں نکل گئے، اور ان میں سے اکثروں نے شاہجہاں آباد بھاگ کر بادشاہ سے داد و فریاد کی۔ بادشاہ کو حریف کے سر پر پہنچ جانے کا علم ہوا تو وہ غم و غصہ سے بدحواس ہو گیا، اور اسی حالت میں صمصام الدولہ کو بلا کر اس طرح چشم نمائی کی:۔

"آصف جاہ کیفیت رسیدن و آوارہ شدن مدعی ظاہر نمودہ بود کہ بہ ایلغار باراؤ فاسد میرسد و شما دروغ ظاہر نمودید، خیر خواہی و کارپردازی و کاروانی و ہوشیاری شما خوب معلوم شد کہ نہایت بے خبر ہستند"[2]

پھر اس نے نواب مغفرت مآب کو طلب کر کے کہا:۔

"حریف با فوج بلا تعداد مثل مور و ملخ باین نزدیکی رسیدہ، این جانب را از دست خود بکشند یا بہ بندوبست سلطنت و مدافعت مدعی متوجہ شوند، چنان نشود کہ در دام بلا گرفتار آئیم، الحال اختیار شما است ما بدولت و اقبال جمیع امرایان حضور پرنور را با فواج

---

[1] و [2]۔ واقعۂ خرابی دھلی۔

"و توپ خانہ ہمراہی تعین شما میفرمائیم کہ در تابعداری شما ہمہ ہا بودہ در تردّد وجانفشانی پرواز ندند"[۱]

اب جو خطرے کو سر پہ منڈلاتے دیکھا تو مخالفین بھی بے چون وچرا نواب مغفرت مآب کی اتباع و تابعداری کرنے پر آمادہ ہو گئے، کیونکہ وہ اچھی جانتے تھے کہ ساری سلطنت میں سوائے آپ کے اور کوئی امیر اپنے میں اس خطرے سے نجات دلانے کی ہمت و قابلیت نہیں رکھتا تھا۔ الغرض نواب مغفرت مآب، وزیر اعتماد الدولہ قمرالدین خاں امیر الامرا صمصام الدولہ، مظفر خاں، عظیم اللہ خاں، محمد خاں بنگش، سعدالدین خاں اور دوسرے چھوٹے بڑے تمام امرا بادشاہ سے رخصت حاصل کر کے بادشاہی اور اپنی فوجوں اور توپ خانوں کے ساتھ باولی کے پاس آکر خیمہ زن ہو گئے۔ (غرۃ رمضان ۱۱۵۱ھ) یہاں خبر پہنچی کہ زکریا خاں صوبہ دار لاہور حریف سے برسر پیکار ہے۔ نہ معلوم نادر شاہ کے جنگی کارناموں کی شہرت نے امرائے حضور کے حوصلے پست کر دیئے تھے یا ان کی بڑھی ہوئی آرام طلبی کا باعث تھا کہ یہ جاننے کے باوجود اب ان لوگوں نے آگے قدم بڑھانا پسند نہیں کیا بلکہ کوشش کی کہ ایک نیا حیلہ تراش کر جہاں تھے وہیں رہیں، چنانچہ آپس میں صلاح و مشورہ کر کے انہوں نے نواب مغفرت مآب کے علم و اطلاع کے بغیر ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیا کہ

"درین ولا خبر رسیدہ کہ خان بہادر (زکریا خاں) مستعد جنگ بلکہ بر حریف غالب است از فضل الہی و اقبال عدو پامال بادشاہی امید قویست کہ مدعی از دست غازیان فوج اسلام بدار البوار شتابد و تا جمع بندہ ہا کہ با فواج و توپ خانہ بادشاہی و ہمراہی خود ہا برین

[۱] واقعۂ خرابی دھلی۔

مہم تعین شدہ ایم بغایت الہی مظفر و منصور شدہ مراجعت خواہیم کرد تا حقیقت حال اینست کہ اگر ازین جا بمقابلہ برویم خدا نخواستہ کہ مدعی با فواج قلیلی بدار الخلافہ رسیدہ قابوی خود بکند مقدمہ تمام شود و درین صورت اگر خان بہادر آنہا را معدوم ساخت فہو المراد و الّا بالفعل مصلحت اینست کہ ہرگاہ مدعی باین ضلع خواہد رسید بریک دو منزل طرح جنگ انداختہ خواہد شد۔"[1]

سادہ لوح بادشاہ اس حیلہ سازی کی تہ کو کیا پہنچ سکتا تھا۔ اس نے ظاہر کیئے ہوئے اندیشے کو بہت اہمیت دی اور نواب مغفرت مآب کے پاس کہلا بھیجا کہ "بالفعل چندی دیگر ہمان جا مقامات نمایند و پیشتر قصد نکنند" اس پر آپ نے بادشاہ کے پاس معروضہ ارسال کیا کہ "حالا حریف نزدیک رسیدہ است درصورت توقف کم ہمتی مردم ہندبراعدا ظاہر می شود، درین صورت ہرچہ حکم والا" مگر اس نے سردست آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیتے ہوئے لکھ بھیجا کہ "تا عید الفطر از آنجا حرکت نکنند" اس پر مجبوراً آپ کو بھی چند روز تک توقف کرنا پڑا۔ بعدازاں معلوم ہوا کہ حریف نے زکریا خاں کو شکست دے کر گرفتار کر لیا ہے، اور وہ لاہور کو اپنے قبضہ و تصرف میں کر کے اب اس طرف کا رُخ کر رہا ہے۔ آپ نے حسبہٗ بادشاہ کو اطلاع کر دی۔ تب اس نے حکم دیا کہ بادلی سے کوچ کر کے حریف کے مقابلے پر روانہ ہوں، اور کہلا بھیجا کہ وہ خود بھی جلد پہنچ جائے گا۔ چنانچہ ۹ر شوال ۱۱۵۱ھ کو مغلیہ فوجیں بادلی سے آگے بڑھیں، اور چھ کوس کا فاصلہ طے کر کے قصبۂ نریلہ کے پاس قیام کیا جہاں دوسرے روز بادشاہ بھی دارالخلافہ سے آ کر ان سے ملحق ہو گیا، پھر یہ کوچ پر کوچ کرتی ہوئی کرنال کے قریب جا پہنچیں، جہاں سے

[1] واقعۂ خرابی دھلی۔

بارہ کوس کے فاصلے پر نادر شاہ آکر ٹھیر گیا تھا۔

معرکۂ کرنال | سلطنت مغلیہ کی بد انتظامی و غفلت کے سبب شمال مغربی صوبوں کا نظم و نسق بُری طرح درہم برہم ہو چکا تھا، اور ہندوستان میں داخل ہونے کے پہاڑی رستے بالکل غیر محفوظ حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ ایسی صورت میں کسی من چلے بیرونی حملہ آور کو ان صوبوں پر قبضہ کرتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہونے کے لئے کیا وقت پیش آسکتی تھی۔ نادر شاہ نے قندھار کی تسخیر کے بعد ہی سرحدی علاقے ایک ایک کر کے قبضے میں کرنے شروع کر دئے تھے۔ اس پر بھی دربار مغلیہ نے اسکی مدافعت کا مطلق خیال نہ کیا، حالانکہ نواب مغفرت مآب اسی وقت سے جبکہ حریف نے ہندوستان کی طرف رُخ نہیں کیا تھا، اور وہ ابھی قندھار کی ہی مہم میں مصروف تھا، اپنی پیش بینی سے آنے والے خطرے کا احساس کر کے بار بار توجہ دلاتے رہے، لیکن آپ کی رائے کو اس وقت تک اہمیت نہیں دی گئی جب تک کہ حریف اہم ترین سرحدی علاقوں کو مسخر کر کے ہندوستان میں داخل ہو کر دار السلطنت لاہور پر قابض نہ ہو گیا۔ کاش آپ کی رائے کے مطابق سرحدوں ہی پر حریف کی پوری قوت سے مدافعت کی جاتی تو وہ کبھی ہندوستان میں داخل ہونے کی جرأت ہی نہ کر سکتا۔ اب مغلیہ فوجوں نے کرنال کے متصل میدان میں پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ محمد شاہ بادشاہ نے جنگ کے سارے انتظامات و اختیارات نواب مغفرت مآب کے سپرد کر دئے، اور جمیع امراکو بلاکر تاکید کی کہ بلا عذر آپ کے احکام کی تعمیل کیا کریں۔ تب آپ نے آگے بڑھنے میں مصلحت نہ دیکھ کر اسی میدان میں جنگ کا نقشہ اس طرح جمایا:-

"ہمہ عساکر فیروزی با توپ خانہ خورد و کلان و توپچہ ہا و رہکلہ ہا و زنبورک و بان و جزائر (جزائل)، و بندوق و گجنال و گھوڑ نال و شتر نال وغیرہ لوازمہ توپ خانہ چہ از بادشاہی و چہ از ہمراہی امرایان نواح لشکر ظفر پیکر مانند ہالہ گرد ماہ ترتیب دادہ موافق آن از چہار طرف خندق کندہ مورچال قائم نمودند، توپ خانہ را بہ نواح لشکر تقسیم ترتیب دادہ بودند کہ گویا قصر قیصر و سد سکندر بستہ اند و بہر یک از امرایان لشکر ظفر طراز تاکید نمودند کہ بر مورچال خود ہا قائم بودہ فوج غنیم از ہر طرف نمودار شود و بمقابلہ، توپ خانہ برسد شلق توپ بر مقہوران بزنند"[1]

اس طرح تدابیر اختیار کی جانے کے بعد اگر دوسرے امرا اتفاق و دوراندیشی سے کام لیتے تو بہت ممکن تھا کہ فتح بھی انہی کا ساتھ دیتی، ابھی کسی باضابطہ لڑائی کا آغاز نہیں ہوا تھا کہ سعادت خاں برہان الملک صوبہ دار اودھ کی عرضی پہنچی کہ :-

"فدوی درگاہ خبر منتشر شدن فوج مقاہیر بہ ارادۂ فاسد شنیدہ بلاتحاشہ بجناح استعجال کوچ بکوچ بایلغار تمام خود را از تعلقہ در خدمت عالی درجت رسانیدہ فردا کہ چہاردہم ذیقعدہ است سعادتِ ملازمت حاصل مینماید تا رسیدن فدوی طرح جنگ نباید انداخت"[2]

جب معلوم ہوا کہ سعادت خاں برہان الملک لشکرگاہ سے آٹھ کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا ہے تو بادشاہ نے صمصام الدولہ کو حکم دیا کہ استقبال کر کے اس کو لے آئے سعادت خاں برہان الملک بہیرو بنگاہ پیچھے ہی چھوڑ کر صمصام الدولہ کی معیت میں لشکرگاہ کو چلا آیا، اور بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ اس کی آمد سے سب کے سب خوش ہو گئے۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ یہی شخص آگے چل کر غداری کر کے ملک و

([1] و [2] واقعہ خرابی دھلی)

سلطنت کے حق میں کانٹے بوئے گا۔

نادر شاہ نے مغلیہ لشکر کے مستحکم انتظامات جو دیکھے تو اس نے قبل اس کے کہ اعلیٰ پیمانے پر جنگ کا اقدام کرے، دس ہزار سوار کی ایک جمعیت بطریق ہراول روانہ کردی تھی کہ حریفوں کے لئے رسد وغیرہ کے تمام ذرائع مسدود کردئے۔ اس جمعیت نے مغلیہ لشکر کے اطراف تیس تیس چالیس چالیس کوس دور تک پہنچ کر ان تمام قصبات و دیہات کو تباہ و برباد کرنا شروع کردیا، جہاں سے اس کو غلے وغیرہ کی سربراہی ہوتی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں کے اندر مغلیہ لشکر میں غلے کی گرانی اس قدر ترقی کر گئی کہ پانچ روپے کو ایک سیر گیہوں مشکل سے میسر آنے لگا۔ ایرانی سوار آس پاس تاخت و تاراج کرتے پھر رہے تھے کہ ان کو سعادت خاں برہان الملک کے بہیر و بنگاہ کا پتہ لگ گیا، جو مغلیہ لشکر کی طرف لیجایا جارہا تھا۔ اس پر ان لوگوں نے یورش کرکے بیسیوں آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا، اور مال و خزانہ سے لدے ہوئے سارے اونٹ چھین لئے (۱۵ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ)۔ جب یہ خبر سعادت خاں برہان الملک کو پہنچی تو اس نے فوراً دربار میں حاضر ہو کر یہ کیفیت بادشاہ کے گوش گذار کرکے عرض کی کہ "فدوی الحال ہمیں وقت بجنگ حریف مقابلہ می کند و طرح جنگ می اندازد"۔ اسوقت نواب مغفرت مآب بھی دربار ہی میں موجود تھے۔ آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔

"امروز بجنگ نباید رفت و کار بہ اضطراب نباید کرد شما کہ در تعلقہ باکثری زمین ایران بوس پیشہ جنگ کردہ و فتح یافتہ، انداختن طرح جنگ را مانند آن تصور نکنند کہ ایں جنگ سلطانی است سہل نباید فہمید خصوصاً جنگ قزلباش مشہور است ہرگاہ فوج غنیم کہ بمقابلہ جود

از شلق توپ خانہ پیوستہ بعد ازاں یورش باید نمود"[1]

بادشاہ نے بھی اس مشورے کی تائید کی، مگر سعادت خاں برہان الملک نے اسکی کچھ پروانہ کر کے اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ حریف سے مقابلہ کرنے کے لئے اس عجلت میں لشکر گاہ سے نکل گیا کہ وہ اپنا توپ خانہ بھی ساتھ نہ لے جا سکا۔ اس کے پیچھے صمصام الدولہ بھی یہ خیال کر کے کہ "فیما بین این جانب و آصف جاہ بہادر عناد بمرتبہ کمال اگر درین وقت شریک برہان الملک بہادر بشوم و فتح نصیب گردد وقار و اعتبار آصف جاہ در حضور بادشاہ نخواہد ماند[2]" نادانی سے اپنی فوج اور توپ خانے کو لے کر روانہ ہو گیا حالانکہ اس کو بھی منع کر دیا گیا تھا کہ ایسا نہ کرے۔ نادر شاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے ایک مختصر سی فوج سعادت خاں برہان الملک سے لڑنے اور ایسی ہی ایک دوسری فوج امیر الامراء صمصام الدولہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجی، اور تین ہزار جرار سپاہی کمین گاہ میں بٹھا دئے کہ جب حریف لڑتے لڑتے وہاں پہنچ جائیں تو باہر نکل کر اچانک ان پر ٹوٹ پڑیں۔ ایرانی فوجوں نے کچھ دیر تو جم کر مقابلہ کیا، اور پھر وہ عمداً پیچھے ہٹنے لگیں تاکہ حریفوں کو کمین گاہ تک لے آئیں۔ مغلیہ لشکروں نے سمجھا کہ وہ تاب مقاومت نہ لا کر پیچھے ہٹ رہی ہیں، اس لئے ان کا تعاقب کرنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ایرانی کمین گاہ تک پہنچ گئے، تب ایرانی سپاہ کمین گاہ سے نکل کر اچانک ان پر ٹوٹ پڑی۔ بظاہر یہ وقت مغلوں کے لئے نہایت ہی حیران کن تھا، بریں ہم انھوں نے ہمت نہ ہاری اور بڑی بے جگری سے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ کچھ تعجب نہ تھا کہ وہ اپنی جانبازانہ جد و جہد سے حریفوں پر غالب بھی آجاتے اگر عین وقت پر سعادت خاں

---

[1] و [2]۔ واقعۂ خرابی دھلی۔

برہان الملک ہتھیار رکھ کر خوشی سے حریفوں کے ہاتھ گرفتار ہو جانا پسند نہ کرتا اور امیر الامرا صمصام الدولہ بری طرح زخمی ہو کر لڑائی سے بے کار نہ ہو گیا ہوتا۔ اپنے سرداروں کا یہ حشر دیکھا تو مغلیہ لشکروں نے بددل ہو کر میدان جنگ سے منہ موڑ لیا۔ اس معرکے میں جو کامل تین گھنٹے تک جاری رہا، آٹھ ہزار مغل اور ڈھائی ہزار ایرانی قتل اور طرفین کے کئی ہزار آدمی زخمی ہوئے [1] اس موقع پر جو مغل سردار کام آئے ان میں صمصام الدولہ کے بھائی مظفر خاں اور اس کے تین بیٹوں کے علاوہ اصلح خاں علی احمد خاں، شہداد خاں، یادگار خاں، اشرف خاں، اعتبار خاں، عاقل بیگ خاں، میر کلو و رتن چند وغیرہ بھی تھے [2] صمصام الدولہ کو اس کے بعض رفیقوں نے قریب بہ مرگ حالت میں لشکرگاہ کو پہنچایا، جہاں دوسرے روز اس کا انتقال ہو گیا [3] (۱۶ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ)۔

قرارداد صلح | پہلی ہی مرتبہ مغلوں کے مقابلے میں نادر شاہ کو کامیابی حاصل ہو گئی، گو وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو، مگر اب وہ حریفوں کی غیر معمولی فوجی قوت کا اندازہ کرتے ہوئے آئندہ لڑائی جاری رکھنا نہیں چاہتا بلکہ مصالحت کر لینے پر آمادہ نظر آتا ہے، چنانچہ اپنے ارکان دولت کو جمع کر کے کہتا ہے:۔

> "فتح اوّل نصیب اولیای دولت قاہرہ شدہ اما حقیقت اینست کہ اگرچہ شجاعت مردم ہند معلوم شد اما توپ خانہ بے شمار و بلا تعداد ہمراہ بادشاہ خصوصاً آصف جاہ نظام الملک فتح جنگ سپہ سالار کہ مرد دیرینہ و صاحب تدبیر ہمراہ است کہ بارہا رزم

[1] IRVINE. VOl. II. P. 349. [2] بیان واقع، تاریخ مظفری۔ ELLIOT. VOl. VIII.
[3] IRVINE. VOl. II. P. 349., P. 62. تاریخ مظفری، ELLIOT. VOl. VIII. P. 84

آزمودہ ودر میدان نبرد کار رستمانہ نمودہ مد صورت جنگ اول اینکہ طرفین فوج اسلام است، ناحق مسلمانان کشتی خواہد شد، دویم اینکہ فتح و نصرت داد الٰہی است و اللہ اعلم بکدام کس نصیب شود اگر بہ نصلح راضی شوند بہتر و الا مقدمہ جنگ خود در پیش است بہر کہ خدا تعالیٰ نصیب کند"[1]

پھر اس نے سعادت خاں برہان الملک کو بلا کر کہا کہ "ہم اور تم ایک ہی وطن اور ایک ہی مشرب سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے ایسا مشورہ دو کہ ہم دولتِ مغلیہ سے نعل بہالے کر واپس چلے جائیں" اس پر سعادت خاں برہان الملک نے جواب دیا کہ نواب مغفرت مآب کو جو دولتِ مغلیہ کے مختار کل ہیں، طلب کر کے آپ سے صلح کی گفت و شنید کی جائے [2] تب نادر شاہ نے طہماسپ خاں کے ذریعہ آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ :-

"فی مابین ما بدولت و اقبال و محمد شاہ بادشاہ برادریست و ہیچ خصومتی نیست و در ایام پیشین بزرگان این جانب و بادشاہ شما چہ قدر ارتباط و اخلاص با یکدیگر مرعی داشتہ ہمیشہ از راہِ دوستی با نامہ و پیغام و تحف و تحائف و افزونیٔ اخلاص می کوشیدند و بوقت ضرور امداد و اعانت متوجہ می شدند و نیز شنیدہ باشند کہ درین ایام جماعۂ افاغنہ چہ قسم بر ملکِ این جانب تعدّی نمودہ بودند با وصف درخواست نمودن کمک و خزانہ بادشاہ شما از راہِ بے انصافی و نا عاقبت اندیشی اخلاص ہائے پیشین را برباد دادہ متوجہ نشدند، بہر حال قصہ کوتاہ ما بدالحال ما را بہ سلطنتِ ہندوستان غرضی و مطلبی نیست، سلطنت ہند بہ بادشاہ شما مبارک است، مطلب این ست کہ ما بدولت و اقبال

---

[1] واقعۂ خرابی دہلی۔ [2] IRVINE.VOl.II.P.353.

از مدتہا بر سر مہم متوجہ ایم و درتہیہ بار بسیار آمدیم مطلب بہ سیدن ما بدولت واقبال این بود کہ مبلغی قرض بزرگان این جانب بر ذمہ بادشاہ شما واجب الطلب ست وسوائی آن مبلغ دو کروڑ روپیہ دیگر نظر بر اخلاص ہائی پیشین درین وقت مدد نمائید ماورائی این شوق دیدن شما کہ از مدت درسر خود داشتم باین تقریب نیز میسر خواہد شد[1]

نواب مغفرت مآب نے یہ تمام کیفیت محمد شاہ بادشاہ کو جاکر سنادی، اس پر محمد شاہ بادشاہ نے فرمایا کہ:-

"ما بدولت واقبال در فیلسوفی و نمکحرامی برہان الملک واقف نبودیم آخرش نرد دغا باختہ و قول حضرت مہر پرور واقعی شد کہ دولتخواہی و دوستی خاندوران بہادر قصور نبود اما از راہ جہالت و کوتہ اندیشی و ناکردہ کاری جان خود مفت دادہ و ہیچکار بر نیامدہ الحال شما بزرگ و دانا ہستند و از نجے دار و مریز زمانہ خوب واقف اند آنچیکہ مصلحت بہتر و خوب باشد قابوئی خود دیدہ باید کرد"[2]

تب آپنے عرض کی:-

"در دستگیر شدن برہان الملک و فوت گشتن نواب صمصام الدولہ بہادر کہ دو شخص والا عمدہ و صاحب فوج و توپخانہ بودند تمام مردم سپاہ بے استقلال شدند بمور فقایان و فوج جنگی ہمراہ فدوی در دکن و وزیر الممالک کہ جمعیت شائستہ ہمراہ دارند از جنگ نا آشنا سیوائی آن از سبب گرانی غلہ وفاقہ کشی مردم لشکر و اسپان بحد ناتوان شدہ اند کہ طاقت حرکت از جا ندارند، ہرگاہ کہ این قسم حالت تنگ کہ بمردم لشکر رسیدہ باشد باعتبار چنین فوج طرح جنگ انداختن نہایت ابلہی و نادانی است اول پیغام صلح کہ از طرف حریف رسیدہ

---

[1] و [2]۔ واقعۂ خرابی دہلی

ہمین را فتح عظیم تصور نمودہ صُلح باید کرد"۔ [1]

محمد شاہ بادشاہ نے بھی آپ کی رائے کو پسند کیا، اور آپ اسی روز صُلح کی گفت و شنید کرنے کے لئے طہماسپ خاں کے ساتھ نادر شاہ کے کیمپ کو روانہ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو آپ کا شایانِ شان استقبال کیا گیا۔ نادر شاہ آپ کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آیا۔ اس نے آپ کے آئین در بارداری کو دیکھ کر بڑی مسرت ظاہر کی اور آپ کو خلعت خاص سے سرفراز کیا، پھر اس نے شکایت کے لہجے میں کہا:۔

"حیرت ہے کہ بادشاہ (محمد شاہ) کی حمایت پر تم جیسے امرا کے ہوتے ہوئے مرہٹوں نے دہلی تک تاخت کی، اور اس سے تاوان وصول کیا"

آپ نے جواب میں عرض کی کہ:۔

"جب سے کہ نئے امرانے اثر و رسوخ حاصل کیا ہے، خود بدولت نے جو جی چاہا، وہ کیا۔ چونکہ فدوی کی صلاح خود بدولت کے پسند خاطر نہ ہوتی تھی، اس لئے فدوی مجبوری کی حالت میں دربار سے کنارہ کشی کر کے دکن چلا گیا" [2]

یہ سُن کر نادر شاہ خوش ہوا، پھر اس نے اصل معاملے کی طرف آتے ہوئے کہا کہ:۔

"میانِ ما و شما قرآن مجید است ہرگز از قول خود نخواہم برگشت، چوں شوق دیدن و ملاقات بادشاہ شما بتہاست کہ مضمر ضمیر خورشید نظیر ما ست درخیمۂ علاحدہ بایکدیگر ملاقی شدہ مسرور شویم"

اس پر آپ نے جواب دیا کہ:۔

"ہم تمنائی خداوند فدوی درگاہ نیز ہمین است کہ بایکدیگر ملاقی شدہ کدورت ہا از

---

[1] ۔ واقعہ خرابی دھلی۔

[2] IRVINE. VOl. II. P. 353.

خاطر طرفین برآوردہ بدستور پیشین باستحکام بنیان مودت و اتحاد پرداز ند[1]

پھر آپ نے اپنے حسنِ تدبیر سے اس کو دو کروڑ روپے نعل بہا لیکر ہندوستان سے واپس جانے پر آمادہ کرلیا،[2] اور اس بارے میں ضروری عہد و پیمان کرکے اپنے لشکرگاہ کو لوٹ آئے۔ دوسرے روز یعنی ۱۸ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کو محمد شاہ بادشاہ نے بھی نادر شاہ سے جاکر ملاقات کی، جس سے طرفین کے دلوں سے تمام کدورتیں دور ہوگئیں، اور ان کے درمیان رشتۂ اتحاد و مودت استوار ہوگیا[3]

نادر شاہ کی بدعہدی سعادت خاں برہان الملک نے جب صمصام الدولہ کے انتقال کرجانے کی خبر سنی تو اس کو یہ توقع پیدا ہوگئی تھی کہ منصب امیر الامرائی جس کا وہ ایک مدت سے آرزومند تھا، اور جس کی نسبت سابق میں اس سے وعدے بھی کئے گئے تھے، اسی کو عطا ہوگا، مگر اس کی توقع کے خلاف اب یہ منصب بھی نواب مغفرت مآب کو عطا ہوا تو وہ رنج و حسد سے مجبور ہوکر تاج و تخت مغلیہ کے ساتھ غداری کرنے پر آمادہ ہوگیا، چنانچہ اس نے نادر شاہ کو ترغیب دی کہ دو کروڑ روپے کے معمولی پیشکش پر اکتفا کرنے کی بجائے اگر پائے تخت شاہجہان آباد پہنچ کر وہاں کے خزانوں وغیرہ پر قبضہ کرے تو اس کو بے انتہا دولت ہاتھ لگے گی، اور یہ مشورہ دیا کہ دربار مغلیہ کے با اختیار امیر یعنی نواب مغفرت مآب کو اپنے قابو میں کرلیا جائے تو پھر سب کام آسانی سے بن جائیں گے[4] نادر شاہ نے اس فتوح غیبی کا امیدوار ہوکر اپنے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پسِ پشت ڈال دیا، اور دغابازی پر کمر باندھی، چنانچہ

---

[1] واقعۂ خرابی دھلی۔ [2] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۳۸۴۔ ہارون نے نعل بہا کی رقم صرف پچاس لاکھ روپے بتلائی ہے (جلد دوم صفحہ ۳۵۴) جو صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ [3] ELLIOT. VOl.VIII. P.23,84. - IRVINE. VOl. II. P.354. [4] واقعۂ خرابی دھلی۔ IRVINE. VOl. II. P.356.

اس نے بعض امور کے تصفیئے کا بہانہ کرکے پہلے نواب مغفرت مآب کو بلا کر نظر بند کرلیا، اور پھر آپ کو مجبور کیا کہ محمد شاہ بادشاہ کے پاس عریضہ لکھ بھیجیں کہ وہ دوبارہ اس کی ملاقات کے لئے آئے۔ آپ سابقہ عہد و پیمان پر بھروسہ کرکے حریف کی طرف سے دل میں کسی قسم کا وسوسہ لائے بغیر اس کے پاس چلے آگئے تھے، اب اس کا طرزِ عمل جو دیکھا تو بہت پریشان ہوگئے، مگر اس کے قابو میں آنے کے بعد کر ہی کیا سکتے تھے سوائے اس کے کہ اس کے اشاروں پر چلیں، چنانچہ آپ نے محمد شاہ بادشاہ کے پاس عریضہ بھجوادیا۔ اس پر محمد شاہ بادشاہ بلاپس و پیش اپنے چند رفیقوں کے ساتھ نادر شاہ کے پاس چلا آگیا۔ نادر شاہ نے اسکو بھی نظر بند کرلیا، اور بعد میں وزیر اعتماد الدولہ قمر الدین خاں کو جبراً بلوا کر اس کا بھی یہی حشر کیا۔[1] یہ کیفیت جب مغل لشکرگاہ کو پہنچی تو تمام لشکریوں میں ہراسانی پھیل گئی، اور وہ بدحواس ہوکر ادھر ادھر منتشر ہوگئے۔ اب نادر شاہ نے برہان الملک اور طہماسپ خاں کو چند ہزار سوار دیکر پایہ تخت بھیج دیا کہ قلعے پر قبضہ کرکے تمام شاہی کارخانوں پر پہرے بٹھادیں۔[2]

پایہ تخت شاہجہاں آباد میں ہنگامہ جب تمام انتظامات مکمّل ہوگئے تو بادشاہ نے اپنے نظر بندوں کو ساتھ لیکر نہایت تزک و احتشام سے پایہ تخت میں داخل ہوا (۹ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ)۔ اسی روز رات کا واقعہ ہے کہ نادر شاہ نے برہان الملک کو جو اس وقت حاضر خدمت تھا، دھمکی دی کہ وہ اس کے ترغیب دینے پر جو توقع لے کر آیا ہے اگر وہ پوری نہ ہوئی تو اسکو سخت سزا دی جائے گی، مگر برہان الملک کو اس

[1] واقعۂ خرابی دہلی؛ ELLIOT. VOL. VIII. P. 63., IRVINE. VOL. II. P. 357-59.
[2] IRVINE. VOL. II. 362.

اہانت آمیز سلوک سے اس قدر صدمہ پہنچا کہ اس نے گھر جاتے ہی زہر پی کر خودکشی کر لی[1]۔ اس طرح وہ دُنیا ہی میں اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ دوسرے روز عید اضحیٰ واقع ہوئی تھی، تمام مساجد میں خطبۂ عید نادر شاہ نے اپنے ہی نام سے پڑھوایا۔ اس قسم کی بدعہدیوں نے یقیناً اہلِ شہر کے دِل میں ایرانیوں کی طرف سے نفرت و غصّہ و انتقام کے جذبات پیدا کر دئے ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ جب عید کے ہی دن عصر کے وقت نادر شاہ کے قلعے میں قتل کر دئے جانے کی بے بُنیاد افواہ پھیل گئی تو عوام نے ایرانیوں کو جہاں کہیں دیکھ پایا، ان کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس غیر متوقعہ ہنگامے کے لئے ایرانی بالکل تیار نہ تھے، اس لئے بُری طرح مارے جانے لگے۔ نادر شاہ کو اس ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی جگہ قائم رہیں، اور تاکید کی کہ اگر کوئی ان پر چڑھ آئے تو اپنی مدافعت کریں ورنہ خاموش بیٹھے رہیں۔ اس نے بہت کوشش کی کہ یہ ہنگامہ تھم جائے، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تمام رات منتشر حملے ہوتے رہے، اور صبح ہوتے ہی پھر ہنگامے نے شدّت اختیار کر لی۔ کل سے اب تک تین ہزار سے زائد ایرانی مارے گئے۔ یہ دیکھ کر نادر شاہ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا، اور اس نے اپنے سپاہیوں کو عام اجازت دے دی کہ جہاں ایک ایرانی کی نعش دیکھو، وہاں کسی ہندوستانی کو زندہ نہ چھوڑو۔ پھر کیا تھا ایرانی بھوکے شیر کی طرح شہریوں پر ٹوٹ پڑے، اور مرد و زن، جوان و پیر، تندرست و بیمار، و بچہ و معصوم سب کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ دوپہر تک کُشتوں کے

[1] IRVINE. VOl. II. P. 363, 364

پشتے لگ گئے، اور گلی کوچوں سے خون کے نالے بہ نکلے۔ یہ خونی مناظر نواب مغفرت مآب سے دیکھے نہ گئے، اور آپ نے شہریوں کے حال زار پر رحم کر کے ان کے لئے وزیر اعتماد الدولہ قمر الدین خاں وغیرہ کی معیت میں نادر شاہ سے جو اس وقت غیظ و غضب میں بھرا بیٹھا تھا، جا کر اس عجز و الحاح کے ساتھ قتل عام کی امان طلب کی کہ اس کو رحم آ گیا، اور اس نے یہ کہتے ہوئے امان دے دی کہ:-

"برائے خاطر شما بخشیدیم والا میخواستیم کہ چون ساکنان این شہر نہایت بے حیا و بے غیرت اند کہ وقتِ جنگ ہزیمت اختیار میکنند و بوقتِ صلح بجنگ می پردازند، از یک طرف ہمہ را بقتل رسانیدہ شود و متنفسی را جان بر شدن ندہیم آ شما ہا را کہ از خود ہا حاضر شدہ اند و بے تقصیر اند و بعجز و الحاح و عذر بہ درپیش آمدند برائے خاطر داشت شما ہا معاف نمودیم"[1]

اس طرح یہ قتل عام نواب مغفرت مآب کی محمود کوشش سے رفع ہو گیا۔ اس ہنگامے میں جو ہندوستانی قتل ہوئے ان کا اندازہ تیس ہزار سے کسی طرح کم نہیں بعضوں نے ایک لاکھ اور ایک لاکھ سے زیادہ بھی تبلایا ہے۔ محلوں اور بازاروں کو ایرانیوں نے یا تو بالکل لوٹ لیا، یا انہیں آگ لگا دی، اور لوٹ مار میں بے حساب مال و زر اپنے ہاتھ کر لیا۔ کوئی ایسا ظلم نہ تھا جو ان لوگوں نے نہتے اور بے بس شہریوں پر توڑا نہ ہو۔ اکثر غیرت مند ہندوستانیوں نے ان سے عزت و آبرو بچانے کی خاطر اپنی مستورات کو اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کر ڈالا، اور کئی باعصمت خواتین کنوؤں میں ڈوب مریں[2]

امان دینے کے بعد نادر شاہ نے فولاد خاں کوتوال کو حکم دیا کہ تمام فسادیوں کو

[1] واقعۂ خرابیِ دہلی [2] IRVINE.VOL.II.P.369., HANWAY.VOL.II.P.177.

جلد گرفتار کرلائے ورنہ اس کو سُولی دے دی جائے گی۔ خان مذکور نے اپنی جان کے خوف سے بڑی تلاش وجستجو کے بعد سینکڑوں آدمیوں کو گرفتار کرکے پیش کیا حُکم ہوا کہ ان سب کو قتل کردیا جائے [1] اثنائے ہنگامہ میں سیّد نیاز خاں (داماد وزیر اعتماد الدولہ قمرالدین خاں)، شہسوار خاں و رائے بھان وغیرہ مغل سرداروں نے اپنی جان و مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت کے لئے بہت سے ایرانیوں کو جنہوں نے ان کی حویلیوں پر یورش کی تھی، جزائر کا نشانہ بنادیا تھا۔ نادرشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ان لوگوں کو بھی گرفتار کرواکر مرواڈالا [2]

جب اس ہنگامے سے فرصت ملی تو نادرشاہ نے پایہ سے دولت سمیٹنی شروع کی۔ قلعۂ شاہی میں جس قدر زر وجواہر قیمتی ساز و سامان اور بیش بہا اشیا صدیوں سے جمع تھیں، ان سب پر قبضہ کرلیا۔ کوئی شاہی کارخانہ ایسا نہ چھوٹا جو اسکی ضبطی میں نہ آیا ہو۔ یہاں تک کہ خاص و عام بھی اس کی دست بُرد سے نہ بچ سکے۔ وصول زر کے لئے ان لوگوں کے ساتھ انتہا درجہ بُرا سلوک کیا گیا حتیٰ کہ بعضوں نے اسکی تاب نہ لاکر خودکشی کرلی [3]

اب نادرشاہ ہندوستان میں اس شان سے رہنے لگا تھا گویا اس نے یہاں ایک مستقل حُکمران کی حیثیت اختیار کرلی تھی، کیونکہ اس نے مُلک کے طول و عرض میں اپنے نام کا خطبہ و سکّہ جاری کرادیا تھا۔ اس کے جاری کئے ہوئے سکّے پر یہ شعر کندہ تھا:۔

ہست سلطان بر سلاطین جہاں ؎ شاہِ شاہان نادر صاحبقراں [4]

---

[1] واقعہ خرابی دھلی۔ [2] بیان واقع، تاریخ مظفری۔ [3] IRVINE. VOl.II.P.373., [4] ELLIOT.VOl.VIII.P.91. [5] بیان واقع۔

نادر شاہ کی واپسی نادر شاہ تقریباً دو مہینے پایہ تخت دہلی میں رہا، اور اس عرصے میں پایہ تخت کی سب دولت اپنے ہاتھ کرلی۔ تب اس نے محمد شاہ بادشاہ کو بلا کر کہا کہ:-

"من دعوئی سلطنت شما ندارم وسلطنت ہندوستان بشما مبارک باشد"

اور پھر نصیحت کی:-

"حالا و آئندہ ایں قسم بیخبر از حریف خود نباشند و در سلطنت خود ذاتِ آصف جاہ بہادر را غنیمت شمردہ امورِ دولت و سلطنت خود بصلاح و تدبیر او شان میکردہ باشند"[1]

اس کے بعد وہ جمع کردہ دولت لے کر اپنی فوجوں کے ساتھ پایہ تخت سے کوچ کرکے ایران کی طرف چلا گیا (صفر ۱۱۵۲ھ)۔ اس وقت نادر شاہ ہندوستان سے جو دولت لوٹ لے گیا تھا، اس کا تخمینہ ستر اسی کروڑ روپے سے زیادہ بتلایا جاتا ہے جس میں عجائب روزگار تختِ طاؤس اور لاثانی ہیرا کوہِ نور کی مالیت بھی شریک ہے[2]۔ جانے سے پیشتر نادر شاہ نے محمد شاہ بادشاہ سے ایک عہد نامہ لکھوالیا تھا جس کی رو سے دریائے سندھ کے اس طرف کے تمام علاقے اسکی سلطنت سے ملحق ہوگئے[3]

نواب مغفرت مآب کے ساتھ نادر شاہ کا سلوک نواب مغفرت مآب کے ساتھ نادر شاہ کا سلوک عزّت و احترام سے خالی نہ تھا۔ کسی امیر کو یہ اجازت نہ تھی کہ اس کے دربار میں کسی آدمی کو اپنے ہمراہ رکھے، مگر اس نے آپ کی عظمت و بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے بطورِ خاص آپکو ایک خدمتگار اور ایک کفش بردار ساتھ رکھنے کی اجازت مرحمت کی تھی۔ آپ

---

[1] واقعۂ خرابی دہلی۔ [2] بیان واقع، FRASER'S NADIR. P. 220.

[3] نادر نامہ

جب کبھی نادر شاہ کے دربار میں حاضر ہوتے تو آپ ان خدمتگاروں کی بجائے اپنے دو معتمد سرداروں یعنی حیدر یار خاں شیر جنگ[۱] اور درگاہ قلی خاں سالار جنگ کو ساتھ رکھتے تھے ۔

---

[۱] ۔ حیدرآباد کے مشہور خانوادہ وزرا "خاندان سالار جنگ" کے مورث اعلیٰ ہیں، نام شیخ شمس الدین محمد حیدر تھا، سلسلہ نسب عاشق رسولؐ و افضل تابعین حضرت اویس قرنیؓ پر منتہی ہوتا ہے، ان کے اجداد میں شیخ اویس ثالث مدینہ منورہ کے متولی اوقاف تھے، بالآخر شیخ موصوف ترک وطن کرکے اپنے صاحبزادے شیخ محمد علی کی معیت میں ہندوستان آئے، اور پایہ تخت عادلشاہیہ "بیجاپور" کو اپنا مسکن بنالیا۔

شیخ محمد علی زیور علم وفضل سے آراستہ و پیراستہ تھے، بادشاہ وقت سلطان علی عادل شاہ ثانی نے انہیں اپنا دبیر (پرائیوٹ سکرٹری) مقرر کیا، اور اپنے مدار المہام ملا احمد نائتہ کی دختر ان کے حبالۂ نکاح میں دلوائی، جس کے بطن سے دو فرزند، شیخ محمد باقر و شیخ محمد حیدر تولد ہوئے۔

سن تمیز کو پہنچ کر شیخ محمد باقر اور شیخ محمد حیدر اعلیٰ منصب سے سرفراز ہوئے، علی عادل شاہ نے شیخ محمد باقر کو اپنا میر سامان بنایا، اور شیخ محمد حیدر کو مستوفی الممالک کی خدمت عنایت کی تھی، بالآخر ان دونوں بھائیوں نے بعض وجوہ کی بنا پر سکندر عادلشاہ کے عہد میں حکومت بیجاپور سے اپنے تعلقات قطع کرکے سلطنت مغلیہ کی ملازمت اختیار کرلی، شہنشاہ عالمگیر نے شیخ محمد باقر کو منصب دوہزاری پانصد سوار و خدمت دیوانی شاہجہاں آباد و کشمیر سے اور شیخ محمد حیدر کو منصب ہزار و پانصدی سہ صد سوار و خدمت دیوانی فوج شہزادہ محمد اعظم شاہ سے سرفراز کیا۔

ہندوستان کی آب و ہوا شیخ محمد باقر کے موافق نہ آئی اس لئے انہوں نے دکن میں تعیناتی کے لئے دربار عالمگیری میں معروضہ گذرانا، شہنشاہ نے از راہ عنایت معروضے کو شرف قبولیت بخش کر دکن میں تل کوکن کی دیوانی تفویض کردی، ایک عرصے کے بعد شیخ محمد باقر اپنی پیرانہ سالی کی وجہ خدمت سے سبکدوش ہوگئے، اور اورنگ آباد میں سکونت اختیار کرلی، بالآخر ۱۱۲۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ شیخ ممدوح علوم عقلی و نقلی کے ایک جید عالم ہونے کے علاوہ اہل صلاح و تقویٰ اور صاحب تصانیف غرا بھی تھے۔ "تلخیص المرام فی علم الکلام" اور "روضۃ الانوار و زبدۃ الافکار" انہی کی تصانیف سے ہیں۔ آخر الذکر کتاب کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں ۹۹۶ کلام فارسی پر موجود ہے۔

شیخ محمد باقر کے صاحبزادے شیخ محمد تقی شہنشاہ عالمگیر کے عہد میں سہ صدی اور شاہ عالم بہادر شاہ

باقی بر صفحہ آئندہ

آپ کی اعلیٰ صفات کو دیکھ کر نادر شاہ اس قدر مہربان ہو گیا تھا کہ اس نے ایران جانے سے پہلے آپ سے خواہش ظاہر کی کہ "میں نے تم جیسا کسی اور شخص کو نہیں دیکھا تم ہی فرمانروائی کے قابل ہو، محمد شاہ میں اس کا مادّہ نہیں ہے، میں تم کو یہاں کا بادشاہ بنائے دیتا ہوں، تمہارے ہمراہ اپنے دس ہزار خونخوار سپاہی چھوڑ جاؤں گا تاکہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۳۵) کے زمانے میں پانصدی پنجاہ سوار منصب سے سرفراز رہے، فرخ سیر بادشاہ نے اپنے دورِ حکومت میں ان کو داروغہ جزیۂ خجستہ بنیاد مقرر کیا تھا، من بعد جب نواب مغفرت مآب دکن کے حاکم ہوئے تو آپ کی پیشگاہ سے انہیں جمیع قلعہ جات کی داروغگی احتشام مرحمت ہوئی، آخر ۱۱۴۵ھ میں شیخ محمد تقی نے اس دار فانی سے کوچ کیا، شیخ شمس الدین محمد حید ر انہی کے صاحبزادے ہیں۔

شیخ شمس الدین محمد حیدر ۱۱۱۳ھ میں تولد ہوئے، مادہ تاریخ ولادت "عالی بخت" ہے، صغر سنی ہی میں دربار عالمگیری سے صدی منصب ملا، سن رشد کو پہنچ کر نواب مغفرت مآب کی ملازمت میں رجوع ہوئے، اور عطائے اضافہ صدی منصب و خدمت داروغگی فیلخانہ سے عزّ امتیاز حاصل کیا، والد ماجد کے انتقال کے بعد سہ صدی منصب پر ترقی پائی، ۱۱۴۹ھ میں جب نواب مغفرت مآب نے محمد شاہ بادشاہ کی طلبی پر دکن میں اپنے صاحبزادے ناصر جنگ کو اپنا نائب مقرر کر کے شاہجہاں آباد کا قصد کیا تو شیخ شمس الدین محمد حیدر نے بھی آپ کی ہمرکابی کی عزّت حاصل کی، اور بہت جلد اپنے روز افزوں اثر و رسوخ کی بدولت عرض بیگی جیسی اہم خدمت پر فائز ہو گئے، جنگ نادری کے بعد اپنی عمدہ خدمات کے صلے میں جو اس موقع پر انجام دی تھیں، عطائے منصب اصل و اضافہ پانصدی و خطاب حیدر یار خاں سے سرفراز ہوئے، اس زمانے میں نواب مغفرت مآب کے دل پر ان کے اعتماد کا سکّہ ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ آپ جب کبھی نادر شاہ کے حضور میں جاتے تو انہیں بھی اپنے ساتھ ضرور لیجاتے تھے، شاہجہاں آباد سے واپسی پر ناصر جنگ کی بغاوت فرو کرنے میں نمایاں حصّہ لیا، اور اس کے اعتراف میں صدی منصب کی ترقی پائی، قلعۂ ترچناپلی کی تسخیر کے بعد اپنے کارہائے نمایاں کے مدنظر منصب اصل مع اضافہ ہشت صدی ہشت صد سوار حاصل کیا، مظفر جنگ کے دور میں منصب ہزاری و پانصدی پانصد سوار پر ترقی کی، امیر الممالک صلابت جنگ کے زمانے میں پہلے منصب پنجہزاری چہار ہزار سوار و پالکی جھالردار و علم و نقارہ اور خطاب نصیر الدولہ شیر جنگ کا

(باقی آئندہ)

اگر کوئی تمہارے حکم سے انحراف کرے تو اس کے جسم سے کھال نکال ڈالیں"۔ مگر آپ کی موروثی وفاشعاری اور ذاتی پاکبازی اس بات کو کب قبول کر سکتی تھی، آپ نے عرض کی کہ "جہاں پناہ کی قوت و عظمت اس سے کہیں زیادہ ہے" یہ کام خواہ فدوی کے حق میں ہو یا جہاں پناہ کے ہرگز مناسب نہیں ہے"۔ اس نے پوچھا "کس طرح"؟ آپ نے جواب دیا کہ "سارے جہان میں فدوی نمک حرام کہلائے گا"

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۳۶) اعزاز پایا، پھر منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و ماہی مراتب و خطاب میرالملک و خدمت میر سامانی سرکار سے ممتاز ہوئے، اس کے بعد دیوانی سرکار کا کام سپرد کیا گیا آخر میں خدمت دیوانی صوبجات دکن پر ماموری عمل میں آئی، رفتہ رفتہ ملکی و مالی معاملات میں کافی عبور حاصل کر لیا، نواب آصف جاہ ثانی کے عہد میں امورِ مملکت ایک عرصے تک انہی کے مشورے سے انجام پاتے رہے، بعد میں اپنی پیرانہ سالی کے سبب ان سے ہاتھ کھینچ لینا پڑا، اس کے باوجود پونا و کرناٹک وغیرہ سے متعلق اہم سیاسی مسائل انہی کے ذریعہ طے پاتے تھے، بالآخر اپنی کبرسنی و انحطاط قویٰ کے باعث بہت چاہا کہ میدان سیاست سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کر کے اپنے آبائی طریق پر گوشہ نشین ہو جائیں، مگر آصف جاہ ثانی کے اصرار پر اورنگ آباد کی نظامت قبول کرتے ہی بن آئی، جہاں پانچ سال تک نیکنامی سے حکومت کر کے ۱۱۸۹ھ میں بعمر ۷۰ سال انتقال کیا۔

حیدر یار خاں شیر جنگ سپاہی منش، باوقار، انصاف پسند، کرم گستر، فیض بخش، علم دوست، رفیق پرور و غربا نواز امیر تھے۔ کم لوگ ایسے ہونگے جو ان کے فیض عمیم سے مستفید نہ ہوئے ہوں، حضرت آصف جاہ ثانی کے اکثر درباری امرا و اعیان باوجود اپنی علو مرتبت کے ان کا بے حد ادب و احترام کرتے اور انہیں اپنا بزرگ سمجھتے تھے، چنانچہ نواب رکن الدولہ اپنے زمانۂ مدار المہامی میں انہیں "عمو صاحب" کہتے تھے، اور ان کو کچھ لکھنا ہوتا تو عرضی کی شکل میں لکھتے تھے۔ یہ بھی ان لوگوں سے ساتھ بزرگانہ شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔ حسن خدمات کے صلے میں ان کو اعلیٰ مناصب عمدہ خطابات اور دیگر اعزازات کے علاوہ دو نگل و حویلی خجستہ بنیاد وغیرہ میں کئی لاکھ دام کی جاگیرات بھی سرفراز ہوئی تھیں، جو اب تک ان کے خاندان پر بحال ہیں، اپنے بعد دو صاحبزادے محمد صفدر خاں و تقی یار خاں یادگار چھوڑے ہر دو صاحبزادے ان کی زندگی ہی میں اعلیٰ مدارج پر پہنچ چکے تھے، محمد صفدر خاں کی سرگذشت میں کوئی نہ کوئی اولاد منصب وزارت پر فائز ہوتی رہی موجودہ فخر خاندان نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ تک پانچ وزیر گذرے ہیں (حدیقۃ العالم مقالہ دوم، شیر جنگ)

اور جہاں پناہ بدعہد مشہور ہوں گے"۔ یہ جواب سن کر نادر شاہ بہت محظوظ ہوا، اور آپ کی اس نیک خیالی پر تحسین و آفریں کی[1]

نواب مغفرت مآب کے خلاف ایک پروپگنڈا | نواب مغفرت مآب کی نسبت بعض مصنّفین کا یہ بیان کرنا کہ آپ نے نادر شاہ کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی، تاریخی اعتبار سے ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اس کو لازمی طور پر آپ کی مخالف جماعت کا پروپگنڈا سمجھا جائے گا یا بہت ممکن ہے کہ یہ ان مصنّفین کے تعصب و تنگ نظری کا نتیجہ ہو۔ نادر شاہ کے حملے سے پیشتر یا اس کے دوران میں نواب مغفرت مآب نے جو کچھ کیا، ہم اس کا مفصّل خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کر چکے ہیں، اس کو پیش نظر رکھا جائے تو خود بخود اس الزام کی تردید ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ اس الزام میں نواب مغفرت مآب کے ساتھ سعادت خاں بُرہان الملک کو بھی شریک کرتے ہیں، لیکن اس غدار کے متعلق بھی ہم کو ایسا مواد دستیاب نہیں ہو سکا جس سے اس الزام کی تصدیق ہو سکتی۔ ہمارے خیال میں سب سے پہلے اس بے بُنیاد الزام کو ایک انگریز معاصر مورّخ جیمس فریزر نے اپنی تصنیف "تاریخ نادر شاہ" میں جگہ دی ہے[2] مگر اس کے ثبوت میں اپنے ماخذ کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا اور نہ ہی اس دعوت نامے کو پیش کیا ہے، جس کو نواب مغفرت مآب سے منسوب کرتا ہے۔ ایک اور انگریز معاصر مصنف ہانوے نے بھی اپنی کتاب "انقلابات ایران"

---

[1] مآثر نظامی۔ اس بیان کا راوی معاصر تھا، ما سوا اسکے خود نواب مغفرت مآب نے رحلت سے قبل وصایا میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لئے اسکی صداقت اور سچائی میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

[2] FRASER'S NADIR. P. 129.

میں اس الزام کا افواہ کے طور پر ذکر کیا ہے [1] لیکن اس نے بھی اپنے ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جیمس فریزر ہی سے خوشہ چینی کی ہے جیمس فریزر نے ہندوستان پر حملۂ نادری سے متعلق تمام تر اس شخص کے بیانات سے استفادہ کیا ہے، جو سربلند خاں (ناظم گجرات) کا سکرٹری تھا، جیسا کہ خود اس کے اپنے بیان سے ظاہر ہے۔ ممکن ہے کہ اس الزام کا ماخذ بھی اسی شخص کا کوئی بیان ہو، اگر یہ صحیح ہے تو اس شخص کا بیان تاریخی نقطۂ نظر سے قابل اعتبار قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے کہ وہ شخص نواب مغفرت مآب کے ایک سخت ترین مخالف کے ماتحتین سے تھا۔ اس صورت میں یہ گمان کرنا بے وجہ نہیں ہو سکتا کہ جہاں آپ کے مخالفین نے آپ کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لئے مختلف ذرائع اختیار کئے تھے، وہاں یہ بے بنیاد الزام بھی گھڑا ہو گا۔ ملکی معاصر مورخین میں سوائے رستم علی (مصنف تاریخ ہندی) کے اور کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس نے اس الزام کو افواہ کے طور پر ہی پیش کیا ہو، حتیٰ کہ میر غلام حسین خاں (صاحب سیر المتاخرین) جیسا بیدرد مصنف بھی اس بارے میں بالکل خاموش ہے، جس نے نواب مغفرت مآب کے خلاف زہر اگلنے میں کوئی کمی نہ کی۔ رستم علی کا بیان بھی ہانوے کی طرح سراسر مشکوک ہے [2] سرجان مالکم نے سب سے پہلے اپنی تصنیف "تاریخ ایران" میں تاریخی نقطہ نظر سے اس الزام کی تردید کر کے تاریخ نویسی کا پورا پورا حق ادا کیا ہے [3] بعد میں اور لوگوں نے بھی سختی سے اس الزام کی تردید کی ہے۔

---

[1] HANWAY. VOl. II. P. 149

[2] ELLIOT. VOl. VIII. P. 60.

[3] MALCOLM, HISTORY OF PERSIA. VOl. II. P. 74.

بابِ سیزدہم

نظام الدولہ ناصر جنگ کی دکن میں نیابت

مرہٹوں کی فتنہ انگیزی | محمد شاہ بادشاہ کی طلبی پر ۱۱۴۹ھ کے آخر میں نواب مغفرت مآب نے دکن میں صاحبزادہ نظام الدولہ ناصر جنگ کو اپنا نائب مقرر کر کے ہندوستان کا عزم کیا تھا، اور ایک طویل عرصے تک آپ کو وہیں رہنے پر مجبور ہونا پڑا۔ دکن میں آپ کی طویل غیر موجودگی سے باجی راؤ پیشوا کے سر میں تسخیر دکن کا خبط سمایا، چنانچہ اس نے برہان پور کے گرد و نواح میں پہنچ کر مغل منصبداروں کی جاگیریں ضبط اور ملک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہنگامۂ نادری کی بدولت دہلی کو اجڑے ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے، اور نادر شاہ ابھی تک پایۂ تخت ہی میں موجود تھا۔ برہان پور کے صوبہ دار نصیر الدولہ نے مرہٹوں کو آمادۂ شر و فساد دیکھ کر اپنے شہر کو برج و بارہ سے مستحکم کر لیا تھا۔ ابھی کسی لڑائی کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ مرہٹوں کو نادر شاہ کی واپسی کی خبر ملی، اور ساتھ ہی ان کے پاس نظام الدولہ ناصر جنگ نائب حکمرانِ دکن کا تہدید آمیز پیغام بھی غلام نقشبند خاں کی معرفت پہنچ گیا۔ اس پر باجی راؤ دست درازیوں سے باز آ کر اپنی فوجوں کے

ساتھ پونا واپس چلا گیا۔ (ربیع الاول ۱۱۵۲ھ)، مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد پھر اسے شرارت سوجھی، اور وہ ایک کثیر فوج لے کر اورنگ آباد کی طرف آیا کہ نظام الدولہ ناصر جنگ کو رستے سے ہٹا کر دکن کی اسلامی حکومت پر قبضہ کرلے۔ اس وقت اورنگ آباد میں نائب حکمرانِ دکن کے پاس آٹھ دس ہزار سے زیادہ فوج نہ تھی اب اتنا موقع بھی نہیں تھا کہ اطراف واکناف سے مزید فوج کی فراہمی کا انتظام کیا جاتا، کیونکہ حریف بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ مجبوراً نظام الدولہ ناصر جنگ اتنی ہی فوج کے ساتھ مقابلے پر اتر آئے، اور اس بہادری سے حملہ کیا کہ مرہٹوں کے دانت کھٹے ہو گئے، اور انھوں نے راہِ فرار اختیار کی تب نظام الدولہ ناصر جنگ نے احمد نگر تک ان کا تعاقب کیا، اور رستے میں ان کے جو مقامات ملے، وہ تباہ و تاراج کر ڈالے۔ اب چمناجی اپا ایک جرار لشکر لے کر اپنے بھائی باجی راؤ کی مدد کے لئے آ گیا تھا، پھر ان دونوں بھائیوں نے مل کر اپنی متحدہ فوجوں کے ساتھ جو تعداد میں پچاس ساٹھ ہزار سے زیادہ تھیں، نظام الدولہ ناصر جنگ سے مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ ڈیڑھ دو مہینے تک زبردست لڑائی ہوتی رہی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا، آخر مرہٹے اس طرح بے سود لڑائی لڑتے لڑتے عاجز آ گئے، اور آئندہ پر امن رہنے کا یقین دلاتے ہوئے فریقِ مخالف سے صلح کی درخواست کی۔ نظام الدولہ ناصر جنگ نے ان کی یہ مغلوبانہ درخواست منظور کر لی، اور بمقام مونگی پٹن فریقین کے درمیان عہد نامہ صلح نامہ مرتب ہو گیا۔ نائب حکمرانِ دکن نے اس صلح کی یادگار میں باجی راؤ کو سرکارات کھرگون (کھرگاؤں)، وہانڈیہ بطور جاگیر سرفراز کیں[2]

---

[1] تاریخ راحت فزا، خزانہ عامرہ صفحہ ۴۴، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۴۴، ۱۴۹، ۱۶۷، ۱۷۶۔ [2] تاریخ راحت افزا۔

جب نواب مغفرت مآب کو مرہٹوں کی فتنہ انگیزی کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فوراً بادشاہ سے دکن جانے کی اجازت حاصل کرلی، اور سفر کے انتظامات کرکے پایہ تخت سے نکلے تھے کہ آپ کو نظام الدولہ ناصر جنگ اور باجی راؤ کے مابین صلح ہو جانے کی خبر ملی۔ آپ پھر پایہ تخت کو لوٹ گئے، اور بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوکر واقعات پیش آمدہ کی روداد عرض کی، اس پر بادشاہ نے نظام الدولہ ناصر جنگ کی ہمت و بہادری پر تحسین و آفریں کرتے ہوئے مرہٹہ سرداروں کے نام امن و امان بحال رکھنے کے لئے فرامین صادر کئے۔ اس موقع پر نظام الدولہ ناصر جنگ کے نام جو فرمان صادر کیا گیا تھا، وہ یہ ہے:۔

"شہامت و بسالت مرتبت ابہت و ایالت منزلت عمدہ امرائے بافرہنگ خانہ زاد صادق الاعتقاد نظام الدولہ میر احمد خان بہادر ناصر جنگ مستظہر عنایات و تفضلات بادشاہی بودہ بداند درین ہنگام عشرت آغاز نصرت انجام کہ شمول الطاف بے نہایت الہٰی و ظہور لطائف غیر متناہی نزول رایات عالیات و الویہ ظفر سمات حضرت شہنشاہ جم قدر سلیمان حشمت فریدون فر سکندر شوکت زینت بخش سریر خلافت و جہان پناہی شائستہ خطاب مستطاب شاہنشاہی موید دین متین احمدی مروج ملت بیضائے احمدی بادشاہ عالم و عالمیان خدیو زمین و زمان دین پرور عدالت گستر سایۂ رحمت خالق اکبر خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و تجری فی بحار السلطنۃ فلکہ عرصۂ ہندوستان را رشک فیروزائے طبقات بہشت برین ساختہ و قوافل امن و آمانی بہمعنائی عساکر تائیدات قادر مستعان از شش جہت دراین مملکت دو اسپہ تاختہ و مہابت و صلابت جنود شاہنشاہی بعون و صئون الہٰی قاف تا قاف عالم را فراگرفت زنگ فتنہ و فساد از چہرۂ ارباب

بغض و عناد در انداز پرواز و فولاد سختی و سنگدلی اصحاب بغی و طغیان در بوتہ ہول
و ہراس سرگرم گداز است ہمانا دمیدن صبح این دولت عظمی از آثار طلوع خورشید
جہانتاب اقبال ابد قرین ما و یاوری طالع ساکنان این مرز بوم است اگر اوراق
اشجار در ہیکل عنصری روزگار یک قلم زبان گردد شمہ از شکر این موہبت کبری ادا نمی
تواند شد خلائق کہ بصدمات اخبار ائی ائی با قتضای قصور مدرکہ و اعوجاج فہم زمام
صبر و طاقت و عنان توسن طبیعت را در قبضہ ہول و ہراس داشتند اکنون علی الدوام بہ
تلاوت آیہ کریمہ فَعَسٰی اَنْ تَکْرَہُوْا شَیْئًا وَّ یَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا مواظبت دارند و تلاطم
بحار مہر و محبت شفقت بے نہایت از جناب اشرف ہمایون شاہنشاہی و صورت
بستن اتحاد حقیقی و زائل شدن آثار دوئی و استحکام اساس خلعت و ولا و تشید
مبانی صدق و صفا ازین جانب یعنی یک روح و دو قالب را ذہن نشین خاص و عام
ساختہ نظر برین انشاء اللہ تعالی اگر در ناحیتی فتنہ بلند شود و قشونات شاہنشاہی
از ہمہ طرف مانند قطرات باران و رشحات موسم نیسان بلور ریز رسیدہ بہ ضرب جزائل
و تیغ و خنجر فرو می نشانند و دمار از روزگار تیرہ درونان ظلمت سرشت بر می آرند
و مکرر فرمودہ اند کہ بعد معاودت ما اگر بدبختی را از برگشتگی ورق طالع در ملک دکن
وغیرہ ہوائے فتنہ در سر افتد حکم می فرمائیم کہ بمجرد ورود خبر قشونات فلان حدود
از بندر عباس سوار کشتیہا شدہ با لوازم توپخانہ و مصالح قتال و دشمن گذاری مثل
برق خاطف خود را بہ بندر مبارک سورت رسانیدہ پاشنہ کوب و جلو ریز بسر وقت
اشقیا رسیدہ دود از دمار ادبار نصیبان بر آرند و نزہتکدۂ مملکت را از خس و خاشاک
وجود ناپاک مخالفان صفائی تام دہند درین ولا سیادت و نجابت مرتبت امارت

و ایالت منزلت دانائے مدارج دین و دولت شناسائے مراتب ملک و ملت فرزند
لوائے شوکت و حشمت طرازندۂ بساطِ ابہت و عظمت ظفر پیرائے معارک جانستانی
عیش آرائے محافل کامرانی دقیقہ یاب سرائر بادشاہی رمز شناس مزاج دانی و
آگاہی جوہر مرأت حقیقت و وفا فروغ شمع یکرنگی و صفا ہمدم دلکشائے مجلس خاص
محرم خلوت سرائے اخلاص کارفرمائے سیف و قلم مدبّر امورِ عالم قدوۂ خوانین
بلند مکان عمدہ امرائے عظیم الشان مجاہدان باعزم افتخار دلیران معرکۂ رزم امیر
صائب تدبیر مدار ممالک مشیر روشن ضمیر عالی مقدار رکن السلطنت بادشاہِ سلیمان
اقتدار آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار بعرض ہمایون رسانید
باجی راؤ مقہور در نواحی خجستہ بنیاد آوارہ شدہ مصدر شوخیہا گردیدہ بود آن
خانہ زاد با فرہنگ سرجنگ واقعی باو رسانیدہ دست تطاول مقہور را از جمہور
رعایا کوتاہ ساخت۔ ظہور این امور از آن خانہ زاد با موقع و بجا شد لہٰذا العمدہ
راجہائے ذیشان راجہ ساہو و شہامت و بسالت پناہ باجی راؤ سمت تحریر
پذیرفت کہ مراتب مرقومہ را ملحوظ و مدنظر داشتہ بجمیع اتباع و اشباع و سائر
اعوان و انصار خود تاکید اکید و تہدید شدید نمایند کہ از قرارداد و عہد و پیمانے
کہ از سالہا سمت انعقاد پذیرفتہ یکسر مو تخلف نورزند و بر صراط المستقیم متابعت
و اطاعت چنانچہ باید و شاید ثابت قدم باشند کہ ہر آئینہ پاس این رویہ مرضیہ
مورث بہبود و فلاح و ثمر افزائش و خوشنودی و رضا خواہد بود۔ مرقوم ۳ محرم
۲۱ سنہ جلوس والا[1]

---

[1] تاریخ ظفرہ۔

مونگی پٹن کا عہد نامہ مرتب ہونے کے بعد باجی راؤ نے اپنی فوجیں لے کر پونا یا ستارا کی بجائے ہندوستان کا رُخ کیا۔ یہ ظاہر نہیں ہو سکا کہ اب اس طرف اس کے رُخ کرنے کا منشا کیا تھا، مگر اس کی ایک تحریر سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت بڑی پریشانیوں میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی سے بے زار ہو گیا تھا، چنانچہ اپنے مہا پرش کو ایک خط میں لکھتا ہے کہ:-

"میرے لئے بڑی مشکلات درپیش ہیں، میں قرض کے بوجھ سے دبا جا رہا ہوں، اور مایوسیوں نے مجھے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، اس وقت میرا حال اس شخص کے مماثل ہے جو زہر کھانے پر آمادہ ہو گیا ہو راجہ کے دربار میں میرے دشمن ہیں، ایسی صورت میں ستارا چلا جاؤں تو وہ لوگ میری چھاتی پر مونگ دلیں گے، اگر اب موت آجائے تو میں اس کا ممنون ہوں گا۔"[1]

اس تحریر کو پڑھنے کے بعد باجی راؤ کی ہندوستان کی طرف نقل و حرکت سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہ اب اپنی مالی مشکلات پر قابو پانے کے لئے وہاں قسمت آزمائی کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، کیونکہ حالات موجودہ میں ان مشکلات پر سب سے پہلے قابو پانا اس کے لئے انہیں ضروری تھا، اور ظاہر ہے کہ دشمنوں کی موجودگی میں اس کا یہ مقصد خود اپنے ملک میں خاطر خواہ پورا نہ ہو سکتا تھا، اور نہ اس وقت ذاتی حمیت اس کو اجازت دیتی تھی کہ ابھی ابھی نظام الدولہ ناصر جنگ سے نیچا دیکھنے کے بعد دکن کے مغلیہ علاقوں میں اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کی

---

[1] GRANT DUFF. VOl.II. P.462.

کوشش کرتا۔ باجی راؤ نے ہندوستان کی طرف کوچ کرتے ہوئے کچھ دنوں کیلئے برہان پور کے نواح میں قیام کیا تھا، مگر موت نے اس کو یہاں سے آگے بڑھنے کی مہلت نہ دی، اور وہ چند روز علیل رہ کر ۱۲ صفر ۱۱۵۳ھ کو انتقال کر گیا۔ بعض لوگ اس کی موت کو دکن میں حالیہ ناکامی کے سبب اس کے غم و غصہ کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ باجی راؤ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا بالاجی پیشوا مقرر ہوا۔

نظام الدولہ ناصر جنگ کا انحراف باجی راؤ کے مر جانے کے بعد جب سرزمین ہندوستان مرہٹوں سے پاک ہوگئی تو خود غرض و مفسد امرا نظام الدولہ ناصر جنگ کے ارد گرد جمع ہوگئے اور انہیں اکسانا شروع کیا کہ والد بزرگوار کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر دکن میں خود مختار بن بیٹھیں، اور ایسا کرنے کے لئے غالباً ان لوگوں نے یہ خیال نظام الدولہ ناصر جنگ کے ذہن نشین کر دیا ہوگا کہ اگر اس وقت کچھ نہ کیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ آئندہ حکومت دکن جلد یا بدیر بڑے بھائی کو مل جائے، اور وہ محروم رہیں۔ دراصل وہ لوگ چاہتے یہ تھے کہ اس نوجوان صاحبزادے کو خود مختاری کا سبز باغ دکھلا کر اس سے اپنے حق میں بڑے بڑے فوائد حاصل کریں۔ انہی خود غرضوں کے اکسانے کا نتیجہ تھا کہ نظام الدولہ ناصر جنگ کے دل میں والد ماجد کے جیتے جی حکومت دکن پر قبضہ کر لینے کا خیال پیدا ہوا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اب ان کی نظر میں بھی والد ماجد کی غیر موجودگی سے زیادہ موزوں اور کوئی موقع نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے انہوں نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہا، اور نشۂ جوانی میں نیک و بد انجام کی پروا کئے بغیر والد بزرگوار سے منحرف ہو کر دکن میں اپنی مستقل حکومت کا نقشہ جمانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس وقت دکن کے سب خزانے اور

فوجیں ان کے ہاتھ میں تھیں، اور نائب حکمران ہونے کے لحاظ سے سارے ملک میں انہی کا حکم چلتا تھا، ایسی صورت میں کون ان کو اپنے ارادے سے باز رکھ سکتا تھا یہاں والد ماجد کے جو خیر خواہ سردار موجود تھے، وہ بھی زیر اثر ہونے کی وجہ بتقاضائے مصلحت و وقت ان کی اطاعت و رفاقت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

دل میں خود مختاری کا خیال پیدا ہوتا تھا کہ نظام الدولہ ناصر جنگ نے والد ماجد کی مرضی و حکم کے بغیر اہم خدمات کا عزل و نصب شروع کر دیا اور جاگیرات خالصہ جسے جی چاہا سرفراز کرنے لگے اس کے علاوہ انہوں نے بعض لوگوں کو خطر زمین بھی دیں کہ مزید فوج کی فراہمی کا بندوبست کریں جب خود غرضوں نے دیکھا کہ نظام الدولہ ناصر جنگ کو والد ماجد سے منحرف کرانے میں ان کوششیں بڑی حد تک بار آور ہو چکی ہیں تو انہوں نے چکنی چپڑی باتوں سے اظہار خیر خواہی و ہمدردی کو وسیلہ بنا کر اپنے اور اپنے اعزہ و اقارب کے حق میں بڑی بڑی جاگیریں اور دیگر مراعات حاصل کر لیئے۔ چنانچہ سید جمال خاں (پسر عضد الدولہ عوض خاں قسورہ جنگ) نے سولہ لاکھ کی جاگیرات کے علاوہ نیابت صوبہ داری برار بھی حاصل کی، حالانکہ وہ اپنے والد کے انتقال کے بعد اس خدمت سے معزول ہو چکا تھا، ما سوا اس کے فوجی تیاریوں کے بہانے اکیس لاکھ روپے وصول کئے اور اب اس نے اپنا پدری خطاب قسورہ جنگ بھی جو سابق میں کسی قصور کی بنا پر اس سے چھین لیا گیا تھا، دوبارہ حاصل کر لیا۔ عبد العزیز خاں نے نیابت صوبہ داری اورنگ آباد کے ساتھ فراہمی فوج کے حیلے سے بائیس لاکھ کی جاگیرات ہاتھ کریں، اور طرح طرح کی تدبیروں سے اپنے اقربا و متوسلین کو بھی جاگیرات و مناصب دلوا دئے، اسی طرح خان عالم

دکنی، سلطان جی و جانو جی وغیرہ نے بھی مکر و فریب سے وسیع جاگیرات پر قبضہ کر لیا۔
اس زمانے میں طالب محی الدین خاں (نبیرۂ سعد اللہ خاں) جو نواب مغفرت مآب کے ماموں کے بیٹے اور متوسل خاں وحرز اللہ خاں کے بھائی تھے، دکن ہی میں موجود تھے۔ یہ تھے تو بظاہر فوجدار ادھونی مگر درحقیقت تمام بیجاپور کے صوبہ دار تھے۔ نظام الدولہ ناصر جنگ نے انہیں حساب کے باز پرس میں ماخوذ کیا، اور رشتہ داری کا لحاظ نہ کر کے ان کے ساتھ ایسی بے مروتی کی کہ وہ اپنی عزت و آبرو کے خوف سے زہر کھا کر مر گئے، مگر نظام الدولہ ناصر جنگ نے اس واردات کی کچھ بھی پروا نہ کی، اور اپنے ماموں ہمت یار خاں کو خطاب "بہادری" عنایت کر کے انکی جگہ مقرر کر دیا[1]۔ قرینہ کہتا ہے کہ طالب محی الدین خاں نے نظام الدولہ ناصر جنگ کو ان کے اپنے ارادۂ فاسد سے باز رکھنے کی کوشش کی ہوگی، اور نہ ماننے پر ان کی اطاعت سے صاف انکار کر دیا ہوگا، تب ہی تو ان کے ساتھ اس قدر بے مروتی کا سلوک کیا گیا۔ دکن میں جو جو واقعات پیش آتے نصیر الدولہ صوبہ دار برہان پور وقتاً فوقتاً اس کی مفصل کیفیت لکھ کر نواب مغفرت مآب کے پاس دہلی بھیج دیا کرتے تھے۔ جب نظام الدولہ ناصر جنگ کو اس کا حال معلوم ہوا تو وہ دشمن بن کر ان کو بھی تباہ و برباد کرنے پر آمادہ ہو گئے، مگر ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ نصیر الدولہ کی اس روش سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بھی نظام الدولہ ناصر جنگ کی تحریک انحراف میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتے تھے۔

نواب مغفرت مآب کی دکن کو واپسی	دھلی میں جب نواب مغفرت مآب کو دکن کی متواتر اطلاعات

[1] تاریخ راحت افزا، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۴۹۔

سے صاحبزادے کی نافرمان حرکات کا بخوبی علم ہوگیا تو آپنے محمد شاہ بادشاہ سے دکن جانے کی رخصت مانگی۔ بارگاہِ سلطانی سے ابھی رخصت بھی نہیں ملی تھی کہ مرہٹوں کے بھوپال کی طرف فتنہ و فساد مچانے کی خبر پہنچی۔ اس پر محمد شاہ بادشاہ نے ان کی سرکوبی کا کام آپکے سپرد کر دیا، اور آپ ایک مناسب فوج لے کر اسطرف روانہ ہوگئے۔ مرہٹوں نے آپ کی روانگی سے واقف ہو کر خیریت اسی میں دیکھی کہ اپنے کرتوتوں سے باز آکر راہ گریز اختیار کریں، مگر جو کام آپکے سپرد کیا گیا تھا، آپ اس کو عملی طور پر پورا کر دکھانا چاہتے تھے، اس لئے حریفوں کا پیچھا کرنا شروع کیا، اور ان کا پیچھا کرتے کرتے مالوے تک پہنچ گئے[1]

دکن سے ابھی تک نظام الدولہ ناصر جنگ کی بڑھتی ہوئی نافرمانیوں سے متعلق نواب مغفرت مآب کو برابر اطلاعیں مل رہی تھیں۔ آپنے مالوے سے صاحبزادے کے پاس نصائح آمیز خطوط بھیجے کہ اپنی نافرمانیوں سے باز آجائیں، مگر انھوں نے اپنے رفقا کے مشورے سے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اس پر آپ کو اندیشہ ہوا کہ اگر اس وقت دکن کی طرف توجہ نہ کی گئی تو یہاں صاحبزادے کی ناتجربہ کاری اور مفسد و خود غرض امراء کی نامحمود کوشش کی بدولت حکومت کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا، اس لئے اب آپنے صاحبزادے کی خودسری اور امرا کی بے راہ روی کا جلد سے جلد انسداد کرنا بہت ضروری خیال کیا، عجلت میں بارگاہِ سلطانی سے رخصت بھی حاصل نہ کی، اور مرہٹوں کے تعاقب کا ارادہ ترک کر کے مالوے سے ایلغار کرتے ہوئے برہان پور آپہنچے جہاں

[1] تاریخ ظفرہ۔

نصیر الدولہ صوبہ دار نے آپ کا استقبال کیا (شعبان ۱۱۵۳ھ) [1]

برہان پور پہنچ کر نواب مغفرت مآب نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ نظام الدولہ ناصر جنگ کو ان کی اختیار کردہ روش کے برے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے نصیحت وتہدید کی تاکہ وہ راہ راست پر آکر مطیع ہو جائیں۔ اس پر ان امرا کو جنہوں نے نظام الدولہ ناصر جنگ کو انحراف پر ابھارا تھا، فکر دامنگیر ہوئی کہ اگر وہ اپنے والد ماجد کی اطاعت کر لیں تو اس صورت میں نہ معلوم اپنا کیا حشر ہو اس لئے ان لوگوں نے یہی مناسب سمجھا کہ نظام الدولہ ناصر جنگ کو بدستور انحراف پر ابھارے رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے اس امر کی کوشش بھی کی، اور ان کو مشورہ دیا کہ ملک حکومت پر مستقل قبضہ کرنے کے لئے اگر انہیں والد ماجد کے خلاف تلوار نیام سے نکالنے کی ضرورت بھی پیش آجائے تو اس سے دریغ نہ کریں۔ مفسدوں کے اغوا کا نتیجہ یہ نکلا کہ نظام الدولہ ناصر جنگ نے والد بزرگوار کی اطاعت کرنے سے صاف انکار کر دیا، اور تیس ہزار جرار سوار اور کثیر توپ خانے کے ساتھ برہان پور سے تیس کوس کے فاصلے پر آکر کتل فردا پور پر ڈیرے ڈال دیئے، پھر تہور خاں خویشگی کے ہاتھ نواب مغفرت مآب کے پاس یہ پیغام بھیجدیا کہ حکومت دکن سے ان کے حق میں دست بردار ہو کر پایہ تخت دہلی کو واپس ہو جائیں، بریں ہم آپ نے پدرانہ محبت و شفقت سے مجبور ہو کر پھر ایک مرتبہ ان کو پند و نصیحت اور نرمی و ملائمت سے راہ راست پر لانے کی کوشش کی، اور اس پیغام کے جواب میں یہاں تک لکھا کہ سابقہ مناصب و اعزازات کو بحال رکھتے ہوئے انہیں

[1] تاریخ ظفرہ۔

بیجاپور جیسے وسیع صوبہ کی حکومت تفویض کردی جائے گی لہذا اپنی غلط روش چھوڑ کر وہاں چلے جائیں[1]

تہور خاں خویشگی ایک دانا اور عاقل شخص تھا۔ اس نے انجام کار پر نظر کر کے اب نظام الدولہ ناصر جنگ کی رفاقت ترک کر دی اور نواب مغفرت مآب کا جواب کسی اور کے ہاتھ ان کے پاس بھجوا دیا۔ اس جواب کی پروا نہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنے میر سامان عبدالحسین خاں کی معرفت پھر وہی پیغام والد ماجد کی خدمت میں ارسال کیا۔ صاحبزادے کو آمادۂ فساد دیکھ کر مجبوراً اب آپ نے بھی اسباب جنگ فراہم کیا، اور ایک کثیر فوج لے کر اس کو اس کی سرکشی و بغاوت پر گوشمالی دینے کے لئے برہان پور سے نکلے۔

نظام الدولہ ناصر جنگ کے رفقا شاید یہ خیال کرتے تھے کہ نواب مغفرت مآب آغاز شباب سے مسلسل حوادث عالم و پیہم مہمات آعظم کا مقابلہ کرتے کرتے اپنے اس وقت پیری[2] میں تو بالکل مضمحل ہو گئے ہوں گے، اور پھر کچھ ہی عرصہ پیشتر جہاں اور امرا کا اثاثہ نادر گردی کے بھینٹ چڑھ گیا تھا تو وہاں آپ کا ساز و سامان بھی اس کے نذر ہو گیا ہو گا، اور اب آپ ہندوستان سے لمبے لمبے کوچ کر کے دکن پہنچے تو ابھی اس کی ماندگی بھی آپ سے پورے طور پر زائل نہ ہوئی ہو گی، جن وجوہ سے آپ اپنے جوان سال، تازہ دم، بہادر دل و با اقتدار منحرف صاحبزادے کے مقابلے میں ہرگز نہ اتر سکیں گے اور اگر اتر بھی جائیں تو آپکو سوائے پسپائی کے

---

[1] تاریخ فتحیہ، سوانح دکن۔

[2] اس زمانے میں نواب مغفرت مآب نے اپنی عمر کی ۷۱ منزلیں طے کر لی تھیں۔

اور کچھ حاصل نہ ہوگا، اور ہر صورت میں آپ کو اپنے اس صاحبزادے کے مطالبے کے آگے سرِ تسلیم خم کرکے دہلی کو لوٹ جانا ہی پڑے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے اس خوش خیالی کو بھی اپنے دل میں جگہ دی ہوگی کہ اس طرح حکومت دکن قبضہ سے نکل جانے کی صورت میں پھر آپ کی طرف سے ان کے لئے نہ فتنہ و فساد کے مواخذہ و باز پرس کا اندیشہ رہے گا اور نہ ناجائز مفاد کے حصول و تحفظ کا خوف۔ یہی وجہ تھی کہ ان فتنہ پردازوں نے نادان و ناتجربہ کار صاحبزادے کو ورغلا کر آپ کے مقابلے پر لا کھڑا کردیا تھا۔ لیکن جب آپ نے اپنے قول و فعل سے یہ ثابت کردیا کہ آپ مجبوریات سے مملو اس عالم پیری میں بھی اپنے جوان و بہادر و طاقتور برگشتہ صاحبزادے کو گوشمالی دینے کی کافی سے زیادہ ہمت و قوت اور اہلیت رکھتے تھے، تو وہی لوگ خوف سے تھرّا اُٹھے، اور ان میں سے اکثروں نے یہ کہہ کر لڑائی میں حصّہ لینے سے گریز کیا کہ "ہم اپنے ولی نعمت کے خلاف تلوار نہیں اُٹھا سکتے"۔ بلکہ بعضوں نے تو صاحبزادے کی رفاقت ترک کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اپنے رفیقوں کا یہ حال دیکھا تو نظام الدولہ ناصر جنگ بہت مایوس و پریشان ہوئے اب ان میں اتنی ہمت نہیں رہی تھی کہ والد ماجد کے مقابلے میں خم ٹھوک کر کھڑے رہ سکتے، اور نہ اس وقت وہ اپنی نافرمان حرکات کے سبب مارے ندامت کے آپ کو مُنہ دکھلانے کے قابل رہے تھے مایوسی و پریشانی کی حالت میں انہیں کچھ نہ سوجھا سوائے اس کے کہ تارک الدنیا ہوکر کسی گوشے میں بیٹھ جائیں، چنانچہ انہوں نے اپنی فوجیں اور تمام ساز و سامان بخشی الملک دکن محتشم خاں کے ذریعہ آپ کے پاس بھجوا دیا، اور خود فقیرانہ بھیس

اختیار کر کے چند رفیقوں کے ساتھ جن میں شاہ نواز خاں (صمصام الدولہ) سید جمال خاں، عبدالعزیز خاں، میر صفی اللہ خاں (صفی الدولہ طالب جنگ) صف شکن خاں (مجاہد جنگ) فتحیاب خاں، ہمت یار خاں و میر شمس اللہ بھی تھے درگاہ حضرت برہان الدین غریبؒ میں جا کر گوشہ نشین ہو گئے۔ جب نواب مغفرت مآب کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نے بہت افسوس کیا اور صاحبزادے کے پاس مکرر لکھ بھیجا کہ بیجاپور کی حکومت قبول کر کے وہاں چلے جائیں مگر انہوں نے منظور نہیں کیا۔ صاحبزادے کی طرف سے پیدا کردہ فتنہ اس طرح دب جانے کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل عرضداشت محمد شاہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی:

"ہنگام روانہ شدن از دکن بعزیمت استیلام عتبہ سپہر احتشام جماعۂ ناعاقبت اندیش بدفرجام و گروہ کافرکیشان شقاوت ارتسام راکہ باعتماد حقوق احسان وچشمداشت نیکو خدمتہا ہمراہ نظام الدولہ گذاشتہ بود نظر بر فسادات ہندوستان و غیبت چہار سالہ این ارادت نشان بمضمون کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ در موقف اظہار جوہر شقاوت اصلی و خبث طینت جبلی در آمدہ آن ناتجربہ کار راکہ بمقتضائے خورد سالی ساحت امتیاز نیک و بد زیانہ و زمانیان بکام تجربہ نہ پیمودہ و نشاء ہوش ربائی ریاست و تملق این فرقہ سراپا خیانت بر غفلت و بیہوشی او افزودہ بود بکلمات خوشامد و چاپلوسی کارفرمائی باستقلال وانمودہ از لباس اطاعت و سخن شنوی برآوردند۔ از روز باز پرس غافل کردہ در تحصیل مدعات خود کام خواہش روند چنانچہ سید جمال خان پسر عضد الدولہ مرحوم نیابت صوبہ داری برار با جاگیر نہ لک روپیہ شروط و ہفت لک روپیہ بلا مشروط بتصرف خود در آوردہ و باینہمہ اکتفا نہ کردہ بغیر از نگاہ داشت

جمعیت زیاده جاگیر یازده لک روپیه از محالات فدوی و ده لک روپیه نقد گرفته
در افزایش اسباب ریاست و زیادتی سامان پرداخت و عبدالعزیز خان به نیابت
صوبه فجسته بنیاد جاگیر بیست و دو لک روپیه بجهت نگاه داشت سپاه از جاگیرات
غلام و مناصب نامناسب خطاب لایق العتاب و جاگیر چند بنام پسران و منتسبان
خود گرفته دکان دستگاهی برای خود چید و خان عالم دکنی و سلطان جی و جانوجی
وغیره مرهته ها و دیگر خودکامان نیز بانواع تزویر و تلبیس جاگیر خاطرخواه گرفته جمعیت
زیاده بر مقدار کردند و از روی شیطنت و حرامخوری در سلک مسلک شقاوت
و نکونساری متفق الکلمه گردیده معاصی خود را لباس اخلاص پوشانیدند و سخن
ناشنویها و زیاده سریها سفینه بیخرد منسوب و از پرسش امور مرغوب ساخته
پرده حجاب از میان برداشتند چون صورت اختلال کار و انقلاب احوال دکن
در تقسیم صوبجات و جاگیرات و تفرقه محصولات و آبادی اسباب مخالفت و
کینه خالی شدن نقود و خزینه و افزایش طلب سپاه و بداندیشیهای آنجماعه گمراه
که هر یکی در مقام انحراف و باندازبی راهوی اتبعه بهیمه ناهنج مناهج بدباطنی و خلاف
بودند متواتر و ترادف رسید یقین گردید که اگر چندی در تدارک این امر مداهنه
شود کار از دست میرود و ملک و مال معه آن خانزاد خورد سال در عرصه تلف می گردد
لهذا از پیشگاه خلافت رخصت نموده بمالوا رسید و بتحریر نصایح تنبیه گردانید نخوتها
بیش از بیش در افزایش واهمه و تشویش آن ناعاقبت اندیش کوشیده او را از
حیدرآباد باراده مقابله و مجادله مستعد کرده آوردند و خطوط طلب باسراولان نزد
آن کهنه عاملان فرستاده هر کدام را با جمعیت تمام از اماکن آنها طلب داشته در نزدیکی

خجسته بنیاد رفیق طریق آن غریق بحر شقاوت ساختند و بازار ابله فریبی را گرم تر دیده
مجدداً اضافه منصب و جاگیرات و خدمات گرفته بر جادهٔ مخالفت و اصرار ورزیدند
و آن مدهوش نشاء ایالت بضلالت این خدیعت سرشتان از راه رفته غافل
از آنکه اگر خدا نخواسته چشم زخم به پیر غلام رسد قباحت کلی باو دار د قطع نظر ازین
اگر بظاهر کامیاب گردد از دست این حرام خواران چاشنه خود سلامت نمی ماند و بسبب
تقسیم و خالی شدن خزانه و افزایش طلب سپاه و عداوت مرہٹہ فی الفور همان معامله
بعینه بر روی کار می آید تا سر کتل فردا پور از راه نخوت و غرور بکام جهالت و عدم
شعور بیهوده اولاً تهور خان خویشگی را که در زمره فجره بفطانت و فراست اشتهار
داشت و ثانیاً عبد الحسین خان میر سامان خود را که در شیطنیت و ابلیسی همزاد پیران
ویسه توان گفت فرستاده استدعای اختیار امور دکن بقبضهٔ اقتدار خود و تکلیف
رجیع القهقری غلام بحضور ساطع النور نمود هر چند تقریرات قبایح باکلمات نصایح بگوش
آنها کشیده با آن کم فطرت نوشت و نامرده ها نیز بکرات و مرات نوشتند غوایت ابلیسان
از بسکه در مزاج فاسد پر سودائی او جا کرده از صراط المستقیم مآل اندیشی کناره انداخته بود
معجون نجاح مواعظ فایده نه کرد لاچار بمضمون آخر الدواء الکی و رکم فرصت باجتماع افواج
و اسباب کثیر پرداخته استعداد عزیمت تنبیه نمود بفضل الهی و اقبال جناب شاهنشاهی
که در هر آن و زمان شامل حال این جاده پیمای مراحل فدویت و دولتخواهی است
و رعب تمام در بواطن کج خرامان وادی گمراهی راه یافت نظام الدوله چون آثار تزلزل
در بنای ثبات تبعه و سپاه دید از رفاقت آن فتنه پژوه مایوس گردیده بالمنا معانی
یاس از مضامین سوره الم تر کیف برخوانده و بظاهر دست از لباس تعلق برافشاند

محتشم خان بخشی دکن را با خان عالم و سلطان جی وغیرہ منصبداران و ملازمان تعینہ و توپ
خانہ وغیرہ نزد فدوی مرخص ساختہ از راہ تلبیس لباس درویشانہ پوشیدہ خود را در سایۂ
حمایت شاہ برہان الدین غریب اندا خت و نائرہ فتنۂ عجیبی کہ بشومی بد باطنان سر بفلک
کشیدہ بود با بیاری اقبال والا فرو نشست چون انتزاع قلاع از دست عبدالعزیز
خان و فتحیاب خان کہ اعتضاد عمدۂ او بود ضرور بود بہ تدبیر غلام از برہان پور حرکت نمود
و ابوالخیر خان را بقلعداری و فوجداری اورنگ گڈہ تعین ساختہ خود را از راہ کتل
کساری قریب سنگمنیر و گلشن آباد رسیدہ عبدالعزیز خان را طلب داشت خان مذکور خیریت
در اطاعت دیدہ آمدہ ملاقات نمود و دست از دو قلعہ عمدہ کہ تبازگی از نظام الدولہ
گرفتہ بود برداشت و قلعہ النگہ کہ از کمال رفعت و حصانت سر ببام فلک کشیدہ از بی
خبری غفلت شعاران بتصرف مفاہیر رفتہ بود در فرصت قلیل و برآوردن توپہا
باستعمال حرب ثقیل بغلبہ و قہر از دست این مخاذیل بتصرف بندگان والا در آمد الحال
از دست افواج متعینۂ کار فتحیاب خان قلعدار معزول قریب باتمام رسیدہ و قلعہ
از قبیل دام گردیدہ عنقریب مانند مرغ اجل رسیدہ گرفتار می شود و قلاع دیگر نیز
بہ تدبیر و جنگ از تصرف مفاہیر بر می آید بعد سرانجام این امور قریب الوقوع بتنبیہ
رگھو مقہور کہ کثرت جمعیت بہم رسانیدہ ارادہ انتشار بطرف حیدر آباد دارد و می رود
اتتنبیہ او و بند و بست آن ضلع اطمینان حاصل کردہ عازم عتبۂ سپہر رتبہ می گردد[1]
آخر ماہ شوال ۱۱۵۳ھ میں نواب مغفرت مآب برہان پور سے نکل کر دریائے
پورنا کے کنارے پہنچے تھے کہ خلاف موسم بارش شدت سے ہونے لگی، اور آب

[1] تاریخ ظفرہ، منشآت موسوی خاں جرأت۔ یہ عرضداشت قدرے تغیر کے ساتھ حدیقۃ العالم
بمقالۂ دوم میں بھی پائی جاتی ہے۔

چند روز تک اسی دریا کے کنارے ٹھیرے رہے اسی زمانے میں محتشم خاں نظام الدولہ ناصر جنگ کا بھیجا ہوا لشکر پیچھے ہی چھوڑ کر بعض سرداروں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ وہ لشکر دریائے مذکور کے دوسرے کنارے پر ہی پڑاؤ ڈالے۔ یہاں انوراللہ خاں دیوان نے بھی حیدرآباد سے آکر شرف ملازمت حاصل کیا۔ انہی ایام میں بالاجی پنتوا نے جو مالوے کے قصد سے نکلا تھا بعض معاملات کے تصفیہ کی غرض سے ملاقات کی درخواست کی تھی۔ آپ نے اسکی درخواست منظور کرلی، اور اپنے چچا نصیر الدولہ کو اس کے استقبال کے لئے روانہ کیا۔ وہ پیلاجی جادو، ہلکر، کوڑیا اور دوسرے سرداروں کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا، اور دو تین روز قیام کرکے پھر مالوہ چلا گیا۔ اس کے بعد آپ نے خاندیس کی طرف توجہ کی، اور قلعہ تنگہ فتح کرتے ہوئے ۱۱۵۲ھ کے اوائل میں اورنگ آباد پہنچ گئے۔ چونکہ اس وقت بارش کا موسم آغاز ہوچکا تھا، اس لئے آپ نے اپنے قدیم عمل درآمد کے مطابق اکثر فوجیوں کو ان کے مکان جانے کی رخصت دے دی، اور سواری و باربرداری کے جانوروں کو بھی شہر سے بہت دور چراگاہ میں بھجوادیا۔

پسر و پدر کے مابین معرکہ آرائی | اورنگ آباد میں نواب مغفرت مآب کی آمد سے نظام الدولہ ناصر جنگ پر خوف اور اندیشہ غالب ہوا، اس لئے درگاہ حضرت برہان الدین غریب سے بھاگ کر قلعۂ ملہیر میں پناہ لی جس کو فتحیاب خاں نے مکر و فریب سے متوسل خاں کے قبضہ سے نکال لیا تھا۔ ان کے رفیق بھی اپنی جگہ خائف ہوگئے تھے لیکن جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اس وقت نواب

مغفرت مآب کی تقریباً سب فوج رخصت پر ہے، اور اب آپ کے ہمراہ بہت ہی تھوڑے آدمی رہ گئے ہیں تو ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اسوقت صاحبزادے کو پھر ابھار کر آپکے مقابلے پر کھڑا کر دیا جائے تو یقیناً آپ کو آسانی سے شکست دی جا سکے گی، اور اس صورت میں کوئی عجب نہیں کہ آپکی طرف سے خوف و خدشہ جو دل میں جاگزیں ہو گیا ہے، ہمیشہ کے لئے جاتا رہے دل میں اس خیالِ خام کا پیدا ہونا تھا کہ انہوں نے بھی نواب مغفرت مآب کیطرف سے نظام الدولہ ناصر جنگ کے دل میں طرح طرح کے اندیشناک وسوسے ڈال دیئے، اور انہیں بہکانا شروع کیا کہ اب والد بزرگوار کے غیظ و غضب سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ اس موقع کو غنیمت جان کر ان کے مقابلے میں تلوار لے کر اٹھیں، اور ان کو مغلوب کر لیں، اور ایسا کرنا اپنی حفاظت و سلامتی اور مفاد کے لئے ناگزیر ہے۔ نظام الدولہ ناصر جنگ نے ان کی باتوں میں آکر والد ماجد سے پھر مقابلہ کرنے کی ٹھان لی، اور جو چھ سات ہزار سوار جمع ہو سکے، ان کو ساتھ لے بعجلت تمام کتل کساری سے ہوتے ہوئے روضۂ برہان الدین غریبؒ کے پاس آکر قیام کیا، اور آمادۂ پیکار ہوئے (۱۹ رجمادی الاول ۱۱۵۴ھ)۔

جب نواب مغفرت مآب صاحبزادے کے اس ارادے سے مطلع ہوئے تو آپ فوراً اپنی مختصر سی موجودہ فوج کو لے شہر اورنگ آباد سے نکلے اور عید گاہ کے قریب پہنچ کر قیام کیا۔ اس وقت آپکے لشکر میں آدمی تو آدمی سواری و بار کشی کے

ـــــــــ

۱؎ تاریخ راحت افزا، سوانح دکن، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۵۲۔

جانور تک کی بہت قلت تھی حتیٰ کے شہر سے توپ خانے کی منتقلی کے لئے بھی کافی جانور میسر نہ آسکے، بحالت مجبوری اہل حرفہ کے بیلوں کو پکڑ پکڑ کر ان سے بیگار لی گئی یہ وقت بظاہر بہت ہی تشویشناک تھا، جس سے اہل لشکر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، مگر آپ کی جبین استقلال پر تشویش کی ایک خفیف سی شکن بھی نہیں پڑی۔
قبل اس کے کہ لڑائی کا آغاز ہو آپ نے شاہ ولی خاں کو صاحبزادے کے پاس بھیجا کہ سمجھا بجھا کر ان کو اپنے ارادۂ فاسد سے باز رکھے، مگر انہوں نے اس کی ایک نہ سُنی اور اپنے ارادے میں ثابت قدم رہے۔ تب مجبور ہو کر آپ نے فوج کی صف بندی شروع کر دی، ہراول پر متوسل خاں و خواجم قلی خاں وغیرہ کو متعین کیا، میمنے کی کمان ابو الخیر خاں، جمیل بیگ خاں و رحیم اللہ خاں کو دی اور میسرے کی مبارز خاں و خواجہ حامد اللہ خاں (پسران عماد الملک مبارز خاں) کو اور گگلی فوج کی سرداری متہور خاں خویشگی و سلیم خاں کے تفویض کی[1]
نظام الدولہ ناصر جنگ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کریں، اور والد بزرگوار سے مقابلہ کرنیکے لئے آگے بڑھے۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۱۵۴ھ کو سپہر کے وقت شہر اورنگ آباد کے نواح میں بیٹے اور باپ کے لشکروں کا سامنا ہوا، اور ایک زبردست لڑائی شروع ہوئی۔ نواب مغفرت مآب کے لشکر کے ساتھ ایک شائستہ اور وسیع توپ خانہ تھا، اس کے علاوہ آپ کے تھوڑے بہت جو لشکری تھے، وہ سب کے سب آزمودہ کار و جنگ آزما تھے۔ برخلاف اسکے نظام الدولہ ناصر جنگ کے پاس پہلے تو کوئی عمدہ توپ خانہ نہ تھا، اور پھر ان کے لشکر میں زیادہ تر نئے قصباتی بھرتی کئے گئے

---

[1] تاریخ فتحیہ، تاریخ راحت افزا، حدیقۃ العالم، مقالہ دوم صفحہ ۱۵۳۔

تھے، بھلا یہ لوگ فن حرب کیا جانیں، عمر کے حصے میں کبھی میدان جنگ کی صورت دیکھی نہیں تھی، بایں ہمہ ان لوگوں نے پہلے پہل جم کر مگر بے ترتیبی سے مقابلہ کرنا شروع کیا، لیکن چند ہی گھنٹوں میں فوج مخالف کے بے پناہ حملوں نے ان کے ہوش و حواس گم کر دیئے۔ شام تک تو دونوں طرف سے میدان کا رزار خوب گرم رہا، اور اس اثنا میں کئی جانیں تلف ہوئیں، لیکن رات کی تاریکی کے پھیلتے ہی ان قصباتیوں نے عالم بدحواسی میں نظام الدولہ ناصر جنگ کا ساتھ چھوڑ راہِ فرار اختیار کی، جس کی وجہ ان کے لشکر میں کامل انتشار پیدا ہو گیا۔ اس کے باوجود نظام الدولہ ناصر جنگ کے استقلال میں فرق نہ آیا، اور وہ بڑی جوانمردی سے اپنے حریفوں کا مقابلہ کرنے لگے حتیٰ کہ زد و کشت میں ان کا فیلبان بھی مارا گیا، مگر انھوں نے ہمت نہ ہاری، اور وہ خود فیلبانی کا بھی فرض ادا کرتے ہوئے مقابلے پر ڈٹے رہے۔ اس دار و گیر میں وہ خود بھی زخمی ہو گئے تھے، لیکن اس پر بھی جرأت کر کے اپنے ہاتھی کو آگے بڑھایا، اور صفیں چیرتے ہوئے نواب مغفرت مآب کے ہاتھی کے مقابل پہنچ گئے۔ اس وقت متوسل خاں نے تیر کمان میں جوڑ کر ان پر چلانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فوراً ان کے صاحبزادے ہدایت محی الدین خاں[1] نے جو ان کے ساتھ ایک ہی ہاتھی پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کا ہاتھ پکڑ لیا، اور اس ارادے کی تکمیل میں مانع ہوئے۔ اس اثنا میں نواب مغفرت مآب کے لشکریوں نے چاروں طرف سے ہجوم کر کے نظام الدولہ ناصر جنگ کے ہاتھی کو گھیر لیا تھا۔ سید لشکر خاں نے جلدی کر کے اپنا ہاتھی ان کے

[1] نظام الدولہ ناصر جنگ کے ہمشیرزادے ہیں، جو تاریخ میں "مظفر جنگ" کے خطاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اس معرکے میں انھوں نے اپنے ماموں کی جان بچا تو لی تھی مگر نواب مغفرت مآب کے انتقال کے بعد خود مدعی حکومت ہو کر ان کی شہادت کا باعث بھی ہوئے۔

ہاتھی کے برابر کر دیا، اور سمجھا منا کر انہیں اپنے ہاتھی پر لے لیا۔ جیسے ہی نظام الدولہ ناصر جنگ اپنے ہاتھی سے اتر کر خان موصوف کے ہاتھی پر سوار ہوئے نواب مغفرت مآب کے لشکر میں فتح کے شادیانے بجنے لگے۔ اس طرح بیٹے اور باپ کی لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ جس وقت نظام الدولہ ناصر جنگ کو نواب مغفرت مآب کی قیام گاہ پر لے جایا جا رہا تھا تو حرز اللہ خاں نے ان کے ایک رفیق عبد الرزاق خاں (صمصام الدولہ شاہ نواز خاں) سے اپنے دوستانہ روابط کا لحاظ کرتے ہوئے کہا کہ "بیٹا تو اپنے باپ کے گھر جاتا ہے" تم اب کہاں جاؤ گے، جو کچھ رفاقت کا حق تھا ادا کر چکے، بہتر ہے کہ اب تم اس مہلکہ سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔" عبد الرزاق خاں اس دوستانہ مشورے کو قبول کر کے اپنے ہاتھی سے اتر پڑے، اور اس مہلکہ سے کنارہ کش ہو کر عزلت نشینی اختیار کر لی۔ پانچ سال تک ان پر نواب مغفرت مآب کا عتاب رہا۔ اپنی عزلت نشینی کے زمانے میں انہوں نے مشہور عالم کتاب "ماثر الامرا" تالیف کی، جس کی بدولت علمی دنیا میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا۔ پانچ سال کے بعد نواب مغفرت مآب نے قصور معاف کر کے پھر انہیں صوبۂ برار کی دیوانی پر مقرر کیا۔[1]

جب نواب مغفرت مآب کو نظام الدولہ ناصر جنگ کے مغلوب ہو جانے کی خبر ملی تو آپ نے حکم دیا کہ قیام گاہ میں ایک علیحدہ خیمہ نصب کر کے اس میں ان کو بحفاظت تمام رکھا جائے۔ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ لڑائی میں زخمی ہو جانے کی وجہ نظام الدولہ ناصر جنگ کے کپڑے خون آلود ہو گئے تھے آپ نے ملبوس خاص

[1] - حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۵۴۔

ان کے پہننے کو بھیج دیے، اور اس وقت جو دو شالہ اوڑھے ہوئے تھے، وہ بھی اتار کر روانہ کر دیا، پھر خاص طور پر ان کی مرہم پٹی کرنے کے لئے جراحوں کو مقرر کیا، اور کہنے لگے کہ "خدا کا شکر ہے کہ اس نے آج تین باتوں کی خوشیاں مجھے بخشیں، پہلی فتح کی خوشی، دوسری صاحبزادے کی سلامتی کی خوشی اور تیسری اس کی شجاعت کے امتحان کی خوشی، کیونکہ بچپن سے اس نے جو شجیع طبیعت پائی تھی، آج اس کا پورا پورا ثبوت دیا، باوجودیکہ میدان جنگ میں اس کے ساتھ بہت ہی تھوڑے لوگ رہ گئے تھے، مگر اس نے میدان سے منہ نہ موڑا۔"[1]

۲۱ جمادی الاول ۱۱۵۴ھ کو نواب مغفرت مآب اپنے فتحمند لشکر کے ساتھ مغلوب صاحبزادے کو لے کر بلدہ اورنگ آباد میں وارد ہوئے۔ اس وقت بعض مقربین نے توجہ دلائی کہ ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے کفران نعمت کر کے آپ کے خلاف صاحبزادے کے ساتھ تحریک انحراف و کارروائی جنگ میں حصہ لیا تھا، سخت سزا تجویز کی جانی چاہئے، مگر آپ کی راحم طبیعت اس بات کو کب گوارا کر سکتی تھی، آپ نے فرمایا کہ "میدان کارزار میں وہ لوگ اپنے اپنے کردار کے موافق سزا پا چکے ہیں، اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ اب ان کو مواخذے کے شکنجے میں بھی کس کر سخت سزا دیں، البتہ ان سے سرکاری خدمات چھین لی جاتی ہیں، اور اتنی ہی سزا ان کے لئے بہت کافی ہے"۔ نظام الدولہ ناصر جنگ کی گرفتاری کے بعد ان کا قلمدان خاص بھی ضبط ہوا تھا، اس میں سے اڑتیس عرضیاں ایسی برآمد ہوئیں جو ارکان دولت کی مُہری و دستخطی تھیں اور جن میں انہوں نے صاحبزادے کو آپ کے خلاف

[1] تاریخ فتحیہ۔

انحراف پر ابھارتے ہوئے اپنی اعانت و مدد کا پیش کش کیا تھا۔ ان ارکانِ دولت میں سے اکثر اس وقت حاضرِ خدمت تھے۔ جب میر منشی موسوی خاں نے ان عرضیوں کو ملاحظے میں پیش کیا تو آپ نے ان کو پڑھا بھی نہیں اور حکم دیا کہ وہ سب تلف کر دی جائیں تاکہ کسی کا راز افشا اور طرفین میں کدورت پیدا نہ ہو، پھر کہنے لگے کہ ان لوگوں نے کیا بُرا کیا ہے، مصلحتِ وقت سے ہمارے ہی صاحبزادے کے ساتھ تو موافقت کی ہے، کسی غیر کے ساتھ تو نہیں کی، جب ہم اس کی تادیب پر متوجہ ہوئے تو پھر انہوں نے ہماری صولت و شوکت سے مرعوب کر کے اس کے لشکر کو پراگندہ کر دیا یہاں تک کہ ہمارا صاحبزادہ صحیح و سالم ہمارے ہاتھ آگیا۔ اگر بالفرض بادشاہ سلامت اور ان کے شہزادے کے درمیان ایسا معاملہ پیش آتا تو ہم بھی مصلحتِ وقت سے مجبور ہو کر ایسا ہی کرتے۔ مصلحتِ وقت کے تحت ان کا اس امر کا ارتکاب کرنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔"[1]

بلدہ اورنگ آباد میں وارد ہو کر نواب مغفرت مآب نے صاحبزادے کو عبدالعزیز خاں کی حویلی میں نظر بند کر دیا، اور ان کی حفاظت و نگرانی کی خدمت سید لشکر خاں کے تفویض کی۔ اس وقت خان مذکور کو اسکی عمدہ خدمات کے صلے میں جو اس نے حالیہ جنگ کے موقع پر انجام دی تھیں، عطیہ خطاب "نصیر جنگ" سے سرفراز کیا گیا۔

صاحبزادے کے رفقا میں سے سید جمال خاں گھر بٹھا دئے گئے، عبدالحسین خاں کے مکان پر چوکی پہرہ مقرر رہا، ابراہیم علیخاں (پسر حاجی محمد علی خاں) و مرزا احسن علی (المخاطب بہ ناصر قلی خاں) نے قلعۂ دولت آباد میں جا کر پناہ لی، اسی طرح اور

---

[1] تاریخ فتحیہ، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۵۵۔

رفقا بھی ادھر ادھر چھپ کر بیٹھ رہے، مگر ان لوگوں سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی گئی۔ آپ نے صاحبزادے کے ساختہ و پرداختہ جمیع امور کو منسوخ قرار دیا، اور یہ ہدایت کر دی کہ آئندہ کوئی شخص ہمارے حضور میں صاحبزادے کو اس کے خطاب سے یاد نہ کرے، البتہ ناگزیر حالات میں صرف اس کا اصلی نام "احمد خاں" لیا جا سکتا ہے"۔ اس فتح کی مسرت میں امرائے دولت نے نذریں گذراننے کی عزت حاصل کی، اولاً ابو الخیر خاں[1] نے دو نذریں گذرانیں۔ آپ نے دریافت کیا "یہ دو نذریں کیسی"؟ خان مذکور نے عرض کی "ایک فتح کی اور دوسری صاحبزادے کی سلامتی کی"۔ یہ سن کر آپ بہت مسرور ہوئے۔ تب دوسرے سرداروں نے

[1] - حیدرآباد کے نامی گرامی خانوادۂ امرائے پائیگاہ کے مورث اعلیٰ ہیں، فاروقی شیخ زادوں سے تھے، سلسلۂ نسب حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج تک پہنچتا ہے، بزرگوں کا اصلی وطن میرپور سرکار خیرآباد اودھ ہے، لیکن بعد میں شکوہ آباد کی سکونت اختیار کر لی تھی، اسی نسبت سے شکوہ آبادی کہلانے لگے ان کے والد شیخ بہاء الدین، عالمگیری عہد میں شکوہ آباد ہی کی صدارت و احتساب کی خدمات پر فائز رہے ہیں۔ ابو الخیر خاں ابتدا میں سہ صدی منصب سے سرفراز ہو کر ایک مدت تک شادی آباد مانڈو و صوبۂ مالوہ میں مرحمت خاں کی رفاقت کرتے رہے، جب نواب مغفرت مآب نے سادات بارہہ کے خلاف مالوے سے دکن کا رخ کیا، تو اس مہم میں انہوں نے بھی ہمرکابی کی عزت حاصل کی۔ چونکہ یہ سپاہی منش، تجربہ کار اور صاحب رائے واقع ہوئے تھے، اس لئے بہت جلد مجلس شوریٰ میں بار پایا، اور منصب (دو ہزار و پانصدی) و خطاب (خانی)، و جاگیر و خدمت (فوجداری نبی نگر عرف اٹنور) سے سرفراز ہوئے ۱۱۳۶ھ میں نواب مغفرت مآب نے ہندوستان سے دکن آتے ہوئے ان کو خواجم قلی خاں کی جگہ قلعداری دھار و فوجداری مانڈو پر متعین کیا تھا، شکر کھیڑہ کی جنگ کے بعد ان خدمات پر جب قطب الدین علیخاں بنکوری کی ماموری عمل میں آئی تو یہ پھر آپ کی خدمت میں رجوع ہو گئے۔ بعد ازاں جب صوبۂ خاندیس کا نظم و نسق حفیظ الدین خاں کے تفویض ہوا تو ان کے ساتھ ان کی تعیناتی بھی کر دی گئی، مرہٹوں کے خلاف لڑائیوں میں کافی حصہ لیا، اور نمایاں خدمات انجام دیں، رفتہ رفتہ اپنے اعلیٰ کارناموں کی

باقی بر صفحہ آئندہ

بھی خان موصوف کی تقلید میں دو دو نذریں پیش کیں۔[1]

صاحبزادہ نظام الدولہ ناصر جنگ کو نظر بند کر دینے کے بعد پھر نواب مغفرت مآب نے ایک عرصے تک ان کی صورت نہیں دیکھی۔ دنیا میں اولاد سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کو ہر حال میں نہایت عزیز اور محبوب رکھتے ہیں۔ آخر نواب مغفرت مآب بھی اپنے سینے میں ایک باپ کا دل رکھتے تھے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ اس میں ایک صاحبزادے کی طرف سے خواہ وہ نافرمان ہی کیوں نہ ہو، محبت کے لئے جگہ نہ ہوتی۔ اگرچہ آپ نے نظام الدولہ ناصر جنگ کو

[1] تاریخ رشید الدین خانی صفحہ ۲۴۵۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۶۴) بدولت منصب چہار ہزاری دو ہزار سوار پر پہنچ گئے، اور سرفرازی خطاب بہادری و علم و نقارہ سے عز افتخار حاصل کیا، باوقات مختلف فوجداری گلشن آباد، نیابت خاندیس و فوجداری سرکار بگلانہ پر فائز ہوئے، ناصر جنگ کے دور میں "شمشیر بہادر" کے خطاب کے ساتھ اورنگ آباد کی نائب نظامت کی خدمت پائی، مظفر جنگ کے زمانے میں پھر خاندیس کا صوبہ سپرد کیا گیا صلابت جنگ کے عہد میں عطایا منصب اصل مع اضافہ پنجہزاری چہار ہزار سوار و پالکی جھالردار و خطاب "امام جنگ" سے مفتخر ہوئے اور اس معرکے میں جو راجہ رگھناتھ داس کی دیوانی کے وقت میں مرہٹوں سے پیش آیا تھا فوج ہراول کی کمان کی کہتے ہیں کہ اس جنگ میں شہادت پانے کے شوق میں اپنی جان پر کھیل کر حریفوں کا مقابلہ کرتے تھے، لیکن وہ شرف سعادت حاصل نہ ہو سکا، اور اپنے نوشتۂ تقدیر کے مطابق اس جنگ کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد وفات پائی (۱۱۶۶ھ)۔ خان موصوف تدبر و سیاست و تہور و شجاعت کے ساتھ ساتھ علم و فضل میں بھی نمایاں امتیاز رکھتے تھے ان کے اخلاف بھی اب تک اعلیٰ مدارج پر برابر فائز ہوتے رہے ہیں۔

ایک سال بابو نایک نامی مرہٹہ سردار بہت سی فوج جمع کر کے کرناٹک حیدرآباد سے چوتھ وصول کرنے کے لئے نکلا تھا۔ ابو الخیر خان کو ایک جمعیت کے ساتھ بھیجا گیا کہ نور الدین خاں ناظم کرناٹک، عبد النبی خاں حاکم کڑپہ بہادر خاں فوجدار کرنول کے اتفاق سے اس کی تنبیہ کی جائے۔ اس مرتبہ انہوں نے مرہٹوں کو اس بڑی طرح پیٹا اور لوٹا کہ خاص و عام میں چرچے ہو گئے۔ بابو نایک نے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ناقابلِ عفو جرم کا ارتکاب کرنے کی پاداش میں اپنی نظروں سے دُور کر دیا تھا، مگر ان کو کسی طرح اپنے دل سے دُور نہ کر سکے۔ جب ان کا خیال آجاتا تو آپ کے دل میں مہرِ پدری کو جوش ہوتا، اور آپ بہت بے قرار ہو جاتے، لیکن فریضۂ تادیب کے سامنے صبر و ضبط سے کام لیتے تھے۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ "جس زمانے میں میر احمد کے چیچک نکلی، اور وہ بہت بے تاب تھا تو ہم نے محل کے بعض لوگوں کے کہنے سُننے سے وہ کام کیا جو ہماری شان کے خلاف تھا یعنے اپنے ہاتھ سے گدھے کو دانہ کھلایا، پھر اُسکی صحت و سلامتی کے لئے نہایت عجز و الحاح سے درگاہ رب العزّت میں دُعا کی۔ یہ وہی میر احمد ہے جو ہمارے ساتھ اس طرح سلوک سے پیش آیا"۔

چند روز کے بعد جب نظام الدولہ ناصر جنگ کے زخم مندمل ہو گئے تو نواب مغفرت مآب نے ان کو بحالت نظر بندی اپنے ہی لشکر کے ساتھ رکھ کر قلعۂ ملہیر کی تسخیر کا ارادہ کیا (آخر شعبان ۱۱۵۴ھ)۔ یہ قلعہ ابھی تک مفسد فتحیاب خاں کے ہی قبضہ میں تھا۔ صاحبزادے کے گرفتار ہو جانے پر خان مذکور نے مارے خوف و دہشت کے میدانِ کارزار سے بھاگ کر اسی قلعے میں پناہ لی تھی۔ آپ نے اس خیال سے کہ کہیں اس کی طرف سے پھر کوئی خدشہ پیدا نہ ہو، مناسب سمجھا کہ وہ مغلوب اور قلعہ مسخر کر لیا جائے۔ ملہیر کے قریب پہنچ کر آپ نے جلال الدین حسین خاں صوبہ دار بگلانہ کو جو شجاعت الدولہ ناظم بنگالہ کا داماد تھا، قلعے کی تسخیر پر مامور کیا۔ خان مذکور نے فوراً قلعے کا محاصرہ کر لیا، اور خدمت سے گولہ باری شروع کر دی۔ تھوڑے ہی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۶۵) اس مہم میں ایسی مُنہ کی کھائی کہ پھر کبھی سر نہ اٹھا سکا (تاریخ فتحیہ، مآثر الامرا جلد اوّل، گلزار آصفیہ، تاریخ خورشید جاہی)۔

[1] - مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۵۶ -

عرصے میں اہلِ قلعہ بدحواس ہوگئے اور قلعہ محاصرین کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد فتحیاب خاں خود کو قسمت کے فیصلے پر چھوڑ کر امید و بیم کی حالت میں نواب مغفرت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے جبلی رحم و کرم سے کام لے کر اس کی خطائیں معاف کر دیں، اور قلعہ ملہیر کی قلعہ داری پر میر بزرگ کو متقرر کیا۔[1]

ملہیر کی مہم کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہونے کے بعد نواب مغفرت مآب نے مراجعت کی اور براہِ پائین گھاٹ و فردا پور حیدرآباد کا قصد کیا، اور جب آپ نانڈیڑ کے مقام پر پہنچے تو قندھار کی طرف اپنی باگ موڑ دی۔ اس وقت تک قلعہ قندھار کی خدمت قلعداری گوپال سنگھ سے متعلق تھی۔ آپ نے قندھار پہنچ کر وہ خدمت اس سے لے لی، اور اس پر برق انداز خاں کو مامور کر دیا۔ اسی زمانے میں نظامت الدولہ ناصر جنگ اپنی نظر بندی کے بعد پہلی مرتبہ والد بزرگوار کی خدمت میں پیش ہوئے اس حالت میں کہ ان کے دونوں ہاتھ رومال سے بندھے ہوئے تھے۔ صاحبزادے کو اس حالت میں دیکھ کر مہرِ پدری تڑپ اٹھی، اور آپ بہت بے قرار ہو گئے، اور فوراً حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کھول دئے جائیں۔ اس وقت صاحبزادے کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور زبان پر یہ بیت جاری تھی ؎

کاشکے مادر نزادے بہ بدے ؛ جائے شیرم زہر دادے بہ بدے

یہ سماں ایسا دردانگیز تھا کہ حاضرین میں سے ہر ایک شخص متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اور اس پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ نے صاحبزادے کو تسلی دی، اس وقت تو انہیں خلعت دیکر رخصت کر دیا، پھر محتشم خاں کی معرفت ان کے پاس کہلا بھیجا کہ

---

[1] تاریخ راحت افزا۔

ور موسم گرما ہے، اور تم میں ابھی نقاہت باقی ہے، اس لئے چند روز یہیں رہو"۔ آپ نے کچھ دنوں تک قندھار کے قلعے ہی میں قیام کیا، اور پھر صاحبزادے کو اسی قلعے میں چھوڑ کر ملدرگ کی طرف روانہ ہوئے، مگر آپ کا دل صاحبزادے کی طرف سے بہت بے چین اور بے قرار تھا، جب تک قلعہ نظر آتا رہا، آپ پُرنم آنکھوں سے اسی کی طرف دیکھتے رہے۔ چند دنوں کے بعد محل والوں نے آپ کی خدمت میں صاحبزادے کے جرائم کی معافی کے لئے سفارش کی، اور مہرپدری نے بھی دل میں جوش کیا، اس لئے آپ نے سیّد شریف خاں بخشی کو حکم دیا کہ فوج، فیل سواری، نشان و نقارہ لے جاکر قندھار سے صاحبزادے کو تزک و احتشام کے ساتھ لے آئے۔ جب نظام الدولہ ناصر جنگ حسب الطلب حاضر خدمت ہوئے تو والد ماجد کے قدموں پر سر رکھ دیا، اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اس واقعہ سے نواب مغفرت مآب اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے۔ آپ نے از راہِ کمال محبت و شفقت صاحبزادے کے جرائم کو معاف کرتے ہوئے انہیں قدموں سے اُٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا، اور بہت کچھ پند و نصیحت کی باتیں کہیں۔ چونکہ اب آپ کا دل صاحبزادے کی طرف سے بالکل صاف ہوگیا تھا، اس لئے آپ نے وہ اعزازات جوان سے چھین لئے تھے، الّا ایک خطاب نظام الدولہ کے سب انہیں واپس کردئے، اور کچھ دنوں کے بعد صوبہ اورنگ آباد کی نیابت بھی عنایت کی [1]

---

[1] تاریخ فتحیہ۔

باب چہاردہم

نواب نظام الملک آصفجاہ اوّل کا دورِ اختتامی

۱۱۵۵ھ میں نواب غفرت مآب واردِ حیدرآباد ہوئے، اور یہاں کے ضروری انتظامات سے فراغت حاصل کر کے اورنگ آباد کا قصد کیا۔ ایک مدت سے کرناٹک کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، اس اثناء میں وہاں حکام کی غفلت و نادانی سے بہت کچھ بدنظمی پھیل گئی تھی، اور وہ اپنے آپ کو قریب قریب خودمختار سمجھنے لگے تھے، مگر آپ ان باتوں کو کب گوارا کر سکتے تھے، اب اورنگ آباد آتے ہی فوراً سفر کی تیاری شروع کر دی، اور اپنے چچا نصیر الدولہ کو نائب مقرر کر کے نواب ناصر جنگ کی معیت میں کرناٹک کی طرف روانہ ہو گئے۔ بقول اورم اس سفر میں آپ کے ہمراہ اسی ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے تھے[۱]۔

معاملات کرناٹک سعادت اللہ خاں ناظم کرناٹک کو کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے اپنی زندگی ہی میں اس نے اپنے متبنّٰی بھتیجے دوست علی خاں کو اپنی جانشینی کے لئے نامزد کر دیا تھا، کہتے ہیں کہ اس بارے میں اس نے بالا بالا محمد شاہ بادشاہ سے

---

[۱] ORME, MILITARY TRANSACTIONS. VOl. I. P 50.

منظوری بھی حاصل کر لی تھی، مگر نواب مغفرت مآب کی توثیق حاصل نہ کی، حالانکہ کرناٹک کا علاقہ براہِ راست آپ ہی کے ماتحت و زیرِ حکومت تھا۔ ۱۱۴۳ھ میں جب سعادت اللہ خاں نے انتقال کیا تو اس انتظام کے مطابق دوست علی خاں ہی اس کا جانشین ہوا، لیکن آپ کے نزدیک اس کا اس طرح جانشین ہونا قابلِ اعتراض تھا، چونکہ اس زمانے میں دوسرے اہم معاملات پیشِ نظر تھے، اس لئے آپ نے اس طرف چنداں توجہ نہ کی۔

ترچناپلی کی ریاست کا راجہ لاولد مر گیا تھا۔ وہاں وراثت کے لئے جھگڑے پیدا ہوئے تو بیوہ رانی نے دوست علی خاں سے مدد مانگی۔ اس پر دوست علی خاں نے اپنے بیٹے صفدر علی خاں کی معیت میں اپنے داماد حسین دوست خاں کو جو تاریخ میں چندا صاحب کے نام سے مشہور ہے، ایک مختصر فوج دے کر بھیج دیا۔ چندا صاحب نے پہلے اپنی حکمت عملی سے دوسرے دعویداران راج کو رستے سے ہٹا دیا، پھر اس نے دھوکے سے رانی کو قید اور راج پر قبضہ کر کے ترچناپلی میں اپنے لئے ایک علیحدہ حکومت قائم کر لی۔ اس کے تین چار سال بعد کا واقعہ ہے کہ رگھوجی بھونسلہ نے ایک کثیر فوج کے ساتھ کرناٹک کے علاقے میں گھس کر لوٹ مار کرنا شروع کر دیا۔ دوست علی خاں نے فوراً اپنے بیٹے صفدر علی خاں کو مدد کے لئے طلب کیا، جو اس زمانے میں قریب قریب سب فوجیں لے کر تنجاور کی مہم پر گیا ہوا تھا[1]۔

صفدر علی خاں نے تنجاور کے راجہ کو شکست دے کر قید کر لیا تھا۔ جب اسکو

---

[1] تزک والاجاہی۔

باپ کا طلب نامہ ملا تو اس نے راجہ کو رہا کر کے اس کی ریاست اسی کو بخش دی، اور اس سے پیش کش لے کر باپ کی مدد کے لئے واپس ہو گیا، مگر اس نے پہنچنے میں بہت دیر لگا دی۔ اس اثنا میں دوست علی خاں اپنی بچی کچھی فوج کے ساتھ ارکاٹ سے نکل کر دل چرو کے قریب رگھوجی سے مقابلہ کر کے مارا گیا، اور رگھوجی نے بلا کھٹکے ارکاٹ میں داخل ہو کر لوٹ مار شروع کر دی[1] صفدر علی خاں اس حقیقت سے واقف ہو کر سیدھے ویلور جا پہنچا، اور حکومت کرناٹک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ چندا صاحب بھی دوست علی خاں کی مدد کے لئے ترچنا پلی سے نکل گیا تھا، جب رستے میں اسکے مارے جانے کی اطلاع ملی تو وہ اپنے مستقر کو واپس ہو گیا، پھر اس نے مرہٹوں کی طرف سے خدشہ محسوس کر کے اپنے متعلقین کو خزائن کے ساتھ پانڈیچری کے فرانسیسی گورنر دیوما کی حفاظت و نگرانی میں بھیج دیا۔ صفدر علی خاں نے بھی اس کی تقلید کی، مگر جب اس کو مرہٹوں سے چھٹکارا پانے کی اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے مجبور ہو کر بتیس لاکھ روپے تاوان بالاقساط ادا کرنے کے وعدے پر ان سے صلح کر لی[2] اور یہ خفیہ معاہدہ کیا کہ وہ چندا صاحب کو بے دخل کر کے ترچنا پلی کے علاقے پر قبضہ کر لیں[3] جس کا غالباً مقصد یہ تھا کہ اس کی بڑھتی ہوئی قوت کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ اس کی طرف سے آئندہ کسی قسم کا خطرہ پیدا نہ ہو سکے۔ فی الحال مرہٹوں نے کرناٹک کو چھوڑ کر اپنے

---

[1] تزک والاجاہی، ORME, MILITARY TRANSACTIONS. Vol. I. P. 41, 42.

[2] LOVE. Vol. II. P. 279.

[3] MILL. Vol. III. P. 87. ORME, MILITARY TRANSACTIONS. Vol. I. P. 43.

وطن کا رستہ لیا۔ اس کے بعد صفدر علی خاں اور چندا صاحب دونوں پانڈیچری پہنچے کہ دیوما کی اعانت و مدد کا شکریہ ادا کریں۔ صفدر علی خاں نے اس حسن خدمت کے صلے میں فرانسیسیوں کو پانڈیچری کے جنوب میں چار دیہات انعام بھی دئے[1]۔ وہ چند روز تک پانڈیچری میں فرانسیسیوں کے ہاں مہمان رہا، اور پھر وہاں سے اپنے متعلقین و خزائن کو ساتھ لیکر ارکاٹ آگیا۔ دیوما کو کسی طرح اس معاہدے کی خبر ہوگئی تھی۔ اس نے چندا صاحب کو آنے والے خطرے سے ہوشیار کردیا۔ اس لئے چندا صاحب اپنے متعلقین و خزائن کو بدستور اس کی حفاظت میں چھوڑ کر اپنے علاقے کو حریفوں کی دست برد سے بچانے کے لئے لوٹ گیا۔

رگھوجی بھونسلہ نے حسب قرارداد دوسرے سال بڑی تیاری کے ساتھ ترچناپلی پر چڑھائی کردی۔ چندا صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی زین العابدین خاں کو مدد کے لئے بلوا بھیجا، جو ڈنڈگل و مدہرہ وغیرہ کی حکومت پر متعین تھا۔ زین العابدین خاں نے اپنے علاقوں سے جس قدر فوجیں جمع کی جاسکتی تھیں، جمع کر بہ عجلت تمام بڑے بھائی کی مدد کے لئے پیش قدمی کی، مگر وہ قصبۂ کورتلم پہنچا تھا کہ مرہٹوں نے اس کو گھیر کر شکست دیدی، اور وہ ان کے ہاتھ سے مارا گیا[2] (محرم سنہ ۱۱۵۲ھ)۔ اس کے چند مہینوں کے بعد مرہٹے چندا صاحب کو مغلوب و مقید کر کے ستارا لے گئے، اور جاتے ہوئے ترچناپلی میں اپنے ایک سردار مراری راؤ کو چودہ ہزار فوج کے ساتھ چھوڑ دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رگھوجی بھونسلہ نے اثنائے محاصرۂ ترچناپلی میں فرانسیسی

---

[1] DR. Y. H. KHAN. P. 246.

[2] تزک والاجاہی۔

گورنر دیوما سے اپنے سفیر کے ذریعہ پیش کش کا مطالبا کرتے ہوئے خواہش ظاہر
کی تھی کہ چندا صاحب کے متعلقین و خزائن اس کے حوالے کر دئے جائیں۔
اس پر گورنر مذکور نے سفیر کو اپنی جنگی قوت کا مشاہدہ کروایا، اور پھر ادائی پیش
کش سے انکار کرتے ہوئے صاف جواب دیدیا کہ فرانسیسی مرجانا زیادہ پسند
کریں گے بہ نسبت اس کے کہ چندا صاحب کے متعلقین و خزائن مرہٹوں کے حوالے
کر دیں۔ اس واقعہ کی اطلاع جب نواب مغفرت مآب کو ہوئی تو آپ نے دیوما کی
جرات و ہمت پر اظہار تحسین کرتے ہوئے اس کے لئے ایک خلعت روانہ کیا۔[1]
صفدر علی خاں نے بھی نواب مغفرت مآب کی اجازت حاصل کئے بغیر حکومت
کرناٹک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ لے لی تھی، اور پھر اس نے اب تک مقررہ خراج
کی ادائی کا بھی کچھ خیال نہیں کیا، جو ایک عرصے سے معرض التوا میں پڑی ہوئی
تھی، اسس لئے جب آپ نواب ناصر جنگ کی بغاوت فرو کرنے کے لئے ہندستان
سے دکن پہنچے تو صفدر علی خاں یہ خیال کرکے بہت پریشان ہو گیا کہ کہیں اب
آپ اس کو بھی مواخذے کے شکنجے میں کس کر نہ رکھ دیں۔ اب اس نے بجائے
اس کے کہ خراج کی باقیات ادا کرکے آپ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا، اپنے
متعلقین کو جمیع خزائن کے ساتھ مدراس میں انگریزوں کی حفاظت میں چھوڑ دیا
اور خود ویلور کے مستحکم قلعے میں جا کر پناہ لی، جہاں اس کا دوسرا بہنوئی مرتضیٰ علی
جاگیردار و قلعدار کی حیثیت سے رہتا تھا، تاہم آپ نے صفدر علی خاں کو اس کے
حقوق کا لحاظ کرتے ہوئے اطمینان دلایا کہ اگر خراج کی باقیات ادا کر دی جائیں تو

---

[1] DR. Y. H. KHAN. P. 247-248., MALLESON. P. 93.

اس کو بدستور نظامت کرناٹک پر بحال رکھا جائے گا، لیکن اس نے اس طرف چنداں توجہ نہ کی[1]

صفدر علی خاں نے مرہٹوں کو ادا شدنی زرِ تاوان کا ایک حصہ مرتضیٰ علیخاں کے ذمے بھی عائد کیا تھا، مگر وہ اب تک اس کی ادائی میں لیت ولعل کرتا رہا۔ اب صفدر علی خاں نے وصول رقم کے بارے میں اس پر سختی کی، اور صاف کہدیا کہ اگر وہ اپنا حصۂ رسدی ادا نہ کریگا تو اس کو جاگیر سے محروم اور خدمت سے معزول کر دیا جائے گا۔ اس پر مرتضیٰ علی خاں اس قدر برگشتہ ہو گیا کہ اس نے صفدر علیخاں کو رستے سے ہٹا کر خود اس کی جگہ نظامت کرناٹک پر قبضہ کر لینے کی ٹھان لی چنانچہ اس کے ایما پر صفدر علی خاں ۱۵ شعبان ۱۱۵۵ھ کو قتل کر ڈالا گیا[2] اس کے بعد مرتضیٰ علی خاں ارکاٹ آکر مسند نظامت پر متمکن ہوا، مگر اس کی بے ایمانی اور دغابازی نے خاص و عام کے دل میں نفرت و غصہ کے جذبات پیدا کر دیئے تھے یہاں تک کہ چھ ہی مہینے کے اندر فوجوں نے عام طور پر اس کے خلاف بغاوت کر دی پھر چند اس نے مال و زر سے مخالفین کا منہ بند کرنا چاہا، لیکن کچھ بھی فائدہ نہ ہوا، بالآخر وہ اپنی جان بچانے کی خاطر ویلور بھاگ گیا۔ تب لوگوں نے صفدر علی خاں کے کم سن بیٹے سعید محمد خاں کو مدراس سے بلوا کر مسند نظامت پر بٹھایا[3]

یہ انقلاب رونما ہو چکا تھا جب کہ نواب مغفرت مآب نے کرناٹک کی طرف توجہ کی۔ جس وقت آپ ادھونی پہنچے تو ہمت خاں افغان فوجدار کرنول نے

[1] WHEELER, EARLY RECORDS. P. 137.

[2] تزک والاجاہی، LOVE, MADRAS. VOl. II. P. 284.

[3] WHEELER, EARLY RECORDS. P. 137.

عفو جرم کے لئے عرائض خدمت میں بھیجیں کیونکہ اس نے سابق میں دائی خراج کے بارے میں ہمت یار خاں صوبہ دار بیجاپور سے لڑ جھگڑ کر اس کو قتل کر دیا تھا۔ آپ نے اپنے جبلی رحم و کرم سے کام لیکر اس کا جرم معاف کر دیا، پھر آپ دھونی سے کوچ پر کوچ کرتے ہوئے ارکاٹ پہنچ گئے۔ یہاں آپ کے پہنچنے کی دیر تھی کہ اطراف و اکناف سے حکام جوق در جوق اظہار اطاعت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت کرناٹک میں ہر ضلع کا حاکم "نواب" کا خطاب اختیار کئے ہوئے تھا، اور یہی خطاب اپنے ماتحت سرداروں کو بھی دے رکھا تھا۔ صرف ایک ہی روز میں کم و بیش ایسے اٹھارہ نوابوں نے آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اسپر آپ نے بڑی حیرت ظاہر کی، اور کہا کہ "ہمارا ہمیشہ سے خیال تھا کہ جنوبی صوبوں میں صرف ایک ہی نواب ہوا کرتا ہے"۔ پھر آپ نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی کہ اب جو کوئی اپنے آپ کو "نواب" ظاہر کرے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں۔[1]

سعید محمد خاں بھی اپنے اعیان کے ساتھ نواب مغفرت مآب کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔ آپ نے اس کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا، اور اس کی دیکھ بھال کے لئے اپنے معتمد سردار متقرر کئے۔ اب آپ نے کرناٹک پایان گھاٹ کی حکومت خواجہ عبد اللہ خاں کے تفویض کر دی۔

ترچناپلی کی تسخیر و حکومت کرناٹک کا انتظام | ارکاٹ سے نواب مغفرت مآب نے مراری راؤ کو لکھ بھیجا کہ شہر ترچناپلی کو خالی کر کے کرناٹک سے چلا جائے، مگر اس نے تعمیل نہ کی۔ تب آپ نے ترچناپلی کا قصد کیا، اور چھ مہینے کے محاصرے کے بعد اسکو مسخر کر کے ارکاٹ

[1] ORME, MILITARY TRANSACTIONS. VOL. I. P. 51.

لوٹ آئے ۔ یہی وہ زمانہ تھا جب سے کہ یورپ کی دو بڑی تجارت پیشہ قومیں (فرانسیسی و انگریز) جنوبی ہند کے تجارتی و سیاسی معاملات میں بوجہ رقابت ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے براہِ راست حکمران دکن کی طرف رجوع ہوتی اور تحفے و تحائف پیش کر کے اس سے اپنے اپنے حق میں زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں ۔

نواب مغفرت مآب کرناٹک کا کافی بندوبست کر کے اورنگ آباد کی طرف روانہ ہو گئے ۔ خواجہ عبداللہ خاں نے بھی کرناٹک میں اپنا نائب چھوڑ کر آپ کی ہمرکابی کی عزت حاصل کی، جب آپ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو اسے اپنے صوبے کو لوٹ جانے کی اجازت دے دی، مگر دوسرے روز وہ اپنے بستر پر مرا ہوا پایا گیا ۔ کہتے ہیں کہ اس کو زہر دیا گیا تھا، لیکن اس کام میں جس شخص کا ہاتھ تھا، اس کا نام ظاہر نہ ہو سکا، البتہ اس شخص کی نسبت شبہ ظاہر کیا گیا ہے، جس نے خواجہ عبداللہ خاں کی موت سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھایا ۔ اس سے ہمارا اشارہ انورالدین خاں کی طرف ہے، جس نے نواب مغفرت مآب سے عرض کر کے نظامت کرناٹک کی سند اپنے حق میں حاصل کر لی تھی ۔

انورالدین خاں کے تقرر پر کرناٹک میں عام طور پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا کیونکہ خاص و عام کو سعادت اللہ خاں کے خاندان کے ساتھ جو گذشتہ تیس پینتیس سال سے حال تک اس علاقے پر حکومت کرتا رہا تھا، بڑی ہمدردی تھی اور اب وہ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت کرناٹک پر اس خاندان کے وارث سعید محمد خاں کی بجائے اور کوئی فائز ہو ۔ جب نواب مغفرت مآب کو اس کی

اطلاع ہوئی تو آپ نے لوگوں کو مطمئن کروا دیا کہ یہ انتظام محض عارضی ہے، جب کمسن نواب سن شعور کو پہنچ جائے گا تو وہ حکومت اسی کو سرفراز کر دی جائے گی، اور انورالدین خاں کو حکم دیا کہ خاص طور پر اس کی نگہداشت و پرداخت اور تعلیم و تربیت کا انتظام کرے[1] مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد سعید محمد خاں ارکاٹ میں ایک شادی کے موقع پر جس میں اس کے باپ کا قاتل مرتضیٰ علی خاں بھی شریک تھا، ایک افغان سپاہی کے ہاتھ سے مار ڈالا گیا[2]۔ لوگوں نے قاتل اور اس کے ساتھیوں کو اسی وقت تلوار کے گھاٹ اتار دیا، حاضرین کو خیال ہوا کہ سعید محمد خاں کے قتل میں بھی شاید مرتضیٰ علی خاں کا ہی ہاتھ ہوگا۔ جب وہ ہنگامے کے دوران میں ہی اپنے آدمیوں کو لے کر ویلور چل دیا تو ان لوگوں کو اس کی سازش کا بالکل یقین ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ فسادیوں میں سے ایک کے شملے میں سے مرتضیٰ علی خاں کا دستخطی و مہری اقرار نامہ بھی برآمد ہوا، جس میں تحریر تھا کہ اس سازش کو کامیاب بنانے کی صورت میں ان لوگوں کو دو لاکھ روپیہ معاوضہ دیا جائے گا[3]۔ بعضوں نے انورالدین خاں کی نسبت بھی مرتضیٰ علی خاں کی سازش میں شریک ہونے کا گمان ظاہر کیا تھا، مگر اس نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ جب نواب مغفرت مآب کو اس کی روش کے بارے میں کامل اطمینان ہو گیا تو آپ نے اس کو نظامتِ کرناٹک پر مستقل کر دیا۔

[1] ORME, MILITARY TRANSACTIONS. VOL. I. P. 52.

[2] WHEELER, EARLY RECORDS. P. 138.

[3] DR. Y. H. KHAN. P. 267.

قومی کشمکش میں انگریزوں کا جنوبی ہند میں فرانسیسیوں کے ہاتھوں مغلوب ہو کر والیٔ مقتدر اعلیٰ سے استعانت و امداد کی درخواست کرنا

اسی زمانے میں یورپ میں فرانس و انگلستان کے مابین جنگ چھڑ گئی (۱۱۵۷ھ)، اور اس کے اثرات ہندوستان میں بھی ان ملکوں کے تجارتی نوآبادیات تک پہنچے۔ اب یہاں ہر دو قوم (فرانسیسی و انگریز) کی کوشش یہ تھی کہ حکام دکن سے اعانت و مدد حاصل کر کے اپنے حریف کو نکال باہر کرے، اور اس کے تجارتی و سیاسی مفادات سے خود مستفید ہو۔ اسی دوران میں انگریزوں کا ایک جنگی بیڑا مدراس کے ساحل پر پہنچ گیا، اور اس نے فرانسیسیوں کے چند جہاز چھین لئے اب وہ پانڈیچری پر حملہ کرنے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ ناظم کرناٹک نے مدراس کے انگریز گورنر کے پاس تاکیدی احکام بھیج دئے کہ کسی قوم کو یہ حق حاصل نہیں کہ ممالک محروسہ میں بلا اجازت کوئی جنگی کارروائی اختیار کرے[1] اس پر انگریزوں نے خاموشی اختیار کی تھوڑے ہی دنوں کے بعد جب مدغاسکر سے فرانسیسی بیڑا ہندوستان آپہنچا تو فرانسیسی گورنر ڈوپلے نے مدراس پر حملہ کر کے انگریزی مقبوضات پر قبضہ کر لیا تب انگریزوں نے ناظم کرناٹک سے اعانت طلب کی اس پر انورالدین خاں نے پہلے اپنے بڑے بیٹے محمد محفوظ خاں کو دس ہزار فوج کے ساتھ فرانسیسیوں کے خلاف روانہ کیا، مگر وہ ناکام لوٹ آیا، پھر انورالدین خاں اپنے دوسرے بیٹے محمد علی خاں کو ایک مناسب فوج دے کر فرانسیسیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔ فرانسیسی اس کے مقابلے میں زیادہ دیر تک نہ ٹک سکے، اور ان کو مجبور ہو کر ان شرائط پر صلح کر لینی پڑی کہ مدراس کے انگریزی مقبوضات پر سے قبضہ اٹھا لیا جائے گا،

---

[1] تزک والاجاہی۔

اور آئندہ وہ کرناٹک میں اس قسم کی شورش کے مرتکب نہ ہوں گے[1] مگر فرانسیسی حکام کے آپس کے جھگڑوں کی وجہ انگریزی مقبوضات کے استرداد کا معاملہ ایک عرصے تک معرض التوا میں پڑا رہا۔ اس اثنا میں انگریزوں کے امیر البحر اور قلعہ سینٹ ڈیوڈ کے گورنر کموڈر گریفن نے براہِ راست نواب مغفرت مآب کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ اپنے اقتدار اعلیٰ کو کام میں لا کر ان کو ان کے مقبوضات جو فرانسیسیوں نے ناواجبی طور پر چھین لئے تھے واپس دلا دیں۔ آپ نے اس عرضداشت پر ہمدردانہ لحاظ و منصفانہ توجہ فرماتے ہوئے انورالدین خاں کے نام تاکیدی حکم بھجوا دیا کہ فرانسیسیوں کی قرار واقعی سرکوبی کر کے مابہ النزاع مقبوضات انگریزوں کو واپس دلا دئے جائیں[2] مگر ابھی فرانسیسیوں کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی عمل میں لائی نہیں گئی تھی کہ یورپ میں ان دونوں قوموں کے درمیان صلح ہو گئی، اور ایک عہد نامہ[3] مرتب ہوا جس کی رُو سے انگریزوں کو ان کے مقبوضات واپس مل گئے۔

ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کی چڑھائی | ۱۱۶۰ھ میں جب نادر شاہ اندرونی سازشوں کا شکار ہو گیا تو اس کے ایک افغانی سردار احمد خاں نے مشرقی ممالک پر قبضہ کر کے قندھار میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ یہی وہ شخص ہے جو تاریخ میں احمد شاہ ابدالی یا درانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوسرے سال احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر فوج کشی کی، اور بآسانی لاہور پر قبضہ کر لیا۔ تب اس نے پایہ تخت دہلی کی طرف پیش قدمی کی۔ اس زمانے میں محمد شاہ بادشاہ مرض استسقا میں بُری طرح مبتلا تھا، اس لئے

---

[1] تزک والاجاہی۔ [2] FRASER, NIZAM. P. 24. و DR. Y. H. KHAN. P. 271, 272.

[3] ایکس لاشیپل (AIX-LA-CHAPELLE)

اس نے اپنی بجائے ولی عہد سلطنت شہزادہ احمد کو اعتماد الدولہ قمر الدین خاں وزیر، ابو المنصور خاں صفدر جنگ صوبہ دار اودھ و ایسری سنگھ راجہ جے پور وغیرہ کی معیت میں لشکر و توپ خانہ دے کر حملہ آور کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ سرہند کے مقام پر ایک زبردست لڑائی شروع ہوئی (ربیع الاول ۱۱۶۱ھ) لڑائی کے دوران میں وزیر اعتماد الدولہ قمر الدین خاں اپنے خیمے میں نماز چاشت ادا کر رہے تھے کہ حریف کے لشکر سے ایک توپ کا گولہ آ کر انہیں لگا اور وہ اسی وقت جان بحق ہوئے۔ یہ دیکھ کر راجپوت راجاؤں کو مغلوں کا ساتھ دینے کی ہمت نہ رہی، اور وہ اپنی فوجوں کو لے کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بایں ہمہ شہزادہ احمد اور اس کے ہمراہی مغل سرداروں کی ہمت و استقلال میں فرق نہ آیا، اور وہ بڑی جوانمردی کے ساتھ حریف کا مقابلہ کرنے لگے، یہاں تک کہ خود حریف عاجز آ کر کابل کی طرف فرار ہو گیا۔ "آفت رفت" مادۂ تاریخ ہے۔ شہزادہ احمد اور اس کے ہمراہی امرا نے کچھ دور تک مفرور حریف کا تعاقب کیا۔ اس اثنا میں محمد شاہ بادشاہ کی طبیعت بہت بگڑ گئی تھی۔ شہزادہ احمد کو فوری طلبی کا فرمان ملا۔ تب اس نے معین الملک کو لاہور میں صوبہ پنجاب کے بندوبست کے لئے چھوڑ کر بعجلت ممکنہ پایہ تخت کو مراجعت کی، مگر وہ پانی پت کے قریب پہنچا تھا کہ بادشاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا[۱] (۲۵ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ)۔

احمد شاہ ابدالی کی آمد کا حال سُن کر نواب مغفرت مآب نے ناسازی مزاج کے باوجود محمد شاہ بادشاہ کی حمایت و مدد کے لئے اورنگ آباد سے دھلی کا قصد کیا تھا۔ جب برہان پور پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ احمد شاہ ابدالی ہزیمت اٹھا کر کابل کی طرف

۱۔ حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۶۲۔



مقبرہ حضرت اصف جاہ اول طاب ثراہ

[illegible]

شهر شعبان المعظم ۱۱۶۱ [illegible]

ادائی قیمت ریحان برای مرقد شریف حضرت معصومه

فرار ہوگیا ہے۔ اس پر آپ نے اپنی روانگی ملتوی کردی۔ اعتماد الدولہ قمرالدین خاں وزیر کے مارے اور محمد شاہ بادشاہ کے انتقال کرجانے سے آپ کو بے حد رنج و غم ہوا۔ آپ نے ہر دو کی تعزیت میں مراسم سوگ ادا کئے۔ جب شہزادہ احمد کے تخت نشین ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے شادیانے بجانے کا حکم دیا[۱]

نواب مغفرت مآب کی وفات | اس اثنا میں نواب مغفرت مآب کا مزاج ناساز ہی رہا اسی حالت میں آپ اورنگ آباد آنے کا ارادہ کرکے بُرہان پور سے نکلے تھے کہ مرض نے غلبہ کیا، اور آپ فریش ہوگئے۔ آخر کار چند روز سخت علیل رہ کر ۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو دوشنبہ کے دن عصر کے وقت بُرہان پور کے نواح میں ہی انتقال فرمایا اِنّا لِلّٰہ و اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ نواب ناصر جنگ اس حادثہ کے وقت موجود تھے۔ انہوں نے والد ماجد کی لاش کو غسل و کفن دلوا اور نماز جنازہ پڑھوا کر اسی جگہ جہاں آپ کا خیمہ نصب تھا، عارضی طور پر دفن کروادیا، یہ مقام آج تک بھی موجود اور "مُغسل" کے نام سے مشہور ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد نعش باہتمام ضیاء الدین حسین خاں و لالہ انسارام اورنگ آباد لائی جا کر شاہ بُرہان الدین غریبؒ کے روضے میں سپرد خاک کی گئی۔ نواب ناصر جنگ نے ضیاء الدین حسین خاں کو ہی اس جگہ کا متولی بنایا، اور اس کو فوجداری و قلعداری خلد آباد کے علاوہ روضہ خلد مکاں کی تولیت بھی تفویض کی[۲]

نواب مغفرت مآب کی رحلت کے مادہ ہائے تاریخ "متوجہ بہشت" اور "خلد منزلت" ہیں۔ اسی سال بادشاہ و وزیر نے بھی اس دار فانی سے رحلت کی تھی۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے ان تینوں کی تاریخ رحلت اس طرح کہی ہے:۔

---

[۱] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۶۲ و ۱۶۳۔ [۲] مآثر نظامی۔

سرکن مملکت ہند از جہاں رفتند ٭ فتاد حیف سفیر یگانہ از کف دہر
برائے رحلت ایں ہر سہ یافتم تاریخ ٭ نماند شاہِ زماں با وزیر و آصف دہر[1]

۱۱۶۱ھ

گشت تاریخ چوں کشیدم آہ ٭ موت شاہ و وزیر آصف جاہ[2]

تمام معاصرین اس بات پر متفق ہیں کہ نواب مغفرت مآب نے متضاد و شدید امراض میں مبتلا ہو کر انتقال کیا ہے۔ لالہ منسا رام بھی اپنی کتاب مآثر نظامی میں آپ کے انتقال کا سبب "مرضے شدید" ہی بتلاتا ہے، لیکن اس نے اپنی اس کتاب کے آخر میں آپ کے جو مناقب بطور ضمیمہ شریک کئے ہیں، ان کی صحت و اعتبار کا یقین دلاتے ہوئے ایک جگہ آپ کے انتقال سے متعلق ایک ایسے خیال کا اظہار کیا ہے، جو اس کے سابقہ بیان کی نفی کرتا ہے، ملاحظہ ہو:۔

"روزِ رحلت ناصر جنگ صبحی حاضر دیوانخانہ شدہ بقربان بارگاہ حضرت کہ ہر یک سخت مغموم بود خطاب بامرا و عمدہا نمودہ کہ نواب شما با جل طبعی درگذشتند و بعدہ برخاستہ اکثر عمدہا را نام بنام خطاب کردہ طلب نمودہ با خود اندرون ہمراہ بردہ گفتند بہ بینید شما ہا کہ بر بدن زخم تیر و تفنگ و شمشیر وغیرہ نیست۔ چنانچہ بناظر گفتہ اکلائی کہ بتن حضرت بود برداشت فقط پاجامہ بر بدن ماندہ بود تمام خود استادہ بمبالغہ ہر یک را نمودند بعد از آں کہ وقت غسل دادن آمد مردم عمدہا بر لاش اجتماع شدند۔ ہمہ ناخن ہائے دست و پا کبود رنگ بود بر تمام بدن داغ سیاہ علامات سم نمودار گشتہ

[1] خزانہ عامرہ صفحہ ۳۸۔
[2] مآثر نظامی، حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶۔

خبرات بر و ر د اخل شدن تابوت حضرت مغفرت ماب به روضه

حضرت

امر شده که مبلغ یکهزار روپیه درماهه برای خرج طعام و گل و
خوشبوئی وغیره و درماهه طالب علمان و صلواة خوانان جهت
روضه منوره نزد میر ضیاء الدین حسین خان از خزانه خجسته بنیاد
ماه بماه میرسیده باشد درباب نوشتن پروانه تنخواه بنام متصدیان
خزانه مذکور از تاریخ ورود پروانه هرچه امر

منظوری اخراجات طعام وگل و خوشبوئی و غیره و وظائف طالب علمان و
صلواة خوانان متعینه روضه حضرت مغفرت مآب

ہمہ یادم بخود شدند۔ ہر کہ این کار کرد نتیجہ نیک نہ دید“۔

لالہ منسارام کے اس دوسرے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب مغفرت مآب نے کسی مرض سے انتقال نہیں کیا بلکہ آپ کو زہر دیا گیا ہے، اور جس شخص نے آپ کو زہر دیا، وہ کون ہو سکتا ہے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی واقعے سے متعلق راوی کے دو متضاد بیانات ہیں، اور پھر ان میں سے بھی اس کا پہلا بیان دوسرے تمام معاصرین کے بیانات سے موافقت کرتا ہے تو ہماری رائے میں اس کا یہ آخری بیان فرضی و اضافی معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے تمام معاصرین کی طرح خود راوی نے بھی اپنے سابقہ بیان میں اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ نواب مغفرت مآب نے عصر کے وقت انتقال کیا مگر اس کے بعد کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے صبح کے وقت رحلت فرمائی اور اسی وقت امرا و اعیان کو اس سے مطلع کیا گیا۔ راوی کے ہر دو بیان کا یہ اختلاف بھی ہمارے اس خیال کی بخوبی تائید کرتا ہے۔

نواب مغفرت مآب نے (۷۹) سال کی عمر پائی تھی، ابتدائی (۲۰) سال تو والد ماجد کی خدمت میں گذارے، (۲۹) سال تک مختلف شاہی خدمات انجام دیں، اور (۳۰) سال ممالک دکن پر فرمانروائی کی۔

وفات سے قبل نواب مغفرت مآب نے نواب ناصر جنگ کو چند نہایت اہم وصیتیں کی تھیں، جن کو ہم آئندہ باب میں نقل کرتے ہیں۔

حدود سلطنت آصفیہ بوقت رحلت نواب مغفرت مآب | نواب مغفرت مآب نے بوقت رحلت ایک وسیع خود مختار سلطنت چھوڑی۔ اس میں دکن کے تقریباً تمام ممالک شامل تھے، جن پر

کبھی متعدد آزاد و خود مختار بادشاہ اور راجہ حکومت کرتے تھے۔ اس کی سرحدیں شمال میں دریائے نربدا تک، جنوب میں رامیشورم تک، مغرب میں کوکن تک، اور مشرق میں خلیج بنگالہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔

اولاد | نواب مغفرت مآب کے پسماندگان کے منجملہ چھ صاحبزادے تھے، جن کے نام یہ ہیں :-

۱۔ میر محمد پناہ امیر الامرا غازی الدین خاں فیروز جنگ۔
۲۔ میر احمد خاں نظام الدولہ ناصر جنگ۔
۳۔ میر سید محمد خاں امیر الممالک صلابت جنگ۔
۴۔ میر نظام علی خاں بہادر اسد جنگ آصفجاہ ثانی۔
۵۔ میر محمد شریف خاں بسالت جنگ برہان الملک۔
۶۔ میر مغل علی خاں ناصر الملک۔

پہلے دو صاحبزادے ایک ہی والدہ کے اور بقیہ صاحبزادے علحدہ علحدہ والدہ کے بطن سے ہیں۔ دوسرے، تیسرے اور چوتھے صاحبزادے یکے بعد دیگرے سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ چوتھے صاحبزادے کی ہی اولاد میں فرمانروائی کا سلسلہ بفضل ایزدی آج تک قائم ہے اور آئندہ بھی قائم رہیگا۔ ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ نے بھی جو نواب مغفرت مآب کے نواسے تھے، نواب ناصر جنگ کے بعد کچھ روز فرمانروائی کی ہے۔ وقت نے مساعدت کی تو ہم خانوادۂ آصفی کے ان تمام اراکین کے مفصل سوانح حیات بھی علحدہ علحدہ قلمبند کریں گے، جو نواب مغفرت مآب سے لے کر اب تک قبائے حکومت دکن زیب تن فرماتے رہے ہیں۔

بابِ پانزدہم

وصایائے نواب نظام الملک آصفجاہ اوّل

نواب مغفرت مآب کے بستر مرگ کے پاس نواب ناصر جنگ کے علاوہ ضیاء الدین حسین خاں صدر الصدور اور لالہ منسارام پیشکار صدارت بھی موجود تھے۔ ان لوگوں نے نواب مغفرت مآب کی ان قیمتی اور بیش بہا وصیتوں کو اچھی طرح سنا ہے، جو آپ نے وفات سے قبل اپنے صاحبزادے ناصر جنگ کو کی تھیں، بلکہ شاہد واقعہ لالہ منسارام پیش کار کے قول کے مطابق تو ضیاء الدین حسین خاں صدر الصدور ساتھ ساتھ ان کو پنسل سے لکھتے بھی گئے تھے[1] سوانح دکن اور مرآۃ الاخبار کے بیانات سے بھی ضیاء الدین حسین خاں کے وصایا قلمبند کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

نواب مغفرت مآب کے وصایا کا اصل مخطوطہ کہاں ہے، یہ ہنوز تحقیق طلب ہے۔ لالہ منسارام نے اپنی تصنیف ''رسالۂ دربار آصفیہ'' میں ان وصایا کو نقل کیا ہے جو تعداد میں (۱۷) ہیں۔ یہ رسالہ کیا باعتبار قدامت اور کیا باعتبار اہمیت وصایا پر روشنی ڈالنے والی سب کتابوں میں اولیت کا درجہ رکھتا ہے۔ باعتبار قدامت

[1] رسالہ دربار آصفیہ۔

اس لئے کہ یہ رسالہ نواب مغفرت مآب کی رحلت کے (۱۴) سال بعد یعنی ۱۱۷۵ھ میں تصنیف کیا گیا ہے، اور دوسری تمام کتابیں اس کے بعد تصنیف ہوئی ہیں، اور باعتبار اہمیت اس لئے کہ اس رسالے کا مصنّف شاہد عینی ہے، اور دوسرے مصنّفین کو یہ رتبہ حاصل نہیں۔

لالہ منسارام کے بیان سے ثابت ہے کہ رسالہ دربار آصفیہ میں منقولہ وصایا کا ماخذ ضیاء الدین حسین خاں کا مخطوطہ ہی ہے، ملاحظہ ہو:۔

"ضیاء الدین حسین خاں . . . . باتفاق راقم مسطور (لالہ منسارام) . . . . متصل قنات درآن وقت استادہ ہمہ ارشادات (وصایا) سمع می کرد و . . . . برکاغذ ثبت می نمود، نقل آن این جا مناسب مقام دیدہ می طرازد"[۱]

منعم خاں کہتا ہے کہ اس نے اپنی تصنیف "سوانح دکن" میں وصایا ضیاء الدین حسین خاں کی بیاض سے نقل کئے ہیں لیکن جب ہم ہر دو تصنیف (رسالہ دربار آصفیہ و سوانح دکن) میں مندرجہ وصایا کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان تعداد کی حد تک ایک وصیّت (نمبر ۱۲ مندرجہ ذیل) کا اختلاف پایا جاتا ہے یعنی رسالہ دربار آصفیہ میں (۱۷) اور سوانح دکن میں (۱۶) وصایا مسطور ہیں، اور الفاظ و فقرات کی حد تک قدرے افتراق دیکھا جاتا ہے، مگر کہیں مطلب فوت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خود منعم خاں کے بیان سے ظاہر ہے اس نے وصایا اپنی کتاب میں ضیاء الدین حسین خاں کی بیاض سے نقل کئے ہیں۔ اس صورت میں ہم یہ نتیجہ

---

[۱] رسالہ دربار آصفیہ۔

نکالنے پر مجبور ہیں کہ اس کو ضیاء الدین حسین خاں کا وہ اصل مخطوطہ جس سے لالہ منسارام نے استفادہ کیا ہے، نہیں مل سکا، اور وہ بیاض جس کو اس نے (منعم خاں) اپنا ماخذ بنایا ہے، ضیاء الدین حسین خاں کی اپنی قلمی نہیں اور وہ تحریف شدہ نقل ہے ورنہ ہر دو تصنیف میں وصایا کے درمیان اس طرح اختلاف و افتراق واقع نہ ہوتا۔

لالہ منسارام نے اپنی دوسری تصنیف "ماثر نظامی" (مصنفہ سنہ ۱۲۰۰ ہجری) میں بھی وصایا نقل کئے ہیں، اور ان کے خاتمے پر لکھتا ہے کہ خدا بخش خاں خواجہ سرا بھی جو وقت رحلت نواب مغفرت مآب کے نزدیک بیٹھا نگہداشت میں مصروف تھا، وصیتیں نقل کرتا تھا، جو تعداد میں (۱۹) تھیں مگر دو خود اس کے ہاں محفوظ نہیں رہیں۔ ماثر نظامی میں بھی وصایا کی تعداد (۱۷) ہی ہے، لیکن اس کتاب کے اور رسالہ دربار آصفیہ کے وصایا کے مابین بھی الفاظ و فقرات کی حد تک تغیر پایا جاتا ہے، مگر مطالب میں تخالف پایا نہیں جاتا۔ قرینہ کہتا ہے کہ ماثر نظامی میں لالہ منسارام نے، خواجہ سرا مذکور کے بیان کو وصایا کا ماخذ قرار دیا ہوگا، ورنہ ان دونوں تصنیفوں میں جن کا مصنف ایک ہی ہے، اس طرح تغیر واقع ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ماثر نظامی کے وصایا الفاظ و فقرات کی حد تک سوانح دکن کے وصایا سے بھی اختلاف رکھتے ہیں۔

مولانا ابوالحسنات ندوی نے نواب مغفرت مآب کے وصایا پر اختصار کے ساتھ مگر نہایت خوبی سے تبصرہ کیا ہے، جس کا یہاں درج کرنا بے محل اور فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

"یہ وصیتیں اخلاقی و سیاسی دونوں حیثیتوں کا مجموعہ ہیں، آج مغربی تمدن میں سیاست روح رواں ہے، اور مذہب و اخلاق، علم و فن سب کو

اسی کا قالب بنایا جا رہا ہے، لیکن ایشیا ہمیشہ سے مذہب کا گہوارہ ہے، یہاں ہر چیز مذہبی نقطہ نظر سے دیکھی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کی سیاست بھی مذہبی رنگ و بو سے کبھی خالی نہیں رہی، یہ وصیتیں بھی اسی رنگ و بو میں ڈوبی ہوئی ہیں۔

ہر شخص کی سیرت و جذبات کا سب سے بڑھ کر صادق القول شاہد اس کے اقوال ہیں، جن کے اظہار کے وقت وہ اس تخیل سے بالکل خالی الذہن ہوتا ہے کہ وہ کبھی اس کے گذشتہ طرز عمل کے گواہ ہوں گے اور انکو پیش نظر رکھ کر کبھی اس کے اچھے بُرے ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

نواب مرحوم نے یہ وصیتیں اپنے دم واپسیں کی تھیں، اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان ہر قسم کے خیالات تکلف و تصنع سے خالی ہو کر اپنے پچھلے اعمال پر نظر ڈالتا ہے اور اپنے اخلاف کی صرف انہی مجرب اعمال کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو اس کے عمل میں آ کر مفید ثابت ہوئے ہوں۔

اس بنا پر یہ وصیتیں نواب مرحوم کے طرز عمل کا آئینہ اور سلطنت دکن کے ہر تخت نشین حکومت کے لئے عمدہ دستور العمل ہیں[1]

ہمارے نزدیک نواب مغفرت مآب کے وصایا پر رسالہ دربار آصفیہ ہی سب تصانیف سے زیادہ معتبر ہے، اس لئے ہم اسی رسالہ سے وصایا ناظرین کے استفادہ کے لئے ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

اوّل :- بر رئیس دکن لازم است کہ نگاہ سلامتی نفس خود؛ امن از جنگ و جدل و افزائش

---

[1] - رسالہ معارف نمبر ۶، جلد ۴، بابتہ ۱۹۳۸ء، صفحہ ۴۵۴۔

و آبادانی ملک خود خواستہ باشد، باید کہ با مرہٹہ ہا کہ زمینداران این ملک اند آشتی دارد و تا مقدور از خود سر رشتۂ موافقت برہم نزند، در صورت ناچاری لاعلاجی است۔

دوم:۔ در انہدام بنی آدم کہ بنیاد ساختہ رب العلمین است تامل بکار برد چرا کہ مثال خوشہ گندم و جوار نیست کہ در ہر سال از کشتکار بروید مگر مجرم را بقاضی کہ متحمل امر خطیر است تفویض نماید کہ او موافق شرع شریف ہرچہ حکم کند بجا آورد و از خود در قتل حکم نکند۔

سوم:۔ زندگانی خود و انتظام امور مملکت را منحصر در سفر دارند و لذت منزل نو و آب نو و سایہ خیمہ را در ہیچ حال از دست ندہند کہ حق سبحانہ تعالیٰ در کلام مجید فرماید کہ فسیر و فی الارض، این اشارت است از برائے سفر و انتظام امور ریاست موقوف بہ سفر گر وقفہ بقدر ایام چہارنی ضرور کہ جمیع جانداران را درین ہنگام تکلیف می شود و تعیناتی سپاہ بہ تقارب بہ اوطان آنہا منظور باشد کہ قطع نسل نشود۔

چہارم:۔ کار ہائے جمیع خلائق محض از افضال الٰہی متعلق بخود دانستہ باید کہ بعد ادائی فرض و واجب وقات عزیز خود را بنظم امور متعلقہ تقسیم نماید و خود ہا بیکار نداشتہ شبانہ روز خیر خلق اللہ از امور دین و دنیا ی گرفتہ باشد کہ عاقبت بخیر باشد۔

پنجم:۔ بنائے دولت ما بیامن انفاس بزرگانست چنانچہ من از ابتدا اینکہ تعلقہ صدالمہام بادشاہی باین خاندان تعلق داشت تا الحال کہ وقت رحلت است توقیر و تعظیم فرقہ درویشان کہ بدون آن شکر و غابکارنمی آید برسایر امور ریاست مقدم داشتہ استمداد ہمت از غربا و فقرا کہ باب اللہ اند می کردم و سبقت در سلام کردن کہ آن سنت محمدیہ ﷺ است بجا می آوردم باید کہ خود ہم ہمین شیوہ را مرعی داشتہ باشند۔

ششم:۔ زمین و آسمان از قدیم است و خلق اللہ ہم از قدیم اند، ہر این صورت روئے

زمین را فقط حصۂ خود دانستہ اتلاف حق کسی نکنند و پاس مروت منظور و ملحوظ دارند ۔

ہفتم :۔ الکہ دکن کہ عبارت از سلطنت شش صوبہ است و این معنی از مطالعۂ تواریخ وغیرہ واضح می شود بیش از ین در ہر صوبہ بادشاہی بود ذوی الاحتشام و مستقل چنانچہ در ہمین ملک لکھو کہا از فرقہ سپاہ روزی می خوردند الحال کہ این ہمہ زمین از عہد حضرت خلد مکان بیک کس تعلق گرفتہ رفتہ رفتہ حضرت حق سبحانہٗ تعالی محض بکرم خود از چندی من عاصی را عطا فرمودہ ما را بر خلائق بیش ساختہ تا این وقت آنچہ پاسبانی و کم بیش قدر دانی مخلوقش بود پرداختم بعد من سزاوار این ست کہ خبر گیری ہر خاندان مامور نمودن بکارہای سرکار خود نوبت بہ نوبت چہ از فرقۂ مسلمان و چہ از قوم ہنود و تبدیل آن سال بسال نہایت در سال دوم از جملہ واجبات دانستہ نمودہ باشند کہ دیگران محروم نمانند و سر رشتۂ این کار چہ از خود و چہ از بیروان خود تا کہ درین مدت العمر این ہمہ مردم کہ ہر یک بلا تفاوت جواہر پارۂ ایست بے بہا بلطف عنایات جمع کردہ ایم در ہیچ حال قدر اینہا از دست ندادہ و سُست و سخت اینہا بر داشت نمودہ بیکار ندارند و بکار لائقہ مامور سازند ۔

ہشتم :۔ برادران صغیر خود را بجائے فرزندان خود دانستہ پرورش نمایند و در تربیت آنہا سعی بلیغ فرمایند و در افزونی قدر و منزلت و مراتب کوشش موفور بعمل آورند و شفقت قلب لطف درباره اینہا بدرجۂ مبذول دارند کہ اینہا غمخوار او باشند و از دل دانند کہ اینہا قوت بازو و تقویت ناموس اند ہرگاہ مرفہ الحال خواہند بود ہرگز زوال نخواہند و ہر وقتیکہ گرسنہ و مفلس باشند سلطنت آصفیہ را بفساد و فتنہ ہمہ قطع زمین خواہند فروخت و ہدایت محی الدین خان را از جملہ فرزندان خود تصور فرمودہ شفقت و عنایت از ان خود گردانند و در صدد شکست

نباشد و گوش بر سخن غمازان ننهد عوام و اراذل را در مجلس خود بلکه بر در خلوت بار ندهد که هیبت سلطنت ازیان دارد و از غرور باریابی حضور خلق خدا را ایذائی تمام خواهند داد۔

نہم:۔ ادنی را بکار عمده و عمده را بکار ادنی مامور نه سازد که حوصلهٔ نارسائی او کارِ سرکار ضایع و بے اعتبار می سازد و چون وجه تقرر دیوانی به پورن چند که آدم خوب است آنست که تحصیل زرِ بقایائی سرکار را به آئین بہین بعرض وصول می آرد اگر دو سه سال دیگر بکار ماموره باشد می شاید باز مختار ماند۔

دہم:۔ در ہمه حال یقین داند که ریاست دکن موقوف بر عالم بندگی و نوکریست باید که آداب حضرت ظلّ سبحانی را در ہیچ حال از خود فوت نکند و از امر آداب شکنی عند اللہ ماخوذ و عند الناس مطعون خواہند بود چنانچه بادشاهِ قہرمان ایران دیار وقتیکه در دھلی رسید روزی به فرط عنایات ما را بعطائی سلطنت ہند و ستان خطاب کرد فی الفور ہمین عرض کردیم که ما مردم از قدیم اباً و جداً نوکر بادشاه ایم ازین معنی مشہور به نمکحرامی خواہیم شد و حضرت مرا به بدعہدی و بدقولی شہرت خواہند داد و از آن جا که طبع بلندش سخن سنج و معنی آفرین بود ازین معنی بسیار محظوظ شد و آفرین کرد۔

یازدہم:۔ تامقدور از خود در جنگ اقدام نکند ہرچند که جمعیت طرف ثانی قلیل و کمتر باشد درین باب غیرت الہی دلیری را نمی پسندد که او سبحانه تعالیٰ می فرماید کم من فئةٍ قلیلةٍ غلبت فئةً کثیرةً و تا ممکن است باید که در رفع مناقشه کوشد و چون داند که طرف ثانی مبارزت می نماید ناگزیر حق بطرف خود دانسته ایستاده گردد و بعجز و الحاح استمداد از حق سبحانه تعالیٰ خواسته بر مکان خود ثابت و راسخ باشد و تامقدور روبقبله جنگ نه کند چرا که فتح بید قدرت و اختیار او است۔

دوازدهم :- انچه درین مدت به تجربه رسید اینکه از جمله مردم دکن، اهل برهان پور و بیجاپور بتعرض آشنا هستند و به هیچ وجه بقول و فعل شایان اعتماد نیستند باید که مثل مردم گجرات و کشمیر دانسته احتیاط و احتراز ازین قوم واجب داند۔

سیزدهم :- اسبابے که از فضل حق بالفعل انچه موجود دارم اگر قدم بر قدم گذاشته صرف نماید یقین که طبقه به طبقه وفا خواهد کرد و الّا بیش از دو سال کفاف نخواهد کرد۔

چهاردهم :- همه خزانه که در رکاب موجود داشتم از برائے دلجمعی سپاه و سایر لشکر خصوص از بودن خزانه بساهوکار آبادی باشد و در آبادی آنها مخالف و لشکر مخالف خود بخود پریشان و متلاشی می شود الحمدالله که از ابتدائی انتظام این دولت تا این هنگام رحلت حق سپاه خود زیاده از دو سه ماه برخود باقی ندارم اما با وجود این از سپاه خود آن قدر می ترسم که از سپاهِ مخالف نمی ترسم باید که آنها را در همه حال از خود بیدل نباید داشت که در جمیع اوقات رفیق و باعث انتظام امور دولت اند۔

پانزدهم :- بمقتضائے بشریت امری ناشایست در پیری از من سرزد و الحال چنانچه محل نوقرار یافت از آنجا که مقدمه ناموس است پاس آن همه وقت ملحوظ باشد چنان نشود که انگشت اعتراض مردم درمیان آید۔

شانزدهم :- زنار داران دکنی همه قابل کشتنی و گردن زدنی خصوص سرکردهٔ این قوم دو کافر یکے مورو پنڈت و دیگری رامداس که برهمزن کاخ دولت صد ساله اندر قلعه محمد نگر قید کرده ام، در قید داشتن اینها درستی کارهائے دولت است، هرگز از قید خلاص نسازد چنانچه لفظ پنڈت خانه که در عالم مشهور است عبارت از قید خانه این قوم است۔

هفدہم :- الحال برویدومردم کارخانہ خودرا برکارخانجات مامور بکنید کہ مہلت زیادہ از دو سہ ساعت یافتہ نمی شود شمارا بخدائے کریم سپردیم کہ ہدایت نصیب کند ودرہمہ حال نصیر ومعین شما باشد وسایۂ عنایت از سر شما باز نگیرد۔

وقتیکہ این کلمات ہدایت سمات از زبان نواب مغفرت مآب جاری شدند بہ نواب شہید (ناصر جنگ) رقتے عظیم دست داد، حضرت مغفرت مآب باز از راہ شفقت پدری بنزدیک خود طلب داشتہ واشک از رخسار ہا بدومال پاک کردہ فرمودند از ین گرستین چہ فائدہ از احوال من کار خلائق تنگ است مبادا فتنہ خوابیدہ بیدار شود ورعایا پائمال حوادث شوند گرستین شمارا تمام عمر باقی خواہد بود، السلام علیکم وقلبی لدیکم فی الخیر۔

باب شانزدہم

نواب نظام الملک آصفجاہ کا علم اور فضل و کمال

علم و فضل | ہندوستان کی تاریخ میں ایسے حکمرانوں کی مثالیں بہت کم ملیں گی، جو سیاست و شجاعت کے ساتھ ساتھ علم و فضل کی دولت سے بھی مالا مال ہوں۔ ان حکمرانوں کی صف میں نواب مغفرت مآب بھی نظر آتے ہیں۔ آپ نے دنیائے سیاست و شجاعت میں جو بلند ترین مقام حاصل کیا ہے، اس پر یہاں تبصرہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، ہم صرف آپ کے علم و فضل کا حال تحریر کریں گے۔

ہم شروع میں بیان کر آئے ہیں کہ نواب مغفرت مآب کا خاندان بہ حیثیت مجموعی زہد و تقویٰ، علوم و فنون اور فضل و کمال کی دولت سے مالا مال رہا ہے۔ یہ دولت بزرگان سلف سے آپ کو بھی ورثہ میں ملی بچپن میں آپ کی عمدہ تعلیم و تربیت کا والد ماجد نے خاص انتظام کیا تھا، اور اس پر شہنشاہ عالمگیر کی توجہ بھی خاص طور پر مبذول رہتی تھی سب سے بڑھ کر خوش نصیبی یہ کہ مہربان قدرت کی جانب سے آپ کو فہم و ذکاء کا فیاضانہ عطیہ سرفراز ہوا تھا۔ آپ والد ماجد کے سایۂ عاطفت اور شہنشاہ عالمگیر کے ظلِ رافت میں پروان چڑھتے ہوئے ان بزرگوں کی توجہ و نگرانی

اور اپنی خداداد فہم و ذکا کی بدولت بہت جلد علوم و فنون کی تحصیل میں ترقی کرنے لگے۔ آپ نے عالم شباب میں قدم رکھتے رکھتے معقول و منقول و فقہ و اصول میں غیر معمولی قابلیت و مہارت پیدا کرلی اور عربی فارسی و اردو کے علاوہ ترکی زبان پر بھی اس قدر عبور حاصل کرلیا کہ اس میں بے تکلف لکھ پڑھ سکتے اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو کر سکتے تھے۔

علما و فضلا کی قدر دانی | چونکہ نواب مغفرت مآب خود ارباب علم و فن اور صاحبان فضل و کمال سے تھے، اس لئے ارباب علم و فن اور صاحبان فضل و کمال کی دل سے قدر بھی کرتے اور ان کے ساتھ علیٰ قدر مراتب سلوک بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے دربار میں علماء، فضلا، صلحا، فقرا و شعرا وغیرہ کا ہمیشہ مجمع رہا کرتا تھا۔ آپ کی قدر دانی و فیاضی کا شہرہ سن کر عرب، ماوراءالنہر، خراسان، عراق، عجم و ہندوستان کے ملکوں سے علما و فضلا اور سادات و مشائخ کشاں کشاں دکن آتے اور اپنی اپنی قسمت کے موافق فیضیاب ہوتے تھے[۱]

مجالست ارباب علم و فن | نواب مغفرت مآب ظہر کی نماز کے بعد عموماً حدیث نبوی سماعت فرمایا کرتے تھے۔ عصر سے مغرب تک کا وقت ارباب علم و فن کی مجالست کے لئے مختص تھا۔ اس وقت علما، صلحا، شعرا جمع ہوتے تھے۔ اس مجلس میں یا تو علمی مسائل پر بحثیں ہوتی تھیں یا شعر و سخن کا مشغلہ رہتا تھا۔

دربار میں باکمال امرا کا اجتماع | نواب مغفرت مآب نے اپنے دربار میں باکمال امرا چن چن کر جمع کئے تھے۔ ان میں سے اکثر فن حرب اور نظم و نسق سلطنت میں اپنی آپ نظیر

---

[۱] - مآثر الکرام (سرو آزاد) صفحہ ۱۸۱ -

تھے۔ بعض امرا تو سیاست و شجاعت کے ساتھ ساتھ علمی دنیا میں بھی کافی سے زیادہ مشہور ہوئے ہیں۔ صمصام الدولہ شاہ نواز خاں، خافی خاں نظام الملکی اور میر محمد ہاشم (موسوی خاں) جرأت اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

نواب مغفرت مآب اپنے باکمال امرا کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے اور ان کو خدمات لائقہ سے سرفراز کیا کرتے تھے، دمِ آخر اپنے صاحبزادے نواب ناصر جنگ کو بھی وصیت کرتے ہیں:۔

"این ہمہ مردم کہ ہر یک بلاتفاوت جواہر پارہ ایست بے بہا بہ لطف و عنایات جمع کردہ ایم، در ہیچ حال قدر اینہا از دست ندادہ وسست وسخت اینہا برداشت نمودہ بیکار ندارند و بکار لائقہ مامور سازند۔"

شعروسخن

نواب مغفرت مآب صرف سخن فہم وسخن سنج ہی نہیں تھے بلکہ آپ خود بھی فارسی کے ایک زبردست شاعر تھے۔ مرزا عبدالقادر بیدل سے تلمذ حاصل تھا، ابتدا میں "شاکر" تخلص کرتے تھے، مگر بعد میں "آصف" سے بدل دیا۔ امور و مہام سلطنت میں ہمہ تن مصروفیت کے باوجود آپ نے اپنی منظومات کا ایک وافر ذخیرہ اپنے بعد بطور یادگار چھوڑا ہے۔ آپ کی منظومات سے اس وقت دو ضخیم دیوان پائے جاتے ہیں۔ یہ ہر دو دیوان ۱۳۰۱ھ میں بمقام حیدرآباد طبع ہو چکے ہیں۔ آپ کے دونوں دیوان زیادہ تر تصوف، معرفت، فلسفہ اور اخلاق کے مضامین سے مملو ہیں۔ کہیں کہیں اولیاء کرام و اتقیاء عظام سے بے پناہ عقیدت و ارادت، اور بنی نوعِ انسان کے ساتھ بے انتہا محبت و ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے:۔

آصف ز حدیث نبوی میچشد این جام | بی مهر علی آب ز کوثر نتوان یافت

بوسه گاه لب افلاک بود جائے علی | اوج امید گرفته است چو من پای علی
خط ابروی خوشش نافذ فرمان باشد | میشود کار جهان راست بایمای علی
نیست یک جزو وجودش ز کرامت خالی | حل مشکل شود از ناخن زیبای علی
مهر و مه از پی دریوزه تگاپو دارند | پیش روشنگر آئینه سیمای علی
برگ برگ چمن امروز چراغان کرده است | چهره افروخت درین باغ سراپای علی
حاجت شمع ندارد شب این گلشن هیچ | سرو نوریست بگلزار چو بالای علی
این چه نوریست و چه رخسار و چه عارض چه جبین | چشم بگشاد دو عالم به تماشای علی
دامن گلشن او پر ز گل الوان ست | جنت خلد بود یک گل رعنای علی
الفت اوست چو ارکان مسلمانی من | شده ام شیفته و واله و شیدای علی
هست پیشانی او آئینه لوح ازل | واقف علم لدنی دل دانای علی
نیست جز این قدر از اوج خرامش چیزی | برتر از عرش بود نقش کف پای علی
میشود زنده بحرفش تن بیجان بیشک | چشمه آب حیات ست سخنهای علی
همه با وعده آن جلوه قناعت کردند | محو دیدار بود دیده بینای علی
راه مقصود باین نور به بینند همه کس | روشنی داد بخورشید و بمه رای علی
میسزد قیمتش افزون ز دو عالم آصف | بی بها هست ز بس گوهر یکتای علی

گر او آرام جان بودی چه بودے | انیسم یکزمان بودی چه بودے

بت رعنائی بی پروائی شوخم / بحالم مهربان بودی چه بودی
بر آن نخلی که الفت بار دارد / ترا گر آشیان بودی چه بودی
گل روی تو ای گلزار جانی / بهارِ عاشقان بودی چه بودی
دلم می سوزد از دردِ جدائی / نگاهت دلستان بودی چه بودی
یقینت بر محبتهای ما نیست / برین هم گر گمان بودی چه بودی
وصال جانفزائی یار شاکر / بهارِ بی خزان بودی چه بودی

در دل و بر زبان من همه اوست / باطنِ من عیان من همه اوست
زندگی چیست جز وصال نگار / حاصل عمر و جان من همه اوست
خویش را در میان نمی بینم / نام من و نشان من همه اوست
غیر نامش نمیرود بر زبان / دستگاهِ بیان من همه اوست
هر کسی ناز بر کسی دارد / شاه و سلطان و خان من همه اوست

گرچه زلفت بود بلای همه / لیک می پیچدم ورای همه
لطف بر من کن از برای همه / ای خدائی من و خدای همه
هست بیماریم ز چشم خوشت / گرچه در وی بود شفای همه
ثمره ات محض نیش بهر من است / نیش و نوش است از برای همه
نیست محتاج خضر راهروی / نقشِ پای تو رهنمای همه
می برد از همه نگاه تو درد / ای دوای من و دوای همه

بمن خستہ لطف تو خاص است
گرچہ ہستی تو آشنائی ہمہ

نیست رنگی برون ز رنگ گلت
ای جبین تو رونمائی ہمہ

میکند سیر لوح و کرسی و عرش
آنکہ گردیدہ خاک پای ہمہ

ای چہ خستہ کنی بلطف کمی
یک نگاہ خوشت شفائی ہمہ

شورِ عالم کجا بود بیجا
داشتی گوش بر صدائی ہمہ

نالہ با بلبلان کند چو دلم
شعلہ ور سوزش از نوائی ہمہ

عاشقان حلقہ بر در تو زدند
گرچہ باشد در تو جائی ہمہ

مظہر الفت بود عالم
آشنائی تو آشنائی ہمہ

جز تو شاگر کسی نمی بیند
جلوہ ات ہست چو بجائی ہمہ

بعد محنت میرسد راحت بپایان غم مخور
عسر دارد آفتاب یسر تابان غم مخور

آشنائیہا مبدل شد چو با بیگانگی
ای دل غافل ز بہر آشنایان غم مخور

مانع فیض مربی نیست اسباب حجاب
سایبان ابر دارد موج باران غم مخور

آصف آن گل رخ پریوش در صدف چون گوہرست
گر نشیند در درون پردہ پنہان غم مخور

عاقلان را یک اشارت ہم کفایت میکند
گر درون خانہ فہمست کس یک حرف بس

ہر کہ را توفیق باشد احتیاج پند نیست
تازیانہ نیست حاجت چیست باشد گر فرس

در زاہدان زر و نشانی نیافتیم
تصویر بود گرمی جانی نیافتیم

پیری ز رنج هرزه دویدن نجات داد
مشکل لطیف راحت جانی نیافتیم

از تارکان دنیا هر چند ما نباشیم
لیکن بکوی ایشان ما نقش بوریائیم

درد محبت او هر دم شفای جان است
بگذر طبیب از ما کی طالب دوائیم

فرشند خاکساران فهمیده زن قدم را
هر جا که در خرامی ما خاک زیر پائیم

سودائی یار آصف افزود قسمت ما
از دولت محبت ما جنس بی‌بهائیم

در نفی خودی جلوهٔ اثبات نگار است
آگاه ز هستی نیم و محو جمالم

پیوسته توئی بسکه بدل حاضر و ناظر
کفر است که گویم که بسوی یار خیالم

ز سر دو گرم جهان فارغند آزادان
گذشتن از سر او هام کار هر دانست

ز جان گذشته بجانان رسیده ام شاکر
متاع وصل بایں لفظ سخت ارزانست

محتسب را بر در میخانه هرگز بار نیست
منکران را با تماشاگاه جنت کار نیست

دامن هر عشرت و راحت بدست محنت است
عمرها گشتم درین گلشن گلی بیخار نیست

حاصل هستی اگر باشد حضور وصل اوست
بی‌جمال یار یکدم زندگی درکار نیست

گریه گوهر فشان شاکر بهار دیگر است
همچو سیل آشوب چشم ابر دریا بار نیست

آن کیست بسفر بگذارد بنای خود
[illegible] شادی بجای خود

هر چند دل ز درد غم ہجر داغ شد | شاکر شگفتہ ایم بکس ماجرائی خود

دوستیہا کہ بیریا باشد | ہمچو عنقا و کیمیا باشد
فارغم زیں جہانِ بیگانہ | یار می باید آشنا باشد
نتواں در حساب آوردن | الفتے را کہ انتہا باشد
شاکر از طالبان مخلص را | ہر کہ دِل بستہ وفا باشد

نگاہے سوئے مستاں می تواں کرد | بمژگاں تیر باراں می تواں کرد
بنور شمع حسن عالم افروز | شب ما را چراغاں می تواں کرد
چہ از نیکی نباشد ہیچگاہے | بدشمن نیز احساں می تواں کرد
دریں گلشن ز رنگ و بوئے اخلاق | گلے شاکر بداماں می تواں کرد

بمحفلے کہ مرادِ شہ و گدا بخشند | چہ میشود کہ دل زندہ بما بخشند
بشکر کوش ز اخلاص روز شب شاکر | کہ گنجِ نعمتِ جاوید از یں ادا بخشند

ہر کمالے راز والے در قفاست | غفلت آخر ہا پشیمانم کند
زندہ ام شاکر باین امید و بس | درد مندیہا مسلمانم کند

کم کن سخن کہ حرفِ تو بی آب میشود | ایں شیوہ ننگ صحبتِ احباب میشود

درد مرا بهار مداوا نمی کند　　سعی نسیم غنچهٔ دل وا نمی کند

نقش جهان بغیر سبب نیست جلوه گر　　آئینها و آئینه ساز آفریده اند
ز آغاز کار رسید گیسو دراز را　　دشمن گداز بنده نواز آفریده اند
شاکر بمعنی تو و من وارسیده را　　صد بار زیست کرده و باز آفریده اند

بے جمالت ز چمن جام تمنا نکشم　　گر نمایند بهشتم سرے آنجا نکشم
تیغ و خنجر نشود سد ره الفت من　　محو تسلیم تو ام گردن ازینها نکشم
عشرت زندگی اینست که دلدار اینجاست　　ور نه زین بید و نفس منت بیجا نکشم
بچه کار آیدم این دست معطل فردا　　شاکرا مروز اگر دامن او را نکشم

ترا چون آشنائی نیست با کار　　اگر علم جهان دانی چه حاصل
اگر راحت بدلها نیست از تو　　بدولت گر تو خاقانی چه حاصل
برو چون عاقبت باشند خاکی　　اگر خورشید تابانی چه حاصل
قبول آصف تمنا بخش دلهاست　　جز این گر سبحه گردانی چه حاصل
چو نعمتهائے دنیا نیست پایدار　　تو بر این خوان که مهمانی چه حاصل

در محنت و محبت یک نقطه هست فرقے　　ز ابروی عاشقان را هست اعتبار دیگر

مکن در فعل بد تعجیل ہر گز	بکار نیک آصف در شتابی
جوہر ذاتی ندارد احتیاج تربیت	منت از صیقل نمی جوید دم شمشیر تیز
نقش نیکی بعد مردن ہم نخواہد شستہ شد جز نگیں ہر نقش آصف می تواند شستہ شد	مردگاں را می کند این نقش احیا چو نگیں نقشہا بسیار دیدم نیست آں با چو نگیں
در جہاں ظلم ست بیش و عدل کمتر در نظر خاک کم باشد بکوہ آصف ہجوم سنگ بیش	مائل کار خرابی ہر یک است و معمار کم بی ترحم در جہاں خلقی بود غمخوار کم
اے آنکہ نا امید شدی از گناہ من آگاہ نیست زاہد خود بیں ز حال ما	بارے بہ بیں کہ فضل الٰہی چہ می کند ایں بے خبر خیال تباہی چہ می کند
گوشہ گیری قطرہ را گوہر کند شاکر آگاہ ہم زکر آرزو	کامل آنکس کز جہاں یا بی کشد در کمند ہم مہر دنیا می کشد
شاکر از گنج قناعت ہر کہ فیض اندوز شد	منت احساں کی از ارباب می کشد

مستزاد

حسن تو چو آفتاب روشن بادا از نور خدا	از پرتو آں نور دل من بادا در دیدہ ہیا

در جلوه گہ ناز تو ای مہر منیر
هستم نگراں
از بہر تو عین دید مسکن بادا
دیدار نما

رباعیات

۱
منزلگهٔ عاشقاں مکانی دگرست
در سیر نگاه شاں جہانی دگرست
در دیر و حرم گر نروم معذورم
پیشانیٔ من بر آستانی دگرست

۲
ابواب مراد را کشاینده توئی
هر سو کہ نگہ کنیم آینده توئی
بی یاد تو یک نفس نمی باید زیست
باید بتو دل بست کہ پاینده توئی

۳
دلدار خوش ست و ناز دلدار خوش ست
در آرزوش دیدن دیدار خوش ست
در بزم طرب اگر کند میل بجاں
کاندر کف او ساغر سرشار خوش ست

۴
گردید سفید مویت از پیریها
داری ز خضاب صولت شیریها
چشمت مژه ریخت و ز تماشا هنوز
با هرزه نگاهی ست بدل سیریها

۵
در عشق ز دست عقل رستم رستم
بی باده و بی شراب مستم مستم
دل بود ز هر دو عالم آزاد ولیک
بی دام بالفت تو بستم بستم

دریاد توام از توجد انزدیکم | چون دل بخیال مدعا نزدیکم
دارم بتو روی هر کجا خواهی بود ۶ دایم بتو چون قبلہ نما نزدیکم

ای ماہ شبی کہ بر سر بام شوی | انگشت نمای خاص و ہم عام شوی
از زلف نقاب بر رخ خویش فگن ۷ در پردہ بیا وگرنہ بدنام شوی

ای آنکہ بحسن خویشتن مغروری | بر بستر ناز و خرمی مسروری
شاکر چو غبار جلوہ گاہت باشد ۸ گر بر سر رفتار نہ معذوری

عالم ہمہ از نور محمدؐ نورست | دلہا یکسر ز مہر او مسرورست
در سینہ ہر کہ راہ اخلاصش نیست ۹ نزدیکی کفر او ز ایمان دورست

ہر چند جہان نقش نگینت باشد | یا خنگ فلک بزیر زینت باشد
ہر گاہ بحال خویش وامی نگری ۱۰ اولی ست کہ در سجدہ جبینت باشد

از حسن خیالت بصفا نزدیکم | و ز پرتو مہرت بضیا نزدیکم
از یاد خدا چو غفلت ممکن نیست ۱۱ من در یاد تو با خدا نزدیکم

نواب مغفرت مآب نے کبھی کبھی اردو میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ آپکے اردو چند

اشعار جو بڑی تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہوئے ہیں، ہم ذیل میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:۔

شمیم کاکل شکیں سے جب میں اونگ گیا | تو آئے کہنے لگے اس کو سانپ سونگ گیا

میں تنہا نہ تن بلکہ جاں بیچتا ہوں | یہ بستی کی ساری دکاں بیچتا ہوں

ہے یہ بازار جنوں، دیوانوں کے | یہاں دکانیں ہیں کئی چاک گریبانوں کے

دور سے سمجھا تھا میں سنجاف کی تحریر ہے | پاس جا دیکھا تو خون عاشق کا دامنگیر ہے

ادہر دیکھو تو کس ناز و ادا سے یار آتا ہے | مسیحا کی موئی امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے

کس طرح سے ماہ نو انجم سے عقد ثریا کرے | ہوویں جہاں لاکھوں گرہ واں ایک ناخن کیا کرے

جی سے کہدو کہ آہ سرد کے ساتھ | ٹہلتے ٹہلتے چلے تو چل نکلے

اس گلبدن کے حق میں ونا ہی عین حکمت | کرتے ہیں ضعف دل پر آنکھیں گلاب پاشی[1]

گالی نہ کہو کوئی میرے دلبر کو حسد سے | مجھ دل سے گلے میں یہ دعائے یمنی ہے[2]

[1] بیاض قلمی مسلکہ تذکرہ تحفۃ الشعراء مخزونہ کتب خانہ آصفیہ صفحہ ۱۲۲۔
[2] تذکرہ گل عجائب صفحہ ۲۲۔

نواب مغفرت مآب کی اتباع میں شعرا کی فی البدیہہ طبع آزمائی	کہا جاتا ہے کہ جب نواب مغفرت مآب کے ہاں شعر و سخن کی صحبت گرم ہوتی تو آپ طرح مصرع موزوں کرکے شعرا

کے سامنے ڈالدیا کرتے اور اس کی تتبع میں وہ فی البدیہہ طبع آزمائی کیا کرتے تھے۔ اس قسم کی صحبت میں ایک مرتبہ درگاہ قلی خاں سالار جنگ نے فی البدیہہ ایک غزل کہی تھی، اس کا ایک شعر یہ ہے:۔

حکم آصف این غزل را تازہ کرد ؎ کار ہا را کار فرما می کند[۱]

صاحبزادہ ناصر جنگ سے شغلہ شعر و سخن	کبھی کبھی نواب مغفرت مآب اپنے خاطر میں گذرے

ہوئے اشعار لکھ سفرائے پایۂ تخت اور مخصوص حضرات کے پاس بھیجدیا کرتے تھے زیادہ تر آپ اپنے موزوں کردہ شعر اور طرحی مصرعے صاحبزادہ ناصر جنگ کے پاس بھیجتے اور وہ جو کچھ کہتے آپ کی خدمت میں ارسال کرتے تھے۔ اس طرح پدر و پسر کے درمیان مشغلۂ شعر و سخن اکثر و بیشتر رہا کرتا تھا۔ ایک روز نواب ناصر جنگ نے یہ بیت

مرنجاں خاطرم جاناں مزاجی نازکی دارم ؎ تو گر از حسن مغروری من از عشق تو مغرورم

لکھ کر پدر بزرگوار کی خدمت میں ارسال کی۔ بیت ملاحظہ کرنے کے بعد آزردہ ہو کر ارشاد ہوا "بگو قباحت این بیت در بردو کو خواہم کرد"۔ اتفاقاً نواب ناصر جنگ حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت لالہ منسا رام پیشکار صدارت بھی موجود تھا۔ نواب مغفرت مآب نے صاحبزادے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "در بیت مرسلہ شما قباحت این ست کہ مغروری نسبت بعاشق خوب نیست"۔ نواب ناصر جنگ نے جو بیٹھے ہوئے تھے اٹھ کر آداب بجالایا اور عرض کی کہ "بجز حضرت من عاشق معشوق مزاجم و

---

[۱] - رسالہ دربار آصفیہ صفحہ ۴۴۔

این بیت نسبت بحضرت گفته ام؛" اس کے بعد وہ چپکے سے چل دئے۔ اس پر نواب مغفرت مآب مسکرا کر خاموش رہے، اور صاحبزادے کے منصب میں اضافہ کردیا۔ کچھ عرصہ پیشتر نواب ناصر جنگ کی تنخواہ اور منصب میں ردّ و بدل کردیا گیا تھا۔ اسی چیز کو انہوں نے بیت میں ایک لطیف پیرائے میں پیش کرکے اضافہ کی نسبت حسن طلب کا اظہار کیا تھا جسکو مہربان باپ نے پورا بھی کردیا۔ اسی زمانے میں نواب مغفرت مآب نے رائے پورنچند کی زبانی بعض نصائح آمیز کلمات نواب ناصر جنگ کے پاس کہلا بھیجے، اور ایک مصرع لکھ کر اس کے حوالے کیا کہ نواب موصوف کو دیدے اور ان سے کہے کہ "ہم چند روز کے مہمان ہیں، اور ہمارے بعد یہ سب ریاست تمہاری ہی ہے"۔ وہ مصرع یہ تھا، اندکے بگذار تا سیر تحمل میکنیم۔ نواب ناصر جنگ نے نصیحت آمیز پیغام سن کر جواب میں مصرع ذیل لکھ کر رائے پورنچند کو دیا کہ خدمت میں گذرانے،

گر تو استغنا کنی من ہم تغافل میکنیم[1]

شعر نوازی | شعرا نواب مغفرت مآب کی مدح میں قصائد و قطعات لکھ کر پیش کرتے اور اپنی اپنی قسمت کے موافق صلہ پاتے تھے۔

۱۱۵۰ھ میں جب نواب مغفرت مآب محمد شاہ بادشاہ کی طلبی پر پھر سلطنت مغلیہ کی خدمت و مدد کے لئے دکن سے دہلی پہنچے تو فضل علی خاں نے آپ کی خدمت میں یہ تاریخی قطعہ پیش کیا:-

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد	رونق دہ ملک بادشاہی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف	گفت آیت رحمت الٰہی آمد

۱۱۵۰ھ

[1] رسالہ دربار آصفیہ

قطعہ ملاحظہ کر کے آپ بہت محظوظ ہوئے، اور شاعر کو اس کے صلے میں ہزار روپئے اور ایک گھوڑا نقرئی ساز و سامان کے ساتھ مرحمت کیا[۲]

میر غلام علی آزاد کو زیارت بیت اللہ کا اس قدر شوق دامن گیر ہوا تھا کہ وہ بے سر و سامانی کی حالت ہی میں اپنے وطن بلگرام سے چل کھڑے ہوئے، جب مانوہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں نواب مغفرت مآب بھی اپنے لشکر کے ساتھ رونق افروز تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور حسب ذیل رباعی پیش کر کے زادِ راہ کے لئے استمداد طلب کی:۔

اے حامی دیں محیط جود و احساں ٭ حق داد ترا خطاب آصف شایاں
او تخت بدرگاہ سلیماں آورد ٭ تو آل نبی را بدر کعبہ رساں

رباعی کو دیکھ کر آپ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فوراً ان کے لئے زادِ راہ کا کافی بندوبست کر دیا[۲]۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی اس زمانے میں شاہجہاں آباد ہی میں موجود تھے جب کہ نواب مغفرت منصب وزارت عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ اس موقع پر انہوں نے اپنا طبع زاد شعر

کی سوی چمن میرود آں دست حنائی ٭ امروز کہ آئینہ گلزار بدست است

اتمام غزل کے لئے شعرا کی مجلس میں پیش کیا تھا۔ اس پر نواب امین الدولہ وقائع خوان حضور معلی نے علامہ میر عبد الجلیل واسطی بلگرامی سے بھی طبع آزمائی کی درخواست کی تھی۔ علامہ موصوف نے اسی بحر میں ایک قصیدہ نواب مغفرت مآب کی مدح میں لکھ کر درخواست کی تکمیل کر دی۔ اس قصیدے کا مطلع یہ ہے:۔

تا حسن ترا مشعل انوار بدست است ٭ مہ راہمہ شب کاسہ گدا وار بدست است[۳]

---

[۲] ماثر الکرام موسوم بہ سرو آزاد صفحہ ۱۷۷۔ [۲] خزانہ عامرہ صفحہ ۱۲۶۔ [۳] ماثر الکرام موسوم بہ سرو آزاد صفحہ ۱۸۱

نواب امین الدولہ نے وہ قصیدہ نواب مغفرت مآب کے ملاحظے میں گذرانا۔ آپ نے اس کو بہت پسند کیا، اور علامہ موصوف سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ علامہ نے آپ کی مدح میں ایک اور قصیدہ لکھا، اور اس کو لے کر امین الدولہ کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے علامہ کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے بازو بٹھایا۔ جب قصیدہ پیش ہوا تو آپ نے پڑھنے کا اشارہ کیا۔ قصیدہ یہ ہے:-

بہار آمد و وا کرد غنچہ بند قبا — گرہ ز خاطر بلبل کشود فیض صبا
زبسکہ سبزہ و گل در چمن ہجوم آورد — نسیم کرد بصد حیلہ جای خود را وا
گرفت قہوہ بکف در پیالۂ یاقوت — برائی شاہد نوروز لالۂ حمرا
بہ بیں بلالہ و تحریک غنچہ در ہر برگ — چو طوطی کہ ز منقار وا کند پر ہا
شکنج طرۂ سنبل کمند صید نظر — نگاہ دیدۂ نرگس فسون ہوش ربا
دمید نغمہ ز منقار بلبل خوشگو — چو گلبنے کہ ازو بشگفد گل رعنا
فزود حسن چمن از سحاب گوہر بار — چنانچہ شان وزارت ز عمدۃ الوزرا
نظام ملت و ملک افتخار اہل کرم — قوام دین و دول آفتاب مجد و علا
بود بحسن وزارت بہ از نظام الملک — کہ نقش ثانی بہتر کشد نگار آرا
مشابہ کف او بحر چون تواند شد — کہ نقص جزر بود مد بحر را اقفا
حباب نیست کہ بحر از تشبہ کف او — کلاہ فخر بیند اخت از خوشی بہوا
رسن ز موج زدہ بر میان بکف کشتی — گزو سوال کند چون قلندر دریا
زبیم کثرت جودش محیط نالہ کند — گواہ اوست برین بیم رعشۂ اعضا
گرفت خنصر یمنی خرد ز دانش او — چنانکہ خلق ز جودش اصابع یسریٰ

رسیده است بجای تقدس ذاتش | که چون ملک بود از جنس انس مستثنی

چو او ندیده امیری مهذب الاخلاق | بعینک مه و مهر این سپهر پشت دوتا

مثال روح مصور بود بپاکی ذات | نشان عقل مجسم بود به فهم و ذکا

چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر | چو گرم جوشی خلقش شود چمن پیرا

صفائی آئینه رای او بود چندان | که می نماید از و آنچه رود هد فردا

کرم ز دست گهر بار او بود ممنون | ظفر به تیغ چمن کار او بود شیدا

تعجب است ز شمشیر آتش افروزی | که جائی تیغ کف است و کف است بحر عطا

گره گره بنود نیزهٔ عدو شکنش | که بند گشته در و جا بجا دل اعدا

گه نبرد بود همچو ابر صاعقه بار | کمان چو قوس قزح تیر چون شهاب رسا

هزار شکر که زو مسند وزارت یافت | همان که یافت تن عاذر از دم عیسی

برسم جشن طرب چید بزم رنگینی | که از تصور آن خامه گشت شاخ حنا

ترانه سنج ز مرغوله ساخت چوگانی | ربود گوی دل سامعان بحسن ادا

سپهر شد همه تن دیدهٔ تماشائی | بی نظارهٔ این محفل نشاط افزا

بو قورلتاد تو تبک دن چوچوک قوشوق چقدی | تو توکچی قولو دو تو توک بولدی نیشکر موندا

قوشوق نسیم دن آچیلادی کوپ کوکل بند و ک | قیوز نقتلغ بولسون بلبت قلدی نوا

محیط مدحت او را کرانه پیدا نیست | بزورق قلمی چون توان نمود شنا

شعار من نبود شعر بس کنم زین حرف | که زاهل فضلم و خوب است ز اهل فضل دعا

اقول وفقک الله دائما بالخیر | لانتظام امور الانام فی الدنیا

ادام قدرک فی الجاه ما سما الافلاک | وشد ازرک بالعز ما رست رضوی

فَاَنْتَ خَیْرُ ظَہِیْرٍ لِمَنْ رَمَاہُ الدَّہر
وَاَنْتَ خَیْرُ نَصِیْرٍ لِزُمْرَۃِ الضُّعَفَا

قَدِ اسْتُجَابَ دُعَائِیْ اِلٰہُنَا الْمُتَعَال
بِمُرْسَلٍ عَرَبِیٍّ وَّ آلِہِ النُّجَبَا

زفضل گرگزرم تیغ و نیزہ می گیرم
کہ بر جلادتِ من شاہد این دو گوا

ز ذوالفقار چو برہان قاطعی دارم
بروز معرکہ فصل نمایم این دعویٰ

قلم نوشت برائے وزارتش تاریخ
وزیر کشورِ ہند آصفِ دوامِ بقا

ہزار و یکصد و سی و چہار نصّ نشاط
دو گونہ جوہر تاریخ از و شود پیدا

نَظَمْتُ فِی الْعَرَبِیِّ الْفَصِیْحِ تَارِیْخًا
حَلّٰی وِزَارَتَہٗ سَاکِبُ الرَّبِیْعِ لَنَا

اسیس سے کہی ہندوی موں یو سنت
رہی جگت موں اچل باسبت وزیر سدا

خرد بخامہ عبد الجلیل کرد ارشاد
کہ ختم کن بدعا این قصیدۂ غرا

ملائک از پی آمین این دعا شدہ اند
برنگ نرگس و گل چشم و گوش فوق سما

ہمیشہ ہر دو زہم شاد و کامران باشند
وی از وزارت و از وی وزارت اعلیٰ

نواب مغفرت مآب نے ہر ایک بیت کو پوری توجہ کے ساتھ سنا اور اس پر بہت داد دی۔ قصیدے کی سماعت کے بعد آپ نے صلے میں علامہ کو نقد و خلعت و اسپ دینا چاہا لیکن انہوں نے اپنے قدیم دستور کے مطابق قبول نہیں کیا[۱]

نواب مغفرت مآب سے متعلق اظہار تصانیف میں غلط بیانیاں

نواب مغفرت مآب کو بعض لوگوں نے صاحب تصنیف و تالیف کی حیثیت میں بھی پیش کیا ہے لیکن ہم کو اس سے اختلاف ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ نواب مغفرت مآب کو علوم و فنون سے حد درجہ دلچسپی تھی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے بذات خود تصنیف و تالیف کا کام

[۱] - مآثر الکرام موسوم بہ سرو آزاد صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۴ -

بھی انجام دیا ہو، اور نہ کوئی ایسی وجوہ ہی موجود ہیں جن سے ثابت ہو سکتا ہو کہ آپنے
واقعی بذات خود ایسا کوئی کام انجام دیا ہے۔ تصنیف و تالیف کا کام انجام دینے
کے لئے ظاہر ہے کہ کافی اطمینان، چین اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ
ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس پُر آشوب دور میں نواب مغفرت مآب کو کبھی معاملات
جنگ، مہماتِ سلطنت اور نظم و نسقِ ملک سے اطمینان اور چین حاصل نہیں ہوا۔ ایسی صورت
میں یہ باور نہیں ہوتا کہ آپنے خاص طور پر کافی وقت نکال کر تصنیف و تالیف کا کام
بھی انجام دیا ہوگا۔ آپکے متوسلین و ماتحتین اور امرائے دربار میں متعدد افراد
اپنے زمانے کے نامور شاعر، مشہور مورّخ اور معروف تذکرہ نویس گذرے ہیں،
اور یہی وہ قلمکار تھے جنہوں نے متفرق علمی مرقعوں میں اپنے موقلم سے آپ کے
عرصۂ حیات کی مکمّل اور رنگارنگ کی تصویریں کھینچی ہیں، مگر ان تصویروں میں
بھی ہم کو آپکے ذوقِ تصنیف و تالیف کی رنگ آمیزی اور آپ کی تصنیفات
و تالیفات کے خط و خال کہیں نظر نہیں آتے۔ پس ان حالات کے تحت نواب
مغفرت مآب کو صاحبِ تصنیف و تالیف قرار دینے میں ہم کو تامّل ہوتا ہے۔
اس خصوص میں ہمارے پیش رو اور معاصرین کے جو بیانات نظر آتے ہیں وہ
بالکل بے بُنیاد ہیں جیسا کہ ذیل کی تنقید سے بخوبی ظاہر ہوگا:۔

۱۔ صاحب خزینۃ الاصفیا شیخ نظام الدین رح اورنگ آبادی کے تذکرے
میں شیخ موصوف کے دکن میں وارد اور نواب مغفرت مآبکے ان کے حلقۂ ارادت
میں داخل ہونے کا حال لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ نواب مغفرت مآب نے
شیخ موصوف کے حالات پر کتاب "احسن الشمائل" تصنیف کی ہے[1] صاحب معز نے

[1] خزینۃ الاصفیا، جلد: اوّل صفحہ ۴۹۰۔

شیخ موصوف کے حالات تمام تر کتاب "مناقب فخریہ" سے اخذ کئے ہیں، جس کو نواب مغفرت مآب کے پوتے نواب غازی الدین خاں نے شیخ موصوف کے فرزند شیخ فخر الدین رح کے حالات و مناقب پر لکھا ہے۔ یہ کتاب ہماری نظر سے بھی گذری ہے جس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ مکہ مسجد میں موجود ہے۔ مگر خود اس کتاب سے صاحب خزینۃ الاصفیا کا بیان غلط ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس میں صاف طور پر مذکور ہے کہ "احسن الشمائل" کو شیخ نظام الدین رح کے ایک خلیفہ خواجہ کامگار خاں نے تصنیف کیا ہے، ملاحظہ ہو:۔

"جد مرحوم راقم عفی اللہ عنہ نواب نظام الملک آصف جاہ نیز شرف بیعت از خدمت آں ظل الٰہی (شیخ نظام الدین رح) داشت، شرافت و ولایت آثار خواجہ کامگار خاں کہ یکی از مقربان و خلفای آں درگاہ بود نسخہ رشک گلستان ارم در احوال کرامت اشتمال سراپا کمال بے مثال نوشتہ است نام آں احسن الشمائل کردہ۔ الخ"

۲۔ ۱۸۷۷ء (۱۲۹۴ھ) میں ایک مثنوی "شیرین و خسرو" مطبع نولکشور سے طبع و شائع ہوئی ہے جس کو ناشر نے نواب آصف جاہ بہادر متخلص بآصفی وزیر اعظم بادشاہ غازی عالمگیر ثانی" سے منسوب کیا ہے، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ پہلے تو نواب مغفرت مآب عالمگیر ثانی کے دور میں موجود ہی نہ تھے، پھر آپ نے اس قسم کی کوئی مثنوی لکھی بھی نہیں، البتہ آصفخاں (مرزا قوام الدین جعفر بیگ) نے یہ مثنوی لکھی ہے جو عہد اکبری و دور جہانگیری کا ایک نامور امیر تھا۔ لفظی مشابہت کے سبب ناشر نے اس کو بجائے آصفخاں کے حضرت آصفجاہ سے منسوب کر دیا ہے معلوم

۵۔ مآثر الامرا جلد اوّل صفحہ ۱۱۲۔

ہوتا ہے کہ حکیم سیّد شمس اللہ قادری نے پہلے محولہ مثنوی کی بنا پر ہی اس کو حضرت آصف جاہ سے منسوب کر دیا تھا[۱] مگر بعد میں حکیم صاحب نے اپنی غلطی کو محسوس کر کے اس کو حضرت آصفجاہ کی تصانیف میں داخل نہیں کیا[۲] بلکہ اس کو آصف خاں ہی کے نام منسوب کر دیا ہے[۳]

۳۔ حکیم صاحب نے کتاب "احسن الشمائل" نواب مغفرت مآب کی طرف منسوب کرنے میں صاحب خزینۃ الاصفیا کی غلط بیانی کی تقلید کی ہے اس پر طرفہ یہ کہ موصوف نے کتاب "مناقب فخریہ" کو بھی آپ کی تصانیف سے ظاہر کیا ہے[۴] حکیم صاحب کا ماخذ جیسا کہ خود انہی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے صرف خزینۃ الاصفیا ہے اور ان کے اس ماخذ ہی سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ "مناقب فخریہ" اصل میں نواب مغفرت مآب کی تصنیف نہیں بلکہ یہ آپ کے پوتے غازی الدین خاں کی تصنیف ہے (اصل کتاب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے) ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیا میں مذکور ہے

"نواب نظام الملک آصف جاہ کہ جد مرحوم نواب غازی الدین خان مصنفِ مناقب فخریہ بود قبل از ہمہ مرید آنحضرت (شیخ نظام الدین رح) شد"۔

صاف ظاہر ہے کہ اس بیان میں "مصنفِ مناقب فخریہ" از روئے ترکیب نحوی بدل واقع ہوا ہے جس کا مبدل منہ "نواب غازی الدین خان" ہے اس صورت میں "مناقب فخریہ" کو نواب نظام الملک آصفجاہ کی تصنیف قرار دینا صریحاً غلط ہوگا۔

[۱] ۔ رسالہ ادیب ماہ اپریل ۱۹۱۱ء۔
[۲] ۔ مقالہ مندرجہ خاص نمبر روزنامہ صبح دکن صفحہ ۲۱۔
[۳] ۔ قاموس الاعلام جلد اول کالم ۵۶۔
[۴] ۔ مقالہ مندرجہ خاص نمبر روزنامہ صبح دکن صفحہ ۲۱۔

۴۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ نے بھی "احسن الشمائل" و "شیریں و خسرو" کے بارے میں انہی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے[1]، جن کے ایک عرصہ پیشتر حکیم سید شمس اللہ قادری رسالہ ادیب (اپریل سنہ ۱۹۱۰ء) میں مرتکب ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے حضرت آصفجاہ کی تصانیف کے اظہار میں بالکل حکیم صاحب کی نقالی کی ہے، ورنہ ایک دوسرے کی غلطیوں میں اس طرح تصادم کبھی واقع نہ ہوتا۔

---

[1] ۔ مقالہ مندرجہ مجلہ عثمانیہ مدیہ نمبر جلد ۱۲، شمارہ ۳ و ۴ صفحہ ۱۸ ۔

باب ہفدہم

نواب نظام الملک آصفجاہ کے عام اخلاق و عادات

مذہبی، اخلاقی، سیاسی و فوجی اعتبار سے آپ کا شمار ہندوستان کے بڑے بڑے فرمانرواؤں میں کیا جا سکتا ہے۔ فطری طور پر ہر شخص کی سیرت پر اس کے خاندان کے اثرات اپنا پرتو ڈالتے ہیں۔ چونکہ بچپن ہی سے شہنشاہ عالمگیر کے دربار میں آپ کی آمد و رفت جاری تھی، اور آپ اسی کے سایہ عاطفت میں پروان چڑھے ہیں، اس لئے آپ کی سیرت پر آپ کے خاندانی عمدہ اثرات کے علاوہ اس کے اعلیٰ کردار کا بھی گہرا اثر پڑا ہے، جس کا آپ خود اعتراف کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں کثرت سے محاسن جمع ہو گئی تھیں۔ اگر آپ میں کوئی عیوب تھے بھی تو وہ ان کی آڑ میں چھپ کر رہ گئے۔ ذیل میں آپ کے اوصاف حمیدہ و اخلاق ستودہ کے چند نقوش ملاحظہ ہوں۔

مذہبی زندگی اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہاں امارت و ریاست کے جلوے روشن ہوتے ہیں، وہاں مذہب کو کوئی نہیں پوچھتا، مگر آپ نے امارت و ریاست کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچنے کے باوجود مذہب کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور تادم زیست اس پر سختی سے کاربند رہے۔ عالم جوانی ہی میں مذہب کا اسقدر خیال تھا کہ اوامر و نواہی کی پوری پوری پابندی کرتے، پانچوں وقت کی مقررہ نمازوں کے علاوہ

بلاناغہ تہجد، اشراق وچاشت کی نمازیں نیز کثرت سے نوافل پڑھتے، اور نماز فرض جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے، کبھی بے وضو نہ رہے، نماز جمعہ کے بعد عموماً مقابر کی زیارت کرتے تھے، بزرگان دین سے بڑی عقیدت تھی، اکثر انکی ملاقات کے لئے چلے جایا کرتے تھے، روز حشر کا خوف دامن گیر تھا، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوی نعمتوں کا شکر ادا کرتے، اور آڑے وقتوں میں اس سے استعانت طلب کرتے تھے، توکل آپ کی خاص صفت تھی۔

نیک نفسی کا یہ حال تھا کہ انتہائی ضرورت کے باوجود آپنے زیردستوں کے مال ومتاع پر کبھی نظر نہیں ڈالی، ایک مثال ملاحظہ ہو:۔

برہان پور کو مسخر کرنے کے بعد آپ وہیں ٹھیرے ہوئے تھے، اس زمانے میں عسرت خرچ سے بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ اگر آپ چاہتے تو چشم زدن میں ساکنان شہر سے لاکھوں روپیے زبردستی وصول کر سکتے تھے جیسا کہ عام طور پر فاتحین کیا کرتے ہیں، مگر نیک نفسی نے آپ کو اس بات کی اجازت نہ دی۔ اسی زمانے میں سید دلاور علی خاں سے مقابلے کی بھی ٹھیر گئی تھی، آپنے برہان پور کے مغلوب صوبہ دار انور خاں کو طلب کرکے فرمایا کہ "یہاں کوئی ایسا شخص ہے جو ہم کو ایک لاکھ روپیے بطور قرض دے سکے" اس نے عرض کی کہ "برہان پور کے ساہوکاروں پر پٹی ڈالکر ایک ہی رات میں پچاس لاکھ روپے کا انتظام کئے دیتا ہوں۔ ان آپنے کہا کہ "ہماری نیت ہرگز یہ نہیں ہے کیونکہ ہم اس ملک پر حکمرانی کرنے کا خیال رکھتے ہیں، کمزوروں اور مجبوروں کو ستانے سے کیا فائدہ۔ ایک لاکھ روپیے ایک ہی شخص سے چاہتے ہیں کہ قرض کے عنوان سے دے، وہ بھی اس شرط کے

ساتھ کہ اگر فتح ہماری رہی تو ہم دوسری مراعات کے علاوہ اس کو اسکی پوری رقم ادا کردیں گے، ورنہ وہ ہمیں معاف کردے، اور حشر کے دن مواخذہ نہ لے"۔ بھوچڑمل ساہوکار نے جو اس وقت حاضر خدمت تھا، عرض کی کہ "لاکھ روپے حضور پر سے تصدق ہیں، غلام اسی وقت حاضر کئے دیتا ہے"۔ یہ سن کر آپنے خود اپنے ہاتھ سے تمسک لکھا اور اس پر مہر کرکے اس کے حوالے کیا۔ اس نے عرض کی "یہ روپیہ حضور پر سے تصدق ہے، تمسک کی کچھ ضرورت نہیں"۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ "تصدق کا روپیہ ہم سپاہیوں کو دینا نہیں چاہتے، اس لئے قرض لیتے ہیں، تمسک رکھ لو اگر مظفر و منصور لوٹیں تو ادا کردیں گے ورنہ خدا کے لئے ہمیں معاف کر دینا"۔ بھوچڑمل نے اسی وقت رقم حاضر کردی، اور رات ہی میں وہ فوجیوں پر تقسیم کردی گئی۔ دوسرے روز صبح کو حریف سے مقابلہ ہوا، جس میں آپ کو فتح نصیب ہوئی اور حسن نیت سے بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ تب آپ نے بھوچڑمل کو رقم ادا کرکے اس سے تمسک واپس لے لیا۔[۱]

فیاضی و سخاوت آپ بالطبع فیاض و سخی تھے، کوئی دربار ایسا نہ ہوتا تھا، جس میں آپ تیس چالیس ہزار روپے سے کم غربا و مساکین و سائلین میں تقسیم نہ کرتے ہوں، بعض اوقات یہ رقم ستر اسی ہزار روپے سے تجاوز کر جاتی تھی۔ علاوہ بادشاہی انعامات و عطیات کے سالانہ تین لاکھ روپے ارباب استحقاق و واردین عرب، عجم، روم، شام ایران و توران کے نام بطریق یومیہ، درماہہ و سالانہ اپنی دستخط سے جاری فرماتے تھے۔ سال بسال حجاج کے لئے تقریباً ایک لاکھ روپے کی رقم منظور کی جاتی تھی، اس کے

---

[۱] رسالہ دربار آصفیہ ۳۸و۳۹۔

علاوہ ہر سال بلاناغہ چوبیس ہزار روپے ساکنین مکہ معظمہ کی امداد کیلئے بھجوائے جاتے تھے۔ شریف مکہ معظمہ اس رقم کو مستحقین میں تقسیم کرنیکے بعد ایک تفصیلی فہرست بصراحت تعداد رقم و نام پابندہ آپکی خدمت میں ارسال کر دیا کرتا تھا۔ فہرست ملاحظہ کرکے آپ بہت متاثر ہوتے اور فرماتے کہ "رقم تھوڑی ہے اور آدمی بہت، میں چاہتا ہوں کہ زیادہ بھیجا کروں۔"[1]

ایک روز ایک مغل جو بخارا سے آیا تھا، دربار میں حاضر ہوا، اور آپ کی خدمت میں ایک مسواک پیش کی۔ چونکہ آپکے دانت نہیں تھے، اس لئے صدر حضور نے اس کو ممانعت کرنی چاہی۔ آپنے فرمایا کہ "ممانعت نکنید برائے تفاؤل آوردہ است کہ عمرم یکصد و بست سالہ شود و دندان نو برآیند و من مسواک کنم" پھر ہاتھ بڑھا کر مسواک لے لی اور اس کو پانسو روپے مرحمت کئے۔[2]

ایک مرتبہ بخشی شاگرد پیشہ نے پیادوں کی مثل پیش کی۔ آپنے ایک پیادہ کی تنخواہ بجائے چھ روپے کے ساٹھ روپے تجویز کر دی۔ اس پر بخشی مذکور نے ترمیم کے لئے معروضہ کیا۔ آپنے فرمایا کہ "حق سبحانہ تعالیٰ نے اس کے مقسوم میں اضافہ ہی لکھا ہے، اس کو سواروں کے زمرے میں داخل کر لو۔"[3]

ایک دن عنایت اللہ خاں محتسب پرگنہ رایچنسی سرکار جالنہ استعانت حاصل کرنے کی غرض سے طالبان علم کے جرگے میں پیش ہوئے تھے۔ آپنے دریافت کیا کہ "طالب علمی تا کجا کردہ اند؟" انہوں نے عرض کی کہ "تا مطول میخوانم۔" آپ نے

---

[1] ماثر نظامی۔

[2] ماثر نظامی۔

[3] ماثر نظامی۔

پوچھا کہ "تا کہ در مطول است کدام تا، است؟"۔ جواب دیا کہ "تاء منقوط"۔ اس پر آپ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ "تاء منقوط است؟" انہوں نے مسکرا کر پھر جواب دیا کہ "پیر و مرشد! تاء منقوط است"۔ یہ سن کر آپ مسکرا دئے اور فرمایا کہ "آری تاء منقوط است، شما لطیفہ گفتید" پھر ان کی فرد پر پچاس روپے کی منظوری صادر فرمائی۔[1]

ایک طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ "کیا پڑھتے ہو؟" اس نے عرض کی کہ "کافیہ"۔ پھر آپ نے سوال کیا کہ "کافیہ" میں جو "ک" ہے وہ کونسی "ک" ہے؟ وہ طالب علم جس نے کبھی کوکبۂ سلطنت کو نہیں دیکھا تھا، بہت گھبرایا ہوا تھا، جواب دیا کہ "کاف کدامیہ"۔ اس پر آپ نے مسکرا کر اس کے لئے ماہانہ پندرہ روپیہ وظیفہ کی تجویز کر دی، اور فرمایا "یہ حقیقت میں طالب علم ہے، اگر طالب علم نہ ہوتا تو وہ کاف کدامیہ کو کیا جانتا؟ ہماری ہیبت کی وجہ غلط لفظ اس کی زبان سے نکل گیا ہے"۔[2]

تحمل و بردباری آپ بہت ہی متحمل اور بردبار واقع ہوئے تھے۔

اثنائے سفر میں ایک جگہ قیام تھا۔ کوچ کا حکم دے کر آپ محل سرا میں تشریف لے گئے، جب ایک پہر رات باقی رہ گئی تو کسی کو اطلاع کئے بغیر خلوت کے خیمے میں آکر وظیفہ پڑھنے لگے تھوڑی دیر کے بعد آپ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ اتنے میں فراش مسند اٹھانے کی غرض سے خیمہ میں داخل ہوا، اور اندھیرے میں آپ کو پہچانا نہیں، کوئی غیر شخص سمجھ کر ایک ٹھوکر رسید کی۔ آپ اس کی ٹھوکر کھا چکے سے

[1] رسالہ دربار آصفیہ صفحہ ۴۳۔ [2] رسالہ دربار آصفیہ صفحہ ۴۵۔

نکل کر محل میں گھس گئے، دوسرے روز داروغہ فراش خانہ سے اس کا نام دریافت کیا، مگر خاموش رہے، اور پھر اسے ایک تنار سرفرازی کی، لیکن اس سرفرازی کا سبب دوسروں پر ظاہر نہ ہو سکا۔ کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ استفسار کرتا۔ آخر منشی رام سنگھ جس کو خاص تقرب حاصل تھا، خلوت میں موقع پا کر جرأت کر کے پوچھ ہی بیٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ "اس شخص نے ہم کو خواب غفلت سے بیدار کیا، اور اسکی سزا بھی دی۔ یہ بات تم اپنی ہی حد تک رکھو"۔ ایک عرصے کے بعد منشی رام سنگھ نے لالہ نسا رام پیشکار صدارت کو اس رمز سے آگاہ کیا[1]

ایک روز آپ کے حضور میں تہوّر خاں نے سید عالم علی خاں کے نام کے ساتھ لفظ "شہید" استعمال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ "جو مسلمان کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا جائے وہ شہید نہیں ہو سکتا۔ اس پر تہوّر خاں نے بے باکی سے کہا کہ "تب تو حضرت امام حسین رضؓ کا شمار بھی شہیدوں میں نہ ہوگا"۔ یہ سن کر آپ نے خاموشی اختیار کی[2]

رحم و عفو — آپ کی طبیعت میں رحم و عفو کا مادّہ بہت زیادہ تھا۔ قیدیوں اور مجرموں کے معاملے میں اکثر عفو و درگذر سے کام لیتے تھے، کبھی اپنی جانب سے کسی کے بارے میں کوئی سخت سزا تجویز نہیں کی۔ صاحبزادہ ناصر جنگ نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا تھا جو قابل معافی نہ تھا، مگر آپ نے نہ صرف ان کے اس جرم کو معاف کر دیا بلکہ انکے رفقا کی خطائیں بھی بخشدیں، آپ کی چشم پوشی کا یہ حال تھا کہ جب ان لوگوں کے خطوط ملاحظے میں پیش کئے گئے تو آپ نے ان کو بغیر دیکھے تلف کروا دیا۔

ایک روز ابوالخیر خاں بہادر کے رسالے کے دو سوار صاحب خاں و رستم خاں

[1] رسالہ دربار آصفیہ صفحہ ۵۰ — [2] تاریخ ریاست حیدرآباد صفحہ ۱۷۶

جو پرگنہ ہرتور سرکار جالنہ کے رہنے والے تھے، بحین سواری از راہ تفنن آپس میں کہنے لگے کہ "سپاہی وہ ہے، جو اپنا حق آقا سے بخشی ومتصدی کی وساطت کے بغیر حاصل کرے" پھر یہ ارادہ کرکے کہ "آج اپنا بخشی پیچھے رہ گیا ہے، چلو نواب کے ہاتھی کو رکوا کر اپنی تنخواہ وصول کرلیں"، اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آپ کے سامنے پہنچے، اور سلام کیا۔ اس کے بعد جو کچھ پیش آیا، ذیل کے مکالمے میں ملاحظہ ہو:۔

سوار۔ حضور! لڑکی کی شادی درپیش ہے، مکان سے خط آیا ہے، اب شادی کی مدت میں تھوڑے سے ہی دن رہ گئے ہیں، اس لئے ہم کو تنخواہ دے کر رخصت فرمائیں تاکہ وقت پر گھر پہنچ سکیں، پھر حاضر خدمت ہو جائیں گے۔

نواب۔ اپنے بخشی سے کہو۔

سوار۔ ہم نے حضور کی نوکری کی ہے، بخشی سے کیا کام؟

نواب۔ متصدیوں سے کہہ کر اپنا حساب کرلیں۔

سوار۔ حضور کو بخوبی علم ہے کہ تمام سپاہیوں کا حساب دو ماہ سے زیادہ نہیں، صرف دو ہی ماہ کی تنخواہ سرکار سے واجب الوصول ہے اور بس۔

نواب۔ تمہاری دو ماہ کی تنخواہ کس قدر ہوتی ہے؟

سوار۔ حضور! پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تیس روپے سے زیادہ ماہوار ایصال نہیں کی جاتی۔ اس حساب سے ہم دونوں آدمیوں کے

ایک سو بیس روپے ہوتے ہیں، عنایت کر دیجئے۔

نواب۔ منزل پہ اترنے کے بعد قبض الوصول لے کر دئے دیتے ہیں۔

سوار۔ خدا کی دہائی ہے۔ ہاتھی آگے قدم نہ رکھے تا وقتیکہ ہماری تنخواہ ہم کو ایصال نہ ہو جائے۔

(نواب مغفرت مآب ہاتھی کو رکوا لیتے ہیں)

سوار۔ حضور خیمے میں داخل ہوں تو نہ معلوم ہماری عرض کب قبول ہوگی؟ اسی جگہ تنخواہ ایصال فرما دی جائے تو مناسب ہے۔ خدا کے فضل سے خزانہ ساتھ ہی ہے۔

نواب۔ تمہارا قبض الوصول کہاں ہے؟

سوار۔ ہم تنخواہ لے کر دعویٰ نہیں کریں گے، سارا لشکر اس معاملے میں گواہ رہے گا۔ اگر رسید ہی کی ضرورت ہے تو کسی محرر کو حکم دیجئے کہ لکھ لائے ہم اس پر اپنی مُہر کر دیں گے، جو ہمارے ہاتھ میں موجود ہے۔

(نواب مغفرت مآب نقیب کو حکم دیتے ہیں کہ خزانے کے محرر کو بُلا لائے اور رقم گن کر سپاہیوں کے دامن میں ڈال دے۔ نقیب حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ وہ سپاہی رقم ہاتھ کر لینے کے بعد سلام کر کے رخصت ہونے لگتے ہیں)

نواب۔ تم لوگ پھر کب آؤ گے؟

سوار۔ جس وقت قسمت لے آئے۔

نواب۔ ناراض ہو کر مت جاؤ۔ یہ تمھارا ہی گھر ہے (یعنی جس وقت چاہو پھر یہاں آسکتے ہو)

سوار۔ حضور ہمارے مالک ہیں۔

سپاہیوں کو رخصت کرنے کے بعد نواب مغفرت مآب نے ہاتھی کو آگے بڑھایا۔ جب منزل پر پہنچے تو ابوالخیر خاں بہادر نے حاضر ہو کر سلام بجا لایا۔ آپ نے ان سے کہا کہ "سنا ہو گا کہ تمھارے رسالے کے آدمیوں نے آج ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے"۔ خان مذکور نے عرض کی کہ "ناز بر آن کن کہ خریدار تو باشد"۔ آپ نے فرمایا کہ "ناز بایں ہیزگی"۔ تب انہوں نے درخواست کی کہ "اب جبکہ وہ لوگ تنخواہ لے کر چلے گئے ہیں، غلام کو حکم صادر ہو کہ انہیں سزا دے تاکہ آئندہ کسی کو اس طرح شوخی کرنے کی جرأت نہ ہو سکے"۔ اس پر آپ نے کہا کہ "درعفو لذتے است کہ در انتقام نیست، ہم نے تنخواہ دے کر ان لوگوں سے معذرت چاہی ہے۔ اور انہیں کہدیا ہے کہ یہ تمھارا ہی گھر ہے، جب وہ نوکری کے خواستگار ہوں تو ان کو ضرور رجوع کر لینا چاہیئے، کیونکہ صاحبِ جرأت آدمی کم دستیاب ہوتا ہے۔ ہم مخالف کی سپاہ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا کہ خود اپنی سپاہ سے ڈرتے ہیں"۔[1]

عدل وانصاف | اگر کوئی حکمران عدل وانصاف پر سختی سے کاربند ہو تو پھر اس کے

---

[1] رسالہ دربار آصفیہ صفحہ ۶۰ و ۶۱۔

ماتحت امراو حکام کو عوام پر ظلم و زیادتی کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہوتی۔ جس سلطنت میں ذرا بھی عدل و انصاف کی طرف سے غفلت برتی جائے، وہاں لازمی طور پر تباہی و بربادی کا گھن لگ جاتا ہے۔ رحم و عفو کے ساتھ ساتھ آپ میں عدل و انصاف کا وصف بھی بدرجہ اتم موجود تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ کے عہد حکومت میں امرا و حکام رعایا پر کبھی ظلم و تعدّی کرنے نہیں پاتے تھے، آپ کی نصفت پسندی ملاحظہ ہو:۔

جس وقت دولت خانہ و جلوخانہ کی تعمیر ہو رہی تھی آپ دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ جلوخانہ کے متصل چوک کی جانب ایک پٹوے گر کا مکان واقع تھا، جس سے جلوخانہ سرکار اور اس کے دروازۂ کلاں کی تعمیر بداسلوب ہوئی جاتی تھی۔ ہر چند داروغہ وغیرہ نے اس پٹوے گر کو فہمائش کی کہ اپنا مکان دیدے، اس کے معاوضے میں وہ جس قدر رقم طلب کرے گا، ادا کردی جائے گی یا جس محلے میں وہ چاہے، اس سے بہتر اور بڑا مکان دلوادیا جائیگا: مگر اس نے ہرگز رضامندی ظاہر نہ کی اور کہا "میرے آبا و اجداد اسی مکان میں زندگی بسر کرکے دارالبقا کو سدھارے اور اب میری نوبت پہنچ گئی ہے، میں بھی اولاد رکھتا ہوں۔ میرے بعد میری اولاد مجھ پر نفریں کریگی۔ اس لئے مجھے مکان فروخت کرنے سے معاف رکھئے، اگر زبردستی لے لینا چاہیں تو سرکار کو اختیار ہے"۔ جب یہ خبر آپ کو دہلی میں پہنچی تو داروغۂ تعمیرات کے نام حکم بھجوادیا کہ "ہرگز پٹوے گر کا مکان لینے کے درپے نہ ہوں"[1]

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ

جس طرح آپ دوسروں کے حقوق کی حفاظت فرمایا کرتے تھے، اسی طرح عمل کرنے کے لئے اپنے جانشین کو بھی تاکید کی ہے۔ فوجداری مقدمات میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کبھی خود تجویز نہ کرتے بلکہ ایسے تمام مقدمات قاضی کے حوالے کر دیتے کہ موافق شرع عمل کرے۔

بے تعصبی یہ وہ صفت ہے، جو کسی حکمران کو اس کی رعایا کے تمام طبقوں میں ہر دلعزیز بنا دیتی ہے، اور اسی کی بدولت وہ ان پر کامرانی کے ساتھ حکومت کر سکتا ہے۔ قدرت نے آپ کو جو اعلیٰ اوصاف ودیعت کئے تھے، ان میں ایک وصف "بے تعصبی" کا بھی تھا۔ آپ کے عہد حکومت میں رعایا کے تمام فرقوں کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ رعایا تو رعایا میدان جنگ میں دشمن کے مقتولین کے ساتھ تک ان کے مذہبی طریق پر سرکاری جانب سے آخری رسوم ادا کروائی جاتی تھیں۔ بے تعصبی کی ایسی مثال تاریخ میں بہت کم ملے گی۔ آپ کی نظر میں سب فرقے خواہ ہندو ہوں یا مسلم سیاسی اعتبار سے ایک ہی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ "رئیس کل را تعصب دین و آئین خوب نیست زیرا کہ حق تعالیٰ رب العلمین است در پیش سایہ او پس سایہ موافق تشخص می شود، پرورش جمع کافر و مومن متعلق بخود دانستہ معاملہ دین اینہا بر خدا واگذارد و رئیس نائب رسول نیست کہ اجرائے ملت سازد و رسولان ہم محض تبلیغ داشتند و بس"[1]۔ یہ آپ کی بڑھی ہوئی بے تعصبی ہی کی

[1] رسالہ دربار آصفیہ صفحہ ۵۹ -

دلیل ہے کہ آپ کے طویل دَورِ حکومت میں تمام فرقے صلح و امن اور آرام و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے ملکی و جنگی معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ حصّہ لیتے تھے۔ اس سے بڑھ کر بے تعصّبی کی مثال اور کیا ہو گی کہ آپ نے اعلیٰ ترین منصب "ہفت ہزاری" اپنے مذہب کے صرف دو سرداروں کو سرفراز کیا تھا، وہ بھی آپ کے قریب ترین رشتہ دار ہی ہوتے تھے یعنی ان میں ایک آپ کے پھوپھا عضد الدولہ تھے، اور دوسرے آپ کے چچا نصیر الدولہ، مگر ان کے مقابلے میں وہی منصب پانچ ہندو و مرہٹہ سرداروں یعنی باجی راؤ، چندر سین جادو، سلطان جی نمبا لکر، راؤ رنبھا نمبا لکر و مان سنگھ ہاکیہ کو عنایت کیا۔ یہ کہنا ہرگز بے جا نہ ہو گا کہ اس طرح بے تعصّبی کی مثال آپ کے پیش روؤں اور معاصروں میں سے کسی نے بھی قائم نہیں کی۔ یہ وصف آپ کے جانشینوں میں بھی بہت نمایاں پایا جاتا ہے۔

بے تعصّبی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

راجہ دھرم کرن بہادر سابق صدر المہام طبابت و کروڑگری کے مورثِ اعلیٰ راجہ ساگر مل کا بھرا خاندان دیکھتے ہی دیکھتے ایک تباہ کن زلزلے کے نذر ہو گیا تھا، اور اس خاندان میں سوائے راجہ ساگر مل کے جو اس وقت بہت ہی خرد سال تھے، اور کوئی متنفس باقی نہ بچا۔ نواب مغفرت مآب ہی تھے، جنہوں نے راجہ ساگر مل کو اپنے سایۂ عاطفت میں لیا، اور اپنی اولاد کی طرح ان کی پرداخت کی اور سنِ شعور کو پہنچنے پر اعلیٰ منصب پر پہنچایا۔ نواب مغفرت مآب نے جس محبت و عنایت سے راجہ ساگر مل کی پرورش کی

اس کو وہ عمر بھر نہ بھلا سکے۔ آج تک بھی ان کے اراکین خاندان اظہارِ عقیدتمندی کے طور پر اپنے نام کے ساتھ لقب "آصف جاہی" استعمال کیا کرتے ہیں۔

سیاست وشجاعت شہنشاہ عالمگیر کے پیوند زمین ہو جانے کے بعد ہم عصروں میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا تھا، جو سیاست وشجاعت میں آپ کا مقابلہ کرسکتا۔ خود آپ کے سیاسی کارنامے اور ملکی فتوحات اس کے شاہد ہیں۔ دوست دشمن سب ہی آپ کے ان اوصاف کا اعتراف کرتے تھے۔

رعایا پروری آپ رعایا کو بہت عزیز رکھتے، اور ہر وقت اس کی فلاح وبہبود اور آرام وآسایش کا خیال رکھتے تھے۔ بہ نفس نفیس ملک کی خبرگیری اور رعایا کی دیکھ بھال کرنا آپ کی عادت میں داخل تھا۔ سابقہ ادوار میں رعایا پر جتنے غیر ضروری محاصل عائد کئے گئے تھے، آپ نے ان سب کو معاف کردیا۔ توفیر زراعت کا خاص خیال تھا، نادار کاشت کاروں کی تقاوی سے مدد کرتے تھے، جب کبھی قحط سالی ہوئی تو رعایا کے غریب طبقوں کو مالی امداد دی۔ عدل وانصاف کا یہ حال تھا کہ کوئی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرسکتا تھا، خود اپنی ذات سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی، آپ کا قول ہے کہ "و رئیس را لازم است کہ بر انسان تکلیف شاقہ نہ پسندد وانچہ بر خود روا نداشتہ است بر دیگر روا ندارد و فلاح ہر کدام منظورش باشد تا عند اللہ مواخذہ دار نشود"[1]

[1] رسالہ دربار آصفیہ صفحہ ۴۔

آپ کے مہربان دَورِ حکومت میں جمیع رعایا صلح و امن اور آرام و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھی۔

بنی نوع انسان سے ہمدردی و محبت

آپ کو بنی نوع انسان سے بے انتہا ہمدردی و محبت تھی، کبھی اپنی ذات سے دوسروں کو تکلیف نہیں دی۔ جنگ کے موقع پر دشمن کے جو آدمی گرفتار ہو جاتے، ان کے ساتھ بھی نہایت مہربانی کا سلوک کیا جاتا اور جو مارے جاتے ان کے پس ماندوں کے ساتھ بڑی ہمدردی کی جاتی تھی، اگر قیدیوں میں کوئی زخمی ہوتے تو نہایت توجہ کے ساتھ ان کا علاج کرایا جاتا تھا۔ یہ امر عجائب روزگار سے ہے کہ آپ نے بذات خود اپنے طویل خود مختار دَورِ حکومت میں ایک شخص کے قتل کا بھی حکم صادر نہیں کیا۔ سال دو سال میں اگر کوئی شخص قابل قصاص ہوتا تو آپ قاضی کو حکم دیتے کہ شرع شریف کے مطابق عمل کرے، پھر اپنی طرف سے حتی الامکان کوشش کرتے کہ قصاص دوسری سزا میں تبدیل ہو، اور اس کی جان بچ جائے وقتِ آخر صاحبزادے کو وصیت کرتے ہیں کہ "انسان اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، ان کے ہلاک کرنے میں تامل سے کام لینا چاہئے کیونکہ وہ گیہوں اور جوار تو ہیں نہیں، جن کی ہر سال کاشت کی جا سکے۔ البتہ مجرم کو قاضی کے حوالے کر دیا جائے، جو اس امر خطیر کا متحمل ہو سکتا ہے۔ وہ شرع شریف کے مطابق جو کچھ فیصلہ کرے اس پر عمل کرنا چاہئے، اپنی طرف سے ہرگز قتل کا حکم نہ دیں"[1]

---

[1] رسالہ دربار آصفیہ۔

انسان تو انسان آپ حیوان کو بھی اپنی طرف سے بلا وجہ تکلیف پہنچنے نہ دیتے تھے۔ اس کا اندازہ واقعۂ ذیل سے بخوبی ہو گا۔

اثنائے سفر کرشنا میں ایک منزل پر قیام تھا۔ اتفاقاً ایک مینا نے آپ کے خیمے میں گھونسلا بنا کر اس میں انڈے دے دیئے۔ کوچ کے روز فراشوں نے اس بارے میں عرض کی۔ آپ نے حکم دیا کہ "تاوقتیکہ انڈوں سے بچے نکل کر اڑ نہ جائیں خیمہ اسی جگہ کھڑا رہے"۔ پھر خیمے کی حفاظت و نگرانی کے لئے دو سو پیادے چھوڑ کر آگے کوچ کر دیا۔ دو مہینے کے بعد عرضی پہنچی کہ "اب مینا کے بچے اُڑنے لگے ہیں"۔ تب حکم صادر ہوا کہ "خیمہ اُٹھوا کر لا لیا جائے"۔

صُلح کوشی آپ کو بندگان خدا کی خونریزی سے بڑی تکلیف پہنچتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ آپ جنگ و جدل پر ہمیشہ صُلح کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ کبھی آپ نے لڑائی میں سبقت نہیں کی۔ حتی الامکان اس سے بچنے کی ہی کوشش کرتے تھے۔ آپ کا اصول تھا کہ جب کبھی مقابلے کی نوبت آتی تو آپ پہلے فریق مخالف کے پاس صُلح کا پیغام بھیج دیا کرتے تھے، اگر وہ نہ مانتا تو اس صورت میں آپ بادلِ ناخواستہ میدان کارزار میں قدم رکھتے تھے، وقتِ رحلت صاحبزادے کو بھی صُلح کوشی کے بارے میں تاکید کی ہے۔

سادگی آپ کی طبعیت میں سادگی بہت تھی۔ بے جا تکلفات کو ہرگز پسند نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ صاحبزادہ ناصر جنگ کو اپنے حضور میں طلب کیا، انھوں نے حاضر ہونے میں ضرورت سے زیادہ دیر کر دی، آپ نے دیر کرنے کا سبب پوچھا، انھوں نے عرض کی کہ "دستار می بستم چوں یکمرتبہ

لہ ماثر نظامی

درست نیا مد مکرر درست کردم"۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "آدمی این قدر
در بند تزئین و آرائش لباس نباشد از روزگار ناکارہ می شود"[1]

آپ خاص وقتوں کے سوا کبھی پوشاک میں تکلف نہ کرتے تھے،
صرف جشن و دربار کے روز ہی لباس فاخرہ و جواہر زیب تن کیا کرتے اور
باقی ایام میں شہنشاہ عالمگیر کی طرح بے تکلفانہ لباس استعمال کیا کرتے تھے۔

مصرف اوقات | آپ وقت کی بڑی قدر کرتے تھے، ہمیشہ آپ کا وقت
اچھے کاموں میں صرف ہوتا تھا، نہ خود کبھی بیکار رہتے اور نہ دوسروں کو
کبھی بیکار رہنے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ موسم گرما میں
شام کے وقت دولت خانے کی چھت پر تشریف رکھتے تھے۔ ایسے
وقت میں تیز پرواز کبوتروں کی ایک ٹکڑی اس قدر نزدیک سے گذری کہ آپ کے
جسم کو ان کے پروں کی ہوا محسوس ہونے لگی۔ آپ نے دریافت کیا کہ
"وہ کون بیکار شخص ہے جو کبوتر بازی سے اس طرح تضیع اوقات کرتا ہے"؟
حاضرین میں سے کسی نے عرض کی "صف شکن خاں یہاں سے قریب ہی
سکونت رکھتا ہے، اور اکثر اوقات وہ اسی طرح لہو ولعب میں مصروف
رہتا ہے"۔ سابق میں خان مذکور نے نواب ناصر جنگ کی رفاقت میں آپ کے
خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا، اور اس سبب سے ان دنوں وہ معتوب
و خانہ نشین تھا، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ "ہمارا قصور ہے کہ ایسے کارطلب

[1] رسالہ دربار آصفیہ صفحہ ۱۱۔

آدمی کو بیکار بٹھا رکھا ہے، اور بیکاری کے زمانے میں آدمی ہر ایسے شغل کو جس کا وہ کبھی مرتکب نہ ہوتا تھا، اختیار کرنے لگتا ہے۔" پھر دوسرے روز ہی خان مذکور کو طلب کر کے خانسامانی کی خدمت اس کے تفویض کر دی[1]۔ وقتِ آخر صاحبزادے کو وصیت کرتے ہیں کہ کبھی نہ خود بیکار رہیں اور نہ دوسروں کو اس طرح رہنے دیا جائے۔

روزانہ آپ کے اوقات اس طرح صرف ہوتے تھے:۔

نمازِ صبح و اوراد و وظائف کے بعد دوپہر تک مہامِ سلطنت میں مصروف رہتے اور تمام امور خواہ جزئی ہوں یا کلی بذاتِ خود انجام دیا کرتے تھے، ظہر کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے اور حدیث کی سماعت فرمایا کرتے تھے، عصر سے مغرب تک علما، صُلحا، فقرا و شعرا سے صحبت رہتی تھی، اور رات میں سادات و مشائخین سے۔

ہمت و استقلال بارہا آپ اپنی مہمات سے بھری ہوئی زندگی میں طرح طرح کی مصیبتوں اور مایوسیوں میں گھر گئے ہیں، مگر کبھی ہمت و استقلال کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ہمیشہ بڑی سی بڑی مشکلات و موانعات پر غالب آجاتے، اور کامیابی آپ کا ساتھ دیتی تھی۔

تاج و تختِ مغلیہ سے وفاداری یہ آپ کا عدیم النظیر وفادارانہ ایثار ہی تھا کہ آپ نے باوجود نادر شاہ کی خواہش کے تاج و تختِ مغلیہ کے پیش کش کو ٹھکرا دیا، ورنہ اس کے ساتھ اگر غداری ہی کرنا مقصود ہوتا تو صرف خطۂ دکن پر اکتفا کرنے کی

---

[1] تاریخ ریاست حیدرآباد صفحہ ۱۷۶۔ حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۱۶۹۔

کیا ضرورت تھی با آسانی ساری مغلیہ سلطنت پر قبضہ جما لیتے۔ آپ کو خاندان تیموریہ وسلطنت مغلیہ کے ساتھ جو ناقابل بیان عقیدت ومحبت اور وفاداری وخیرخواہی تھی، اور جن ناگزیر حالات کے تحت آپ نے ملک دکن پر قبضہ کیا تھا، ہم نے پیشتر ان سب باتوں پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالی ہے۔ اب یہاں ان کو دُہرانے کی چنداں ضرورت پائی نہیں جاتی۔

اولاد واقربا سے سلوک | آپ اپنی اولاد کو نہایت عزیز رکھتے تھے، اس کا ثبوت صرف اس واقعہ سے مل سکتا ہے کہ جس زمانے میں نواب ناصر جنگ کو چیچک نکلی تھی تو محل والوں نے آپ کو اپنے دامن میں گدھے کو دانہ کھلانے کا ٹوٹکا بتلایا تھا۔ آپ نے محض صاحبزادے کی محبت میں اس مکروہ کام کو بھی انجام دیا۔ اور پھر بارگاہِ ایزدی میں اس کی صحت وسلامتی کے لئے نہایت عجز والحاح کے ساتھ دُعا بھی کی۔ یہی وہ صاحبزادے تھے جنہوں نے حکومت کی طمع میں خودغرضوں کا کہا مان کر اپنے بوڑھے شفیق باپ سے بغاوت اور جنگ کی تھی، مگر جب مہربان باپ نے باغی ونافرمان بیٹے کو مغلوب کرلیا تو اس کو سخت سزا نہ دی، اور آخر میں ازدیادِ محبت کے سبب اس کا ناقابل معافی جرم معاف کردیا۔

اولاد تو اولاد آپ اپنے اقربا کو بھی بہت عزیز رکھتے اور ان کے ساتھ نہایت مہربانی وعزت کا سلوک کرتے تھے۔ آپ کے پھوپھا عضد الدولہ بہادر اکثر اوقات خلافِ منشا کام کرجاتے تھے، مگر آپ قرابت کا لحاظ کرکے ان کو کچھ نہ کہتے تھے۔ عموماً آپ اقربا کو عمدہ عمدہ تعلقات پر مامور کرتے اور فرماتے

تھے کہ "اوّل خویش بعدہٗ درویش"۔ جب وہ اپنے تعلقات کو رخصت ہونے لگتے تو انہیں خاص طور پر ہدایت کرتے کہ "کاری کنید کہ شرمندۂ خدا و خلق نباشید"[1]

ظرافت و تفنّن | متانت و سنجیدگی کے ساتھ آپ کے مزاج میں ایک حد تک ظرافت و تفنّن کا مادہ بھی تھا جس سے کبھی کبھی خاص قسم کی مجلس میں دل بہلا لیا کرتے تھے۔

تہور خاں بہادر خویشگی کو بڑا تقرب حاصل تھا۔ ایک دن وہ خلوت سے اٹھ کر استنجا کے لئے باہر جانے لگے۔ آپ نے میاں مقبول قلمدان بردار کو حکم دیا کہ "دیکھو! تہور خاں یہاں سے جا کر کیا کرتے ہیں؟" اس پر خادم بھی تہور خاں کے پیچھے پیچھے چلا، اور تھوڑی دیر بعد حاضر ہو کر خدمت میں عرض کی کہ "وہ استنجا سے فارغ ہونے کے بعد ڈیوڑھی خلوت کے سامنے زین پوش بچھا کر حقّہ کا شوق کرتے ہیں"۔ تہور خاں کے واپس آنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ "مسلمان بلاشبہ بہشت میں جائیں گے، مگر ان میں جو لوگ حقہ نوش کیا کرتے ہیں وہ ضرور آگ کے محتاج ہوں گے، اور بہشت میں تو آگ ہوتی ہی نہیں، لہٰذا ان لوگوں کو آگ لینے کے لئے دوزخ میں جانا پڑے گا"۔ خان مذکور مزاج دان و حاضر جواب تھا، فوراً عرض کی کہ "ان لوگوں کو اس کی چنداں فکر کرنی نہیں پڑے گی، کیونکہ حضور کے تھوسے کے لئے جو انگیٹھی لائی جائے گی اس سے ان کی حاجت بخوبی رفع ہو سکے گی"[2]

---

[1] رسالہ دربار آصفیہ صفحہ ۵۳۔ [2] مآثر نظامی (مطلب خیز ترجمہ)

ذوق تعمیرات | آپ کو تعمیرات سے بھی خاص لگاؤ تھا، مگر ملکی و جنگی مہمات سے اتنی فرصت کب ملتی تھی کہ اس طرف خاطر خواہ توجہ کر سکتے۔ تاہم جب کبھی موقع ملا تو اس طرف سے غفلت نہیں برتی، اپنے عہد میں حسب ذیل عمارتیں تعمیر کروائیں:۔

۱۔ بُرہان پور کی شہر پناہ، جس کی تعمیر ۱۱۴۱ھ میں شروع اور ایک عرصہ دراز کے بعد ختم ہوئی۔

۲۔ نظام آباد کی آبادی کی بنا اور وہاں کی عمارتیں، مسجد، کاروان سرائے دولت خانہ و پل۔ اس آبادی کی بنا ۱۱۴۱ھ میں پڑی۔ مادۂ تاریخ رَبِّ اجْعَل ہٰذَا بَلَدًا آمِنًا ہے۔

۳۔ شہر پناہ حیدر آباد کی تکمیل، جس کی تعمیر کا آغاز سابقہ عہد میں ہو چکا تھا۔

۴۔ نہر ہرسُول (واقع اورنگ آباد) کی ترمیم جو مدت سے شکستہ و خراب حالت میں پڑی ہوئی تھی۔

۵۔ شہر اورنگ آباد میں نو کھنڈہ وغیرہ عمارتیں۔

ان کے علاوہ عمارات خلوت، مُبارک، خواب گاہ، دیوان عام، جلو خانہ و دولت خانہ حیدر آباد بھی آپ ہی کے عہد میں تیار ہوئیں[1]۔

دربار و حکومت آصفیہ کے ضوابط | لالہ منسا رام منشی کار صدارت نے اپنی تصنیف "رسالہ دربار آصفیہ" میں نواب مغفرت مآب کے دربار و حکومت سے متعلق

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۴۲، خزانہ عامرہ صفحہ ۴۸، گلزار آصفیہ صفحہ ۱۷، حدیقۃ العالم جلد دوم صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰۔

جو ضوابط تحریر کئے ہیں ان میں سے بعض ضوابط ناظرین کے استفادہ کے لئے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں :-

۱- ہیچ کس در دیوان خانہ عالی بجز دستخط شدن فرد اسم نویسی بار نمی یافت ، چون فرد مشں بقید تاریخ و واسطۂ ملازمت بدفتر مشرف دیوان خانہ و پروانگی آمدن بمردۂ چوبداران رسید بازاو را تامدۃ العمر در دیوان خانہ ہیچ وجہ مزاحمت نیست۔

۲- صاحب دستارے کہ بندش دستار او خلاف ضابطہ یعنی دو حصہ بود و رنگ آں سرخ یا خام باشد زینہار در دیوان خانہ بار نمی یافت۔

۳- اوّل مشرف دیوان خانہ تعلیم پوشاک دادہ فرد اسم نویسی می نوشت ، چہ اگر دستار بی سر رشتہ میداشت حکم میکرد کہ موافق ضابطہ سرکار بندش نماید و دامن جامہ غلطان بر فرش و چولی بر سینہ و گریبان تنگ نباشد۔

۴- کسی بدون یراق وبستن کمر در دربار نمی آمد و نیز تقید بود کہ دوپٹہ و شال بر بر یا دوش بگذارد ، و در سواری اکثر امرا قبائی خورد بطور دستگی از سقرلاط ترتیب دادہ بر سر می بستند۔

۵- جواہر پوشی امرا مخصوص بروز عید بود ، آنہم بقدر حال ، نہ آنکہ تمام مرغ زرین شوند۔

۶- اصلاح بروت غیر شرع نمی کردند ، و پیر با وصف احتیاج عصا در دست گرفتہ بدربار نیاید مگر ڈھوپ۔

۷- ہر کسی را در خلوت می گذاشتند ، سلاح ازو ..... می گرفتند و ہنگام روانگی او بخانہ حوالہ می کردند ، و از سلاح مردمانیکہ ہمیشہ بار یاب خلوت بود تعرض نبود۔

۸- دربار گاہ خاص و عام و دیوان خانہ بیرونی ہیچ کس بے سلاح حاضر نمی شد۔

۹- ہیچ سپاہی سپر و شمشیر یا تیر و کمان بدست خدمت گار ندہد باخود دارد۔

۱۰- با ہر کدام یک خدمت گار جہت نگاہبانی پاپوش یا صراحی یا بستہ کاغذ در خلوت گاہ می گذاشتند۔

۱۱- بستہ و قلمدان مشرفان و متصدیان بدست خدمت گاران می دادند بخشیان و پیشکاران دستگی افراد روبکار در جیب خود میداشتند۔

۱۲- انچل کمربند دوتا تا زانو آویزان می کردند تا اگر از حضور چیزی مرحمت شود در انچل گرفتہ با کنار بند ساختہ بآداب گاہ روند۔

۱۳- ہیچ کس جامہ و نیمہ بدون جیب یعنی کیسہ ندارد، و در موسم گرما و سرما ہنگام دربار و سواری اکثر ڈگلہ می پوشیدند، و در پائے اہل اسلام موزہ و ہنود ازار چوڑی دار میداشتند۔

۱۴- سپاہی اسپ خود بدون حکم رنگ نہ کند۔

۱۵- بجز جمعدار صد سوار پالکی و نقارہ شتری ندارد، گماشتہائے ساہوکاران بہ بہل ہائے چہتری چوکس سوار شوند و بہل ہائے بنگلہ دار مخصوص متصدی پیشکاران باشد و برات پیشکاران و دیوانیان عمدہ سوار شوند، و سائبان رات را جہالر نہ بندند۔

۱۶- بیماران و ضعیفان (بہ) میانہ و دولی سوار باشند، بر پالکی بدون حکم سواری نکنند۔

۱۷- رقص زنان رقاصہ در خانہائے امرا و ساہوکاران و متصدیان بدون تقریب عید و شادی نشدہ باشد و از داروغۂ بدعت پروانگی خواہند، و جز این معنی داروغۂ ہرکارہ قلم بند نمودہ در حضور گذراند۔

۱۸- ہرکارہ ہا بواسطۂ تانک باگوش خود بدولت رسیدہ اخبار عرض کنند۔

۱۹- در خلوت سوائے پنج شش کس خاص کسی را پروانگی نمی باشد، و نوبت بہ نوبت

حاضر می آمدند، و جلسه بار عام زیاده از چهار گھڑی و کمتر از دو گھڑی نمی کشید، و چون وقت بر خاست قریب می رسید، چوبداران بانگ می زدند که بر خاست دربار قریب است، هر چه عرض کردنی باشد، بکنند و رخصت بشوند۔

۲۰۔ ہنگام دستخط منیب و پیشکار باتفاق بوده کواغذ می گذرانیدند، و سررشته داران تمام در کچهری می ماندند که اگر پیشکاری را در امری تامل شود از سررشته دار دریافته عرض نماید۔

۲۱۔ اوّل کاغذ خیرات که تعلق بصدارت داشت و این خدمت را احقر النّاس (لاله منسارام) سرانجام می داد، بدستخط می رسید، بعد از ان کاغذ دیوان دکن، و از آن بعد کاغذ بخشی الممالک، از آن بعد کاغذ تیرتش وغیره۔

۲۲۔ کسی واکه از حضور تغیری کردند، پیش از دربار چوبدار حکم باو می رسانید که شما امروز بدربار حاضر نشوند، و ازین حکم تغیری دریافت می گردید، و منصوب را خلعت روبروئے معزول نمی دادند تا انفعال تغیری رو ندہد۔

۲۳۔ مثل دعاگویان خیرات طلب هر روز اوّل در دربار بنظر مبارک می گذشت، و بقدر احتیاج هر کدام برائے کتخدائی صبیه و حج روی و تحصیل علم نقدی عنایت می شود کمتر دربار بود که سی چهل هزار روپیه بارباب استحقاق سوائے دستخط یومیه و انعام مرحمت نمی شد۔

۲۴۔ جمیع رساله داران نوبت به نوبت عرض خود میکردند۔

۲۵۔ پوره دار هر پوره شب گشت بذات خود کرده باشد و خبر خانه بخانه در چبوتره کوتوالی خاکروبان شهر هر شام رساند و نقل آن اخبار نویس گرفته انتخاب زده

باخبار اطراف که زبانی ہرکارہ ہا و از و ہر جا از ہرکارہ ہائے ناکہ شہر دریافتہ بطور لفافہ بمہر خود در حضور فرستند، و بر دروازہ ہائی شہر ہیچ کسی را از سوار و پیادہ مزاحمت نباشد و صاحب جمعیت پیشتر عرض کردہ باستصواب وکیل خود بیاید و برائے استقبال و موافق مرتبہ شخصی از حضور تجویز می شد تا پیشوا رفتہ بہ ملازمت میرساند۔

۲۶۔ ضابطہ سرکار بود کہ ہرگاہ سوداگری یک جا محصول دادہ کاغذ آن حاصل کردہ جابجا از و مزاحم محصول نمی شدند و تا سال تمام اگر مال در شہر فروختہ نمی شد، جائے دیگر از بیجامی بر نصف محصول گرفتہ می گذاشتند، می فرمودند تمام ممالک محروسہ بادشاہی است، چون یک جا محصول دادہ ہمہ جا در عمل شاہی ساقط الذمہ شد، جابجا محصول گرفتن کفران جناب خداوندیست، و نیز سوداگر عاجز شدہ دست از مال آوری می کشید و بر آن مال اضافہ قیمت برائے نفع و رفع مخارج مینماید و آن مال قیمت گران پیدا می کند و تصدیعی بغربا می شود۔

۲۷۔ بر چوکیات مزاحم از کسی نبود، اگر منصبداری یا صاحب شخصیت چیزی از بابت محصول با خود میداشت تعرض نمی کردند، و کلیتہً عدم تعرض اینکہ محصول یک جا می گرفتند تعرض جابجا بیجا میدانستند۔

۲۸۔ صاحبان دربار یکدیگر را رو بروئے خود بدولت سلام نمی کردند، و بر ملاقات درباری اکتفا کردہ بخانہ یکدیگر بی تقریب شادی و غمی و عیدین نمی رفتند۔

۲۹۔ عامل معزول بدون ادائی محاسبہ ملازمت نمی کرد، عقب کچہری فرود می آمد و با متصدیان دیوانی رجوع شدہ محاسبہ دادہ فارغخطی بمہر دیوان حاصل کردہ

باستصواب او ملازمت کردہ بکار دیگر سرفرازی شد، و زیادہ از سہ سال تعلقہ بر او مسلم نمی ماند۔

۳۰۔ وکالت پیشہ ہا در کچہری حاضر می ماندند، و بروقت گذرانیدن عرائض موکلان روبرو آمدہ میگذرانیدند، و چہار وکیل عمدہ ہر گاہ قصد حضوری کردند، اول معرفت دیوان عرض کنانیدہ موافق حکم حاضر می شدند۔

۳۱۔ چوبداران و قوالان و اہل طرب را تاکید بود کہ شمشیر در دست ندارند، چوب در دست ایشان باشد، و قوالان سازہائے خود با خود دارند، و بہ پالکی و فیل این مردم را اصلا پروانگی سواری نبود۔

۳۲۔ داروغۂ فیل خانہ فیل بجز پروانگی حضور در شادی ہم نمی داد، چہ جائے وقتِ دیگر۔

۳۳۔ نرخ غلات ہر ہفتہ نرخ نویس قرار دادہ چودہریان را تاکید کردہ بحضوری گذرانید و ہرکارہ اخبار واقعی می رسانید، اگر تفاوت در وزن یا فروخت ملاحظہ می شد یکروزہ و نرخ نویس تاکید میرفت یا چودہری را خر سوار می کردند، و تاراجی دکان او بعمل می آمد۔

۳۴۔ ضابطہ بود در حضور نواب عالیجناب کسی را بہ لفظ نواب یاد نمی کردند بلکہ در خطوط یکدیگر را نمی نوشتند، عمدہ ترین آن دو رخان صاحب و رائے صاحب بودند، و باقی ہا بلفظ میر و مرزا و لالہ و مل زبان زد عالم بودند۔

۳۵۔ تاکید بود کہ مردم ہنود در رسم ایام نشاط خود مثل ہولی و دیوالی و اہل اسلام رسم عید و محرم زیادہ از سہ روز نکنند، و محفلی اگر در خانہا طول دہند مزاحم نمی شدند، خرابات خانہ و مال زادی ہا را حکم بود کہ بیرون شہر باشند و اگر کسی از آنجا مست ہزیان گو از دروازہ شہر در شہر آید، آمدن ندہند، مگر خانہ ہائے طوائف رقاصہ در شہر باشند، آنہم بر سر راستہ فرود نیایند

۳۶۔ زر تحصیل ملک بعنوان ہنڈویات اکثر میر سید، وکوتوال را تاکید بود کہ در شہر آدم اجنبی را در نظر داشتہ فرود آرد و از جمیع اہل حرفہ ضامن گرفتہ جا دہد و آنکہ اعتبار و ضامنی ندارد، بیرون شہر فرود آید، و اگر احیاناً دزدی شود، سراغ بہم رساندہ والا نشان کند۔

۳۷۔ جاگیر از سرکار کمتر اشخاص را می شد، و بدون ضابطہ منصب و سیاہہ بخشی و تنخواہ دیوان بادشاہی یکو جب زمین میسر نمی آمد تا بہ دیہات چہ پرگنہ چہ رسد، ہمہ ہا در خالصہ شریفہ وعمال حضور و تحصیلدار و امین و وقایع نگار وغیرہ تعلقدار مقرر بودند و زر دیہات بہ پرگنہ و از پرگنہ در سرکار و از سرکار در صوبہ میر سید، می فرمودند قلعجات دکن مخصوص برائے نگہداشت خزانہ اطراف و گذاشت ناموس در وقت صعب وحفاظت مواشی دیہات است، معاذ اللہ رئیس در آن وطن سازد گویا از جمیع ریاست دست برداشتہ قلعہ نشین است۔

۳۸۔ منصبداران نقدی می یافتند و تنخواہ ماہ بماہی بے تغلب و تصرف متصدی باینہا می رسید، وکیل جا بجا میرسانید، احتیاج خدمت گار با طلب منصبدار نمی شد۔

۳۹۔ برائے آبادی مسجد و بانگ وصلوٰۃ تاکید صدر و قاضی و محتسب بیش از بیش بود، در مکانہائے اوقاف مردم خانہ کمتر می بودند، و آنانکہ کرایہ میدادند داخل تعلقہ بیت المال شدہ بمساکین و غربا بطور بوغرہ وغیرہ می رسید۔

۴۰۔ وکالت پیشہ اگر برہمن باشد مضایقہ نبود، از ارباب دفتر بجز کایستہ و کہتری نبود، و قوم بائنیہ مودی گری کند مناسب است۔

۴۱۔ در مجالس عرس وغیرہ راگ قوالان و بھانڈان و کشمیریان و مولود باشد، و از ینہا تعرض کمتر بود، می فرمودند این گروہ مقبولان اولیا اند۔

۴۲- در خواصی بجز چهار کس دیگر را نمی پسندیدند، یکے دیوان خانه، دوم منشی، سوم داروغه هرکاره، چهارم عرض بیگی، و اینها هر چهار تن جامع الکمال انتخاب کرده میداشتند ......
اعتماد نواب بر اظهار هرکاره هائے معتمد بود، و بداروغه هرکاره تاکید جهت نقشه و کیفیت هر دیهه همیشه می کردند۔

۴۳- یک کس را دو تعلقه نمی دادند و میفرمودند که روئے زمین حصه هرکدام است و آسیا بنوبت میگردد و از تقسیم تعلقه مردم بسیار روزی می یابند، و توسیع رزق می شود

۴۴- کوچ لشکر زیاده از چهار پنج کروه نمی شد و بعد یک کوچ دو مقام و بکار جلدی دو کوچ یک مقام بعمل می آمد، و میر اهتمامان هر سه طرف یعنی هراولے و میمنه و میسره تاکید بلیغ بود که نقصان رعایا از بیرکاه نشود و زیاده از معمول مقرری نستانند و نذر سواری وغیره که الحال قرار یافته است، هیچ نبود۔

۴۵- بر دیسپانڈیه ها تاکید موازنه هر زمین همیشه بود و سال بسال نسخه از دیهات با تشخیص جمعبندی و واصل باقی بمهر قاضی و وقایع نگار بدفتر دیوان بادشاهی میرسید و بحکم صدر حضور هم بر زمینداران جهت دریافت اراضی خارج جمع نافذ بود و صدور بلاد بقدر صد بیگه اراضی در تنخواه آن اختیار داشتند و زیاده را بر حکم حضور منحصر می گذاشتند و برائے عوضی و تبدیل و تغیر اہل خدمات شرعیه و انعام مختار بودند۔

۴۶- در شهر هائے عمده مثل اورنگ آباد و برهان پور اخبار نویس و واقعه نگار و سوانح نگار و خفیه نویس و نائب داروغه هرکاره متعدد بودند و چهاؤنی لشکر نوبت به نوبت در جا ها سے مختلف می شد و سفر گاهی از هشت ماه زیاده نمی شد و بر مقیم چهاؤنی توقف یک لمحه در مراجعت روا نمی داشتند۔

۴۷۔ معمول بود قاضی بلدہ بر فتوائے مفتی حکم کردہ باشد و قضات پرگنات در مقدمۂ مشکل از قاضی بلدہ روایت خواہند و کوتوال فرمان بردار قاضی باشد و قید و خلاص مجرم بر حکم قاضی بود و سوائے تعطیلین محکمہ و حکم شرع بر ناظم و کوتوال بلکہ بر خود بدولت جاری می شد و وکیل ہر کدام حتی وکیل بادشاہ حاضر در محکمہ ماند۔

۴۸۔ فراشان و چوبداران و خدمتگاران حضور را عرض بیگی تاکید می کرد کہ برائے عیدی بخانۂ کسی نرفتہ باشند، و می فرمودند "نوکر ما کہ بتقریب عید گدائی کنند، او را از نوکری جواب است"۔

۴۹۔ آداب سلطانی ہیچ وقت فوت نمی کردند، چون فرمان صادر می شد در فرمان باڑی رفتہ بآداب تمام می گرفتند، و دیوان بادشاہی آن را می گذرانید، فرمان از دست دیوان گرفتہ آداب بجا آوردہ بر سر داشتہ بدولتخانہ مراجعت می کردند و تمام خلق شہر فرمان را بر سر نواب ملاحظہ می کردند، و اخبار نویس و ہرکارہ بادشاہی کیفیت را بحضور بادشاہ می نوشتند و برائے خطبۂ عیدین در عیدگاہ بحاکم ہر پرگنہ و قاضی آنجا تاکید شدید بود و خود بجلوس سوار شدہ دوگانہ می خواندند و می فرمودند رونق اسلام درین است و نذر عید از حضور باشخاص مخصوص گرفتہ باقی ہا را می فرمودند بچودہری پان بدہند و نذر معاف است، و نبالہ عیدین زیادہ از سہ روز نمی کشید و مبارک سلامت اہل دربار ہمین قدر بود و بس و بخانہائے یکدیگر بازدید داشتند و خود بدولت بتقریب عید بخانہ اکثر مشائخ می رفتند۔

۵۰۔ در ہفتہ دو روز تعطیل بود سہ شنبہ و جمعہ و باقی روزہا مردم بعد برآمدن یکپاس از روز در دیوانخانہ حاضر آمدہ بر عمل دوپہر بخانہ می رفتند و آخر روز اشخاص مخصوص بحضور

می آمدند، می فرمودند دربار شب محمود نیست، و مشاوره شبانه دیدم فروغ نمی کند جعل اللیل لباسا و جعل النهار معاشا۔

۵۱۔ چہرۂ منصبدار براسپ مادیان کمتر دستخط می شد، و نقیب مادیان سوار را در سواری دخل نمی داد، کسی بحکم بر عماری و پالکی نمی نشست، و مورچھل بجز صاحبزادہ ہا و اقربا بدیگران کمتر می شد، و چو نری پر طاؤس بے پروانگی کسی نمی داشت، و آفتابی را مزاحمت نبود، ہر سپاہی یا کہ جمعداری خواہد بسازد۔

۵۲۔ خیمہ ہائے دفاتر بادشاہی کہ عبارت از دیوان دکن و بخشی دکن و میر آتش است سرخ از کہاروہ استادہ می شدند و لال کچہری نام داشت، و اوایل کاغذ این دفتر ہم سرخ بود و اسم نویسی منصبداران بر کاغذ سرخ و افشانی می نوشتند و این ہمہ کچہریہا متصل با کارخانجات خود فرود می آمدند تنخواہ جاگیر ہر کدام موافق ضابطہ بادشاہی و منصب بخشی بر تجویز دیوان دکن بود و زمینداران را بابت دیسکھی و دیسپانڈیہ گری وغیرہ رجوع در لال کچہری بود و عزل و نصب اینہا تعلق بایشان داشت۔

۵۳۔ ہر دفتر دفتر بند با مامور بودہ کشاد و بست می کردند و احدی کاغذ بخانہ نمی برد و کچہری در خانہ نمی کرد، و اہل مطالب را سروکار در دربار بود و بس۔

۵۴۔ در جلو خانہ رکاب در خلوت خزانہ زر سفید و در محل خزانہ زر سرخ و جواہر بقدر مناسب داشتہ باقی تحویل اہلکار خانہ می شد، و تحصیل دیہات در پرگنہ می رسید و از پرگنہ در سرکار می آمد و آنجا جمع می شد و در جمیع بلاد خزانہ سرکار و کارخانہ سرکار علیحدہ می ماند، تعلقداران ہر جا جمع و خرچ ماہ بماہ سال بسال بدفتر حضور میرسانیدند۔



ضمیمہ

مناصب مغلیہ

کتاب ہذا میں جگہ جگہ مناصب مغلیہ کا ذکر آیا ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نسبت ناظرین کو ضروری واقفیت بہم پہنچادی جائے تاکہ ان کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

اکبری دور میں امرا و اعیان سلطنت کو پنجہزاری تک منصب سرفراز ہوتا تھا اور پنجہزاری سے اوپر کے مناصب صرف شاہی خاندان کے ارکین کیلئے مختص تھے مگر بعد کے ادوار میں مناصب کا یہ امتیاز باقی نہ رہا، اور امرائے عظام کو بھی پنجہزاری سے اعلیٰ مناصب مرحمت ہونے لگے۔ خود نواب مغفرت مآب نے اپنے خود مختار دور حکومت میں امرا کو ہفت ہزاری تک بھی منصب عنایت کیا ہے۔

عہدِ مغلیہ میں عام طور پر دہ باشی (دس سوار کا افسر) سے ہفت ہزاری تک منصبدار ہوتے تھے، تنخواہ منصب کے لحاظ سے مقرر تھی، ہر منصبدار کو اپنے منصب کے انداز سے گھوڑے، ہاتھی، اونٹ، خچر اور چھکڑے مقررہ تعداد کے موافق اپنے پاس رکھنا لازمی تھے۔ فوج کی تنخواہ جو اس کو رکھنی پڑتی تھی، سرکار شاہی سے علحدہ ملتی تھی، چارپائی کا نصف خرچ خزانہ شاہی سے ملتا تھا۔ سوار کی تنخواہ بہ لحاظ قسم گھوڑا ۲۰ سے ۳۰ تک تھی، اور پیادے لے سے ۲۰ تک تنخواہ

پاتے تھے۔[1]

آئین اکبری میں دہ باشی سے دہ ہزاری تک مناصب کی ایک فہرست بھی پائی جاتی ہے، جس میں ہر منصب کے محاذی، تنخواہ اور اس کے دیگر لوازمات کی صراحت موجود ہے۔ ہم اس فہرست کو ذیل میں پیش کرتے ہیں:۔

(فہرست مناصب صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)



[1] امرائے ہنود صفحہ ۳۸۲۔

مناصب	اسپ: عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	جنگله	فیل: شیرگیر	ساده	منجهوله	کرهه	پهندرکیه	باربردار: شتر	گاو	ارابه	تنخواه ماهانه: درجه اول	درجه دوم	درجه سوم
ده هزاری	۶۸	۶۸	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶	۴۰	۶۰	۴۰	۴۰	۲۰	۱۶۰	۴۰	۳۲۰	۶۰۰۰۰ روپیه	.	.
هشت هزاری	۵۴	۵۴	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۳۵	۵۰	۳۶	۳۴	۱۵	۱۳۰	۳۴	۲۶۰	۵۰۰۰۰ ″	.	.
هفت هزاری	۴۹	۴۹	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۳۰	۴۲	۲۹	۲۷	۱۲	۱۱۰	۲۷	۲۲۰	۴۵۰۰۰ ″	.	.
پنجهزاری	۳۴	۳۴	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۲۰	۳۰	۲۰	۲۰	۱۰	۸۰	۲۰	۱۶۰	۳۰۰۰۰ ″	۲۹۰۰۰ روپیه	۲۸۰۰۰ روپیه
چهارهزار و نهصدی	۳۳	۳۳	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۲۰	۳۰	۱۹	۱۹	۱۰	۷۷	۱۹ و ۴	۱۵۷	۲۷۶۰۰ ″	۲۷۴۰۰ ″	۲۷۳۰۰ ″
چهارهزار و هشتصدی	۳۲	۳۲	۶۶	۶۶	۶۵	۶۵	۲۰	۲۹	۱۹	۱۹	۹	۷۷	۱۹ و ۲	۱۵۲	۲۷۰۰۰ ″	۲۷۰۰۰ ″	۲۷۰۰۰ ″
چهارهزار و هفتصدی	۳۱	۳۱	۶۵	۶۵	۶۳	۶۳	۱۹	۲۹	۱۹	۱۸	۹	۷۵	۱۹ و ۱	۱۵۱	۲۶۸۰۰ ″	۲۶۶۰۰ ″	۲۶۵۰۰ ″
چهارهزار و ششصدی	۳۱	۳۱	۶۳	۶۳	۶۲	۶۲	۱۸	۲۸	۱۹	۱۸	۹	۷۴	۱۸ و ۴	۱۴۸	۲۶۳۰۰ ″	۲۶۲۰۰ ″	۲۶۱۰۰ ″
چهارهزار و پانصدی	۳۱	۳۰	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۱۸	۲۸	۱۹	۱۷	۸	۷۲+۳	۱۸ و ۳	۱۴۵	۲۶۰۰۰ ″	۲۵۸۰۰ ″	۲۵۷۰۰ ″
چهارهزار و چهارصدی	۳۰	۲۹	۶۰	۶۰	۵۹	۵۹	۱۸	۲۸	۱۹	۱۶	۷	۷۱	۱۸ و ۱	۱۴۲	۲۵۲۰۰ ″	۲۵۰۰۰ ″	۲۴۸۰۰ ″
چهارهزار و سه صدی	۲۹	۲۸	۵۹	۵۹	۵۸	۵۸	۱۷	۲۷	۱۹	۱۶	۷	۶۹+۳	۱۸	۱۳۹	۲۴۴۰۰ ″	۲۴۲۰۰ ″	۲۴۰۰۰ ″

مناصب	اسپ						فیل					باربردار			(تنخواه) ماهانه		
	عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	جنگله	شیرگیر	ساده	منجهوله	کرهه	پهندرکیه	شتر	گاو	ارابه	درجه اول	درجه دوم	درجه سوم
چهار هزار و دو صدی	۲۸	۲۷	۵۸	۵۸	۵۷	۵۶	۱۶	۲۶	۱۹	۱۶	۷	۶۸	۱۷و۳	۱۳۶	۲۳۶۰۰ روپیه	۲۳۴۰۰ روپیه	۲۳۲۰۰ روپیه
چهار هزار و یک صدی	۲۷	۲۷	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۱۶	۲۶	۱۸	۱۶	۶	۶۸	۱۷و۲	۱۳۳	۲۲۸۰۰ ″	۲۲۴۰۰ ″	۲۲۲۰۰ ″
چهار هزاری	۲۷	۲۷	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۱۶	۲۵	۱۸	۱۵	۶	۶۵	۱۷	۱۳۰	۲۲۰۰۰ ″	۲۱۸۰۰ ″	۲۱۶۰۰ ″
سه هزار و نه صدی	۲۶	۲۶	۵۳	۵۳	۵۲	۵۲	۱۶	۲۴	۱۸	۱۵	۶	۶۳و۳	۱۶و۴	۱۲۷	۲۱۴۰۰ ″	۲۱۲۰۰ ″	۲۱۱۰۰ ″
سه هزار و هشت صدی	۲۶	۲۶	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۱۶	۲۳	۱۸	۱۵	۶	۶۲	۱۶و۲	۱۲۴	۲۰۸۰۰ ″	۲۰۶۰۰ ″	۲۰۵۰۰ ″
سه هزار و هفت صدی	۲۵	۲۵	۵۰	۵۰	۵۰	۴۹	۱۶	۲۳	۱۷	۱۵	۶	۶۰و۳	۱۶و۱	۱۲۱	۲۰۲۰۰ ″	۲۰۰۰۰ ″	۱۹۹۰۰ ″
سه هزار و شش صدی	۲۵	۲۵	۴۹	۴۸	۴۸	۴۷	۱۶	۲۳	۱۷	۱۴	۶	۵۹	۱۵و۴	۱۱۸	۱۹۶۰۰ ″	۱۹۴۰۰ ″	۱۹۳۰۰ ″
سه هزار و پانصدی	۲۴	۲۴	۴۷	۴۷	۴۷	۴۶	۱۶	۲۳	۱۷	۱۴	۵	۵۷و۳	۱۵و۳	۱۱۵	۱۹۰۰۰ ″	۱۸۸۰۰ ″	۱۸۷۰۰ ″
سه هزار و چهار صدی	۲۳	۲۳	۴۶	۴۶	۴۶	۴۴	۱۶	۲۲	۱۷	۱۴	۵	۵۶	۱۵و۱	۱۱۲	۱۸۶۰۰ ″	۱۸۴۰۰ ″	۱۸۳۰۰ ″
سه هزار و سه صدی	۲۲	۲۲	۴۵	۴۵	۴۴	۴۳	۱۵	۲۲	۱۷	۱۴	۵	۵۴و۳	۱۵	۱۰۹	۱۸۲۰۰ ″	۱۸۱۰۰ ″	۱۷۹۰۰ ″
سه هزار و دو صدی	۲۱	۲۱	۴۴	۴۴	۴۲	۴۲	۱۵	۲۱	۱۷	۱۴	۵	۵۳	۱۴و۳	۱۰۶	۱۷۸۰۰ ″	۱۷۶۰۰ ″	۱۷۵۰۰ ″

مناصب	اسپ						فیل					باربرداری			(تنخواه) ماهانه		
	عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	جنگله	شیرگیر	ساده	منجهوله	کرهه	پهندکیه	شتر	گاو	عرابه	درجه اول	درجه دوم	درجه سوم
سه‌هزار و یک‌صدی	۲۰	۲۰	۴۳	۴۳	۴۱	۴۰	۱۵	۲۰	۱۷	۱۴	۵	۵۱ و ۳	۱۴ و ۲	۱۰۳	۱۷۴۰۰ روپیه	۱۷۲۰۰ روپیه	۱۷۱۰۰ روپیه
سه‌هزاری	۲۰	۲۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۱۵	۲۰	۱۶	۱۴	۵	۵۰	۱۴	۱۰۰	۱۷۰۰۰ 〃	۱۶۸۰۰ 〃	۱۶–۰۰ 〃
دوهزار و نه‌صدی	۱۹	۱۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۱۵	۱۹	۱۶	۱۳	۴	۴۸	۱۳ و ۱	۹۶	۱۶۴۰۰ 〃	۱۶۲۰۰ 〃	۱۶۱۰۰ 〃
دوهزار و هشت‌صدی	۱۸	۱۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۱۵	۱۸	۱۴	۱۲	۳	۴۶	۱۲ و ۲	۹۲	۱۵۸۰۰ 〃	۱۵۶۰۰ 〃	۱۵۵۰۰ 〃
دوهزار و هفت‌صدی	۱۷	۱۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۱۴	۱۷	۱۳	۱۱	۳	۴۴	۱۱ و ۳	۸۸	۱۵۲۰۰ 〃	۱۵۰۰۰ 〃	۱۴۹۰۰ 〃
دوهزار و ششصدی	۱۷	۱۷	۳۶	۳۶	۳۵	۳۵	۱۳	۱۵	۱۲	۱۱	۳	۴۲	۱۰ و ۴	۸۴	۱۴۶۰۰ 〃	۱۴۴۰۰ 〃	۱۴۳۰۰ 〃
دوهزار و پانصدی	۱۷	۱۷	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۱۲	۱۴	۱۲	۱۰	۲	۴۰	۱۰	۸۰	۱۴۰۰۰ 〃	۱۳۸۰۰ 〃	۱۳۷۰۰ 〃
دوهزار و چهارصدی	۱۷	۱۷	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۱۲	۱۳	۱۱	۱۰	۲	۳۸	۹ و ۲	۷۶	۱۳۶۰۰ 〃	۱۳۴۰۰ 〃	۱۳۳۰۰ 〃
دوهزار و سه‌صدی	۱۶	۱۶	۳۳	۳۳	۳۲	۳۲	۱۲	۱۲	۱۰	۱۰	۲	۳۶	۸ و ۴	۷۲	۱۳۲۰۰ 〃	۱۳۰۰۰ 〃	۱۲۹۰۰ 〃
دوهزار و دوصدی	۱۶	۱۶	۳۲	۳۲	۳۱	۳۱	۱۱	۱۲	۹	۱۰	۲	۳۴	۸ و ۱	۶۸	۱۲۸۰۰ 〃	۱۲۶۰۰ 〃	۱۲۵۰۰ 〃
دوهزار و یک‌صدی	۱۵	۱۵	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۱۰	۱۲	۹	۹	۲	۳۲	۷ و ۳	۶۴	۱۲۴۰۰ 〃	۱۲۲۰۰ 〃	۱۲۱۰۰ 〃

مناصب	اسپ						فیل					باربردار			(تنخواہ) ماہانہ		
	عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	جنگلہ	شیرگیر	سادہ	منجھولہ	کرہ	پھندرکیہ	شتر	گاڑی	خچر	درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم
دوہزاری	۱۵	۱۵	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۰	۱۲	۹	۷	۲	۳۰	۷	۶۰	۱۲۰۰۰ روپیہ	۱۱۹۰۰ روپیہ	۱۱۸۰۰ روپیہ
ہزار و نہ صدی	۱۴	۱۴	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۱۰	۱۲	۹	۷	۲	۲۸ و ۴	۶ و ۲	۵۸	۱۱۷۰۰ 〃	۱۱۶۰۰ 〃	۱۱۵۰۰ 〃
ہزار و ہشت صدی	۱۴	۱۳	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۱۰	۱۱	۹	۷	۲	۲۷ و ۳	۶ و ۱	۵۶	۱۱۴۰۰ 〃	۱۱۳۵۰ 〃	۱۱۳۰۰ 〃
ہزار و ہفت صدی	۱۴	۱۳	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۹	۱۱	۹	۷	۲	۲۶ و ۲	۵ و ۴	۵۴	۱۱۲۲۵ 〃	۱۱۰۰۰ 〃	۱۰۸۰۰ 〃
ہزار و شش صدی	۱۳	۱۳	۲۶	۲۶	۲۵	۲۵	۹	۱۰	۹	۷	۲	۲۵ و ۱	۵ و ۲	۵۲	۱۰۶۰۰ 〃	۱۰۴۰۰ 〃	۱۰۲۰۰ 〃
ہزار و پانصدی	۱۲	۱۲	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۸	۱۰	۸	۷	۲	۲۴	۵	۵۰	۱۰۰۰۰ 〃	۹۸۰۰ 〃	۹۷۰۰ 〃
ہزار و چہار صدی	۱۲	۱۲	۲۴	۲۴	۲۳	۲۳	۸	۱۰	۸	۷	۲	۲۳ و ۲	۴ و ۴	۴۹	۹۶۰۰ 〃	۹۴۰۰ 〃	۹۳۰۰ 〃
ہزار و سہ صدی	۱۲	۱۲	۲۳	۲۳	۲۳	۲۲	۸	۱۰	–	۷	۲	۲۳	۴ و ۳	۴۸	۹۲۰۰ 〃	۹۱۰۰ 〃	۹۰۵۰ 〃
ہزار و دو صدی	۱۱	۱۱	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۷	۹	۷	۷	۲	۲۲ و ۲	۴ و ۳	۴۶	۹۰۰۰ 〃	۸۹۰۰ 〃	۸۸۰۰ 〃
ہزار و یک صدی	۱۱	۱۱	۲۲	۲۲	۲۱	۲۱	۷	۹	۷	۷	۲	۲۲	۴ و ۲	۴۴	۸۷۰۰ 〃	۸۵۰۰ 〃	۸۴۰۰ 〃
ہزاری	۱۰	۱۰	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۷	۸	۶	۷	۲	۲۱	۴ و ۱	۴۲	۸۲۰۰ 〃	۸۱۰۰ 〃	۸۰۰۰ 〃

مناصب	اسپ						فیل					باربردار			تنخواه ماهانه		
	عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	جنگله	شیرگیر	ساده	منجوله	کرهه	پهندکیه	شتر	گاو	ارابه	درجه اول	درجه دوم	درجه سوم
نه‌صدی	۱۰	۱۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۷	۸	۶	۷	۲	۲۰	۴	۴۰	۷۷۰۰ روپیه	۷۴۰۰ روپیه	۷۱۰۰ روپیه
هشت صدی	۱۰	۹	۱۷	۱۷	۱۶	۱۳	۷	۸	۶	۵	۲	۱۷و۱۳	۳و۲	۳۴	″ ۵۰۰۰	″ ۴۷۰۰	″ ۴۴۰۰
هفت صدی	۶	۸	۱۳	۱۳	۱۴	۷	۴	۵	۵	۴	۱	۱۵و۲	۳	۲۷	″ ۴۲۰۰	″ ۴۰۰۰	″ ۳۸۰۰
شش صدی	۵	۷	۹	۹	۴	۴	۴	۳	۵	۲	۱	۱۴	۲و۲	۲۱	″ ۳۵۰۰	″ ۳۲۰۰	″ ۳۰۰۰
شش صدی	۴	۷	۸	۸	۴	۳	۴	۲	۲	۲	۱	۱۳	۲	۱۵	″ ۲۸۰۰	″ ۲۷۵۰	″ ۲۷۰۰
پانصدی	۴	۶	۸	۸	۴	۳	۳	۲	۲	۲	۱	۱۰	۰	۱۵	″ ۲۵۰۰	″ ۲۳۰۰	″ ۲۱۰۰
چهارصدی	۳	۴	۵	۶	۲	۰	۲	۲	۲	۲	۱	۵	۰	۱۲	″ ۲۰۰۰	″ ۱۷۵۱	″ ۱۵۰۰
سه صد و پنجاهی	۳	۴	۴	۴	۲	۰	۱	۱	۲	۲	۱	۴و۲	۰	۱۱	″ ۱۴۵۰	″ ۱۳۷۵	″ ۱۳۵۰
سه صدی	۳	۳	۳	۴	۲	۰	۱	۱	۲	۲	۱	۴	۰	۱۰	″ ۱۴۰۰	″ ۱۲۵۰	″ ۱۲۰۰
دوصد و پنجاهی	۳	۳	۳	۴	۲	۰	۱	۱	۲	۲	۰	۳و۲	۰	۸	″ ۱۱۵۰	″ ۱۱۰۰	″ ۱۰۰۰
دوصدی	۲	۳	۳	۳	۲	۰	۱	۱	۱	۲	۰	۳	۰	۷	″ ۹۷۵	″ ۹۵۰	″ ۹۰۰
یک صد و پنجاهی	۲	۳	۳	۳	۲	۰	۱	۱	۱	۲	۰	۲	۰	۶	″ ۸۷۵	″ ۸۵۰	″ ۸۰۰

مناصب	اسپ					فیل						باربردار			(تنخواه) ماهانه		
	عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	مست	شیرگیر	ساده	منجهوله	کرها	پهندرکیه	شتر	بهلیه	ارابه	درجه اول	درجه دوم	درجه سوم
صدوبست وپنجی	۲	۲	۲	۳	۲	۰	۰	۱	۱	۲	۰	۲و۱	۰	۵	۷۸۰ روپیه	۷۶۰ روپیه	۷۵۰ روپیه
صدوبیستی	۲	۲	۲	۳	۲	۰	۰	۱	۱	۲	۰	۲و۱	۰	۵	۷۴۵ ″	۷۴۰ ″	۷۳۰ ″
یوزباشی	۲	۲	۲	۲	۲	۰	۰	۱	۱	۱	۰	۲	۰	۵	۷۰۰ ″	۶۰۰ ″	۵۰۰ ″
چهاربیستی	۲	۱	۲	۲	۱	۱	۰	۰	۱	۲	۰	۲	-	۳	۴۱۰ ″	۳۸۰ ″	۳۵۰ ″
سه بیستی	۱	۱	۲	۲	۱	۱	۰	۰	۱	۱	۰	۱و۲	۰	۲	۳۰۱ ″	۲۸۵ ″	۲۷۰ ″
پنجاهی	۱	۱	۲	۲	۱	۱	۰	۰	۱	۱	۰	۱و۲	۰	۲	۲۵۰ ″	۲۴۰ ″	۲۳۰ ″
دوبیستی	۱	۲	۲	۱	۱	۱	۰	۱	۰	۰	۰	۱و۲	۰	۱	۲۲۳ ″	۲۰۰ ″	۱۸۵ ″
ترکش بند	۰	۱	۱	۲	۱	۱	۰	۰	۰	۱	۰	۱و۱	۰	۱	۱۷۵	۱۶۵ ″	۱۵۵ ″
بیستی	۰	۱	۱	۱	۲	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۱و۱	۰	۱	۱۳۵ ″	۱۲۵ ″	۱۱۵ ″
ده باشی	۰	۰	۲	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱۰۰ ″	۸۲½ ″	۵۷ ″
	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰

محالاتِ[1] جاگیر نواب نظام الملک آصفجاہ بہادر در ہندوستان

سنہ ۱۱۲۵ھ تا سنہ ۱۱۶۱ھ

۲۲ محال

پرگنہ فرید آباد — دار الخلافہ یک لک روپیہ	پرگنہ بلول — دار الخلافہ ۴ لک ۵۰۰۰۰ روپیہ
موضع کھانڈہ عملہ پرگنہ کہرکہوڑہ — دار الخلافہ ۸۰۰۰۰ روپیہ	پرگنہ داسنہ معہ غازی آباد — دار الخلافہ ۷ لک
پرگنہ سیانہ نصفی — دار الخلافہ یک لک ۵۰۰۰۰ روپیہ	رام پور و شاہ آباد سرکار سنبھل — دار الخلافہ دو محال ۳ لک
فوجداری چکلہ بریلی در ۸ سنہ — دار الخلافہ لک ۱۲۰۰۰ روپیہ	شاہجہان پور و گل کورو متصل بریلی — دار الخلافہ دو محال ۴ لک

[1] کتاب اسناد دفتر دیوانی و مال و ملکی سرکار عالی صفحہ (۱۵۱ و ۱۵۲)۔

پرگنہ کنانہ وتپھر وارہ لک ۲ محال ۳۵۰۰۰ روپیہ	دیہات پرگنہ شکرپور التمغا دارالخلافہ ۲۱م ۴۰۰۰۰ روپیہ
دیہات حویلی اکبرآباد التمغا ۹۰۰۰۰ روپیہ	تال گانو بہوگانو سرکار قنوج صوبہ اکبرآباد ۳ لک ۲ محال ۵۰۰۰۰ روپیہ
پرگنہ شکوہ آباد صوبہ اکبرآباد ۴ لک ۲۵۰۰۰ روپیہ	پرگنہ خواجہ آصف صوبہ اکبرآباد یک لک ۵۰۰۰۰ روپیہ
پرگنہ ونکور صوبہ اکبرآباد لک	پرگنہ وہنائے صوبہ اکبرآباد لکان ۵۰۰۰۰ روپیہ
پرگنہ کھوکھووال صوبہ دارالسلطنتہ لک	پرگنہ کہائے بلدہ صوبہ ملتان لک

کیفیت محالات جاگیر نواب نظام الملک آصفجاہ و نواب خان فیروز جنگ[1]

از صوبہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد وغیرہ

۲۹ محال

پرگنہ واسنہ وغازی آباد جاگیر والتمغا	پرگنہ ونکور
پرگنہ چیور	پرگنہ ونہاے
پرگنہ فریدآباد	پرگنہ بلول
پرگنہ شکوہ آباد	پرگنہ ہوگانوں
پرگنہ تال گانوں	پرگنہ مین پوری
پرگنہ حاجی پور	پرگنہ ونوار
پرگنہ کنانہ	پرگنہ پتھرواره

[1] کتاب اسناد و فرامین دیوانی و مال و ملکی سرکار عالی صفحہ (۱۵۳، ۱۵۴)۔

پرگنه کهاٹے بلده صوبه ملتان	پرگنه کهوکهووال صوبه پنجاب
چکله بریلی	پرگنه شاهجهان پور
پرگنه کانت گوله	پرگنه سیانه
پرگنه شنکرپور (۲۱)م التمغا (۴)موضع جاگیر (۱۷)موضع	دوازده موضع از حویلی و پرگنه پالم دار الخلافه عیوض دوازده هزار روپیه که نزد نواب فیروز جنگ گروی بوده عامل از سرکار میرفت ـ
پرگنه خواجه آصف در جاگیر فیروز جنگ	دیهات حویلی اکبرآباد التمغا یک لک (۸۰) هزار دام
پرگنه کانسے پور تعلقه جیپور سوائے عمل دخل راجه جے سنگه دست برداشته چیزی میدارد	پرگنه رامور و پرگنه شاه آباد در وجه پان بہا
موضع کهانده عمله پرگنه کهرکهوره یک موضع	کرایه حویلهائے و باغات تعلقه دار الخلافه (۵۵۰۰) روپیه سالتمام

گوشوارۂ آمدنی صوبجاتِ دکن

نواب مغفرت مآب کے انتقال کے وقت سلطنتِ آصفیہ کی عملداری میں وہ تمام دکنی ممالک جو شمال میں دریائے نربدا تک، جنوب میں رامیشورم تک، مشرق میں خلیج بنگالہ تک، اور مغرب میں کوکن تک پھیلے ہوئے تھے، داخل تھے۔ سابقہ ادوار کی طرح نواب مغفرت مآب کے دور میں بھی کُل مقبوضاتِ دکن چھ صوبوں (خجستہ بنیاد اورنگ آباد، خاندیس، برار، محمد آباد بیدر، دارالظفر بیجا پور، فرخندہ بنیاد حیدرآباد) میں منقسم تھے، اور ہر صوبہ متعدد سرکارات پر، اور ہر سرکار کئی محالات پر، اور ہر محال بیسیوں مواضعات پر مشتمل تھا۔ ان صوبوں اور ان کے متعلقہ سرکاروں وغیرہ سے متعلق ضروری تفصیلات بعض جغرافیائی و تاریخی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، جو نواب مغفرت مآب کے بعد تالیف ہوئی ہیں۔ ان میں سب سے پہلی کتاب "اخبار النوادر" (چتر گلشن یا چہار گلشن) ہے، جس کو رائے چتر من نے ۱۱۷۳ھ میں تالیف کیا ہے۔ اس کتاب میں کل چار فصلیں ہیں۔ ہر فصل "گلشن" سے تعبیر کی گئی ہے۔ گلشن دوم میں دکنی صوبوں کے حالات مذکور ہیں جو غالباً مرکزی حکومت مغلیہ کے دفتر سے اخذ کئے گئے ہیں۔ شروع میں چھ صوبوں کا مجموعی مگر مجمل ذکر ہے، بعد ازاں صوبہ واری حال قدرے تفصیل سے تحریر کیا گیا ہے۔ ہر صوبہ کے تحت اس کی آمدنی بھی ظاہر کی گئی ہے، مگر کہیں روپیوں میں اور کہیں داموں میں۔ اس لحاظ سے ان صوبوں کی مجموعی آمدنی کی دریافت اور اس کی صدر میزان آمدنی سے جو شروع باب میں تبلائی گئی ہے، مطابقت میں دشواری



نقشہ حدود سلطنت آصفیہ
بہ عہد نواب آصف جاہ اول
(سنہ ۱۱۶۱ ہجری)
کشمیر
کابل
افغانستان
بلوچستان
پنجاب
لاہور
دہلی
تبت
آگرہ
اجمیر
گوالیار
لکھنؤ
بنارس
الہ آباد
پٹنہ
گیا
بنگال
مرشد آباد
کلکتہ
سندھ
حیدرآباد
مالوہ
اجین
بھوپال
احمد آباد
گجرات
کاٹھیاواڑ
سورت
بمبئی
برار
حیدرآباد
بیجاپور
ورنگل
ساحل اوڑیسہ
خلیج بنگال
بحر عرب
مدراس
پانڈیچری
سیلون
بحر ہند
علامات نقشہ
حدود سلطنت سنہ ۱۱۶۱ میں
موجودہ حدود سلطنت

لاحق ہوئی ہے۔ بعض صوبوں کے رقبہ جات و سرکارات وغیرہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اور بعض کی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے کہ مولف کو کاغذات متعلقہ دستیاب نہ ہو سکے اور یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ نواب مغفرت مآب اپنے دو صوبیداری میں ان کو ساتھ لے گئے تھے۔ جن صوبوں کے سرکارات کی تفصیل بیان کی گئی ہے ان کے متعلقہ محالات و مواضعات کے اعداد تو ظاہر کئے گئے ہیں، مگر پوری تفصیل پیش نہیں کی گئی۔ دکنی صوبوں کے جو محاصل تبلائے گئے ہیں وہ سب شہنشاہ عالمگیر کے اخیر عہد سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان کی مجموعی رقم روپیوں میں جو شروع باب میں ظاہر کی گئی ہے، یہ ہے:۔ ششماہہ "ہفدہ کروڑ و نود و دو لک و پنجاہ ہزار و ہفت صد و سی و پنج روپیہ"۔ سالانہ "سی و پنج کروڑ و ہشتاد و پنج لک و یک ہزار و چہار صد و ہفتاد روپیہ"۔

دوسری کتاب جو صوبہ جات دکن کے جغرافیائی و تاریخی حالات پر کافی روشنی ڈالتی ہے، "سوانح دکن" ہے۔ اس کا مولف منعم خاں اورنگ آبادی امرائے دربار آصفی سے تھا۔ اس نے یہ کتاب ۱۱۹۷ھ میں تالیف کی ہے، کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں دکن کے چھ صوبوں کا تفصیلی بیان ہے، اور حصہ دوم میں شاہانہ آصفیہ اور ان کے درباری امرا کے حالات تحریر کئے گئے ہیں۔ پہلے صوبہ جات دکن کے مداخل و مخارج کا تعلق دیوان دکن سے ہوتا تھا۔ خود مولف کے تمہیدی بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے صوبہ جات دکن کے سرکارات و محالات اور ان کے محاصل وغیرہ کی دریافت و ترتیب میں دیوان دکن ہی کے دفتر سے استفادہ کیا ہے۔ اس بناء پر اس کتاب کو

خاص اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔

اس کتاب میں ہر صوبہ اور اس کے سرکارات متعلقہ کے جغرافیائی و تاریخی حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، اور ہر سرکار کے ذکر کے اختتام پر اس کے پرگنوں کی پوری صراحت بقید آمدنی موجود ہے۔ اکثر پرگنوں کے ساتھ ان کے مواضعات کی تعداد بھی ظاہر کی گئی ہے۔ چھ صوبوں کے مجموعی محاصل بقدر "ہیجدہ کروڑ و بیست لک و بیست و نہ ہزار و نہ صد و شصت روپیہ و پانزدہ آنہ" بیان کئے گئے ہیں، لیکن صراحت نہیں کی گئی کہ یہ ششماہی محاصل ہیں یا سالانہ۔ اخبار النوادر میں جو ششماہی محاصل بتلائے گئے ہیں، ان سے یہ محاصل قدرے زائد برآمد ہوتے ہیں، اس لئے قرینہ کہتا ہے کہ یہ محاصل بھی ششماہی ہوں گے۔ ہر صوبہ کے تحت بھی آمدنی بتلائی گئی ہے۔ اسی طرح ہر سرکار اور ہر محال کے تحت بھی، لیکن محالات کی مجموعی آمدنی سرکار متعلقہ کی آمدنی سے اور سرکارات کی مجموعی آمدنی صوبہ متعلقہ کی آمدنی سے اور صوبہ جات کی مجموعی آمدنی محاصل مبنیہ صدر سے مطابقت نہیں رکھتی۔ غالباً یہ اختلافات سہو اندراج اعداد سے واقع ہو رہے ہیں۔ اس امر کی نسبت کہ مبنیہ محاصل کس عہد سے تعلق رکھتے ہیں، ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔

صوبہ جات دکن کے جغرافیائی و تاریخی حالات پر روشنی ڈالنے والی تیسری کتاب "حقیقت ہائے ہندوستان" ہے۔ اس کتاب کا مولف لالہ لچھمی نرائن شفیق ہے، جو نواب مغفرت مآب کے پیشکار لالہ منسارام کا فرزند تھا۔ اس نے یہ کتاب سنہ ۱۲۰۴ھ میں لکھی ہے۔ دیباچہ کتاب میں خود مولف لکھتا ہے کہ اس کے والد (منسارام) نے اپنے دادا (بالکشن) کے (جو حضرت کلان علیہ المغفرۃ والرضوان

"خواجہ عابد خاں" کی سرکار کے صیغہ مستوفی گری میں پیشکاری صدارت کی خدمت پر سالہا سال مامور رہا ہے) لکھے ہوئے چند طبلق افراد جو نواب مغفرت مآب کی دستخط سے مزین تھے، اس کے پاس اورنگ آباد سے حیدرآباد بھیجے تھے، جن میں (ہندو دکن کے) ممالک کے محاصل و مداخل وغیرہ کی کیفیات و تفصیلات ابتدائی ادوار سے لے کر سنہ ۱۲۳۹ فصلی تک درج تھیں، اور ان سب کو اس نے اپنی سادہ عبارت میں ترتیب دے کر ان کے ساتھ بعد کے حالات بطور ضمیمہ شریک کئے ہیں۔

کتاب چار مقالوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلے مقالے میں ایک ایک عہد کا تعین کرتے ہوئے صوبہ جات ہندو دکن کے محاصل و مداخل کے گوشواروں وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور اس مقالے کے آخر میں نواب مغفرت مآب و نواب غفران مآب (حضرت آصف جاہ ثانی) کے ادوار سے متعلق بھی دکنی صوبوں کے محاصل کی تفصیلات پائی جاتی ہیں۔ نواب مغفرت مآب کے دور میں بصراحت سنہ "یک ہزار و یک صد و بست و نہ فصلی" (سنہ ۱۱۲۹ فصلی) صوبہ جات دکن کے مجموعی محاصل "ہفدہ کروڑ و ہشتاد و شش لک و شصت و سہ ہزار و پانصد و نوزدہ روپیہ و یازدہ آنہ" ظاہر کئے گئے ہیں، یہ محاصل لازمی طور پر ان طبلقوں سے ماخوذ سمجھے جائیں گے، جن کا حوالہ دیباچۂ کتاب میں دیا گیا ہے، کیونکہ ان کا زمانہ اظہار سنہ ۱۱۳۹ فصلی کے اندر واقع ہو رہا ہے، البتہ اس دور کے بعد یعنی نواب غفراں مآب کے عہد کے محاصل وغیرہ کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں وہ ان طبلقوں سے ماخوذ سمجھی نہیں جائیں گی، کیونکہ ان کا زمانہ اظہار سنہ ۱۱۳۹ فصلی

بعد واقع ہوتا ہے جیسا کہ ذیل کی تصریح سے واضح ہوگا۔

نواب غفران مآب کے عہد میں بقید سنہ "یک ہزار و دو صد فصلی" (سنہ ۱۲۰۰ فصلی) دکنی صوبوں کے محاصل کی کل تعداد "ہیجدہ کروڑ و نود و ہفت لک و دو ہزار و نہ صد و شصت و ہشت روپیہ و یازدہ آنہ" بتلائی گئی ہے۔ اس کے بعد صوبہ واری محاصل کی تفصیلات درج ہیں، مگر ان کی میزان اور مبینہ صدر تعداد میں فرق پایا جاتا ہے۔ خود مولف کا قول ہے کہ اس نے پیش نظر عہد کے محاصل ذاتی طور پر متصدیان دولت آصفیہ سے دریافت کئے ہیں۔ اس کتاب میں بھی صراحت پائی نہیں جاتی کہ آیا مبینہ محاصل ششماہی ہیں یا سالانہ لہٰذا اس بارے میں بھی وہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے، جس کا اظہار ہم نے "سوانح دکن" میں پیش کردہ محاصل کے سلسلے میں کیا ہے۔

کتاب کے دوسرے مقالے میں ہندوستان کے صوبوں کے حالات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

کتاب کے تیسرے مقالے میں صوبہ جات دکن کے تفصیلی حالات تحریر ہیں۔ سوانح دکن کی طرح اس کتاب میں بھی صوبہ واری، سرکار واری و محال واری محاصل کی صراحت کی گئی ہے، اور شروع میں صوبوں کے مجموعی محاصل درج کئے گئے ہیں، مگر اس میں بھی محاصل کی ذیلی میزانات کی ان کی صدر میزان سے تطبیق نہیں ہوتی۔ جیسا کہ خود مولف کے بیان سے ظاہر ہے یہ محاصل دفتر آصفیہ سے ماخوذ ہیں۔ گو یہاں پر عہد کا تعین نہیں کیا گیا مگر باور کیا جا سکتا ہے کہ یہ محاصل نواب غفران مآب کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ یہ ان محاصل سے

مطابقت رکھتے ہیں جو مقالہ اول کے آخر میں نواب ممدوح کے عہد کے تحت ظاہر کئے گئے ہیں۔

مولف نے بہ تعیین سنہ "یک ہزار و صد فصلی" (سنہ ۱۱۰۰ف) نواب غفراں مآب کے عہد سے جو محاصل متعلق کئے ہیں، وہ صحیح نہیں ہو سکتے اس لئے کہ ان میں خاندیس، بیجاپور و کرناٹک کے ممالک کے محاصل بھی شریک کیے گئے ہیں اور یہ ممالک قریب قریب تمام اس وقت تک دوسروں کے تفویض ہو چکے تھے۔ ممکن ہے۔ یہ محاصل نواب مغفرت مآب کے عہد سے ہی تعلق رکھتے ہوں، اور مولف نے ان کو سہواً نواب غفراں مآب کے عہد سے متعلق کر دیا ہے۔

ایک چوتھی کتاب جس میں دکنی صوبہ جات اور ان کے متعلقہ سرکارات و محالات کے محاصل کی تفصیلات ملتی ہیں، ویرنگ (WARING) کی تالیف "تاریخ مرہٹہ" ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۸۱۰ء میں لندن سے شائع ہوئی ہے۔ مولف محاصل کی تفصیلات پیش کرنے سے پہلے بیان کرتا ہے کہ یہ محاصل لارڈ کارنوالس کی مہم (میسور کی تیسری لڑائی) کے کچھ ہی عرصہ بعد مرہٹہ کاغذات سے اخذ کئے گئے ہیں[۱]، مگر یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ وہ کاغذات کس حکمراں کے دور سے تعلق رکھتے تھے۔ مرہٹوں کو کسی زمانے میں دکنی علاقوں سے "چوتھ" ملتا تھا اس بناء پر اغلب ہے کہ وہ اپنے ہاں بھی ان علاقوں کے محاصل کی پوری

---

[۱] صفحہ ۲۳۷۔

تفصیل رکھتے ہوں۔ اسی قبیل کی کسی عہد سے متعلق کوئی تفصیل ہوگی جس سے مولف نے استفادہ کیا ہے۔ اس کتاب میں دکنی صوبوں کے سرکارات ومحالات کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے، وہ "سوانح دکن" و "حقیقت ہائے ہندوستان" میں درج کی ہوئی تفصیل سے قریب قریب مطابقت رکھتی ہے، مگر اس میں درج کردہ محاصل کی ان کتابوں میں مندرجہ محاصل سے کچھ بھی تطبیق نہیں ہوتی۔

زیر تنقید کتاب میں صوبہ جات دکن کی کل آمدنی "انیس کروڑ چھ لاکھ ناسی ہزار تین سو اٹھیاسی روپیہ" تبلائی گئی ہے۔ اس کتاب میں دکن کے ان تمام صوبہ جات وسرکارات ومحالات اور باج گذار علاقہ جات کی تفصیلات پائی جاتی ہیں، جو نواب مغفرت مآب کے اخیر عہد میں آپ کے زیر حکومت و باج گذار تھے، اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ یہ محاصل بھی آپ ہی کے اخیر عہد سے تعلق رکھتے ہونگے۔ یہاں بھی محاصل کے ساتھ ششماہی یا سالانہ کی صراحت نہیں کی گئی۔ اس کی نسبت بھی ہمارا وہی خیال ہے۔ جو "سوانح دکن" و "حقیقت ہائے ہندوستان" میں مندرجہ محاصل کے بارے میں ظاہر کیا گیا ہے۔

محولہ کتابوں کے علاوہ "سیر ہند و گلگشت دکن" و "گلزار آصفیہ" و "تاریخ خورشید جاہی" وغیرہ میں بھی دکنی صوبوں کے حالات کے سلسلے میں ان کے محاصل کی تفصیلات بھی پائی جاتی ہیں، مگر یہ کتابیں بہت بعد کی ہیں اور پھر ان میں محاصل کے ماخذات کا پتہ بھی نہیں چلتا، اس لئے ہم ان کو نظر انداز کئے دیتے ہیں۔

ا۔ صفحہ ۲۷۱۔

صوبہ جات دکن کے محاصل کے وصول و جمع کا تعلق براہ راست حکومت مغلیہ سے تھا۔ ہم نے اوپر جن کتابوں سے استناد کیا ہے، ان میں اول الذکر تین کتابیں ایسی ہیں، جن میں محاصل دکن اسی حکومت کے کسی نہ کسی دفتر سے ماخوذ ہیں۔ اس بناء پر ان کو زیادہ معتبر و مستند سمجھا جائے گا۔ رائے چترمن نے شہنشاہ عالمگیر کے اخیر عہد میں صوبہ جات دکن کے محاصل کی (ششماہی) تعداد "ہفدہ کروڑ و نود و دو لک و پنجاہ ہزار و ہفت صد و سی و پنج روپیہ" بتلائی ہے۔ لالہ لچھمی نرائن شفیق کے بیان کے مطابق نواب مغفرت مآب کے ابتدائی (خود مختار) دورِ حکومت (۱۱۲۹ فصلی) میں یہاں کے محاصل کی تعداد "ہفدہ کروڑ و ہشتاد و شش لک و شصت و سہ ہزار و پانصد و نوزدہ روپیہ پاؤ کم یازدہ آنہ" تھی۔ منعم خاں نے "سوانح دکن" میں ان محاصل کے اعداد "ہیجدہ کروڑ و بیست لک و بیست و ہشت ہزار و نہ صد و شصت روپیہ و پانزدہ آنہ" ظاہر کئے ہیں، مگر ان کی نسبت صراحت نہیں کی کہ یہ کس حکمران کے دور سے تعلق رکھتے ہیں؛ قرائن بتلاتے ہیں کہ یہ محاصل عہد عالمگیری کے بعد کے ہو سکتے ہیں مگر کسی طرح دورِ آصف جاہی کے پہلے کے قرار نہیں دئے جا سکتے۔ عہد عالمگیری کے محاصل سے متعلق ایک ہیش رو مصنف کی معتبر روایت ہم نے پیش کر دی ہے، اسے پیش نظر رکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زیر بحث محاصل اس عہد کے نہیں، اس عہد کے بعد کے ہو سکتے ہیں۔ البتہ اب ہمیں دکھانا ہے کہ یہ محاصل دورِ آصف جاہی سے پہلے کے کیوں قرار نہیں دئے جا سکتے۔ زیر نظر محاصل صرف ابتدائی دورِ آصف جاہی کے ہی نہیں سابقہ ادوار کے محاصل کے

مقابلے میں بھی زیادتی کے حامل ہیں۔ شہنشاہ عالمگیر کے بعد اس کے نااہل وکمزور جانشینوں کی بدولت دورِ آصف جاہی کے آغاز تک سلطنت مغلیہ کے ہر شعبہ میں طرح طرح کی خرابیاں اور ابتریاں پیدا اور ہندوستان میں عام طور پر طوائف الملوکی اور سرکشی و بغاوت کی بلائیں نازل ہو چکی تھیں، اور ان سے خطۂ دکن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہا تھا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ اس عرصہ مدت (از اختتام عہد عالمگیری تا آغاز دورِ آصف جاہی) میں محاصل دکن بجائے کم ہونے کے زیادہ ہو گئے ہونگے۔ بایں وجہ زیر تنقید محاصل کو لازماً دورِ آصف جاہی کے قرار دینا پڑے گا۔ گو نواب مغفرت مآب کے ابتدائی عہد میں محاصل دکن جو لچھمی نرائن شفیق نے بتلائے ہیں، ان محاصل کے مقابلے میں کم تھے، مگر چونکہ آپ کا عہد ایک طویل عرصہ تک جاری رہا تھا، اور اس عرصہ میں آپ کے بے مثل تدبر و تہور کی بدولت ملک دکن سے تمام خرابیاں دور ہو چکی تھیں، اور آپ یہاں کے تباہ و برباد شدہ علاقوں کو از سرنو آباد کرنے اور زراعت، تجارت و حرفت جیسے مفید شعبوں کو فروغ دینے میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے، اس لئے آپ کے عہد میں محاصل کا ترقی کر جانا لازمات سے تھا، اور پھر محاصل زیر بحث ان تمام علاقوں کی رقوم آمدنی پر مشتمل ہیں، جو یا تو آپ کے ماتحت تھے یا باج گذار۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ محاصل نواب مغفرت مآب کے ہی وسطی یا آخری عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم ان محاصل کو آپ کے بعد کے کسی دور سے بھی متعلق نہیں کر سکتے اس لئے آپ کے دور میں حکومت کو جو اعلیٰ سیاسی

برتری حاصل رہی وہ بعد کے ادوار میں اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکی۔
اب ہم سوانح دکن ہی سے ہر ایک صوبے کے تحت سرکارات متعلقہ کی تفصیل بقید تعداد مُحالات و محاصل مشخصہ اخذ کر کے ذیل میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ صوبہ خجستہ بنیاد اورنگ آباد

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد مُحالات	آمدنی[1]
۱	دولت آباد	۲۷	۲۴۵۷۱۸۶ روپیہ
۲	احمد نگر	۱۰	۱۵۴۵۱۱۶ "
۳	پٹن	۳	۳۲۵۹۴۷ "
۴	پرینڈا	۱۹	۱۴۰۸۲۱۷ "
۵	بیڑ	۱	۶۸۹۱۰۸ "
۶	جالنہ پور	۱۰	۶۲۵۱۶۶۴ "
۷	سنگمنیر	۱۱	۱۸۱۵۲۵۲ "
۸	شولاپور	۳	۲۷۶۷۲۴ "
۹	فتح آباد (دہارور)	۱۱	۶۳۰۱۹۲ "
۱۰	جنیر	۲۳	۱۵۰۱۵۳۱ "

[1] تقریباً تمام رقوم آمدنی کے ساتھ آنوں کی صراحت بھی کی گئی ہے۔ ہم نے سہولت حساب کی خاطر آٹھ سے کم آنے ترک کردئے ہیں، اور آٹھ یا آٹھ سے زیادہ آنوں کا ایک روپیہ شمار کیا ہے۔

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱۱	تلکوکن	۱۶	۸۴۶۶۲۱ روپیہ
۱۲	جوار	۱۳	۳۰۰۰۰ "
	میزان	۱۴۷	۱۲۷۷۷۵۶۲ روپیہ

۲۔ صوبۂ خاندیس

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱	آسیر	۳۳	۳۴۲۹۵۴۱ روپیہ
۲	بگلانہ	۳۰	۳۹۰۷۰۱ "
۳	بیجاگڈھ (کھرکون)	۳۳	۶۲۶۵۶۴ "
۴	کالنہ	۷	۲۱۴۱۷۹ "
۵	ندربار	۶	۶۵۹۰۳۹ "
۶	ہانڈیہ	۲۷	۵۵۸۱۹۸ "
	میزان	۱۳۶	۵۸۷۸۲۲۲ روپیہ

۳۔ صوبۂ برار

یہ صوبہ دو حصوں میں منقسم تھا، (۱) بالاگھاٹ، (۲) پایان گھاٹ۔ پہلے حصے میں پانچ سرکار اور دوسرے حصے میں سات سرکار واقع تھے۔

(بالاگھاٹ)

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱	پاتھری	۱۱	۸۵۰۸۴۲ روپیہ
۲	باسم	۹	۶۳۳۶۴۶ 〃
۳	بتیال باری	۹	۲۲۷۲۶۳ 〃
۴	ناہور	۲۰	۸۴۷۱۱۳ 〃
۵	جہکر	۱۲	۱۱۰۲۶۲۵ 〃
	میزان	۶۱	۳۶۶۱۴۸۷ روپیہ

(پایان گھاٹ)

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱	کاویل	۴۶	۲۶۷۴۷۳۵ روپیہ
۲	کلم	۲۴	۷۸۰۵۷۳ 〃
۳	کھیرلہ	۲۴	۴۲۹۸۵۳ 〃
۴	نرنالہ	۳۷	۲۶۳۵۴۶۲ 〃
۵	پونار	۴	۳۰۳۰۰۱ 〃
۶	دیوگڈھ (اسلام گڈھ)	۴۹	۱۱۳۸۲۲۳ 〃
۷	سرپور	۷	۴۰۱۰۰۰ 〃
	میزان	۱۹۱	۸۳۶۲۸۴۷ روپیہ

۴۔ صوبہ محمد آباد بیدر

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱	بیدر	۸	۹۳۸۸۶۱ روپیہ
۲	انکل کوٹ	۷	۴۷۸۷۲۰ "
۳	کلیان	۲	۲۷۰۰۰۵ "
۴	اتگیر (فیروزگڈھ)	۱	۱۳۴۳۶۵ "
۵	ملکھیڑ (مظفرنگر)	۱۴	۱۲۰۵۶۸۵ "
۶	نانڈیڑ	۴۴	۳۹۷۷۴۶۶ "
	میزان	۷۶	۷۰۰۵۱۰۲ روپیہ

۵۔ صوبہ دار الظفر بیجاپور

یہ صوبہ تین حصوں میں منقسم تھا۔ (۱) بیجاپور خاص، اس میں گیارہ سرکار تھے۔ (۲) کرناٹک بیجاپور، یہ سات سرکار پر مشتمل تھا۔ (۳) وہ حصہ جو بلا قید محال زمینداران سرِ رنگ پٹن وغیرہ کے قبضہ و تصرف میں تھا، جس سے پانچ کروڑ بائیس لاکھ انہتر ہزار دو سو انتالیس روپیہ آمدنی بصورت پیشکش وصول ہوتی تھی۔

(۱۔ بیجاپور خاص)

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱	بیجاپور	۳۰	۲۴۰۱۱۵۰ روپیہ
۲	گلبرگہ (حسن آباد)	۱	۷۱۵۵۸۲ "

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۳	بلگانوں (اعظم نگر)	۱۵	۱۳۵۴۵۱۳ روپیہ
۴	انکلوج (اسعد نگر)	۱۲	۵۳۰۴۱۱ "
۵	ادھونی (امتیاز گڈھ)	۶	۱۷۸۵۶۸۷ "
۶	رائچور (فیروز نگر)	۹	۱۳۲۶۴۱۴ "
۷	بنکاپور	۱۶	۱۷۰۸۰۰۲ "
۸	تورگل	۱۶	۱۵۹۶۰۷۱ "
۹	رائے باغ	۱۲	۱۱۴۱۲۷۳ "
۱۰	غازی پور	۲۳	۹۳۰۴۱۷ "
۱۱	نلدرگ	۸	۱۰۲۵۳۶۳ "
	میزان	۱۴۸	۱۴۵۱۴۸۸۳ روپیہ

(کرناٹک بیجاپور)

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱	کرناٹک بیجاپور	۵۶	۵۲۹۵۳۵۶ روپیہ
۲	ایکری (محمد نگر)	۷	۹۳۷۱۵۴ "
۳	مدگل	۱۳	۹۶۹۹۸۴ "
۴	دابول (مصطفیٰ آباد)	۸	۱۶۹۱۱۰۱ "
۵	مریچ (مرتضیٰ آباد)	۶	۵۵۷۳۵۹ "

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۶	بنالہ (بنی شاہ درگ)	۹	۵۸۳۰۳۹ روپیہ
۷	ساگر (نصرت آباد)	۵	۱۶۲۲۰۹۶ ″
	میزان	۱۰۴	۱۱۶۵۶۰۸۹ روپیہ

۶۔ صوبۂ فرخندہ بنیاد حیدر آباد

یہ صوبہ تین حصص پر مشتمل تھا۔ (۱) تلنگانہ، (۲) کرناٹک بالاگھاٹ، (۳) کرناٹک پایان گھاٹ۔ حصۂ اول میں بائیس سرکار، حصۂ دوم میں پانچ سرکار اور حصۂ سوم میں سولہ سرکار داخل تھے۔

(تلنگانہ)

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱	گولکنڈہ (محمد نگر)	۱۲	۱۵۸۲۰۵۶ روپیہ
۲	بھونگیر	۱۱	۷۷۵۱۷۸ ″
۳	دیورکنڈہ	۱۲	۱۰۱۹۲۹۱ ″
۴	میدک	۱۲	۱۵۲۵۳۴۲ ″
۵	کولاس	۵	۶۵۵۷۲۰ ″
۶	کھم میٹ	۱۱	۵۸۰۱۶۳ ″
۷	نلگنڈہ	۶	۵۲۱۸۹۱ ″
۸	کویلکنڈہ	۱۳	۱۰۵۶۲۴۸ ″
۹	پانگل	۵	۴۳۳۶۶۱ ″

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱۰	گہن پورہ	۹	۴۷۵۱۸۵ روپیہ
۱۱	ایلگندل	۲۱	۱۲۲۴۴۵۸ 〃
۱۲	آرام گیر	۱	۷۸۲۸۴۴ 〃
۱۳	ورنگل	۱۶	۷۴۸۶۳۳ 〃
۱۴	ملنکور	۳	۱۷۴۲۶۹ 〃
۱۵	کونڈے پلی (مصطفیٰ نگر)	۲۴	۱۲۳۰۵۱۶ 〃
۱۶	گنتور (مرتضیٰ نگر)	۵	۱۱۶۷۷۳۶ 〃
۱۷	ایلور	۱۲	۳۶۳۶۴۶ 〃
۱۸	راجمندری	۲۴	۶۸۵۵۲۹ 〃
۱۹	مچھلی پٹن (مسولی پٹم)	۸	۵۴۰۹۵۹ 〃
۲۰	نظام پٹن	۱	۲۴۶۰۰۰ 〃
۲۱	کان الماس	۱	۲۵۵۰۰۰ 〃
۲۲	چلکہ سیکاکول	۱	۸۴۰۸۲۳ 〃
	میزان	۲۱۳	۱۶۸۸۵۱۴۸ روپیہ

(کرناٹک بالاگھاٹ)

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱	سدہوٹ	۸	۸۰۱۳۱۶ روپیہ
۲	گنجی کوٹہ	۱۵	۱۳۷۴۷۹۸ 〃
۳	گوتی	۱۳	۸۹۹۷۲۰ 〃
۴	گورم کنڈہ	۱۲	۶۸۵۰۷۴ 〃

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۵	کھمم	۱۸	۱۰۵۱۲۷۴ روپیہ
	میزان	۶۶	۴۸۱۲۱۸۲ روپیہ

(کرناٹک پایان گھاٹ)

نشان سلسلہ	نام سرکار	تعداد محالات	آمدنی
۱	اودگیر	۶	۳۲۷۱۸۰ روپیہ
۲	ویلور	۸	۷۴۷۷۶۵ "
۳	پالم کوٹ	۱۲	۸۱۸۶۶۵ "
۴	ترپاتور	۱۰	۴۸۳۰۷۷ "
۵	جگدیو	۱۷	۱۸۵۷۷۱۷ "
۶	چندرگیری	۱۰	۵۰۷۷۶۱ "
۷	چنگل پٹ	۳	۰۵۱۱۵۷۳ "
۸	سروہ پلی	۱۲	[illegible]۷۸ "
۹	کنجی	۱۵	۱۰۳۴۲۴۳ "
۱۰	ترناملی	۱۱	۹۰۱۰۹۰ "
۱۱	جنجی (نصرت گڑھ)	۸	۷۱۹۲۵۰ "
۱۲	والکنڈہ پور	۵	۶۵۱۸۲۵ "
۱۳	ورداور	۹	۸۲۴۸۰۰ "
۱۴	ونداسی	۳	۵۳۱۷۳۳ "
۱۵	ترچناپلی	۱	[illegible]۰۰۰
۱۶	چنجاور (تنجاور یا تانجور)	۱	۱۴۲۷۲۵۴۶ "
	میزان	۱۳۱	۴۳۴۳۶۵۰۳ روپیہ

اشاریہ

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲۰	تزنیک	نزدیک	۶۰	۱۰	چناچہ	چنانچہ
۵	۲۲	دہ	وہ	۶۷	۱۰	سرفرازگیا	سرفرازگیا
۶	۱۳	چنز	چیز	۷۹	۱۴	شکرسیر	شکم سیر
۶	۱۵	تلفط	تلفظ	۸۸	۷	عالمگیری دورکے	عالمگیری دورکے
۶	۲۴	غیرزباں	غیرزبان	۹۳	۱۸	بیاں	بیان
۸	۳	صفحہ ۱۰	صفحہ ۷	۹۴	۱۷	ذاخل	داخل
۱۳	۹	حضرت عزیزان	حضرت عزیزان	۹۵	۱۳	تیں	تین
۱۶	۵	ثابث	ثابت	۹۸	۱۱	ٹری طرح	بُری طرح
۱۷	۱۶	اباق	اسباق	۹۸	۱۵	قطب املک	قطب الملک
۱۹	۳	منحانب	منجانب	۹۸	۱۷	منصب ہفت ہزار	منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار
۲۱	۹	آندہ	آئیندہ	۱۰۳	۷	قاام	قائم
۲۴	۵	پایہ تحت	پایہ تخت	۱۱۷	۱۷	اتاد	استاد
۲۵	۱۸	دارہ شکوہ	داراشکوہ	۱۲۴	۸	مخالفت	مخالف
۳۰	۱۳	لوان کا	کواس کا	۱۲۷	۱	صلح امے	صلح نامے
۴۰	۱۶	بملتہ الملک	جلتہ الملک	۱۳۴	۵	خصور	حضور
۴۰	۲۰	اعظم شاہ لے	اعظم شاہ کے	۱۳۳	۸	نموودہ ایم	نمودہ ایم
۴۲	۱۶	فرض مکرر	عرض مکرر	۱۳۷	۱۱	جکومت وجاہ	حکومت وجاہ
۴۳	۱۱	لے گئے	لے لئے	۱۴۴	۱۴	جبرواکرہ	جبرواکراہ
۴۴	۸	اورزنگ آباد	اورنگ آباد	۱۶۲	۴	سنہ ۱۱۳۳ھ	سنہ ۱۱۳۲ھ
۴۴	۱۹	گرزبرداران	گرزبرادران	۱۶۷	۱۵	تابوت	تابوت
۴۵	۱۴	ڈیڑھ	ہر جگہ "ڈیڑھ" ہو	۱۷۰	۷	نورانی	تورانی
۵۱	۹	داخل وقائع کرنے کے	داخل وقائع کرنے کے	۱۷۴	۱۶	بنیادی	بناہ دی
۵۹	۱۳	سب سے زیادیا	سب سے زیاد	۱۷۶	۲	پنجہزارا سوار	پنجہزار سوار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۳	۴	مضیر	مغیر	۲۷۸	۱	اس بارے	اس بارے میں
۱۸۶	۱۵	غرصہ سلطنت	عرصہ سلطنت	۲۷۸	۶و۹	گائیلواڑ	گائیکواڑ
۱۸۶	۱۹	برطبیعت	برطبیعت	۲۹۳	۱۹	وست وپا	دست وپا
۱۹۲	۱	طبیعت	طبیعت	۲۹۰	۳	الناس	الناس
۱۹۷	۱	تایب	تادیب	۲۹۵	۱۸	شجار	اشجار
۱۹۷	۱۷	طاب	طالب	۲۹۶	۱	طرق	طریق
۱۹۸	۱۵	آحدی	احدی	۲۹۷	۲	فیروزان	فروزان
۱۹۸	۲۰	آحد آباد	احد آباد	۳۱۵	۱۷	اقائی خود	آقائی خود
۱۹۹	۲۲	نجناح	بجناح	۳۱۵	۱۹	مضالقہ	مضائقہ
۲۰۰	۱۹	شقاوت اندیش	شقاوت اندیش	۳۱۶	۳	درمجلس آمدہ	درمجلس آمدہ
۲۰۰	۲۰	تاریخ طفرہ	تاریخ ظفرہ	۲۱۹	۴	اچھی جانتے تھے	اچھی طرح جانتے تھے
۲۰۱	۲۰	حدیقہ العالم	حدیقۃ العالم	۳۲۳	۴	مسدود کردئے	مسدود کردے
۲۰۷	۱۳	نکال لینے کے	نکال لینے کے لئے	۳۲۳	۱۱	بسیوں	بیسیوں
۲۱۷	۱۴	پیش	پیش	۳۲۶	۲	حواہد شد	خواہد شد
۲۲۲	۱۸	اتنشار	انتشار	۳۳۹	۸	ماحتین	ماتحتین
۲۲۴	۵	بے لیا تھا	لے لیا تھا	۳۴۲	۴	بارگا سلطانی	بارگاہ سلطانی
۲۲۴	۸	ازرقسم	ازقسم	۳۴۴	۲	جانستاتی	جانستانی
۲۲۶	۴	یغی	بغی	۳۴۴	۱۴	تاکید اکید وتہدید شدید	تاکید اکید وتہدید شدید
۲۲۶	۱۷	آحد آباد	احد آباد	۳۴۷	۹	ان کوششیں	ان کی کوششیں
۲۲۸	۴	تفقدمات	تفقدات	۳۴۸	۵	رشہ داری	رشتہ داری
۲۳۰	۶	بحمدہ اللہ	بحمد اللہ	۳۵۰	۱۳	ڈیرے	ڈیرے
۲۳۵	۱۲	بادستاہ	بادشاہ	۳۵۰	۱۷	راہ راست	راہ راست
۲۵۰	۱۳	کندپ سنگھ	کندوپ سنگھ	۳۵۱	۱۷	نہ اترسکیں کے	نہ اترسکیں گے
۲۵۳	۶	لطاف	الطاف	۳۵۴	۶	تزویز تلبیس	تزویر وتلبیس
۲۵۶	۲	شابدان	شاہدان	۳۵۶	۳	فنہ عجبی	فتنہ عجبی
۲۶۳	۱۴	تدبیر	تدبر	۳۵۸	۷	اندیشناک	اندیشہ ناک
۲۷۳	۱۰	باتی	بآسانی	۳۶۱	۱۹	حدیقہ العالم	حدیقۃ العالم
۲۷۴	۱۹	گرمئ بازار	گرمئ بازار	۳۶۳	۱۲	عبدالعریز	عبدالعزیز
۲۷۷	۱۸	اپنے	اپنی	۳۶۴	۱۰	میرپور	میرپور

٣٦٤	١٢	احتشاب	احتساب	٤٠١	٨	احسال	احساں
٣٦٤	٢١	نطم	نظم	٤٠٥	٦	جلوہ گاہمت	جلوہ گاہمت
٣٦٦	٥	کہیے اُسنے	کہنے اُسنے	٤٠٥	١١	بصفا	بصفا
٣٦٦	١٦	شجاعت الدولہ	شجاع الدولہ	٤٠٦	٤	بچتاہوں	پچتاہوں
٣٦٧	٩	نظامت الدولہ	نظام الدولہ	٤٠٦	١٠	حیں	حین
٣٧٣	١١	ہندستان	ہندوستان	٤٢٩	١٧	واخذہ	مواخذہ
٣٧٦	١٧	پنیتس	پینتیس	٤٣٠	٢	ببر	بسر
٣٧٧	٤	کرئے	کرے	٤٣٥	٧	قلمڈان	قلمدان
٣٧٧	٧	تاوار	تلوار	٤٣٨	٥	خصور	حضور
٣٩١	١٥	فیئتہ	فئتہ	٤٣٨	١٩	پخ	پنج
٣٩١	١٦	فیئتہ	فئتہ	٤٤٠	٧	مراحم	مزاحم
٣٩١	١٧	مبانرت	مبارزت	٤٤٠	١٩	بامتصدمان	بامتصدیان
٣٩٢	٧	مبادما	مبادا	٤٥٣	٤	چہاربیتی	چہاربیتی